بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعلموا النحو کما تعلمون السنن والفرائض
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

تہذیب الکافیہ

اردو شرح کافیہ

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب
استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ
رحمانیہ چوک مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

تعلموا النحو کما تعلمون السنن والفرائض

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

تہذیب الکافیہ

اردو شرح

کافیہ

تالیف:

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ!

مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

انتساب

میں اپنی اس حقیر کوشش کو اپنے تمام اساتذہ کرام اور محترم والدین بالخصوص اپنے شیخ و مربی حضرت اقدس استاذ الحدیث مفتی مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب زید مجدہ کے نام کرتا ہوں جن کی نگاہ شفقت اور دعاؤں نے مجھے آج اس مقام تک پہنچایا ہے

محمد اصغر علی عفی عنہ

یکم محرم الحرام ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۸ اپریل ۱۹۹۹ء

نام کتاب — تہذیب الکافیہ اردو شرح کافیہ

تالیف — مولانا محمد اصغر علی صاحب فیصل آبادی

طبع اول ۲۰۰۰ء — طبع دوئم ۲۰۰۲ء — طبع سوئم ۲۰۰۵ء — طبع چہارم اپریل ۲۰۰۷ء

طبع پنجم فروری ۲۰۱۰ء — طبع ششم جنوری ۲۰۱۱ء — طبع ہفتم فروری 2012ء

کمپوزنگ ادارہ فروغ عربی پریس مارکیٹ گلی نمبر ۱۳ امین پور بازار فیصل آباد

قیمت — مطبع

ملنے کے پتے

☆ حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد

فون نمبر 8560546 موبائل 0321-7227696 فون رہائش 041-8729206

☆ مکتبۃ العارفی متصل جامعہ اسلامیہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد

☆ مکتبہ اسلامیہ بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فیصل آباد فون نمبر 041-2631204

☆ کشمیر بک ڈپو چنیوٹ بازار فیصل آباد

☆ مکتبہ ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد

☆ مکتبہ سید احمد شہید الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

☆ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

☆ مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

☆ مکتبہ شرکت علمیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

☆ کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

☆ ادارۃ الانور بانوری مینشن بنوری ٹاؤن کراچی فون نمبر 021-4914596

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف آغاز

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا مُتَوَاتِرًا وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّکَ وَرَسُوْلِکَ سَلَامًا مُتَکَاثِرًا وَ الرِّضْوَانُ عَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ مُتَوَاتِرًا –

اما بعد! اللہ جل شانہ نے محض اپنے فضل عظیم سے بندہ کو یہ سعادت بخشی ہے کہ علوم دینیہ کی عظیم مثالی درسگاہ جامعہ اسلامیہ عربیہ غلام محمد آباد مدنی ٹاؤن فیصل آباد میں ایک عرصہ سے شعبہ تدریس میں خدمت سرانجام دے رہا ہے اور اللہ جل شانہ نے علم نحو کی شُہرہ آفاق کتاب 'کافیہ' کو کئی مرتبہ پڑھانے کی توفیق بخشی ہے ہر دفعہ طلبہ کرام کی طرف سے پرزور اصرار رہا ہے کہ کافیہ کے اسباق کو مدوّن کر کے کتابی شکل دی جائے لیکن من آنم کہ من دانم اور بِاَنَّ مُسْتَحْسَنَ الطَّبَائِعِ بِاَسْرِھَا وَمَقْبُوْلَ الاَسْمَاعِ عَنْ آخِرِھَا اَمْرٌ لَا یَسَعُہٗ مَقْدِرَۃُ الْبَشَرِ وَ اِنَّمَا ھُوَ شَانُ خَالِقِ الْقُوٰی وَ الْقُدَرِ کی حقیقت کے پیش نظر بندہ نے اس میں تامّل کیا۔

مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ طلبہ کرام اور احباب کی طرف سے اصرار میں بھی شدت آتی چلی گئی بالآخر ان کی حوصلہ افزائی کی خاطر اور دارین میں نفع کی امید سے قلم اٹھانا پڑا دوران تصنیف چند خصوصیات کا لحاظ رکھا گیا جو کہ حسب ذیل ہیں:

(۱) عبارت نہایت سادہ ہو تاکہ قارئین کرام کا ذہن لفظی پیچیدگیوں میں الجھ کر نہ رہ جائے۔

(۲) ہر درجہ ذھن کے طالب علم کے لئے یکساں مفید ہو۔

(۳) مدرسین اساتذہ کے لئے مذاکرہ کے طور پر نفع بخش ہو۔

(۴) ترجمہ سادہ اور عام فہم بیان کیا گیا ہے۔

(۵) نحوی مسئلہ کو تجزیہ عبارت کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے۔

(۶) تشریح کے عنوان سے مشکل مقامات کا حل اور اعتراضات وجوابات مع فوائد بیان کئے گئے ہیں۔

دوران مطالعہ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ انسان کی کوشش وسعی میں خطاء کا وقوع عین ممکن ہے تو میں بھی اپنی کاوش کو خطا سے مبرا قرار نہیں دیتا بلکہ ممکن ہے کچھ غلطیاں ہوگئی ہوں گی خصوصاً ترجمہ اور زبان وبیان کی خامیاں اصحاب ذوق پر بار ہوسکتی ہیں اور کتابت کی غلطیوں کا بھی کافی امکان ہے۔اس سلسلے میں قارئین کرام سے بصد آداب التماس ہے کہ بغرض تصحیح اپنی قیمتی آراء سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ان کی اصلاح کی جاسکے۔میں اپنے تمام اساتذہ کرام اور رفقاء کا بے حد ممنون وشکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی دعاؤں اور آراء سے نواز کر بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی اور میں اپنے معاونین کیلئے بھی دعاگو ہوں۔فجزاھم اللہ خیرا

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ پروردگار عالم اس حقیر سعی کو قبول فرماکر نافع بنائیں۔۔میرے لیے اور تمام معاونین کے لئے ذخیرہ آخرت بنائیں آمین یارب العلمین!

محمد اصغر علی

یکم محرم الحرام ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۸ اپریل ۱۹۹۹ء

تقریظ

استاذ العلماء ورئیس الاتقیاء جامع المعقول و المنقول حضرت مولانا
عبد الکریم شاہ صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث دار العلوم حنفیہ چکوال

باسمہ سبحانہ

الحمد لله رب العلمين والصلوة و السلام على خاتم الانبياء وسيد المرسلين
واله واصحابه وامته اجمعين

اما بعد! علم نحو میں کافیہ کی انفرادی حیثیت اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کافیہ کلیات فن کا مرکز، علم نحو کے مسائل کا منبع 'اختصار عبارت' کے لحاظ سے ماقل ودل کا مصداق 'ایجاز لفظ کی بناپر شارحین کے قیل وقال کے تسلسل کی جولان گاہ ہے۔ اس انفرادی حیثیت کے پیش نظر قدیماً وحدیثاً اس پر کثرت سے شروحات لکھی گئی ہیں مگر اکثر شروح میں عبارت کا اصل مقصد قیل وقال کے تسلسل کے دلدل تلے دبا نظر آتا ہے جس کی وجہ سے طالب علم ذہنی انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ عزیز محترم فاضل نوجوان مولانا محمد اصغر علی صاحب بارک اللہ فی علمہ وعملہ نے کافیہ کی شرح لکھ کر گرانقدر موتیوں میں ایک انمول موتی کا اضافہ فرمایا ہے۔ جزاهم الله احسن الجزاء۔

اس شرح کی واضح خوبی یہ ہے کہ اس میں عبارت کی باریکیوں کو نہایت شفتہ و آسان لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔ عبارت کے مقاصد اور فوائد کو اختصار کے ساتھ سلیس عبارت میں واضح کر دیا گیا ہے۔ طرز بیان کو ذہنی خلفشار سے صاف رکھا گیا ہے جس سے کافیہ پڑھنے والا طالب علم آسانی سے اخذ کر سکتا ہے اور عبارت کے مطالب اور فن کے مسائل کو آسانی سے ازبریاد کر سکتا ہے بلکہ پڑھانے والے اساتذہ کیلئے بھی اس کا مطالعہ ان شاء اللہ مفید اور مدثابت ہوگا۔ اس نوعمری میں مؤلف کی علم نحو کی یہ خدمت ان کی اعلیٰ صلاحیتوں کا مظہر ہے۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء دعاہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس تالیف کو قبولیت عامہ بخشے۔ مؤلف کی صلاحیتوں میں مزید ترقی عطا فرمائے اور اس تالیف کو ان کی دنیا و عقبیٰ کی فلاح ونجات کا ذریعہ بنادے يرحم الله عبدا قال امينا۔ ولله الحمد فى الاولى والاخرة

عبد الكريم احمد عفى لله عنه

۳ ربیع الاول یوم الجمعہ ۱۴۲۰ھ

تقریظ

فخر الاماثل زبدۃ الاتقیاء شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتھم
استاذ الحدیث والتفسیر دار العلوم فیصل آباد و خلیفہ مجاز امام الھدیٰ حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

اما بعد! عزیز القدر عزیزی مولانا محمد اصغر علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ایک عرصہ سے درس نظامی کی تدریس میں مشغول ہیں بندہ کے خیال میں محنت لگن اور اخلاص سے مصروف عمل ہیں حق تعالیٰ شانہ نے تصنیف و تالیف کا ذوق بھی نصیب فرمایا ہے۔ فن نحو کی مختصر مگر نہایت جامع کتاب (کافیہ) کی تشریحات پر مشتمل "تہذیب الکافیہ" اسی ذوق کا نتیجہ ہے جس کے بعض مقامات دیکھنے کا موقعہ ملا دیکھ کر مسرت ہوئی مدارس عربیہ کے طلباء کے لیے مفید پایا۔ اللہ تعالیٰ اسے مقبول و نافع بنائیں اور مؤلف موصوف کو مزید ترقی و برکات سے نوازیں آمین یا الہ العلمین۔

جاوید حسین شاہ عفی اللہ عنہ

خادم مدرسہ عربیہ عبیدیہ فیصل آباد مورخہ بارہ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

• • • • • • • • •

تقریظ

استاذ العلماء شیخ المعقول والمنقول حضرت مولانا محمد زید صاحب دامت فیوضھم شیخ الحدیث دار العلوم ربانیہ وخلیفہ مجاز حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے کہ جہاں وہ دین اسلام پر عمل پیرا ہونے پر کثیر اجر وثواب عنایت فرماتے ہیں وہیں دین اسلام کے سیکھنے اور سکھانے پر بھی' جب کہ یہ وسیلہ ہیں ویسا ہی اجر وثواب عطا فرماتے ہیں پھر مزید بر آں یہ کہ جو علوم بذات خود علوم اسلامیہ ہیں مثلاً فقہ' اصول فقہ' حدیث' اصول حدیث' تفسیر' اصول تفسیر' کلام' میراث ان کے حاصل کرنے کے فضائل ومناقب تو بے شمار لا متناہی ہیں لیکن جو علوم بذات خود اسلامیہ نہیں ہیں بلکہ فن کے لئے وسیلہ اور ذریعہ بنتے ہیں خواہ علوم عربیہ ہوں یا علوم عقلیہ انپر بھی علوم اسلامیہ جیسا ہی اجر وثواب عنایت کیا جاتا ہے اس واسطے ہمارے اکابر نے علوم آلیہ کو بڑے شوق وذوق سے حاصل کیا ہے اور یہاں تک فرمایا ہے کہ ہم میر زاہد ملا جلال کے مطالعہ میں وہی اجر وثواب سمجھتے ہیں جو کہ بخاری اور ترمذی کے مطالعہ میں- علماء اسلام نے ان علوم میں جو وسیلہ ہی ہیں ایسے تحقیق کے گھوڑے دوڑائے ہیں کہ یہ ان کا مقصود ومشن معلوم ہونے لگے ہیں- غیر قومیں ان کی تحقیق کی خاک کو بھی نہیں پہنچ سکیں- ماضی زمانہ میں ان کی تحقیق میں کمی ہی واقع نہیں ہوئی بلکہ عام طور پر عام فنی معلومات حاصل کرنے میں بھی سستی برتی جاتی ہے جو علماء آج بھی ان کی تحقیق کا ذوق رکھتے ہیں ان کو محققین کے لفظ سے موسوم کرنا چاہیے اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہمارے مدارس میں کافیہ کتاب ہے جس کی تحقیقات کو سامنے لانا ہر شخص کا کام نہیں ہے- ماہر فن ہی کا کام ہے جہاں پر اس کی تحقیقات کو بروئے کار لانے کے لئے اور کوششیں کی گئی ہیں وہاں عزیز محترم مولانا محمد اصغر علی صاحب جو اگرچہ اصغر سناً ہیں مگر اکبر علماً بھی ہیں ' نے بھی ایک قابل تعریف سعی کی ہے کہ اس کے مشکل مسائل کو "تہذیب الکافیہ" کے نام سے شرح کی صورت پہنائی ہے اور ان کی ہمت کا کمال یہ ہے کہ جیسے لوگ تعلیم سے وقت نکال کر تبلیغ کا کام کرتے ہیں تو انہوں نے تبلیغ سے وقت نکال کر تعلیم کا کام کیا ہے سفر تبلیغ کے دوران یہ شرح لکھی ہے فتلك بتلك بندہ نے اس شرح پر ایک نظر ڈالی ہے عجلت سے جو کہیں کہیں سقم نظر آیا اس پر مطلع کر دیا گیا ہے امید ہے کہ نظر ثانی کر کے درست کر لی گئی ہوگی- اللہ تبارک وتعالیٰ موصوف کو دنیا اور آخرت کے اندر اس کی جزا عطا فرمائے اور ان کے اس شوق میں مزید ترقی عطا فرمائے-

راقم محمد زید دار العلوم ربّانیہ

اڈا پھلور ضلع ٹوبہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

تقریظ

رئیس الاتقیاء استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا محمد انور صاحب زید مجدہ
مدیر جامعہ اسلامیہ عربیہ غلام محمد آباد فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد! علم نحو کی ضرورت قرآن وحدیث کو حاصل کرنے کیلئے جس قدر ہے اہل علم سے پوشیدہ نہیں اسی بنا پر کہا گیا ہے النحو فی الکلام کالملح فی الطعام علم نحو میں بے شمار کتب تصنیف ہوئیں جن میں ایک امتیازی شان ' کافیہ ' کو حاصل ہے اور سالہاسال سے مدارس عربیہ کے نصاب میں شامل ہے۔اس کو جس شخص نے سمجھ کر پڑھ لیا اللہ تعالیٰ نے اسکے لئے قرآن وحدیث کو سمجھنا آسان کر دیا۔اس کتاب کی بہت سی شروح لکھی گئیں مگر اردو میں کوئی ایسی شرح جس میں عمدہ پیرایہ میں حل مطالب بھی ہو اور ہر ہر مغلق جگہ کی عمدہ تشریح ہو بندہ کی نظر میں نہیں گذری مولوی محمد اصغر علی صاحب بارک اللہ فی علمہ وعملہ درس نظامی سے فارغ ہوتے ہی بندہ کی معیت میں جامعہ اسلامیہ عربیہ میں تدریس میں مصروف ہو گئے اور اب بارہ سال ہو گئے اسی خدمت میں مصروف ہیں اس دوران بہت دفعہ کافیہ وشرح جامی پڑھانے کا موقع ملا اور طلباء بھی ان سے خوب مطمئن ہوئے اب موصوف نے کافیہ کی تشریح کیلئے "تہذیب الکافیہ" کے نام سے شرح لکھی' بندہ نے بعض مقامات دیکھے ماشاءاللہ اسم بامسمی ہے امید ہے کہ طلبائے کرام اس سے بہت زیادہ مستفید ہوں گے اور اساتذہ کرام کے لئے بھی راہنما بنے گی۔اللہ تعالیٰ مولوی اصغر علی صاحب کی مساعی کو قبول فرماتے ہوئے اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائیں اور آخرت کا ذخیرہ بنائیں آمین یارب العلمین۔

محمد انور عفی عنہ

یکم جمادی الاولی ۱۴۲۰ھ ۱۴ اگست ۱۹۹۹ء

صاحب کافیہ

نام ونسب آپ کا نام عثمان اور کنیت ابو عمرو لقب جمال الدین ہے اور آپ کے والد کا نام عمر ہے، سلسلہ نسب یوں ہے کہ جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر بن ابی بکر بن یونس

اور آپ کے والد امیر عزالدین موسک صلاحی کے ہاں دربان تھے جس کو عربی میں حاجب کہتے ہیں اس لئے آپ ابن حاجب کے لقب سے مشہور ہوئے۔

پیدائش ابن حاجب ۵۷۰ھ مطابق ۱۱۷۵ء کے آخری دنوں میں "اسنا" نامی بستی میں پیدا ہوئے۔

تحصیل علم: ابتداءً آپ نے قاہرہ میں تعلیم پائی اور بچپن ہی میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور علامہ شاطبیؒ سے علم قرأت کی تحصیل کی اور علامہ ابو الجودؒ سے قرأت سبعہ پڑھی اور شیخ ابو منصور انباریؒ سے مذہب مالکی میں علم فقہ کی تحصیل کی اور علامہ شاطبیؒ اور ابن البناءؒ سے علم ادب حاصل کیا۔

جلالت شان علامہ ابن حاجب ایک بلند پایا فقیہ، اعلی مناظر، بڑے دیندار متقی پرہیزگار، معتمد، ثقہ اور نہایت متواضع اور تکلفات سے قطعاً نا آشنا تھے تبحر علمی میں آپ بہت اونچا مقام رکھتے تھے ابن خلقان کا بیان ہے کہ شہادت کے سلسلہ میں آپ کئی دفعہ میرے پاس تشریف لائے میں نے علوم عربیہ کے مختلف مسائل مشکلہ آپ سے دریافت کئے آپ نے نہایت سکون اور وقار کے ساتھ ہر ایک کا تسلی بخش جواب دیا، علم نحو کے بہت سے مسائل میں آپ نے نحاۃ سے اختلاف رائے کیا ہے اور ایسے اعتراضات اور الزامات قائم کئے ہیں جن کا جواب کافی مشکل ہے، آپ کی ذکاوت وذہانت کے بارے میں ابن خلقان فرماتے ہیں کہ آپ اللہ تعالی کی مخلوق میں سب سے زیادہ روشن دماغ اور انتہائی زیادہ ذہین تھے۔

درس وتدریس آپ دمشق کی جامع مسجد میں ایک زمانہ تک درس وتدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے پھر آپ مصر تشریف لائے اور مدرسہ فاضلیہ میں صدر مقرر ہوئے پھر آخر میں اسکندریہ منتقل ہو گئے اور وہیں مستقل قیام کا ارادہ تھا لیکن آپ کو یہاں کچھ زیادہ دن نہ ہوئے تھے کہ آپ عالم فانی سے عالم بقا کی طرف منتقل ہو گئے۔

شعر وشاعری آپ کو طبعی طور پر شعر وشاعری سے کافی ذوق تھا اور آپ نے بہت عمدہ اشعار کہے ہیں کتاب کافیہ

آپ نے خود نظم کی ہے جس کا نام 'الوافیہ' رکھا ہے اور تیس اشعار پر مشتمل آپ کا نہایت جید قصیدہ ہے جس میں آپ نے مؤنث سماعی کو اشعار میں بیان کیا ہے جو کافیہ کے بعض نسخوں کے آخر میں موجود ہے۔

تصانیف آپ نے عربی زبان میں صرف ونحو اور علم عروض اور فقہ مالکی پر تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں

(۱) المکتفی للمبتدی جو الایضاح کی شرح ہے (۲) الایضاح شرح مفصل

(۳) المختصر فی الفقہ (۴) المختصر فی الاصول (۵) جمال العرب فی علم الادب

(۶) المقصد الجلیل فی علم الخلیل یہ کتاب فن عروض میں ہے (۷) المنتہی فی الاصول

(۸) شافیہ (۹) شرح شافیہ (۱۰) الامالی النحویہ (۱۱) جامع الامہات فی علم الفقہ

کافیہ یوں تو آپ کی ہر تصنیف بے بہا موتیوں کا خزانہ ہے لیکن نحوی قواعد میں کافیہ کی شہرت کا جو سکہ جما ہوا ہے وہ محتاج بیان نہیں، جس میں آپ نے علم نحو کے تمام قواعد نہایت عمدہ اسلوب کے ساتھ جمع کئے ہیں اور کافیہ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ وقت تصنیف سے آج تک مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے۔

وفات آخر یہ چمکتا ہوا آفتاب اپنے علم وعرفان سے جہاں کو روشن کرتا ہوا کل من علیھا فان کے اصول کے تحت ۱۶ شوال ۶۴۶ھ بمطابق ۱۱ فروری ۱۲۴۹ء سکندریہ مقام میں بروز جمعرات ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا اور اپنے متعلقین کے دلوں میں ہمیشہ کیلئے جدائی کا غم چھوڑ گیا اور آپ باب البحر سے باہر شیخ صالح ابن ابی اسامہ کی تربت کے پاس مدفون ہوئے۔

مبادیات علم نحو

نحو کا لغوی معنیٰ نحو کا لغوی معنیٰ قصد اور ارادہ ہے جیسا کہ محاورے میں کہا جاتا ہے نحوت ہذا نحوا میں نے اس چیز کا پختہ ارادہ کیا نحو کا معنیٰ جہت بھی آتا ہے جیسے نحو البیت قصدت میں نے گھر کی جہت (طرف) کا ارادہ کیا' حاصل یہ ہے کہ نحو کا لغوی معنیٰ قصد وارادہ اور جہت ہے۔

نحو کا اصطلاحی معنیٰ النحو علم باصول یعرف بها احوال اواخر الکلم الثلث من حیث الاعراب والبناء وکیفیۃ ترکیب بعضها مع بعض

نحو ایسے قوانین کا علم ہے جس کی وجہ سے تینوں کلموں کے آخر کے حالات معرب و مبنی کی حیثیت سے اور بعض کو بعض کے ساتھ ملانے کی ترکیبی حیثیت معلوم ہوتی ہے۔

موضوع الکلمۃ والکلام، نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے کیونکہ نحو میں کلمہ اور کلام ہی کے احوال سے بحث ہوتی ہے

غرض وغایت نحو کی دو غرضیں ہیں (۱) غرض قریب (۲) غرض بعید

غرض قریب : صیانۃ الذھن عن الخطاء اللفظی فی کلام العرب، ذہن کو کلام عرب میں خطاء لفظی سے بچانا ہے

غرض بعید : الفوز والفلاح بسعادۃ الدارین نحو کی غرض بعید یہ ہے کہ قرآن وحدیث سیکھ کر اور عمل کر کے دونوں جہاں کی کامیابیاں حاصل کرنا۔

نحو کی عظمت وشان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے تعلموا النحو کما تعلمون السنن والفرائض نحو کو ایسے سیکھو اور حاصل کرو جیسے تم سنن اور فرائض کو سیکھتے ہو' حضرت ایوب سختیانی کا قول ہے تعلموا النحو فانہ جمال للوضیع وترکہ ھجنۃ للشریف "تم نحو کو سیکھو کیونکہ یہ گھٹیا آدمی کیلئے باعث جمال ہے اور شریف آدمی کیلئے نحو سے کورا رہنا اس کے لئے عیب کا سبب ہے" بعض نحویوں کا قول ہے النحو فی الکلام کالملح فی الطعام 'نحو کلام کو ایسے مزین کرتا ہے جیسے نمک سے کھانا لذیذ اور مزیدار ہوتا ہے۔

نحو کا مدون اول جب دین اسلام کو اللہ نے تمام ادیان باطلہ پر غلبہ عطا فرمایا اور مختلف زبانوں والے لوگ جوق

در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے اور عجمیوں کے عربیوں سے اختلاط کی وجہ سے عربی زبان میں فساد آنے لگا اور لوگ عربی کو بگاڑ کر پڑھنے اور بولنے لگے تو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فکر ہوئی کہ اگر اس کا سد باب نہ کیا گیا تو اصل عربی ختم ہو جائے گی چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عربی زبان کے کچھ قواعد اور اصول جمع کئے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کچھ قواعد اور اصول سامنے رکھ کر ابو الاسود دوئلی نے مزید تفصیل کے ساتھ نحو کے قواعد اور اصول پر گفتگو کی چنانچہ ابو الاسود دوئلی سے کسی نے پوچھا من این لک ھذا النحو اے ابو الاسود تو نے نحو کے یہ قواعد کہاں سے حاصل کئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں نے یہ قوانین اور قواعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حاصل کئے ہیں حاصل یہ ہوا کہ نحو کے مدون اول حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مدون ثانی ابو الاسود دوئلی ہوئے بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک اعرابی نے لوگوں سے کہا کوئی ایسا آدمی ہے جو مجھے اللہ کے رسول پر نازل شدہ کلام سنائے تو ایک آدمی نے سورہ براءت کی کچھ آیات تلاوت کیں جب وہ اس آیت پر پہنچا ان اللہ بریئ من المشرکین ورسولہٗ تو اس نے ورسولہٗ کی جگہ ورسولِہٖ پڑھ لیا جس کے معنی غلط بن جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہ مشرکین سے بھی بیزار ہے اور اپنے رسول سے بھی (معاذ اللہ) بیزار ہے تو وہ اعرابی یہ کہنے لگا کہ اگر اللہ اپنے رسول سے ایسے بری ہے جیسے مشرکین سے تو میں بھی اس رسول سے (معاذ اللہ) بری ہوں، جب یہ قصہ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے اس اعرابی کو بلایا اور فرمایا کہ یہ آیت ان اللہ بریئ من المشرکین ورسولِہٖ نہیں ہے بلکہ ان اللہ بری من المشرکین ورسولہٗ ہے اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہے اس کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو الاسود دوئلی کو وضع نحو کی طرف توجہ دلائی جس پر انہوں نے قواعد نحو کو جمع کیا۔

کافیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعتراض: مصنفؒ نے اپنی کتاب میں بسم اللہ کے بعد الحمد للہ کا ذکر نہیں کیا حالانکہ اس سے قرآن وحدیث اور سلف صالحین کی مخالفت لازم آتی ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے قرآن میں تسمیہ کے بعد تحمید کا ذکر فرمایا ہے' اور حدیث میں ہے کل امر ذی بال لم یبدأ بحمد اللہ فھو اجذم او اقطع او کما قال علیہ السلام ہر وہ ذی شان کام جس کی ابتداء الحمد للہ سے نہ کی جائے وہ ناتمام اور بے برکت ہوتا ہے اور سلف صالحین بھی اپنی کتابوں کے شروع میں تسمیہ و تحمید دونوں ذکر فرماتے تھے

جوابات

جواب: ۱ قرآن کی مخالفت لازم نہیں آتی اسلئے کہ قرآن کی ایک ترتیب مجموعی ہے جیسے قرآن میں بسم اللہ کے بعد الحمد للہ کا ذکر' دوسری ترتیب نزولی ہے اس میں اللہ نے بسم اللہ کے بعد سورہ اقرا سے شروع کیا وہاں صرف تسمیہ ہے تحمید نہیں تو مصنفؒ نے ترتیب نزولی کا لحاظ کیا ہے۔

جواب: ۲ حدیث کی مخالفت اس لئے لازم نہیں آتی کہ احادیث میں اللہ کے نام اور تعریف سے شروع کرنیکی ترغیب دی گئی ہے تو مصنفؒ نے بسم اللہ سے شروع کیا اس میں اللہ تعالیٰ کا نام اور تعریف دونوں مذکور ہیں۔

جواب: ۳ نبی کریم ﷺ کے خطوط کی اتباع کرتے ہوئے الحمد للہ نہیں لکھی کیونکہ آپ ﷺ کے دعوتی خطوط میں صرف تسمیہ کا ذکر ہوتا تھا تحمید کا نہیں۔

جواب: ۴ سلف صالحین کی مخالفت اس لئے لازم نہیں آتی کہ مصنفؒ نے تواضع اور انکساری سے کام لیتے ہوئے یہ خیال کیا کہ میری کتاب اس قابل نہیں کہ سلف صالحین کے طرز پر شروع کی جائے

اعتراض: ایسی کسر نفسی تو صحیح نہیں جس سے نص کی مخالفت لازم آئے

جواب: حدیث میں بسم اللہ اور الحمد اللہ سے ابتدا کا حکم ہے اب ابتدا عام ہے کہ فقط تلفظ سے ہو یا کتابت

سے یادونوں سے 'تو ممکن ہے کہ مصنفؒ نے ابتداء بالتلفظ کرلی ہو تو جہاں تک ممکن ہو بد گمانی سے بچنا چاہیئے کیونکہ قرآن میں ہے اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم 'زیادہ بد گمانیوں سے بچو کیونکہ بیشک بعض گمان گناہ ہیں اور حدیث میں ہے ظنوا المومنین خیرا 'مومنین کے بارے میں اچھا گمان کرنا چاہیے اسلئے یہی گمان کرنا چاہیے کہ مصنفؒ نے زبان سے الحمد للہ کہہ لی ہو گی۔

اَلْكَلِمَةُ لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنىً مُفْرَدٍ

ترجمہ : کلمہ وہ لفظ ہے جو کہ معنی مفرد کے لئے وضع کیا گیا ہو

تجزیہ عبارت : کلمہ کی تعریف اصطلاحی ذکر کی ہے یعنی کلمہ معنی مفرد کیلئے وضع کئے جانے والے لفظ کو کہتے ہیں ۔کلمہ کی تین قسمیں ہیں اسم فعل حرف ۔

اَلْكَلِمَةُ

تشریح : لفظ الکلمہ کے بارے میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں :

(۱) اس پر الف لام کون سا ہے (۲) کلمہ کس سے مشتق ہے (۳) کلمہ اسم جنس ہے یا جمع ہے (۴) کلمہ پر تاء کونسی ہے ؟

(۱) الف لام کونسا ہے :ابتداء "الف لام کی دو قسمیں ہیں (۱) الف لام اسمی (۲) الف لام حرفی

الف لام اسمی : وہ ہے جو اسم فاعل اور اسم مفعول پر داخل ہو یہ الذی کے معنی میں ہوتا ہے اور اسم فاعل اور اسم مفعول اس کا صلہ بن رہا ہوتا ہے چونکہ کلمہ نہ اسم فاعل ہے نہ اسم مفعول اس لئے الف لام اسمی نہیں ہو سکتا چنانچہ الف لام حرفی متعین ہے۔

الف لام حرفی :وہ ہے جو غیر اسم فاعل اور غیر اسم مفعول پر داخل ہو اس کی دو قسمیں ہیں (۱) زائدہ (۲) غیر زائدہ

زائدہ :وہ ہے کہ اگر اس کو ہٹایا جائے تو معنی میں کوئی خرابی نہ آئے جیسے حضرت علیؓ کا قول ہے

؂ ولقد امرعلی اللئیم یسبنی 'اللئیم پر الف لام زائدہ ہے کہ اگر اس کو گرا دیا جائے تو معنی میں کوئی خرابی لازم نہ آئے گی۔

غیر زائدہ: وہ ہے کہ اسکو ہٹادیا جائے تو معنی میں خرابی لازم آئے جیسے الرجل قائم میں الرجل مبتداء ہے اگر الف لام ہٹادیا جائے تو اس میں ابتدا کا معنی نہ رہے گا لہذا الکلمہ میں بھی الف لام غیر زائدہ ہے کیونکہ اگر الکلمہ سے الف لام ہٹادیا جائے تو مبتدا کا نکرہ ہونا لازم آئے گا غیر زائدہ کی چار قسمیں ہیں (۱) جنسی (۲) استغراقی (۳) عہد خارجی (۴) عہد ذہنی۔

وجہ حصر: وجہ حصر یہ ہے کہ الف لام کے مدخول سے ماہیت مراد ہوگی یا افراد، اگر الف لام کے مدخول سے ماہیت مراد ہو تو اس کو الف لام جنسی کہتے ہیں جیسے الرجل خیر من المرأۃ، یعنی ماہیت رجل ماہیت مرأۃ سے بہتر ہے اور اگر الف لام کے مدخول سے افراد مراد ہوں تو یہ دو حال سے خالی نہیں یا تمام افراد مراد ہوں گے یا بعض اگر تمام افراد مراد ہوں تو یہ الف لام استغراقی ہوگا جیسے ان الانسان لفی خسر، میں الانسان میں الف لام استغراقی ہے اور اگر بعض افراد مراد ہوں تو دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو وہ بعض افراد خارج میں متعین ہوں گے یا نہیں، اگر خارج میں متعین ہوں تو یہ الف لام عہد خارجی ہے جیسے فعصیٰ فرعون الرسول، الرسول میں الف لام عہد خارجی ہے اسکا ذکر پہلے کما ارسلنا الی فرعون رسولا میں ہو چکا ہے اور اگر بعض افراد خارج میں متعین نہ ہوں بلکہ ذھن میں متعین ہوں تو یہ عہد ذھنی ہے، تعین فی الذھن سے یہاں تعین شخص مراد نہیں ہے بلکہ تعین فی الوحدۃ مراد ہے جیسے فاخاف ان یاکلہ الذئب الذئب میں الف لام عہد ذھنی ہے کیونکہ بھیڑیئے سے خاص بھیڑیا مراد نہیں بلکہ مراد کوئی ایک بھیڑیا ہے الف لام عہد ذہنی نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے تو الکلمہ میں الف لام جنسی ہے عہدی و استغراقی نہیں کیونکہ قاعدہ ہے کہ تعریف ماہیت کی ہوتی ہے نہ کہ افراد کی بعض نحاۃ کا مذہب یہ ہے کہ الکلمہ میں الف لام عہد خارجی ہے لیکن ان پر اعتراض ہوگا الف لام عہد خارجی کیسے مراد ہو سکتا ہے حالانکہ کلمہ کا خارج میں کوئی ذکر نہیں تو اس کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ کلمہ سے اس جگہ وہ کلمہ مراد ہے جو نحویوں کی زبان پر ہر وقت جاری و ساری رہتا ہے اسلئے خارج میں بھی متعین ہو گیا۔

اعتراض: تعریف ماہیت کی ہوتی ہے نہ کہ افراد کی تو الف لام عہد خارجی مراد لینے میں تعریف افراد کی ہوگی۔

جواب: کلمے کے افراد غیر متناہی نہیں ہیں کہ تعریف للافراد ناجائز ہو بلکہ اس کے افراد متناہی ہیں اور وہ تین قسموں پر مشتمل ہیں لہذا الف لام عہد خارجی مراد لینا صحیح ہوا خلاصہ یہ ہوا کہ الکلمہ میں الف لام عہد خارجی ہے یا جنسی۔

کلمہ کس سے مشتق ہے

کلمہ اور کلام دونوں الکلم سے مشتق ہیں جس کا معنی ہے زخمی کرنا۔

اعتراض مشتق اور مشتق منہ میں مناسبت ضروری ہے جب کہ یہاں مناسبت نہیں کیونکہ کلم کا معنی ہے زخمی کرنا اور اصطلاح میں کلمہ اسے کہتے ہیں جو معنی مفرد کیلئے موضوع ہو

جواب: یہاں مشتق اور مشتق منہ میں مناسبت ہے کیونکہ کلم کا معنی زخمی کرنا کے ہیں اور کلمہ کلام کی تاثیر بعض دفعہ زخم سے بھی زیادہ ہوتی ہے جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا شعر ہے

جراحات السنان لها التيام　　　　ولا يلتام ما جرح اللسان

ترجمہ: نیزوں کا زخم بعض مرتبہ بھر جاتا ہے مگر زبان سے سخت کلمہ کہہ کر لگایا ہوا زخم مندمل نہیں ہوتا

اسی مضمون کو اردو شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے

چھری کا، تیر، تلوار کا تو گھاؤ بھرا　☆　لگا جو زخم زبان کا رہا ہمیشہ ہرا

(۳) **کلمہ اسم جنس ہے یا جمع** اسمیں بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف ہے بصری کہتے ہیں کہ یہ اسم جنس ہے دلیل پیش کرتے ہیں کہ قران پاک میں آتا ہے الیہ یصعد الکلم الطیب' یہاں الکلم اسم جنس ہے جمع نہیں کیونکہ اگر یہ جمع ہوتا تو اس کی صفت طیبۃ آتی اسلئے کہ جمع مکسر کی صفت واحد مونث آتی ہے۔

کوفی کہتے ہیں کہ الکلم جمع ہے اسم جنس نہیں ہے دلیل یہ دیتے ہیں کہ کلم کا اطلاق تین یا تین سے زائد کلموں پر ہوتا ہے اگر یہ اسم جنس ہوتا تو اس کا اطلاق تین سے کم پر بھی ہوتا کوفیوں کی طرف سے بصریوں کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہاں الطیب الکلم کی صفت نہیں بلکہ یہاں لفظ بعض محذوف ہے اور الطیب اس کی صفت ہے چنانچہ عبارت اس طرح ہوگی الیہ یصعد بعض الکلم الطیب فلا اشکال علیہ' نیز الکلم کی صفت طیب مذکر اس لئے لائے ہیں کہ جو جمع ایسی ہو کہ اس کے اور مفرد کے درمیان تاء سے فرق ہوتا ہو تو اسکی صفت میں تذکیر اور تانیث برابر ہیں اور الکلم ایسے ہی ہے۔

(۴) **الکلمہ میں تاء کونسی ہے؟**

الکلمہ میں تاء برائے وحدت ہے برائے تانیث نہیں۔

اعتراض: آپ نے پہلے کہا کہ الکلمہ میں الف لام جنسی ہے اور یہاں تاء کو برائے وحدت قرار دیا حالانکہ جنس

اور وحدت میں تضاد ہے اسلئے کہ جنس کثرت اور عموم کو چاہتی ہے جب کہ وحدت خصوص کی مقتضی ہے۔

جواب :۱ جنس اور وحدت میں تضاد نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے پر صادق آتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے هذا الواحد جنس وذالک الجنس واحد

جواب :۲ یہاں کوئی منافاۃ نہیں اس لئے کہ تاء کو وحدت کے معنی سے خالی کر لیا گیا ہے

جواب :۳ وحدت کی تین قسمیں ہیں (۱) شخصی (۲) نوعی (۳) جنسی ان تینوں میں سے صرف وحدت شخصی عموم و کثرت کے منافی ہے باقی دونوں نہیں اور یہاں وحدت نوعی اور جنسی مراد ہیں۔

جب الکلمہ میں تاء کو وحدت کا مانا تو کلمہ لغوی اور کلمہ شہادت وغیرھما سے احتراز ہو جائے گا اور کلمہ نحویہ متعین ہو جائیگا اور معنی یہ ہو گا کہ نحویوں کے نزدیک کلمہ کی ماہیت یہ ہے لفظ وضع الخ۔

لَفْظٌ

لفظ کا لغوی معنی الرمی ہے بمعنی پھینکنا جیسے کہا جاتا ہے اکلت التمرۃ ولفظت النواۃ ' میں نے کھجور کھائی اور گٹھلی پھینک دی اور نحویوں کی اصطلاح میں لفظ کی تعریف یوں ہے کہ مایتلفظ بہ الانسان قلیلا او کثیرا مھملا کان او موضوعا حقیقۃ کان او حکما مفردا کان او مرکبا۔

اعتراض : مایتلفظ بہ الانسان کی قید سے کلام اللہ ' کلام ملائکہ اور جنوں کا کلام خارج ہو جاتا ہے حالانکہ اسے بھی کلمہ و کلام کہتے ہیں جیسے قران پاک کلام اللہ ہے اور فرشتوں کا کلام ' جیسے شعر

ان فی الجنۃ نهرا من لبن　　　لعلی وحسین وحسن

اور جنوں کا کلام ' جیسے شعر

قبر حرب بمکان قفر　　　ولیس قرب قبر حرب قبر

جواب : مایتلفظ بہ الانسان سے مراد عام ہے کہ تلفظ بالقوہ ہو یا بالفعل تو کلام اللہ اور کلام ملائکہ اور کلام جنات کا انسان بالقوۃ مآئول کے اعتبار سے تلفظ کر سکتا ہے۔

وُضِعَ

وضع کا لغوی معنی رکھنا اور تعین کرنا ہے اصطلاح میں وضع کہتے ہیں تخصیص شیءٍ بشیءٍ بحیث متی اطلق اواحس الشی الاول فھم منہ الشی الثانی یعنی ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ اس طرح خاص کرنا کہ جب بھی شے اول کا اطلاق یا احساس ہو اس سے دوسری شے خودبخود سمجھ میں آجائے۔

لِمَعْنیً

معنی عنی یعنی سے مشتق ہے بمعنی قصد کرنا اور اصطلاحی معنی مایقصد بشیء یعنی جو کسی شی سے مقصود ہو معنی یا تو اسم ظرف ہے بمعنی جائے قصد یا مصدر میمی ہے بمعنی مفعول کے اور یا یہ خود اسم مفعول کا صیغہ ہے اصل میں معنویٌ تھا تعلیل کر کے معنی بنالیا گیا ہے جیسے مَرِیٌّ۔

مُفْرَدٍ

مفرد لغت میں ایک فرد کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں مفرد کہتے ہیں مالایدل جزء لفظہ علی جزء معناہ' یعنی لفظ کا جزء معنی کے جزء پر دلالت نہ کرے۔

مفرد کے اعراب ثلثہ کی وجوہ

اگر مفرد کو جر کے ساتھ پڑھیں تو یہ معنی کی صفت ہوگی اور معنی ہوگا کہ کلمہ ایسا لفظ ہے جو موضوع ہو ایسے معنی کے لئے کہ اس معنی کے لفظ کا جزء معنی کے جزء پر دلالت نہ کرے۔ اور اگر رفع کے ساتھ پڑھیں تو لفظ کی صفت ثانیہ ہوگی اور معنی یہ ہوگا کہ کلمہ وہ لفظ ہے جس کے لفظ کے جزء سے اس کے معنی کے جزء پر دلالت نہ ہو اور موضوع ہو کسی معنی کے لئے' اور اگر منصوب پڑھیں تو یہ حال ہوگا وضع کی ضمیر سے یا معنی سے جو کہ درحقیقت مفعول ہے حرف جر کے واسطے سے لیکن نصب والا ضعیف ہے اس لئے کہ رسم الخط اسکی موافقت نہیں کرتا کیونکہ نصب کی صورت میں الف لکھا جاتا ہے اور یہاں الف نہیں ہے۔

فوائد قیود : کلمہ کی تعریف میں لفظ بمنزلہ جنس کے ہے جو کہ مہملات' موضوعات' مفردات ومرکبات وغیرہ سب کو شامل ہے اور وضع بمنزلہ فصل اول کے ہے اس قید سے مہملات جیسے جسق اور الفاظ جو بالطبع

دلالت کرتے ہیں جیسے اُح اُح وغیرہ خارج ہوگئے اور لفظ معنی بمنزلہ فصل ثانی کے ہے اس قید سے حروف ھجاء با' تاء' ثاء وغیرہ خارج ہوگئے اسلئے کہ حروف ھجاء معنی کے لئے موضوع نہیں ہیں، بلکہ ان سے مقصود ترکیب کلمات ہے اور لفظ مفرد فصل ثالث ہے اس قید سے قائمۃ بصریۃ جیسے الفاظ خارج ہوگئے اس لئے کہ قائمۃ میں لفظ قائم قیام کے معنی پر دلالت کرتا ہے اور تاء' تانیث پر دلالت کرتی ہے اسی طرح بصرہ سے ایک شہر اور یاء سے نسبت والا معنی سمجھ میں آتا ہے اور تاء تانیث پر دلالت کرتی ہے۔

وَهِيَ اِسْمٌ وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ لِاَنَّهَا اِمَّا اَنْ تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا اَوْلَا الثَّانِي الْحَرْفُ وَالْاَوَّلُ اِمَّا اَنْ يَقْتَرِنَ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلٰثَةِ اَوْلَا الثَّانِي الاِسْمُ وَالْاَوَّلُ الْفِعْلُ وَقَدْ عُلِمَ بِذٰلِكَ حَدُّ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهَا

ترجمہ: اور وہ (کلمہ) اسم اور فعل اور حرف ہے اس لیے کہ یا تو معنی مستقل پر دلالت کریگا یا نہیں کرے گا دوسری قسم حرف ہے اور پہلی قسم تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ مقترن ہوگی یا نہیں دوسری قسم اسم ہے اور پہلی قسم فعل ہے اور تحقیق اس (وجہ حصر) سے ان تینوں میں سے ہر ایک کی تعریف معلوم ہوگئی۔

تجزیہ عبارت: وجہ حصر کی صورت میں کلمہ کی اقسام ثلثہ کی تعریف ذکر کی گئی ہے۔

اسم: وہ کلمہ ہے جو معنی مستقل پر دلالت کرے بغیر اقتران بالزمان کے جیسے زید خالد عمرو وغیرہ۔

فعل: وہ کلمہ ہے جو معنی مستقل پر دلالت کرے اور مقترن بالزمان ہو جیسے ضرب یضرب نصر ینصر۔

حرف: وہ کلمہ ہے جو معنی مستقل پر دلالت نہ کرے بلکہ اپنے معنی کے سمجھے جانے میں غیر کا محتاج ہو جیسے من' فی' الی وغیرہ۔

تشریح: **اعتراض** ھی ضمیر مبتدا ہے اور اسم و فعل و حرف خبر ہے' جب اسمائے اشارہ اور ضمیر مبتدا بن رہے ہوں تو تذکیر و تانیث میں خبر کے مطابق ہوتے ہیں نہ کہ مرجع اور مشار الیہ کے تو یہاں مبتدا اور خبر میں تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت نہیں ہے۔

جواب: ھی ضمیر کی خبر اسم فعل حرف نہیں بلکہ اس کی خبر مقسمۃ ہے جو کہ محذوف ہے تو عبارت اس طرح ہوئی وھی مقسمۃ الی ھذہ الاقسام الثلاثۃ اور مصنفؒ کا قول اسم و فعل و حرف یہ مبتدا محذوف کی خبر ہیں یعنی احدھا اسم وثانیھا فعل وثالثھا حرف ۔۔

تقسیم کی اقسام تقسیم کی دو قسمیں ہیں (۱) تقسیم لکل الی الاجزاء (۲) تقسیم الکلی الی الجزئیات

(۱) تقسیم الکل الی الاجزاء : تقسیم الکل الی الاجزاء اسے کہتے ہیں جو جمیع اجزاء سے مل کر کل بنے کسی ایک جز پر کل کا نام رکھنا صحیح نہ ہو، جیسے السکنجبین خل وعسل وماء، یعنی سکنجبین سرکہ شہد اور پانی کے مجموعہ کا نام ہے کسی ایک جز کو سکنجبین نہیں کہہ سکتے۔

(۲) تقسیم الکلی الی الجزئیات تقسیم الکلی الی الجزئیات اسے کہتے ہیں کہ جزئیات میں سے ہر ایک پر کل کا نام رکھنا صحیح ہوتا ہے جیسے الانسان زید وبکر وعمرو زید عمرو بکر انسان کی جزئیات ہیں ان میں سے ہر ایک کو انسان کہنا صحیح ہے یہاں کلمہ کی تقسیم تقسیم الکلی الی الجزئیات کی قبیل سے ہے کہ اسم فعل اور حرف میں سے ہر ایک کو کلمہ کہنا صحیح ہے۔

اسم کی وجہ تسمیہ میں بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف

بصریوں کا مذہب : بصری کہتے ہیں کہ اسم سمو' سے مشتق ہے جس کے معنی بلند ہونے کے ہیں اسم کو اسم اسلئے کہتے ہیں کہ یہ بھی اپنے اخوین یعنی فعل وحرف پر بلند ہوتا ہے کہ یہ مسند اور مسند الیہ دونوں بن سکتا ہے جب کہ فعل صرف مسند ہوتا ہے اور حرف نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ' یہ معتل لام ہے آخر سے واو کو حذف کر دیا اور شروع میں همزہ وصلی زائد کر دیا اور میم کا سکون سین کو دے دیا تو اسم بن گیا۔

کوفیوں کا مذہب : کوفی کہتے ہیں کہ اسمٌ وِسمٌ سے مشتق ہے جس کے معنی علامت کے ہیں چونکہ اسم بھی اپنے مسمیٰ پر علامت اور دال ہوتا ہے اس لئے اسے اسم کہتے ہیں لیکن یہ مذہب ضعیف ہے کیونکہ اس طرح تو فعل بھی اپنے معنی پر علامت ہوتا ہے تو اس کو بھی اسم کہنا چاہیے وسم معتل فاء ہے شروع سے واو کو حذف کر کے همزہ وصلی لگا دیا کیونکہ ابتداء بالساکن محال ہے۔

فعل کی وجہ تسمیہ : فعل کو لغت میں حدث کے معنی سے تعبیر کرتے ہیں پھر اس کو فعل اصطلاحی کیلئے وضع کر دیا گیا ہے کیونکہ فعل اصطلاحی تین اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے معنی حدثی' اقتران بالزمان' استقلال بالمفہوم تو چونکہ معنی حدثی فعل اصطلاحی کا ایک جزء ہے تو یہ تسمیۃ الکل باسم الجزء کی قبیل سے ہو گیا۔

حرف کی وجہ تسمیہ : حرف لغت میں طرف کو کہتے ہیں اور چونکہ حرف اصطلاحی بھی کلام کی ایک طرف میں

ہوتا ہے یعنی مقصود نہیں ہوتا بلکہ محض ربط کا فائدہ دیتا ہے اس بنا پر اس کو حرف کہتے ہیں

حرف کبھی دو اسموں میں ربط کا فائدہ دیتا ہے جیسے زید فی الدار اور کبھی ایک اسم اور ایک فعل میں ربط کا فائدہ دیتا ہے جیسے ضَرَبْتُ بِالْخَشَبَةِ اور کبھی دو فعلوں کے درمیان ربط کا فائدہ دیتا ہے جیسے اُرِیْدُ اَنْ اُصَلِّی ۔

قولہ لِاَنَّھَا اِمَّا اَنْ تَدُلَّ الخ

اعتراض : لانھا میں لفظ اَنَّ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے اور ھا ضمیر اس کا اسم اور ان تدل اس کی خبر ہے جو ان مصدریہ کی وجہ سے مصدر کی تاویل میں ہے اور مصدر وصف کی قبیل سے ہوتا ہے تو ھا ضمیر جو ذات ہے اس پر وصف کا حمل ہو رہا ہے جو کہ صحیح نہیں ۔

جواب : لانھا کی خبر ان تدل نہیں ہے بلکہ اس کی خبر محذوف ہے اور وہ من صفتھا ہے تو عبارت اس طرح ہوگی لانھا من صفتھا ان تدل تو من صفتھا اپنے متعلق سے مل کر اَنَّ کی خبر ہے نہ کہ ان تدل۔

قولہ اَوَلاَ اَلثَّانِی الْحَرْفُ الخ

اعتراض : آپ نے حرف کی تعریف یہ کی ہے جو معنی مستقل پر دلالت نہ کرے یہاں حرف سے دلالت کی نفی کی گئی ہے جو کہ وضع سے عام ہے اور عام کی نفی متضمن ہے خاص کی نفی کو' جب دلالت کی نفی ہوگئی تو لا محالہ وضع کی بھی نفی ہوگئی جب کہ وضع کلمے کی تعریف میں شامل ہے تو جب وضع کی نفی ہوگئی تو کلمہ کی بھی نفی ہوگئی تو یہ تقسیم کس کی ہو رہی ہے ؟

جواب : دلالت کی دو قسمیں ہیں دلالت عام' دلالت خاص' یہاں دلالت خاص کی نفی ہے نہ کہ عام کی اور دلالت خاص کی نفی سے دلالت عام کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ یہاں تو دلالت اخص ہے کیونکہ دلالت سے دلالت فی نفسھا مراد ہے اس سے مطلق دلالت کی نفی نہیں ہو سکتی تو وضع کی بھی نفی نہ ہوئی لہذا کلمہ کی بھی نفی نہ ہوئی تو ثابت ہو گیا کہ کلمہ ہی کی تقسیم ہے۔

قولہ اَلثَّانِیْ الخ

اعتراض : الثانی کلمہ کی صفت ہے تو یہاں الثانیہ کہنا چاہیئے تھا تاکہ صفت موصوف کی تذکیر و تانیث میں مطابقت ہو جاتی ۔

جواب: الثانی کلمہ کی صفت نہیں ہے بلکہ یہ القسم محذوف کی صفت ہے یعنی القسم الثانی فلا اشکال۔

قولہ وَالْاَوَّلُ الخ | قولہ الثانی کے تحت جو اعتراض و جواب ذکر کیا گیا ہے وہی یہاں بھی ہے۔

قولہ اِمَّا اَنْ یَّقْتَرِنَ الخ |

اعتراض: آپ نے فعل کی تعریف مایقترن باحد الازمنۃ الثلثۃ کے ساتھ کی ہے جب کہ ایسی مثالیں بھی ہیں جن میں زمانہ پایا جاتا ہے مگر ان کو فعل نہیں کہا جاتا جیسے زیدن الضارب الان او غدا او امس الضارب میں تینوں زمانے پائے جارہے ہیں مگر اسے اسم کہتے ہیں۔

جواب: احد الازمنۃ الثلثۃ پر دلالت سے مراد دلالت ذات کے اعتبار سے ہے نہ کہ خارج کے اعتبار سے اور مذکورہ مثال میں جو زمانہ پر دلالت سمجھ آرہی ہے وہ باعتبار لفظ غد، امس وغیرہ کے ہے نہ الضارب کے اعتبار سے۔

قولہ وَقَدْ عُلِمَ بِذٰلِکَ الخ | فائدہ: وقد علم میں واو اعتراضیہ ہے یا عاطفہ اگر واو اعتراضیہ ہو تو قد علم بذالک یہ جملہ معترضہ ہوگا اور اگر واو عاطفہ ہے تو جملہ معطوف ہوگا پھر سوال ہوگا کہ معطوف علیہ کہاں ہے تو جواب یہ ہے کہ معطوف علیہ قد تبین محذوف ہے۔

اعتراض: مصنفؒ نے عرف کی بجائے علم کیوں ذکر کیا وجہ ترجیح کیا ہے۔

جواب: علم نام ہے کلیات کے ادراک کا اور معرفت جزئیات کے ادراک کو کہتے ہیں تو لفظ علم لاکر کتاب کی اہمیت افادیت کی طرف اشارہ کیا کہ اس کتاب میں نحو کے قوانین کلیہ ذکر کیے جائیں گے۔

اعتراض: : ذالک اسم اشارہ ہے اور مشار الیہ محسوس مبصر ہوا کرتا ہے جب کہ اسم فعل حرف کی تعریفات عقلی ہیں ان کے لئے اسم اشارہ لانا صحیح نہ ہوا۔

جواب: محسوس کی دو قسمیں ہیں (۱) محسوس حقیقی (۲) محسوس ادعائی

محسوس حقیقی وہ ہے جو حقیقتا محسوس و مبصر ہو جیسے زید جدار وغیرہ، محسوس ادعائی وہ ہے جو فی الحقیقت محسوس نہ ہو لیکن اس قدر واضح اور ظاہر ہو کہ اس پر محسوس ہونے کا دعوی کیا جاسکے تو مصنفؒ نے اسم فعل حرف کی طرف اشارہ کر کے یہ تاثر دیا ہے کہ ان کی تعریف اتنی واضح ہو گئی ہے گویا کہ یہ محسوس مبصر ہیں۔

اعتراض: مصنفؒ نے ذالک اسم اشارہ بعید کا استعمال کیا ہے حالانکہ یہ تعریف ابھی گذری ہے اسم اشارہ قریب

لانا چاہیے تھا۔

جواب: اسم اشارہ بعید سے مقصود بعد مرتبہ کی خبر دینا ہے یعنی یہ تعریف مرتبہ کے لحاظ سے بہت بلند ہے تو بعد رتبہ کو بعد مسافت کے قائم مقام قرار دیا ہے جیسے قرآن مجید میں ذالک الکتاب لاریب فیہ اس میں ذالک اسم اشارہ بعید سے بعد مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔

قوله حَدُّ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهَا الخ

اعتراض: مصنفؒ نے اسم وفعل وحرف کی تعریف پہلے وجہ حصر میں بیان کی ہے پھر قد علم سے اس کی طرف اشارہ کیا اور آگے اسم فعل حرف کی علیحدہ تعریف کی تو یہ تکرار ہے جو کہ فصاحت وبلاغت کے منافی ہے۔

جواب: ضبط وفہم کے اعتبار سے طلباء کے تین درجے ہیں ذکی 'متوسط 'غبی مصنفؒ نے تینوں درجوں کے طلباء کا لحاظ کیا ہے اذکیاء چونکہ اشارہ سے بات سمجھ جاتے ہیں اس لیے وجہ حصر میں ان کے لیے اسم فعل حرف کی تعریف کی طرف اشارہ کر دیا اور متوسط چونکہ تنبیہ کے محتاج ہوتے ہیں اس لئے قد علم بذالک سے متوجہ کر دیا کہ ان کی تعریفات وجہ حصر میں غور کر کے معلوم کی جاسکتی ہیں اور غبی چونکہ سمجھنے کے لئے صراحت کے محتاج ہوتے ہیں اسلیے ان کے لئے اقسام ثلثہ کی علیحدہ علیحدہ تعریف کر دی۔

اَلْكَلَامُ مَا تَضَمَّنَ كَلِمَتَيْنِ بِالْاِسْنَادِ وَلَا يَتَاَتّٰى ذَالِكَ اِلَّا فِىْ اِسْمَيْنِ اَوْ اِسْمٍ وَفِعْلٍ

ترجمہ: کلام وہ (لفظ) ہے جو دو کلموں کو متضمن ہو اسناد کے ساتھ اور یہ حاصل نہیں ہوتا مگر دو اسموں یا اسم اور فعل سے مل کر۔

تجزیہ عبارت: مصنفؒ کلام کی تعریف بیان فرمارہے ہیں تو کلام اس لفظ کو کہتے ہیں جو دو کلموں سے مل کر بنے اسناد کے اعتبار سے' اسناد کہتے ہیں ایک کلمے کی دوسرے کی طرف اس طرح نسبت کرنا کہ مخاطب کو فائدہ تامہ حاصل ہو اور کلام یا دو اسموں سے مل کر بنے گی جیسے زید عالم یا ایک اسم اور ایک فعل سے جیسے قام زید۔

تشریح: **اعتراض** مصنفؒ نے الکلام الخ سے عبارت کو جملہ مستانفہ بنایا ہے الکلمہ پر عطف کیوں نہیں کیا؟

جواب : عطف کی صورت میں اس کا مستقل کلام ہونا واضح نہیں ہوتا کیونکہ معطوف معطوف علیہ کے تابع ہوتا ہے تو جملہ مستانفہ لا کر اس طرف اشارہ کیا کہ جیسے کلمہ نحو کا موضوع ہے اسی طرح کلام بھی مستقل موضوع ہے۔

قوله مَا تَضَمَّنَ كَلِمَتَيْنِ الخ

اعتراض : آپ نے کلام کی تعریف یہ کی ہے کہ جو دو کلموں سے مل کر بنے جب کہ ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں دو کلمے نہیں بلکہ چار کلمے ہیں لیکن پھر بھی اسے کلام کہتے ہیں تو تعریف جامع نہ ہوئی جیسے زید ابوہ قائم زید قام ابوہ وغیرہما

جواب ! کلمتین سے مراد عام ہے خواہ حقیقتاً دو کلمے ہوں جیسے زید قائم یا حکماً دو ہوں جیسے زید ابوہ قائم اس مثال میں زید مبتدا ایک کلمہ ہے اور ابوہ قائم ترکیب میں خبر ہو کر حکماً ایک کلمہ ہے۔

اعتراض : تعریف میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ کلام دو کلموں سے مل کر **بنتا** ہے جب کہ بعض مرتبہ ایک کلمہ سے بھی کلام بن جاتا ہے جیسے اضرب تو یہ کلام ہے اور کلام کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی۔

جواب : کلمہ سے ہماری مراد عام ہے حقیقۃ کلمہ ہو یا حکماً تو اضرب اصل میں دو کلمے ہیں ایک فعل جو کہ حقیقۃ کلمہ ہے اور ایک ضمیر مستتر جو حکماً کلمہ ہے۔

اعتراض : الکلام کے بجائے الجملہ کو کیوں ذکر نہیں کیا حالانکہ جیسے کلام سے نحو میں بحث ہوتی ہے اسی طرح جملہ سے بھی بحث ہوتی ہے۔

جواب : مصنفؒ نے صاحب مفصل اور صاحب لباب کے مذہب کو اختیار کیا ہے کہ ان کے نزدیک کلام اور جملہ مترادف الفاظ ہیں، چنانچہ صاحب مفصل فرماتے ہیں الکلام هو المركب من كلمتين اسندت احدهما الى الاخرى ويسمى جملة ايضا۔

فوائد قیود : ما تضمن الخ میں لفظ ما موصولہ عام ہے جس میں کلمات مفردہ مہملہ و مرکبات کلامیہ وغیر کلامیہ سب داخل ہو گئے اور جب تضمن کلمتین کہا تو اس سے الفاظ مہملہ نکل گئے جیسے جسق اور کلمات مفردہ جیسے زید بکر وغیرہ بھی خارج ہو گئے اور جب بالاسناد کہا تو مرکبات غیر کلامیہ بھی خارج ہو گئے جیسے غلام زید اب کلام کی تعریف میں صرف مرکبات کلامیہ داخل رہ گئے خواہ وہ خبریہ ہوں جیسے زید قائم یا انشائیہ ہوں جیسے اضرب وانصر وغیرہما۔

قولہ وَلَا یَتَاتّٰی ذَالِکَ

اعتراض: یتاتّی کی نسبت کلام کی طرف صحیح نہیں کیونکہ یہ اتیان سے مشتق ہے جو کہ ذی روح کی صفت ہے اور کلام غیر ذی روح ہے۔

جواب: اتیان دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے (۱) مشی بالا قدام (۲) حصول، یہاں معنی ثانی مراد ہے یعنی کلام حاصل نہیں ہوتا مگر دو اسموں کے ساتھ ۔

قولہ اِلَّاالخ

اعتراض: مصنفؒ نے کلمہ کی تقسیم میں حصر نہیں کیا اور کلام کی تقسیم میں حصر کیا ہے وجہ فرق کیا ہے ؟

جواب: کلام میں احتمالات عقلیہ چھ ہو سکتے ہیں جن میں چار غلط اور دو صحیح ہیں اسلئے اس کی تقسیم میں حصر کیا ہے جب کہ کلمہ میں کوئی عقلی احتمال نہیں تھا اس لیے حصر کی ضرورت نہیں تھی کلام میں چھ احتمالات یہ ہیں

(۱) کلام دو اسموں سے مل کر بنے گا (۲) دو فعلوں سے مل کر بنے گا (۳) دو حرفوں سے مل کر بنے گا (۴) ایک اسم اور ایک فعل سے مل کر بنے گا (۵) ایک اسم اور ایک حرف سے مل کر بنے گا (۶) ایک فعل اور ایک حرف سے مل کر بنے گا ان میں سے پہلا اور چوتھا احتمال صحیح ہے باقی چار غیر صحیح ہیں۔

قولہ فِیْ اِسْمَیْنِ

اعتراض: آپ نے کہا کلام وہ ہے جو دو اسموں سے مل کر بنے جب کہ بعض مثالیں ایسی ہیں جہاں دو اسم ہیں ۔ مگر اسے کلام نہیں کہا جاتا ہے جیسے غلام زید غلام اور زید دونوں اسم ہیں مگر اسے کلام نہیں کہا جاتا۔

جواب: دو اسموں سے مراد یہ ہے کہ ایک مسند اور دوسرا مسند الیہ بن رہا ہو جب کہ اس مثال میں ایک اسم مضاف اور دوسرا مضاف الیہ بن رہا ہے۔

قولہ اَوْفِیْ اِسْمٍ وَّفِعْلٍ

اعتراض: اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام ایک اسم اور ایک فعل سے بھی بنتا ہے جب کہ بعض مثالوں میں ایک اسم اور فعل سے مرکب کو کلام نہیں کہا جاتا جیسے ضربک، ضرب فعل اور ک ضمیر اسم ہے مگر اسے کلام نہیں کہا جاتا ؟

جواب: اسم سے مراد خاص ہے یعنی جو مسند الیہ بن رہا ہو ضربک میں ک ضمیر مسند الیہ نہیں ہے بلکہ مفعول بہ ہے

اعتراض: آپ کا کلام کو دو قسموں میں محصور کرنا درست نہیں ہے کیونکہ بعض مثالوں میں ایک حرف اور ایک اسم سے بھی کلام بن جاتا ہے جیسے یازید یا حرف ندا ہے اور زید اسم ہے ان دونوں کے مجموعے سے کلام بن رہا ہے۔

جواب: یا حرف ندا ادعو کے قائم مقام ہے جو کہ فعل ہے کلام ایک اسم اور ایک فعل سے مل کر بنا ہے۔

اعتراض: یا حرف ندا ادعو فعل کے قائم مقام کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ حرف غیر مستقل بالمفہوم ہوتا ہے اور فعل مستقل بالمفہوم تو غیر مستقل مستقل کے قائم مقام کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب: حرف ندا کا ادعو فعل کے قائم مقام ہونا سماع سے تعلق رکھتا ہے اور سماع میں قیاس کو کوئی دخل نہیں ہے۔

اَلْاِسْمُ مَا دَلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِہٖ غَیْرَ مُقْتَرِنٍ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَۃِ الثَّلٰثَۃِ

ترجمہ: اسم وہ کلمہ ہے جو معنی پر خود بخود دلالت کرے اور تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقترن نہ ہو۔

تجزیہ عبارت: مصنفؒ نے اس عبارت میں کلمہ کی پہلی قسم اسم کی تعریف ذکر فرمائی ہے۔

تشریح: قولہ اَلْاِسْمُ مَا

اعتراض: اسم کی تعریف کو فعل کی تعریف پر مقدم کیوں کیا ہے۔

جواب: اس لئے کہ اسم فعل سے اعلی ہے کیونکہ فعل صرف مسند بن سکتا ہے جب کہ اسم مسند اور مسند الیہ دونوں بنتا ہے۔

قولہ غَیْرَ مُقْتَرِنٍ

اعتراض: آپنے اسم کی تعریف میں عدم اقتران بالزمان کی شرط لگائی ہے حالانکہ بعض مثالوں میں اقتران بالزمان ہے پھر بھی ان کو اسم کہا جاتا ہے جیسے رُوَیْدَ بمعنی چھوڑ ھَیْھَاتَ بمعنی دور ہوا پہلے میں امر حاضر کا معنی پایا جارہا ہے اور دوسرے میں ماضی کا۔

جواب: مقصود یہ ہے کہ عدم اقتران بالزمان اصل وضع کے اعتبار سے ہو اور ان مثالوں میں اصل وضع کے اعتبار سے عدم اقتران بالزمان ہے اور اقتران صرف استعمال کے اعتبار سے ہے۔

فوائد قیود: اسم کی تعریف میں لفظ ما بمنزلہ جنس کے ہے جو اقسام ثلثہ کو شامل ہے اور دل علی معنی فی نفسہ بمنزلہ فصل اول کے ہے اس سے حرف نکل گیا اور غیر مقترن بمنزلہ فصل ثانی کے ہے اس سے فعل نکل گیا۔

وَمِنْ خَوَاصِّهٖ دُخُوْلُ اللَّامِ وَالْجَرِّ وَ التَّنْوِيْنِ وَالْاِضَافَةِ وَالْاِسْنَادُ اِلَيْهِ

ترجمہ: اور اس (اسم) کے خواص میں سے لام تعریف، جر اور تنوین کا داخل ہونا ہے اور اضافت اور مسند الیہ ہونا۔

تجزیہ عبارت: صاحب کافیہ اسم کی تعریف سے فارغ ہونے کے بعد خواص اسم بیان کرتے ہیں پہلا خاصہ لام کا داخل ہونا جیسے الحمد، دوسرا جر کا آنا جیسے بزید، تیسرا تنوین کا داخل ہونا جیسے رجل، چوتھا اضافت کا ہونا جیسے غلام زید، پانچواں خاصہ مسند الیہ ہونا جیسے زید عالم، یہ کل پانچ خواص ہوئے۔

تشریح: قولہ وَمِنْ خَوَاصِّهٖ الخ

اعتراض: صاحب کتاب اختصار کے در پے ہیں تو اختصار کے پیش نظر ومن خواصہ کے بجائے وخواصہ کہنا چاہیے تھا من کا اضافہ اختصار کے منافی ہے۔

جواب: یہاں پر من تبعیضیہ ہے مقصد یہ ہے کہ اسم کے خواص کثیر ہیں یہاں بعض ذکر ہوں گے تو اضافہ برائے مقصود ہے بے فائدہ نہیں۔

اعتراض: خواص جمع کثرت ہے اس کے اقل افراد دس ہوتے ہیں جب کہ یہاں صرف پانچ ذکر کیے گئے ہیں تو جمع قلت کا صیغہ لانا چاہیے تھا۔

جواب: جمع کثرت کے صیغے سے خواص اسم کے زیادہ ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے حتّٰی کہ بعض نے تیس خاصے ذکر کیے ہیں اور من تبعیضیہ سے اس طرف اشارہ کیا کہ ہم یہاں اسم کے عمدہ اور کثیر الاستعمال خواص ذکر کریں گے۔

فائدہ: خواص خاصہ کی جمع ہے اور خاصۃ الشیٔ کہتے ہیں ما یختص بہ ولا یوجد فی غیرہ یعنی جو ایک چیز کے ساتھ خاص ہو اور دوسری میں نہ پایا جائے خاصہ کی دو قسمیں ہیں (۱) شاملہ (۲) غیر شاملہ

خاصہ شاملہ: ایسا خاصہ ہے جو تمام افراد کو شامل ہو جیسے کاتب بالقوۃ انسان کیلئے خاص ہے اور تمام افراد انسانی کو شامل ہے

خاصہ غیر شاملہ: جو تمام افراد کو شامل نہ ہوبلکہ بعض کو شامل اور بعض کو نہ ہو جیسے کتابت بالفعل انسان کا خاصہ ہے مگر بعض کو شامل ہے اور بعض کو نہیں۔

قولہ دُخُولُ اللَّامِ

اعتراض: لام تعریف کو آپ نے خواص اسم میں شمار کیا ہے حالانکہ مضمرات اور اسماء اشارات پر لام تعریف داخل نہیں ہوتا مگر انہیں اسم کہا جاتا ہے۔

جواب: خاصہ کی دو قسمیں ہیں(۱) شاملہ (۲) غیر شاملہ لام تعریف اگرچہ اسم کا خاصہ ہے مگر خاصہ غیر شاملہ ہے کہ بعض افراد اسم کو شامل ہے اور بعض کو نہیں۔

اعتراض: لام سے آپ کی کیا مراد ہے مطلق لام یا لام تعریف' اگر مطلق لام ہے تو لیضرب اور لیضربن وغیرہ مثالیں بھی اسم میں داخل ہو جائیں گی حالانکہ یہ فعل ہیں اور اگر لام تعریف مراد ہے تو پھر آپ کو صراحت کرنا چاہیئے تھی یعنی دخول لام التعریف یا دخول حرف التعریف کہنا چاہیے تھا۔

جواب: لام سے مراد لام تعریف ہے مطلق لام نہیں ہے اور تصریح نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مصنفؒ لام تعریف میں نحویوں کے مذاہب میں سے راجح مذہب کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ اصل حرف تعریف کیا ہے کہ الف' یا لام یا الف لام دونوں اس میں نحویوں کے تین مذاہب ہیں۔ علامہ مبرد کا مذہب' امام خلیل کا مذہب' سیبویہ کا مذہب

مذہب خلیل: ان کے نزدیک حرف تعریف الف' لام دونوں ہیں یعنی ال ھل کے وزن پر۔

مذہب مبرد: ان کے نزدیک حرف تعریف صرف ھمزہ ہے اس پر لام کا اضافہ اس وجہ سے کیا گیا ہے تاکہ ھمزہ تعریف اور ھمزہ استفہام میں فرق ہو جائے۔

مذہب سیبویہ: ان کے نزدیک حرف تعریف صرف لام ہے اور ساکن سے ابتدا چونکہ محال ہے اسلئے ھمزہ وصلی کا اضافہ کر دیا گیا مصنفؒ کے نزدیک چونکہ سیبویہ کا مذہب راجح ہے اسلئے فرمایا دخول اللام۔

قولہ وَالْجَرُّ فائدہ: الجر کا عطف اللام پر ہے یعنی دخول جر بھی اسم کا خاصہ ہے۔

اور جر اسلئے اسم کا خاصہ ہے کہ یہ حرف جر کا اثر ہوتا ہے اور حرف جر اسم کے ساتھ مختص ہے تو لامحالہ جر بھی اسم کا خاصہ ہوگا ورنہ موثر کا اثر کے بغیر پایا جانا لازم آئے گا یہ صحیح نہیں اور ضروری نہیں کہ حرف جر لفظوں میں ہی ہو بلکہ

رف جر تقدیری ہونے کی صورت میں بھی جر آسکتا ہے لفظی کی مثال جیسے مررت بزید اور تقدیری کی مثال جیسے غلام زید کہ اصل میں غلام لزید تھا۔

قولہ وَالتَّنْوِيْنُ

اعتراض : آپ نے تنوین کو خواص اسم میں سے شمار کیا ہے حالانکہ بعض مثالوں میں تنوین فعل پر بھی داخل ہے جیسے شعر ہے

اَقِلِّي اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ وَقُوْلِي اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

اصابن فعل پر تنوین داخل ہے

جواب : تنوین کی پانچ قسمیں ہیں :

(۱) تنوین تمکن (۲) تنوین تنکیر (۳) تنوین عوض (۴) تنوین مقابلہ (۵) تنوین ترنم

ان میں سے پہلی چار قسمیں خواص اسم میں سے ہیں آخری نہیں، تو اگرچہ تنوین ترنم فعل میں پائی جاتی ہے مگر صاحب کافیہ نے للاکثر حکم الکل کا اعتبار کرتے ہوئے مطلق تنوین کو اسم کا خاصہ قرار دیا ہے تنوین کی اقسام خمسہ کی تفصیل آخر کتاب میں ذکر ہوگی انشاء اللہ۔

قولہ وَالْاِضَافَةِ

اعتراض : اضافت میں مضاف اور مضاف الیہ دونوں شامل ہیں جب کہ بعض مثالوں میں مضاف الیہ اسم نہیں بلکہ فعل ہے جیسے یوم ینفع الصادقین صدقھم ینفع فعل یوم کا مضاف الیہ ہے۔

جواب : مضاف الیہ کے خاصہ اسم ہونے کے بارے میں نحویوں کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں صرف مضاف اسم کا خاصہ ہے مضاف الیہ نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مضاف الیہ اسم کا خاصہ ہے تو وہ یوم ینفع الصادقین جیسی مثال میں فعل کو مصدر کی تاویل میں کرتے ہیں یعنی اصل میں یوم نفع الصادقین تھا۔

فائدہ : اضافت اسلئے اسم کا خاصہ ہے کہ اضافت کو تعریف تخصیص اور تخفیف لازم ہے اور یہ تینوں اسم کے ساتھ خاص ہیں اگر اضافت کو غیر اسم کا خاصہ قرار دیا جائے تو لازم اضافت یعنی تعریف تخصیص اور تخفیف کا غیر اضافت میں پایا جانا لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔

قوله وَالْاِسْنَادُ اِلَيْهِ

اعتراض : لفظ اسناد مسند اور مسند الیہ دونوں کو شامل ہے تو دونوں اسم کا خاصہ ہوئے حالانکہ مسند ... میں فعل بھی مسند بنتا ہے جیسے زیدٌ عَلِمَ اس لئے مصنفؒ کو مسند الیہ کی تخصیص کرنی چاہیے تھی۔

جواب : اسناد سے صرف مسند الیہ مراد ہے مسند مراد نہیں ہے کیونکہ مسند کبھی کبھی فعل بھی ہوتا ہے۔

فائدہ : مسند الیہ اسم کا خاصہ اس لئے ہے کہ واضع نے فعل کو مسند کیلئے وضع کیا ہے اگر فعل بھی مسند الیہ بن جائے تو خلاف وضع لازم آئے گا اور حرف مسند الیہ ہے نہ مسند تو اسم کا مسند الیہ ہونا متعین ہو گیا۔

وَهُوَ مُعْرَبٌ وَمَبْنِیٌّ فَالْمُعْرَبُ الْمُرَكَّبُ الَّذِیْ لَمْ يُشْبِهْ مَبْنِیَّ الْاَصْلِ وَحُكْمُهٗ اَنْ يَّخْتَلِفَ اٰخِرُهٗ بِاخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ لَفْظًا اَوْتَقْدِيْرًا اَلْاِعْرَابُ مَا اخْتَلَفَ آخِرُهٗ بِهٖ لِيَدُلَّ عَلَى الْمَعَانِی الْمُعْتَوِرَةِ عَلَيْهِ

ترجمہ : اور وہ (اسم) معرب اور مبنی ہے معرب وہ اسم مرکب ہے جو مبنی اصل کے مشابہ نہ ہو اور اس معرب کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے لفظی طور پر یا تقدیری طور پر اعراب وہ ہے جس کے ساتھ معرب کا آخر بدلے تاکہ وہ ان معانی پر دلالت کرے جو یکے بعد دیگرے اس پر آتے ہیں۔

تجزیہ عبارت : اسم کی تعریف وخواص سے فارغ ہونے کے بعد مصنفؒ اسم کی تقسیم شروع کرتے ہیں اسم کی دو قسمیں ہیں معرب مبنی معرب وہ مرکب اسم ہے جو مبنی اصل کے مشابہ نہ ہو، مبنی الاصل تین چیزیں ہیں (۱) فعل ماضی (۲) امر حاضر معروف (۳) تمام حروف، اور اسم معرب کا حکم یہ ہے کہ عامل کے بدلنے سے اس کے آخر میں تبدیلی ہوتی ہو خواہ لفظا ہو جیسے جاءنی زیدٌ رایت زیدا مررت بزیدٍ خواہ تقدیرا ہو جیسے جاء موسیٰ رایت موسیٰ مررت بموسیٰ، اور اسم میں یکے بعد دیگرے آنے والے معانی پر دلالت کرنے کے لئے اس کے آخر میں جو تبدیلی ہو اسے اعراب کہتے ہیں جیسے جاءنی زید میں رفع اعراب ہے جو فاعلیت پر دال ہے اور رایت زیدا میں نصب اعراب ہے جو مفعولیت پر دال ہے مررت بزید میں جر اعراب ہے جو اضافت پر دلالت کرتا ہے۔

تشریح : قوله وَهُوَ مُعْرَبٌ وَمَبْنِیٌّ الخ

فائدہ : معرب اسم ظرف کا صیغہ ہے یا اسم مفعول کا اگر اسم ظرف ہو تو اعراب بمعنی اظہار کے ہو گا مطلب یہ

ہو گا محل اظہار یعنی اسپر مختلف معانی فاعلیت و مفعولیت اور اضافت وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں اور اگر اسم مفعول کا صیغہ ہو تو اعراب بمعنی ازالۃ الفساد کے ہو گا یعنی فساد کو زائل کرنا' اور اسے معرب کہنے کی وجہ پھر یہ ہو گی کہ اسم معرب پر پے در پے آنے والے معانی کی وجہ سے فساد کا ازالہ ہو گیا یعنی ایک معنی دوسرے سے خلط ملط نہیں ہوا اور مبنی بناء سے مشتق ہے جس کے معنی قرار اور عدم تغیر کے ہیں' اسم کو مبنی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عامل کے بدلنے کی وجہ سے اس کا اعراب بدلتا نہیں ہے جیسے شاعر کہتا ہے۔

مبنی آن باشد کہ ماند بر قرار ☆ معرب آن باشد کہ گردد بار بار

اعتراض: معرب کو مبنی پر مقدم کرنے کی وجہ کیا ہے ؟

جواب: معرب کو مبنی پر مقدم کرنے کی چار وجہیں ہیں (۱) معرب کی اقسام میں منصرف ہے اور اسم میں اصل منصرف ہوتا ہے اسلئے معرب کو مقدم کیا (۲) معرب کی اقسام اور افراد کثیر ہیں بنسبت مبنی کے اس وجہ سے بھی معرب تقدیم کا حق رکھتا ہے (۳) معرب کا اعراب لفظی ہوتا ہے یا تقدیری اور مبنی کا اعراب حکمی ہوتا ہے جو کہ ادنی ہے لفظی اور تقدیری سے اسوجہ سے معرب کو مقدم کیا (۴) جب آدمی زبان سے کوئی لفظ ادا کرتا ہے تو اس کے اعراب کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ مرفوع ہے یا منصوب یا مجرور اور یہ معرب میں پایا جاتا ہے مبنی میں نہیں اس لئے معرب کو مقدم کیا۔

فوائد قیود: لفظ المعرب بمنزلہ جنس کے ہے جو مرکب وغیر مرکب دونوں کو شامل ہے اور المرکب بمنزلہ فصل اول کے ہے اس سے غیر مرکب خارج ہو گیا جیسے اسمائے معدودہ الف باء تاء زید عمرو وغیرہ الذی لم یشبہ مبنی الاصل بمنزلہ فصل ثانی کے ہے اس سے مبنی الاصل اور مشابہ مبنی الاصل دونوں خارج ہو گئے۔

قولہ وَحُكْمُهُ الخ

اعتراض: حکمہ میں ضمیر معرب کی طرف راجع ہے اور جب اسم ظاہر کی اضافت ضمیر کی طرف ہو تو استغراق کا فائدہ دیتی ہے تو یہاں بھی استغراق ہو گا یعنی کہ معرب کے ہر فرد کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدلتا ہے جب کہ بعض مثالوں میں ایسا نہیں ہے جیسے جاء موسی رایت موسی وغیر ذالک عامل بدل رہا ہے مگر اعراب نہیں بدلا۔

جواب: من تبعیضیہ یہاں مقدر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے من جملۃ احکام المعرب یعنی معرب کے جملہ احکام میں سے ایک حکم یہ ہے ان مختلف آخرہ الخ تو یہاں اضافت استغراق کے لئے نہیں ہے بلکہ عہد کے لئے ہے۔

قولہ اَنْ یَخْتَلِفَ آخِرُہٗ بِاخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ الخ

اعتراض : معرب کا جو حکم آپ نے بیان کیا ہے مندرجہ ذیل مثالوں میں صادق نہیں آتا کیونکہ عوامل کے بدلنے سے اعراب میں تبدیلی نہیں ہورہی جیسے ان زیدا لقائم، رایت زیدا انا ضارب زیدا؟

جواب : اختلاف عوامل سے مراد عامل رافع عامل ناصب اور عامل جار (جر دینے والا) کا مختلف ہونا ہے مذکورہ مثالوں میں عامل صرف ایک ہے یعنی عامل ناصب۔

قولہ اَلْعَوَامِل

اعتراض : عوامل عامل کی جمع ہے اور جمع کے اقل افراد تین ہوتے ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ اختلاف اعراب کیلئے کم از کم تین عاملوں کا ہونا ضروری ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ ایک سے بھی اعراب بدل جاتا ہے جیسے جاء زید، رایت زیدا، مررت بزید۔؟

جواب : العوامل کا الف لام جنسی ہے اور قاعدہ ہے کہ الف لام جنسی جب جمع پر داخل ہوتا ہے تو معنی جمعیت باطل ہوجاتا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ جنس عامل میں سے کسی ایک سے بھی اعراب مختلف ہو جاتا ہے۔

قولہ لَفْظًا اَوْ تَقْدِیْرًا **فائدہ** :لفظا اور تقدیرا میں نصب کی تین وجہیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) منصوب ہے کان محذوف کی خبر ہونیکی بناپر تو عبارت یوں ہوگی کان الاختلاف لفظا او تقدیرا۔

(۲) مفعول مطلق محذوف کا مضاف الیہ ہے تو عبارت یوں ہوگی مختلف اختلاف لفظ او تقدیر اختلاف مصدر مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا اور مفعول مطلق کا اعراب مضاف الیہ کو دیا گیا ایسے منصوب کو اصطلاح میں منصوب بنزع الخافض کہتے ہیں۔

(۳) تمیز ہے اختلاف کی نسبت سے جو فاعل کی طرف ہے۔

قولہ اَلْاِعْرَابُ

اعتراض : اعراب کی یہ تعریف عامل اور معنی مقتضی پر بھی صادق آتی ہے تو عامل اور معنی مقتضی کو بھی اعراب کہنا چاہیے حالانکہ یہ دونوں اعراب نہیں ہیں؟

جواب : اعراب سے حرفی اور حرکتی اعراب مراد ہے اور عامل اور معنی مقتضی اعراب کی تعریف سے اس لئے

خارج ہیں کہ یہ حروف اور حرکات کی قبیل سے نہیں ہیں جب کہ اعراب کے لئے حروف اور حرکت کی قبیل سے ہونا شرط ہے۔

قولہ مَا اخْتَلَفَ آخِرُہٗ الخ

اعتراض :اعراب کا اسم کے آخر میں ہونا کیوں ضروری ہے شروع یا وسط میں کیوں نہیں آسکتا؟

جواب : ا اعراب اسم معرب کی صفت ہے اور صفت موصوف کے آخر میں ہی آتی ہے اس لئے اعراب آخر میں ہی ہوگا۔

جواب : ۲ اعراب اگر شروع یا وسط میں ہو تو اعراب کی غرض فوت ہو جائے گی یعنی فاعلیت و مفعولیت پر دلالت کرنا یہ غرض صرف آخر میں ذکر کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

قولہ لِيَدُلَّ عَلٰى الْمَعَانِي الْمُعْتَوِرَةِ عَلَيْهِ

اعتراض :اعراب کی تعریف میں عبارت مذکورہ خلاف اختصار ہے اس لئے کہ مقصود تو ما اختلف آخرہ سے حاصل ہو جاتا ہے؟

جواب : ا لیدل علی الخ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے کہ اعراب کی تعریف تو ہو گئی لیکن اعراب کا فائدہ کیا ہے تو لیدل علی الخ عبارت سے اعراب کا فائدہ ذکر کیا ہے۔

جواب : ۲ یہ عبارت اعراب کی تعریف میں شامل نہیں بلکہ بطور فائدہ کے ذکر کی گئی ہے اور کسی عبارت کو بطور فائدہ ذکر کرنا اختصار کے منافی نہیں۔

وَاَنْوَاعُهٗ رَفْعٌ وَّنَصْبٌ وَّجَرٌّ فَالرَّفْعُ عَلَمُ الْفَاعِلِيَّةِ وَالنَّصْبُ عَلَمُ الْمَفْعُوْلِيَّةِ وَ الْجَرُّ عَلَمُ الْاِضَافَةِ وَالْعَامِلُ مَا بِهٖ يَتَقَوَّمُ الْمَعْنَى الْمُقْتَضِيْ لِلْاِعْرَابِ۔

ترجمہ : اور اس کی (اعراب کی) قسمیں رفع نصب اور جر ہیں پس رفع فاعلیت کی علامت ہے اور نصب مفعولیت کی علامت ہے اور جر مضاف الیہ کی علامت ہے اور عامل وہ ہے جس کی وجہ سے ایسا معنی حاصل ہوتا ہے جو کہ اعراب کا مقتضی ہوتا ہے۔

تجزیہ عبارت:مصنفؒ نے اعراب اسم کی تین اقسام رفع نصب جر بیان کی ہیں رفع اس کے فاعل

ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسے جآءنی زید میں زید کا مرفوع ہونا اس کی فاعلیت پر دال ہے اور نصب اسم کے مفعول ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسے رایت زیدا میں زید کا نصب اس کی مفعولیت پر دال ہے اور جر مضاف الیہ ہونے کی علامت ہے جیسے غلام زید اور جس چیز کے سبب فاعلیت مفعولیت اور اضافت والا معنی حاصل ہوگا اسے عامل کہتے ہیں معنی مقتضی للاعراب سے مراد معنی فاعلیت مفعولیت واضافت ہے تو گویا عامل وہ ہے جس کی وجہ سے اسم پر رفع نصب جر آتا ہے۔

تشریح : قوله وَاَنْوَاعُهٗ

اعتراض : مصنفؒ نے انواعہ کہا ہے اقسامہ یا اس جیسا کوئی لفظ کیوں استعمال نہیں کیا؟

جواب : انواع نوع کی جمع ہے نوع وہ کلی ہے جو کثیرین متفق الحقائق افراد پر بولی جائے تو لفظ انواع لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ رفع نصب جر علیحدہ علیحدہ انواع ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے تحت کئی افراد ہیں مثلا رفع اعراب کی ایک نوع ہے اس کے تحت الف' واو' ضمہ اور نصب کے تحت 'یا' الف' فتحہ' کسرہ اور جر کے تحت یا' فتحہ' کسرہ افراد پائے جاتے ہیں اور اگر کوئی اور لفظ استعمال کیا جاتا تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا۔

فائدہ : رفع کی وجہ تسمیہ : رفع ارتفاع سے مشتق ہے بمعنی بلند ہونا رفع کو رفع اسلئے کہتے ہیں کہ رفع کی ادائیگی کیوقت اوپر والا ہونٹ بلند ہو جاتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ رفع مرتبے میں نصب اور جر سے بلند ہوتا ہے اسلئے کہ رفع فاعلیت کی علامت ہے اور نصب مفعولیت کی اور جر اضافت کی علامت ہے اور فاعل مفعول اور مضاف الیہ دونوں سے ارفع (اعلی) ہے تو جو اس کی علامت ہوگی وہ بھی ارفع ہوگی۔

نصب کی وجہ تسمیہ :

نصب کا لغوی معنی ہے قائم کرنا اور گاڑنا تو نصب کی ادائیگی کے وقت چونکہ ہونٹ اپنی جگہ قائم رہتے ہیں اسلئے اسے نصب کہتے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ اس کلمہ کی علامت ہے جو کلام سے علیحدہ قائم ہو جائے یعنی مفعول تو کلام میں یہ فضلہ کے حکم میں ہوتا ہے اسلئے علیحدہ ہو سکتا ہے۔

جر کی وجہ تسمیہ : جر کا معنی ہے کھینچنا تو اسے ادا کرتے وقت نیچے والے ہونٹ کو کھینچا جاتا ہے اس لئے اس کو جر کہتے ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ اپنے ماقبل کو کھینچ کر اسم تک پہنچاتا ہے جیسے مررت بزید میں باء حرف جارنے مرور کے معنی کو کھینچ کر زید تک پہنچادیا ہے۔

اعتراض: مصنفؒ نے رفع نصب جر کو معرب کے ساتھ خاص کیوں کیا ہے ضمہ فتحہ کسرہ کو معرب کے ساتھ خاص کیوں نہیں کیا۔

جواب: ضمہ فتحہ کسرہ کو معرب کا اعراب اسلئے نہیں کہا کہ یہ مبنی کے ساتھ خاص ہیں اور رفع، نصب اور جر یہ معرب کے ساتھ خاص ہیں اس اعتبار سے ان کے درمیان نسبت تباین کی ہے، یا رفع، نصب، جر معرب و مبنی دونوں کیلئے عام ہیں اور ضمہ فتحہ کسرہ مبنی کے ساتھ خاص ہیں اس اعتبار سے پہلا عام مطلق ہوا اور دوسرا خاص مطلق ہوا ان میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہوئی۔

قوله اَلرَّفعُ عَلَمُ الفَاعِلِيَّةِ

فائدہ: رفع فاعل ہونے کی علامت ہے خواہ فاعل حقیقتاً ہو جیسے ضرب زید، یا حکماً جیسے مبتدا اور خبر اور کان وغیرہ کا اسم لائے نفی جنس کی خبر اور ما و لا مشبہ بلیس کا اسم۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ رفع فاعل کی علامت ہے جب کہ بعض مثالوں میں اسم مرفوع ہے مگر فاعل نہیں جیسے زید قائم میں زید مرفوع ہے مگر فاعل نہیں۔

جواب: فاعل سے مراد عام ہے خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً زید قائم میں زید حکماً فاعل ہے۔

اعتراض: رفع کو فاعل کے ساتھ اور نصب کو مفعول کے ساتھ اور جر کو مضاف الیہ کے ساتھ خاص کرنے کی کیا وجہ ہے اس کا عکس کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: اعراب میں رفع ثقیل ہے اور فاعل قلیل ہے اسلئے ثقیل اعراب قلیل کو دیا گیا اور نصب خفیف ہے اور مفاعیل کثیر ہیں یعنی پانچ ہیں تو کثیر کو خفیف حرکت دیدی اور مضاف الیہ کے لئے جر کے علاوہ کوئی علامت باقی نہ رہی تھی اسلئے جر کو مضاف الیہ کے ساتھ خاص کر دیا۔

قوله وَالنَّصبُ عَلَمُ الخ

اعتراض: آپ نے نصب کو علامت مفعولیت قرار دیا ہے حالانکہ بعض مثالوں میں نصب ہے مگر مفعول نہیں جیسے حال تمیز مستثنیٰ وغیرہ۔

جواب : مفعول سے عام مراد ہے حقیقۃً ہو یا حکماً حال ، تمیز مستثنیٰ وغیرہ حکماً مفعول ہیں۔

اعتراض : الفاعلیۃ اور المفعولیۃ میں جیسے یاء مصدر کی لگائی ہے اسی طرح الاضافۃ میں بھی یائے مصدر لگانی چاہیے تھی تا کہ مناسبت قائم ہو جاتی ؟

جواب : الفاعلیۃ اور المفعولیۃ میں یاء لفظِ فاعل اور مفعول کو مصدر بنانے کے لئے ہے اور الاضافۃ پہلے سے مصدر ہے تو یاء مصدریہ داخل کرنا تحصیل حاصل ہے۔

قوله وَالْعَامِلُ

فائدہ: عامل سے مراد یہ ہے کہ اس کی وجہ سے ایسے معنی حاصل ہوں جو مقتضی اعراب ہوں جیسے جاء زید میں جاء عامل ہے اس کی وجہ سے زید میں فاعلیت کا معنی حاصل ہوا اور فاعل مقتضی اعراب ہے یعنی زید پر رفع کا تقاضا کرتا ہے۔

قوله يَتَقَوَّمُ الْمَعْنىٰ الخ

اعتراض : لفظ یتقوم قیام سے مشتق ہے جو کہ ذی روح اور ذی اجساد کی صفت ہے جب کہ معنی غیر ذی روح اور اعراض میں سے ہے تو تقوم کی نسبت معنی کی طرف کرنا صحیح نہیں ؟

جواب : تقوم کے دو معنی ہیں (۱) قیام (۲) حصول جب تقوم ذی اجساد کی طرف منسوب ہو تو معنی قیام مراد ہوتا ہے اور جب اعراض اور معقولی چیزوں کی طرف نسبت ہو تو تقوم بمعنی حصول مراد ہوتا ہے تو اس جگہ ثانی معنی مراد ہے۔

فَالْمُفْرَدُ الْمُنْصَرِفُ وَ الْجَمْعُ الْمُكَسَّرُ الْمُنْصَرِفُ بِالضَّمَّةِ رَفْعًا وَالْفَتْحَةِ نَصْبًا وَ الْكَسْرَةِ جَرًّا جَمْعُ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمُ بِالضَّمَّةِ وَ الْكَسْرَةِ وَغَيْرُ الْمُنْصَرِفِ بِالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ اَبُوْكَ وَاَخُوْكَ وَحَمُوْكِ وَهَنُوْكَ وَفُوْكَ وَذُوْ مَالٍ مُضَافَةً اِلٰى غَيْرِ يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ بِالْوَاوِ وَالْاَلِفِ وَالْيَآءِ الْمُثَنّٰى وَكِلَا مُضَافًا اِلٰى مُضْمَرٍ وَاِثْنَانِ وَ اِثْنَتَانِ بِالْاَلِفِ وَالْيَآءِ

ترجمہ : پس مفرد منصرف اور جمع مکسر منصرف (کا اعراب) حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ اور حالت نصب میں فتحہ کے ساتھ اور حالت جر میں کسرہ کے ساتھ (آتا ہے) جمع مونث سالم (کا اعراب حالت رفع میں) ضمہ کے ساتھ او

(حالت نصب وجر میں) کسرہ کے ساتھ آتا ہے اور غیر منصرف (کا اعراب حالت رفع میں) ضمہ کے ساتھ اور (حالت نصب وجر میں) فتحہ کے ساتھ آتا ہے اور (اسماء ستہ مکبرہ) ابوک اخوک حموکِ ہنوک اور فوک اور ذومال جب کہ یہ مضاف ہوں یاء متکلم کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف ان کا (اعراب حالت رفع میں) واو کے ساتھ اور (حالت نصب میں) الف کے ساتھ اور (حالت جر میں) یاء کے ساتھ آتا ہے اور تثنیہ اور کلا جب کہ ضمیر کی طرف مضاف ہو اور اثنان اثنتان (کا اعراب حالت رفع میں) الف کے ساتھ (اور حالت نصب اور جر میں) یاء (ما قبل مفتوح) کے ساتھ آتا ہے۔

تجزیہ عبارت: اس عبارت میں مصنف نے اسم کی اعراب کے اعتبار سے نو قسموں میں سے پانچ قسمیں ذکر کی ہیں

پہلی قسم: اسم مفرد منصرف صحیح، جیسے زید اور اسم مفرد جاری مجری صحیح، جیسے دلو، ظبی اور جمع مکسر منصرف جیسے رجال، ان کا اعراب حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ آتا ہے جیسے جاءنی زید، ھذا دلو وظبی جاءنی رجال اور حالت نصب میں فتحہ کے ساتھ، جیسے رأیتُ زیدًا، رأیتُ دلوًا وظبیًا ورأیت رجالا اور حالت جر میں کسرہ کے ساتھ جیسے مررتُ بزیدٍ وجئتُ بدلوٍ وظبیٍ ومررتُ برجالٍ۔

دوسری قسم: جمع مونث سالم ہے جیسے مسلمات، مومنات اس کا اعراب حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ " جیسے ھُنَّ مُسلِمَاتٌ، اور حالت نصب وجر میں کسرہ کے ساتھ آتا ہے جیسے رَأیتُ مسلماتٍ مررتُ بمسلماتٍ -

تیسری قسم: غیر منصرف ہے جیسے عمر، احمد، اس کا اعراب حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ، جیسے جاءنی احمدُ، وعمرُ اور حالت نصب وجر میں فتحہ کے ساتھ جیسے رأیت احمدَ وعمرَ ومررت باحمدَ وعمرَ۔

چوتھی قسم: اسمائے ستہ مکبرہ موحدہ جو یاء متکلم کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف مضاف ہوں جیسے ابوک اخوک وغیرہ ان کا اعراب حالت رفع میں واو کے ساتھ آتا ہے جیسے جاءنی ابوک اخوک اور حالت نصب میں الف کے ساتھ جیسے رایتُ اباکَ واخاکَ اور حالت جر میں یاء کے ساتھ جیسے مررتُ بابیکَ واخیکَ۔

پانچویں قسم: تثنیہ جیسے رجلان اور کلا و کلتا جب کہ ضمیر کی طرف مضاف ہوں اور اثنان واثنتان، ان کا اعراب حالت رفع میں الف کے ساتھ " جاءنی رجلان کلاھما واثنانِ واثنتانِ اور حالت نصب وجر میں یاء ما قبل مفتوح کے ساتھ، جیسے رایتُ رجلَین وکلیھما واثنَین اثنتَین اور مررتُ برجلَین وکلیھما واثنَین واثنتَین۔

تشریح: فائدہ، لفظ فالمفرد میں فاء تفصیلیہ ہے پہلے صاحب کافیہ نے معرب اور اس کے اعراب کو ذکر کیا

ہے اب اقسام معرب کو ذکر کر رہے ہیں۔

قولہ فَالْمُفْرَدُ الخ | مفرد چار چیزوں کے مقابلے میں آتا ہے (۱) تثنیہ اور جمع کے مقابلے میں (۲) مرکب کے مقابلے میں (۳) جملہ اور شبہ جملہ کے مقابلے میں (۴) مضاف اور شبہ مضاف کے مقابلے میں' اس مقام میں مفرد سے مراد وہ ہے جو تثنیہ اور جمع کے مقابلے میں ہو۔

اعتراض : دیگر مصنفین کی طرح صاحب کافیہ نے مفرد منصرف کے ساتھ الصحیح کی قید کیوں نہ لگائی اس کی مخالفت کی کیا وجہ ہے۔

جواب : الصحیح کی قید اس لئے نہیں لگائی تا کہ جاری مجری صحیح بھی اس میں داخل ہو جائے اگر الصحیح کی قید لگاتے تو جاری مجری صحیح اس سے خارج ہو جاتا۔

فائدہ : اہل صرف کی اصطلاح میں صحیح وہ لفظ ہے جسکے حروف اصلی کی جگہ ھمزہ حرف علت اور دو حرف ایک جنس کے نہ ہوں' اور اصطلاح نحاۃ میں صحیح اسے کہتے ہیں جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو' جیسے زید' اور جاری مجری صحیح وہ اسم ہے جس کے آخر میں واو' یا یا ما قبل ساکن ہو' جیسے دلو ظبی۔

فوائد قیود : لفظ المفرد سے تثنیہ جمع خارج ہو گئے اور المصرف کی قید سے غیر منصرف نکل گیا

قولہ اَلْجَمْعُ الْمُکَسَّرُ الْمُنْصَرِفُ الخ

اعتراض : لفظ المکسر آپ نے جمع کی صفت بنائی ہے حالانکہ جمع کی ہیئت نہیں ٹوٹتی بلکہ واحد کی ہیئت ٹوٹتی ہے جیسے رجل سے رجال۔

جواب : اس میں مکسر مفرد ہی کی صفت ہے لیکن جمع مفرد کے متعلق ہے اسلئے مکسر کو جمع کی صفت بنایا گیا۔

قولہ بِالضَّمَّۃِ رَفْعًا

اعتراض : بالضمہ رفعا الخ کی بجائے اگر اس طرح کہتے بالضمہ و الفتحہ والکسرۃ تو اس میں اختصار کے ساتھ مقصود پر دلالت ہو جاتی۔

جواب : ضمہ فتحہ کسرہ مبنی کے ساتھ خاص ہیں' جب کہ یہاں معرب کی اقسام بیان ہو رہی ہیں اور معرب کا اعراب رفع' نصب' جر آتا ہے رفعا نصبا جرا کی قید اسلئے لگائی تا کہ التباس لازم نہ آئے۔

اعتراض: مفرد منصرف اور جمع مکسر کے لئے اعراب حرکتی کیوں خاص کیا اعراب حرفی کیوں نہ کیا۔

جواب: مفرد تثنیہ جمع میں مفرد اصل ہے اور تثنیہ وجمع فرع ہیں اور اعراب میں اعراب حرکتی اصل ہے اور اعراب حرفی فرع ہے تو اصل کو اصل اعراب دیا گیا اور جمع مکسر اگرچہ اصل نہیں لیکن چونکہ اس کے افراد کثرت سے مفرد کے ہم وزن ہیں جیسے رجال بروزن کلام اس مناسبت سے اسے بھی اصل اعراب دے دیا گیا۔

فوائد قیود: لفظ الجمع سے مفرد و تثنیہ نکل گئے اور مکسر کی قید سے جمع سالم سے احتراز ہو گیا' اور منصرف کی قید سے غیر منصرف نکل گیا۔

قوله اَلْجَمْعُ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمُ الخ

اعتراض: حالت نصبی کو حالت جری کے تابع کرنے کی کیا وجہ ہے اس کے برعکس کیوں نہ کیا یا حالت رفعی کے تابع کر دیتے یا حالت نصب میں فتحہ لے آتے۔

جواب: جمع مونث سالم جمع مذکر سالم کی فرع ہے جب اصل یعنی جمع مذکر سالم میں حالت نصبی کو جری کے تابع کیا تو فرع میں بھی ایسا کر دیا گیا تا کہ تابعیت باقی رہے۔

اعتراض: جب جمع مونث سالم فرع ہے تو اسے فرعی اعراب یعنی اعراب حرفی دینا چاہیے تھا۔

جواب: فرعی اعراب قبول کرنے کے لئے اسم کے آخر میں حرف علت ہونا ضروری ہے اور جمع مؤنث سالم میں چونکہ ایسا نہیں ہے اسلئے اعراب حرفی اس پر نہیں آسکتا۔

فوائد قیود: لفظ الجمع المؤنث سے مذکر نکل گیا اور جب سالم کہا تو جمع مکسر نکل گیا۔

قوله غَيْرُ الْمُنْصَرِف

اعتراض: غیر منصرف میں حالت جر کو حالت نصب کے تابع کیوں کیا اگر حالت جر کو حالت رفع کے تابع کر دیتے تو کیا خرابی لازم آتی یا حالت جری میں کسرہ دیتے۔

جواب: غیر منصرف میں حالت جری کو حالت نصبی کے تابع اس لئے کیا کہ غیر منصرف کی فعل کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت ہے اور فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آتا اس لئے ہم نے حالت جری کو حالت نصبی کے تابع کر دیا تا کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مطابقت ہو جائے۔

اعتراض: غیر منصرف کو حرکتی اعراب کیوں دیا گیا حرفی اعراب کیوں نہیں دیا حالانکہ یہ منصرف کی فرع ہے۔

جواب: احرفِ اعراب کے لئے چونکہ آخر میں حرف علت کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور غیر منصرف کے آخر میں یہ نہیں ہوتا اسلئے اسے حرکتی اعراب دیا گیا۔

جواب: ۲ غیر منصرف کا یہ اعراب فرعی ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ تین حالتوں میں تینوں اعراب آئیں جیسا کہ منصرف میں ہے اور تین حالتوں میں دو اعراب آنا یہ فرع ہے۔

قولہ اَبُوْکَ وَاَخُوْکَ الخ

فائدہ: یہ چھ اسم ہیں کہ اگر ان میں چار شرائط پائی جائیں تو ان کا اعراب واو الف یاء کے ساتھ آتا ہے شرائط مندرجہ ذیل ہیں (۱) واحد ہوں تثنیہ جمع نہ ہوں وگرنہ اعراب تثنیہ وجمع والا ہوگا (۲) مکبرہ ہوں مصغرہ نہ ہوں وگرنہ اعراب بالحرکت ہوگا (۳) مضاف ہوں اگر مضاف نہ ہوں گے تو اعراب بالحرکت ہوگا (۴) یائے متکلم کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف مضاف ہوں اگر یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں گے تو ان کا اعراب اسماء مضافہ الی یاء المتکلم جیسا ہوگا۔

اعتراض: اسماء ستہ مفرد منصرف ہیں ان کا اعراب بالحرکت ہونا چاہیے اعراب بالحرف دینے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: اگر تمام اسماء مفردہ منصرفہ کو حرکتی اعراب دیں' تو ان کے اور تثنیہ وجمع کے درمیان منافرۃ اور بعد شدید قائم ہو جائے گا' حالانکہ نسبت اشتقاق کے اعتبار سے یہ ایک ہی ہیں تو اسلئے ان چھ اسماء کو اعراب حرفی دیدیا گیا تاکہ کچھ مناسبت باقی رہے اور صرف ان چھ اسماء کو اعراب حرفی کے ساتھ خاص کیا گیا کیونکہ تثنیہ جمع ہر ایک کی تین حالتیں ہیں اعراب کے لحاظ سے اسلئے ہر حالت کے ساتھ ایک اسم خاص کر دیا گیا۔

قولہ حَمُوْکِ

اعتراض: حموک بکسر الکاف کہنے کی کیا وجہ ہے باقی اسماء کی طرح اس کو بھی بفتح الکاف کہنا چاہیے تھا۔

جواب: حم عورت کے سسرالی رشتہ دار' مثلاً دیور کو کہتے ہیں تو اس کی نسبت مونث ہی کی طرف ممکن ہے نہ کہ مذکر کی طرف۔

قوله فُوْکَ

فائدہ : اسکی اصل فوہ ہے اس لئے کہ اس کی جمع افواہ آتی ہے اور تصغیر اور جمع سے کسی بھی اسم کی اصل معلوم ہو جاتی ہے پس خلاف قیاس آخر سے ھا کو حذف کر دیا گیا فو رہ گیا پھر اس کو کاف ضمیر کی طرف مضاف کر دیا گیا تو فوک ہو گیا اور اگر کاف ضمیر کی طرف مضاف نہ ہو تو واؤ کو قرب مخرج کی وجہ سے میم میں بدل دیتے ہیں کیونکہ یہ دونوں شفوی ہیں ہونٹوں سے ادا ہوتے ہیں تو فو، فم بن گیا۔

قوله ذُوْ مَالٍ

فائدہ : ذو اصل میں ذوو تھا واو کو خلاف قیاس تخفیفا حذف کر دیا گیا اور یہ لازم الاضافۃ ہے اور ہمیشہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے اس لئے مال کی طرف اضافت کر کے ذومال کہا ہے۔

اعتراض : اسماء ستہ کا اعراب بعض مثالوں میں آپ کے بیان کردہ اعراب کے خلاف آتا ہے جیسے انہی اسماء کی اگر تصغیر ذکر کر دی جائے تو اعراب حرکتی ہوگا اور اسی طرح تثنیہ وجمع ہونے کی حالت میں بھی ان کا اعراب تثنیہ وجمع والا ہوتا ہے ؟

جواب : اسماء ستہ میں دو قیدیں ملحوظ ہیں (۱) مکبرہ ہوں مصغرہ نہ ہوں (۲) مفردہ ہوں تثنیہ جمع نہ ہوں۔

اعتراض : ان اسماء کے ساتھ ہی یہ اعراب کیوں خاص ہے اس سے کم یا زیادہ اسماء میں یہ اعراب کیوں جاری نہیں ہو سکتا۔؟

جواب : تثنیہ اور جمع میں اعراب بالحرف کی تین حالتیں ہوتی ہیں واو الف یاء، اور تثنیہ وجمع میں اعرابی حالتیں کل چھ ہوتی ہیں اس لئے مفرد اسماء میں سے چھ کے ساتھ اعراب حرفی خاص کیا تاکہ ہر حالت کے مقابلے میں ایک ایک مفرد آجائے۔

اعتراض : مصنفؒ نے اسمائے مذکورہ کیلئے کوئی مخصوص نام ذکر کیوں نہیں کیا جیسے مفرد منصرف وغیرہ بلکہ صرف مثالوں پر اکتفاء کیا ہے ؟

جواب : مصنفؒ درپے اختصار ہیں چونکہ دوسری کتب نحو میں ان کی تعریف بیان ہو چکی تھی اسلئے صرف ذکر ستہ پر ہی اکتفا فرمایا۔

قولہ اَلْمُثَنّٰی وَکِلَا

اعتراض : آپ نے کلا کو ذکر کیا کلتا کو ذکر کیوں نہیں کیا حالانکہ کلتا کا بھی یہی اعراب ہے۔

جواب : کلا اصل ہے اور کلتا فرع ہے جب اصل کو ذکر کر دیا گیا تو فرع خود اس کے ضمن میں آگئی۔

قولہ کِلَا مُضَافًا اِلٰی مُضْمَرٍ

اعتراض : کلا میں اضافۃ الی الضمیر کی قید لگانے کی کیا وجہ ہے اس کو مطلق کیوں نہ رکھا یا پھر مثنی اور اثنان اثنتان میں بھی یہ قید ذکر کرتے تاکہ مطابقت ہو جاتی۔

جواب : کلا لفظا مفرد ہے اور معنیً تثنیہ ہے لیکن تثنیہ والا معنی دینے کیلئے مضاف الی المضمر ہونا ضروری ہے اس لئے کلا میں یہ شرط لگائی اور اثنان و اثنتان اور مثنی میں یہ مسئلہ نہ تھا اس لئے قید بھی نہ لگائی۔

قولہ اِثْنَانِ وَاِثْنَتَانِ

اعتراض : مثنی کے ضمن میں کلا کلتا اور اثنان و اثنتان سب داخل ہو جاتے ہیں علیحدہ کیوں ذکر کیا حالانکہ سب در پئے اختصار ہیں۔

جواب : تثنیہ واحد سے بنتا ہے تو کسی چیز کا تثنیہ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اسکا مفرد بھی ہو کلا کلتا اور اثنان اثنتان کا کوئی مفرد نہیں اسلئے الگ ذکر کرنا لغو نہیں ہے۔

اعتراض : جیسے کلا کے ضمن میں کلتا کا ذکر ہو گیا اس طرح اثنان کے ضمن میں اثنتان بھی مذکور ہو گیا تو اثنتان کو علیحدہ ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے۔

جواب: کلا و کلتا میں کلتا کلا کا تابع و ملحق ہے اس لئے مصنف نے اس کو ذکر نہیں کیا بلکہ ذکر متبوع پر اکتفا کیا بخلاف اثنان و اثنتان کے کہ یہ دونوں مستقل وزن ہیں اس لئے ان کو علیحدہ ذکر کرنا ضروری تھا۔

جَمْعُ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ وَاُولُوْ وَ عِشْرُوْنَ وَاَخَوَاتُهَا بِالْوَاوِ وَ الْيَاءِ اَلتَّقْدِيْرُ فِيْمَا تَعَذَّرَ كَعَصًا وَغُلَامِیْ مُطْلَقًا اَوِ اسْتُثْقِلَ كَقَاضٍ رَفْعًا وَّجَرًّا وَنَحْوُ مُسْلِمِیَّ رَفْعًا وَ اللَّفْظِیُّ فِيْمَا عَدَاهُ۔

ترجمہ : جمع مذکر سالم اور الو، عشرون اور اس کے ہم مثلوں (کا اعراب حالت رفعی میں) واؤ (ما قبل مضموم) کے ساتھ اور (حالت نصبی وجری میں) یاء (ما قبل مکسور) کے ساتھ آتا ہے تقدیری اعراب وہاں آتا ہے جہاں (لفظی) اعراب متعذر ہو جیسے عصا اور غلامی میں مطلقا (یعنی تینوں حالتوں میں اعراب تقدیری ہوگا) (یا جہاں لفظی اعراب) ثقیل سمجھا گیا ہو جیسے قاض، رفعی وجری حالت میں (اعراب تقدیری ہوگا) اور مسلمی کی مثل میں رفعی حالت میں (اعراب تقدیری ہوتا ہے) اور لفظی اعراب اس کے علاوہ میں ہوتا ہے۔

تجزیہ عبارت : اعراب اسم کی نو قسموں میں سے بقیہ چار قسموں کا ذکر ہو رہا ہے۔

چھٹی قسم : جمع مذکر سالم جیسے مسلمون اور الو اور عشرون تا تسعون ان کا اعراب حالت رفعی میں واو ما قبل مضموم کے ساتھ آتا ہے، جیسے جاء مسلمونَ جاء الومالٍ وجاء عشرونَ رجلاً اور حالت نصبی وجری میں یاء ما قبل مکسور کے ساتھ، جیسے رایتُ مسلمِینَ ورایتُ عشرِینَ رجلاً مررتُ بمسلمِینَ واُلی مالٍ مررتُ بعشرِینَ رجلاً۔

ساتویں قسم : اسم مقصور جیسے موسیٰ اور عصا، جمع مذکر سالم کے علاوہ کوئی دوسرا اسم جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو، جیسے غلامی، ان کا اعراب تینوں حالتوں میں تقدیری ہوگا جیسے جاء موسیٰ وعصَاو غلامِ رایتُ موسیٰ وعصَا وغلامِ مررتُ بموسیٰ وعصَاوغلامِ ۔

آٹھویں قسم : اسم منقوص جسکے آخر میں یا ہو اور ما قبل مکسور ہو جیسے قاضی اس کا اعراب حالت رفع میں ضمہ تقدیری کے ساتھ جیسے جاءنی قاض اور حالت نصبی میں فتحہ لفظی کے ساتھ جیسے رایتُ قاضیًا اور حالت جری میں کسرہ تقدیری کے ساتھ جیسے مررتُ بقاضٍ ۔

نویں قسم : جمع مذکر سالم جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے مسلمی اس کی حالت رفعی واو تقدیری کے ساتھ جیسے ھولاء مسلمِیَّ اور حالت نصب وجر میں یاء ما قبل مکسور کے ساتھ جیسے رایتُ مسلمِیَّ، مررتُ بمسلمِیَّ۔

قولہ وَاللَّفظِیُّ فِیمَا عَدَاہُ | اور تقدیری اعراب کے علاوہ باقی سب اعراب لفظی ہیں۔

تشریح : قولہ جَمعُ المُذَکَّرِ السَّالِمُ الخ

اعتراض : جب جمع مذکر سالم کا ذکر کر دیا تو الو اور عشرون بھی اس میں آگئے اسے علیحدہ ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب : جمع اسے کہتے ہیں جو واحد سے بنائی گئی ہو اور اولو اور عشرون کا کوئی واحد نہیں جس سے یہ بنائے جائیں۔

اعتراض : یہ کیسے ممکن ہے کہ عشرون کا کوئی واحد نہ ہو حالانکہ ہر جمع کے لئے مفرد کا ہونا ضروری ہوتا ہے لہذا ہو سکتا ہے کہ عشرون عشرۃ کی جمع ہو اسی طرح ثلثون وار بعون وغیرہ کو سمجھنا چاہیے ؟

جواب : ۱ عشرون کو عشرۃ کی جمع ماننا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ جمع کے اقل افراد تین ہوتے ہیں 'اگر عشرون کو عشرۃ کی جمع مانیں تو اس میں عشرۃ کے کم از کم تین افراد ہوں گے جو کہ تیس ہو جائیں گے اس طرح عشرون اصل عدد سے بڑھ جائے گا اسی طرح ثلثون کو ثلثہ کی جمع مانیں تو اس کی اقل جمع تین افراد ثلثہ ہوں گے جو کہ نو ہوتے ہیں تو اس طرح ثلثون کا اطلاق نو پر درست ہونا چاہیے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

جواب : ۲ جمع میں تعیین نہیں ہوتی مثلا مسلمون کا اطلاق تین پر بھی ہو سکتا ہے چار پر بھی دس پر بھی جب کہ عشرون وغیرہ میں تعیین ہے مثلا عشرون کا اطلاق بیس سے کم پر نہیں ہوتا اس لئے یہ جمع میں داخل نہیں۔

قولہ اَلتَّقْدِیْرُ

اعتراض : تقدیری اعراب کو اعراب لفظی پر مقدم کیوں کیا حالانکہ اعراب تقدیری اعراب لفظی کی فرع ہے تو اصل کو مقدم کرنا چاہیے تھا ؟

جواب : ۱ اس صورت سے تعبیر کرنے میں اختصار اور سہولت ہے کیونکہ اعراب تقدیری کے افراد قلیل ہیں 'ان کو شمار کرنا آسان ہے 'بخلاف لفظی کے کہ اس کے افراد کثیر ہیں تو تقدیری کے قلیل اعراب ذکر کر کے کہہ دیا کہ اس کے علاوہ سب اعراب لفظی ہیں۔

جواب : ۲ اعراب لفظی بمنزلہ کل کے ہے اور تقدیری بمنزلہ جزء کے ہے 'اور ہمیشہ جزء کل سے مقدم ہوتا ہے اسلئے تقدیری اعراب کو لفظی پر مقدم کر دیا۔

قولہ فِیمَا تَعَذَّرَ

اعتراض : آپ نے لفظی اعراب کے متعذر ہونے کو اعراب تقدیری آنے کا سبب قرار دیا ہے تو اسماء مبنیہ فعل ماضی 'امر حاضر معروف اور حروف پر بھی لفظی اعراب آنا متعذر ہے ان کا اعراب بھی تقدیری ہونا چاہیے جب کہ ایسا نہیں ہے ؟

جواب: فیما تعذر میں ما موصولہ ہے یعنی اعراب تقدیری اس اسم معرب میں ہوتا ہے جس میں اعراب لفظی متعذر ہو اس لئے کہ اعراب تقدیری صرف اسم معرب میں ہوتا ہے مبنی میں اعراب تقدیری نہیں بلکہ محلاً ہوتا ہے تو یہ صرف اسماء معربہ کو شامل ہے افعال اور اسماء مبنیہ اس میں داخل نہیں۔

اعتراض: متعذر کا معنی مشکل ہے' تو مطلب یہ ہوا کہ مشکل تو ہے لیکن اگر کوشش کی جائے تو اعراب لفظی آسکتا ہے تو کوشش کر کے اعراب لفظی لانا چاہیے؟

جواب: تعذر کے دو معنی ہیں (۱) مشکل (۲) ممتنع اس جگہ دوسرا معنی مراد ہے۔

اعتراض: جب اعراب لفظی متعذر ہے تو اس کو مبنی میں ذکر کرنا چاہیے معرب میں شمار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: ان اسماء پر اعراب آتا تو ہے اگرچہ تقدیراً ہو جب کہ مبنی پر نہ تقدیری اعراب آتا ہے نہ لفظی۔

قوله وَغُلامِی مُطْلَقًا

اعتراض: آپ نے کہا غلامی پر تینوں حالتوں میں اعراب تقدیری آتا ہے حالانکہ حالت جری میں تو اس پر کسرہ لفظی آتا ہے جیسے مررت بغلامی؟

جواب: غلامی پر حالت جری میں کسرہ عامل کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ اگر عامل جر کو ہٹا دیا جائے تو بھی اس پر کسرہ رہتا ہے حالانکہ عامل کی شان ہے کہ جب وہ ہٹتا ہے تو اعراب بھی ہٹ جاتا ہے معلوم ہوا کہ کسرہ عامل جار کی وجہ سے نہیں۔

قوله مُطْلَقًا

فائدہ: مطلقاً یا تو منصوب ہے مصدر ہمی ہونے کی وجہ سے 'اطلاق کے معنی میں ہے' تو یہ مفعول مطلق ہے اطلق فعل محذوف کا 'یعنی اطلق اطلاقا' اور یا یہ منصوب ہے عصا و غلامی سے حال ہونے کی بنا پر۔

قوله وَاسْتُثْقِلَ کَقَاضٍ

اعتراض: اسم منقوص کا اعراب حالت نصبی میں لفظی کیوں ہے؟ تینوں حالتوں کا اعراب تقدیری کیوں نہیں آتا؟

جواب: حالت نصبی میں لفظی اعراب اس لئے آتا ہے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے یاء پر اسے پڑھنا مشکل نہیں ہے' بخلاف ضمہ کسرہ کے کہ ان کا یاء پر پڑھنا ثقیل ہے اس لئے حالت نصبی میں اعراب لفظی دیا۔

قولہ وَنَحْوُ مُسْلِمِیَّ

اعتراض: نحو مسلمی کہنے کی کیا ضرورت تھی صرف ومسلمی کہہ دینا کافی تھا جیسے غلامی کا عصا پر عطف واو کے ساتھ ہے ایسے یہاں بھی کافی تھا۔

جواب: اگر ومسلمی کہتے تو اس سے وھم ہو سکتا تھا کہ جیسے قاض پر اعراب حرکتی ثقیل ہے اسی طرح مسلمی پر بھی حرکتی اعراب ثقیل ہے حالانکہ مسلمی پر اعراب حرفی ثقیل ہے اعراب حرکتی ثقیل نہیں اس فرق کے لئے نحو کو ذکر کیا گیا

فائدہ : ۱ لفظ نحو پر تین اعراب پڑھ سکتے ہیں اگر اس کو مرفوع پڑھیں تو یہ مبتدا محذوف کی خبر ہوگا اور اگر اسے منصوب پڑھیں تو یہ مصدر محذوف کی صفت ہوگی اور مجرور پڑھیں تو اس کا عطف قاض پر ہوگا۔

فائدہ : ۲ لفظ نحو کو ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ صرف اسی مثال میں حالت رفعی میں اعراب تقدیری نہ ہوگا بلکہ ہر جمع مذکر سالم مضاف بیائے متکلم کا اعراب حالت رفعی میں تقدیری ہوگا۔

فائدہ : ۳ مسلمی اصل میں مسلمون تھا جب اس کی اضافت یائے متکلم کی طرف ہوئی تو جمع کا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا مسلموی رہ گیا اور واؤ اور یا جمع ہوئے ان میں سے پہلا ساکن ہے تو مرمیٌ کے قاعدے سے واو کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا مسلمیُّ ہو گیا پھر یاء کی مناسبت سے ماقبل میم کو کسرہ دیا مسلِمِیّ ہو گیا۔

اعتراض: مسلمیّ کا اعراب حالت نصبی وجری کی طرح حالت رفعی میں بھی لفظی کیوں نہیں آتا۔

جواب: حالت رفعی میں اعراب لفظی اسوجہ سے نہیں آتا کہ جب ایک حرف کو دوسرے حرف میں بدل دیا جائے تو اس حرف کی حقیقت ختم ہو جاتی ہے جیسے جاء مسلمی میں واو کو یاء سے بدل دیا گویا واو کی حقیقت ختم ہو گئی اسلئے حالت رفعی میں اعراب تقدیری آتا ہے لیکن ایک حرف کو دوسرے میں مدغم کر لینے سے اس کی حقیقت ختم نہیں ہوتی جیسے حالت نصبی وجری میں گویا یاء کو یاء میں ادغام کر لینے سے یاء کی حقیقت ختم نہیں ہوئی اس بنا پر اعراب لفظی آتا ہے۔

قولہ فِیمَا عَدَاہُ

اعتراض: فیما عداہ میں ضمیر استثقل اور تعذر کی طرف راجع ہے اس اعتبار سے فیما عداھما کہنا چاہیے تاکہ راجع اور مرجع میں مطابقت ہو جاتی۔

جواب: تعذر اور استثقل مذکور کی تاویل میں ہو کر مفرد ہیں اس لئے مفرد کی ضمیر ان کی طرف لوٹانا بالکل درست ہے۔

غَیْرُ الْمُنْصَرِفِ

غَیْرُ الْمُنْصَرِفِ مَا فِیْهِ عِلَّتَانِ مِنْ تِسْعٍ اَوْ وَاحِدَةٌ مِّنْهَا تَقُوْمُ مَقَامَهُمَا وَهِیَ شعر عَدْلٌ وَّوَصْفٌ وَّتَانِیْثٌ وَّمَعْرِفَةٌ - وَعُجْمَةٌ ثُمَّ جَمْعٌ ثُمَّ تَرْکِیْبٌ وَالنُّوْنُ زَائِدَةً مِنْ قَبْلِهَا اَلِفٌ - وَوَزْنُ فِعْلٍ وَّهٰذَا الْقَوْلُ تَقْرِیْبٌ - مِثْلُ عُمَرَ وَاَحْمَرَ وَطَلْحَةَ وَزَیْنَبَ وَاِبْرَاهِیْمَ وَمَسَاجِدَ وَمَعْدِیْکَرَبَ وَ عِمْرَانَ وَ اَحْمَدَ وَحُکْمُهٗ اَنْ لَّا کَسْرَةَ وَلَا تَنْوِیْنَ -

ترجمه : غیر منصرف وہ (اسم) ہے جس میں نو اسباب میں سے دو سبب پائے جائیں یا ایک سبب پایا جائے جو دو سببوں کے قائم مقام ہو اور وہ (اسباب) یہ ہیں (جو مذکورہ بالا شعر میں بیان ہیں) عدل' وصف' تانیث اور معرفہ اور عجمہ اور جمع پھر ترکیب پھر نون زائدہ جس سے پہلے الف ہو اور وزن فعل اور یہ قول حق کے زیادہ قریب ہے (ان کی مثالیں) جیسے عمر' احمر' طلحہ' زینب' ابراھیم' مساجد' معدیکرب' عمران' احمد اور اس کا (غیر منصرف کا) حکم یہ ہے کہ (اس پر) کسرہ اور تنوین نہیں آتی۔

تجزیہ عبارت :اسم کی دو قسمیں ہیں (۱) منصرف (۲) غیر منصرف

یہاں سے مصنفؒ غیر منصرف کی تعریف کرتے ہیں- غیر منصرف وہ اسم ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب پائے جائیں یا ایک ایسا سبب ہو جو دو سببوں کے قائم مقام ہو- اسباب منع صرف نو ہیں عدل' وصف' تانیث معرفہ' عجمہ' جمع' ترکیب' الف نون زائد تان' وزن فعل ان کی مثالیں یہ ہیں،

عمر میں دو سبب عدل اور علم پائے جاتے ہیں- احمر میں وصف اور وزن فعل ہیں اور طلحہ میں تانیث لفظی اور علم پائے جاتے ہیں اور زینب میں تانیث معنوی اور علم ہیں اور ابراھیم میں عجمہ اور علم پائے جاتے ہیں مساجد میں جمع منتھی الجموع ہے جو اکیلا دو سببوں کے قائم مقام ہے اور معدیکرب میں ترکیب اور علم ہیں اور عمران میں الف نون زائد تان اور علم پائے جاتے ہیں- احمد میں وزن فعل اور علم ہیں اور غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر تنوین اور کسرہ نہیں آتا-

تشریح: اعتراض منصرف اصل ہے اور غیر منصرف اس کی فرع ہے آپ نے غیر منصرف کو منصرف پر مقدم کیوں کیا حالانکہ اصل فرع پر مقدم ہوتی ہے؟

جواب: ۱ غیر منصرف کے افراد قلیل ہیں اور منصرف کے افراد کثیر ہیں تو اختصار اور سہولت اس میں ہے کہ غیر منصرف ذکر کر کے کہہ دیا جائے کہ باقی سب منصرف ہیں۔

جواب: ۲ غیر منصرف بمنزلہ جزء کے ہے اور منصرف بمنزلہ کل کے ہے اور جزء کل پر طبعاً مقدم ہوتا ہے تو وضعاً بھی مقدم کر دیا گیا تاکہ وضع طبع کے مطابق ہو جائے۔

جواب: ۳ منصرف کا سمجھنا غیر منصرف کے سمجھنے پر موقوف ہے اور موقوف علیہ ہمیشہ موقوف سے مقدم ہوتا ہے اس لئے غیر منصرف کو منصرف پر مقدم کیا۔

اعتراض: آپ نے کہا غیر منصرف وہ ہے جس میں اسباب منع صرف کے سببوں میں سے دو سبب پائے جائیں جب کہ بعض مثالوں میں دو سبب موجود ہیں مگر آپ انہیں غیر منصرف نہیں کہتے ہیں جیسے ضَرَبَتْ اس میں تانیث اور وصف دو سبب ہیں مگر اسے غیر منصرف نہیں کہا جاتا؟

جواب: ما سے مراد اسم ہے کیونکہ غیر منصرف اور منصرف اسم کی قسمیں ہیں اور ضربت فعل کا صیغہ ہے۔

اعتراض: بعض مثالیں ایسی ہیں کہ اسم میں دو سبب پائے جا رہے ہیں مگر اسے غیر منصرف نہیں کہا جاتا جیسے حضاری اور طماری ان میں علمیت اور تانیث دو سبب ہیں پھر بھی یہ غیر منصرف نہیں؟

جواب: اسم سے اسم معرب مراد ہے کیونکہ منصرف وغیر منصرف اسم معرب کی قسمیں ہیں اور حضاری طماری معرب نہیں بلکہ مبنی ہیں اس بنا پر ہم نے ان کو غیر منصرف نہیں کہا۔

قولہ فِيْهِ عِلَّتَانِ

اعتراض: بعض مثالیں ایسی ہیں کہ اسم معرب بھی ہے اور دو سبب بھی پائے جاتے ہیں مگر غیر منصرف نہیں جیسے قائمۃ میں وصف اور تانیث لفظی ہے اسی طرح نوح میں دو سبب علمیت اور عجمہ پائے جاتے ہیں مگر غیر منصرف نہیں ہے؟

جواب: اسباب منع صرف سے ہماری مراد یہ ہے کہ دونوں سبب مؤثر بھی ہوں اور جبکہ قائمۃ میں تانیث مؤثر نہیں

کیونکہ تانیث کے لئے علمیت کا ہونا شرط ہے اسی طرح عجمہ اور علمیت اس وقت مؤثر ہو کر سبب بن سکتے ہیں جب کہ دو میں سے ایک شرط پائی جائے (۱) اسم تین حروف سے زائد ہو جیسے ابراہیم اور نوح تین حروف سے زائد نہیں ہے (۲) اگر اسم تین حرفی ہو تو درمیان والا حرف متحرک ہو جیسے شتر اور نوح محترک الاوسط بھی نہیں لہذا منصرف ہوگا۔

قوله تَقُومُ مَقَامَهُمَا

اعتراض: قیام ذی روح اور ذی جسد کی صفت ہے جب کہ اسباب منع صرف اعراض ہیں تو قیام ان کی صفت کیسے ہو سکتی ہے؟

جواب: قیام کے دو معنی ہیں (۱) قائم ہونا (۲) مؤثر ہونا جب ذی روح کی صفت ہو تو معنی اول یعنی قیام مراد ہوتا ہے اور جب معنوی اشیاء کی صفت ہو تو معنی ثانی یعنی مؤثر ہونا اور ثابت ہونا مراد ہوتا ہے تو یہاں معنی ثانی مراد ہے۔

فائدہ: ۱ یہ شعر ابو سعید انباری نحوی کوفی کے ہیں اور شعر میں اس لئے بیان کیا ہے کہ شعر کو یاد کرنا بنسبت نثر کے زیادہ آسان ہے۔

فائدہ: ۲ عدل وصف وغیرہ بذات خود اسباب منع صرف میں سے نہیں ہیں بلکہ ان کا مصدری معنی یعنی عدل کا ہونا اور وصف کا ہونا یہ اسباب منع صرف میں سے ہیں۔

قوله وَهِيَ شَعر

اعتراض: ھی مبتدا ہے اور عدل وصف الخ خبر ہے اور مبتدا خبر میں تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت ضروری ہے جب کہ یہاں مبتدا مؤنث اور خبر مذکر ہے؟

جواب: مبتدا کی خبر شعر عدل و وصف الخ نہیں بلکہ اس کی خبر محذوف ہے اور وہ مجتمعۃ فی ھذا الشعر ہے اس طرح مطابقت ہو گئی۔

قوله ثُمَّ جَمْعٌ ثُمَّ تَرْكِيبٌ الخ

اعتراض: شعر میں بعض جگہ عطف واؤ کے ساتھ ہے اور کہیں ثم کے ساتھ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ضرورت شعری کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے تاکہ شعر کا وزن برقرار رہے۔

اعتراض: ثم تراخی کے لئے آتا ہے مطلب یہ ہوا کہ عدل وصف تانیث معرفہ عجمہ پہلے سبب بنتے ہیں اور جمع چھٹے نمبر پر اور ترکیب ساتویں نمبر پر سبب بنتے ہیں حالانکہ ہم مساجد اور معدیکرب میں دیکھتے ہیں جمع اور ترکیب پائی جا

رہی ہے لیکن اس میں عدل اور وصف نہیں پایا گیا۔

جواب: جس طرح واؤ مطلق عطف کیلئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح بعض مرتبہ ثم بھی مطلق عطف کیلئے آتا ہے تو یہاں ثم مطلق عطف کے لئے ہے تراخی کے لئے نہیں۔

قوله وَالنُّوْنُ زَائِدَةً الخ

فائدہ: زائدۃ پر رفع اور نصب دونوں اعراب پڑھ سکتے ہیں اگر مرفوع پڑھیں تو یہ صفت ہوگی النون موصوف کی اور اگر منصوب پڑھیں تو یہ حال ہوگا النون سے جو کہ تمنع فعل مقدر کا فاعل ہے۔

اعتراض: رفع کی صورت میں زائدۃ کو النون کی صفت قرار دیا گیا ہے حالانکہ موصوف معرف باللام ہے اور صفت نکرہ ہے؟

جواب: النون پر الف لام برائے تعریف نہیں بلکہ زائد ہے تو موصوف وصفت میں مطابقت پائی گئی۔

اعتراض: نصب کی صورت میں زائدۃ کو حال کہا گیا ہے حال یا تو فاعل سے ہوتا ہے یا مفعول سے النون فاعل ہے نہ مفعول ہے؟

جواب: النون سے پہلے تمنع فعل مقدر ہے اور النون اس کا فاعل ہے لہذا زائدۃ کو النون سے حال بنانا صحیح ہے۔

قوله وَهٰذَا الْقَوْلُ تَقْرِيْبٌ

اعتراض: هٰذَا الْقَوْلُ مبتدا اور تقریب مصدر خبر ہے اور مصدر وصف کی قبیل سے ہوتا ہے اور وصف ذات پر محمول نہیں ہو سکتا لہذا تقریب کا حمل و ہذا القول پر صحیح نہیں ہے؟

جواب: تقریب اصل میں تقریبی تھا اسکے آخر سے یاء نسبت کو حذف کر دیا گیا اصل وضع کے اعتبار سے یہ ذات ہے اسلئے حمل صحیح ہے۔

فائدہ: تقریب میں تین قول ہیں۔

۱۔ان اسباب کو نظم میں بیان کرنا حفظ کے زیادہ قریب ہے کیونکہ نظم کا یاد کرنا بنسبت نثر کے زیادہ آسان ہوتا ہے تو مطلب ہوگا هذا القول تقريب الى الحفظ۔

۲۔بعض نحاۃ کہتے ہیں کہ اسباب منع صرف گیارہ ہیں نو مذکورہ بالا' دسواں تنکیر کے بعد وصف اصلی کا اعتبار کرنا

گیار ہواں ہر وہ الف جو الف تانیث کے مشابہ ہو جیسے اشیاء کا الف یہ حمراء کے الف کے مشابہ ہے اور ارمی کا الف حبلی کے مشابہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اسباب منع صرف دو ہیں ۱-ترکیب ۲-حکایت،

یعنی فعل کو اسم کی طرف منتقل کرنا اور بعض کہتے ہیں کہ نو ہیں اگر دو سبب مانے جائیں تو یہ تفریط ہے اور گیارہ ماننا افراط ہے تو خیر الامور اوسطھا پر عمل کرتے ہوئے نو کا قول اختیار کرنا اقرب الی الصواب ہے۔

۳-نو اسباب میں سے ہر ایک کو سبب کہنا یہ قول مجازی ہے حقیقی نہیں ہے کیونکہ غیر منصرف بننے کے لئے دو سبب کا ہونا ضروری ہے تو فی الحقیقۃ سبب دونوں کا مجموعہ ہوا ایک کو سبب کہنا تقریبی قول ہے یعنی مجازی

شعر

عَدْلٌ وَّوَصْفٌ وَّ تَانِيْثٌ وَّمَعْرِفَةٌ ☆ وَعُجْمَةٌ ثُمَّ جَمْعٌ ثُمَّ تَرْكِيْبٌ

وَالنُّوْنُ زَائِدَةً مِنْ قَبْلِهَا اَلِفٌ ☆ وَوَزْنُ فِعْلٍ وَهٰذَا الْقَوْلُ تَقْرِيْبٌ

ترکیب: وَهِيَ شِعْرٌ الخ

واؤ استینافیہ یا اعتراضیہ ھی محلا مرفوع مبتدا راجع الی تسعہ 'عدل معطوف علیہ وصف' تانیث 'معرفہ الخ معطوفات معطوف علیہ اپنے تمام معطوفات سے مل کر یہ خبر ہوئی مبتدا کی مبتدا اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا یہ جملہ یا مستانفہ ہے یا معترضہ لامحلھا من الاعراب۔

والنون زائدۃ اس کی دو ترکیبیں ہیں (۱) فاضل ہندی نے کہا زائدۃ مرفوع ہو کر نون کی صفت ہے موصوف صفت سے مل کر معطوف ہو گا اس ترکیب پر شبہ یہ ہے کہ موصوف صفت میں تعریف و تنکیر کی مطابقت نہیں پائی جاتی اگرچہ اس کا جواب دیا گیا کہ النون پر الف لام عہد ذھنی کا ہے لیکن یہ تکلف ہے۔

(۲) زائدۃ منصوب ہو کر حال واقع ہو النون سے ذوالحال اپنے حال سے مل کر معطوف واقع ہو گا اس ترکیب پہ شبہ ہے کہ حال تو فاعل یا مفعول سے واقع ہوتا ہے اور النون نہ فاعل ہے نہ مفعول اس کا جواب یہ ہے کہ النون فاعل ہے فعل محذوف کا اصل میں یوں تھا و تمنع النون زائدۃ پھر اعتراض ہوتا ہے حال اور ذوالحال میں تذکیر و تانیث کی مطابقت کا ہونا ضروری ہے یہاں نہیں پائی جاتی۔

جواب: النون کلمۃ النون کی تاویل میں ہے لہذا تذکیر و تانیث میں مطابقت پائی گئی۔

من قبلھا الف اس کی تین ترکیبیں ہیں

۱- پہلی ترکیب : من قبلہا کا متعلق محذوف ہے اور الف اس متعلق محذوف کا فاعل ہے ای ثبت من قبلہا الف۔

۲- دوسری ترکیب : الف مبتداء ہے اور من قبلہا خبر مقدم ای الف ثابت من قبلہا - پھر یہ جملہ حال مترادفہ ہے النون سے یا حال متداخلہ ہے زائدۃ کی ضمیر سے لیکن یہ دونوں ترکیبیں ضعیف ہیں ضعف کی وجہ یہ ہے کہ الف 'نون دونوں زائد ہوتے ہیں اس لئے ان کو الف ونون زائد تان کہا جاتا ہے مگر ان دونوں ترکیبوں میں نون کا زائد ہونا سمجھا جاتا ہے الف کا زائد ہونا سمجھ میں نہیں آتا ہے صرف اتنا سمجھ میں آتا ہے کہ نون زائد ہو اور اس سے پہلے الف ہو۔

۳ : تیسری ترکیب : صحیح ترکیب یہ ہے کہ الف زائدہ کا فاعل اور من قبلہا ظرف زائدۃ کے متعلق ہے تو معنی یہ ہوگا اور منع کرتا ہے نون انصراف کو دراں حالانکہ اس سے پہلے الف زائد ہے۔

اس پر سوال ہوتا ہے کہ اس سے فقط الف کا زائد ہونا سمجھ میں آتا ہے نون کا زائد ہونا سمجھ میں نہیں آتا ؟

جواب : جواب سے قبل تمہید کے طور پر ایک مثال سمجھیں جیسے جب کہا جائے جاءنی زید راکباً من قبل اخوہٗ آیا میرے پاس زید اس حال میں کہ وہ سوار تھا اس سے پہلے اس کا بھائی۔

اس سے دو باتیں سمجھی جاتی ہیں (۱) کہ زید اور اس کے بھائی کی وصف رکوب میں شرکت کہ دونوں سوار تھے (۲) بھائی کا تقدم وقبلیت وصف رکوب میں یعنی زید کا بھائی پہلے سوار ہوا اور زید بعد میں فرق یہ ہے کہ بھائی کا سوار ہونا راکباً کی نسبت سے سمجھا جاتا ہے جو اخو کی طرف ہے اور زید کا سوار ہونا عرف سے سمجھا جاتا ہے اسی طرح والنون زائدۃ من قبلہا الف میں بھی الف اور نون دونوں وصفِ زائد میں شریک ہیں الف وصفِ زائد میں نون پر مقدم ہے چونکہ ترکیب میں الف پہلے ہوتا ہے تو پہلے یہ زائد ہوگا پھر نون لہذا اس سے نون اور الف دونوں کا زائد ہونا سمجھا جاتا ہے الف کا زائدہ کی نسبت سے اور نون کا عرف کے لحاظ سے۔

وَهٰذَا الْقَوْلُ تَقْرِيْبٌ الخ واو استنافیہ یا اعتراضیہ ھذا میں ھا حرف تنبیہ ذا اسم اشارہ مرفوع المحل مبتدا القول ھذا کی صفت یا بدل یا عطف بیان تقریب مبتدا کی خبر 'مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ لا محل لھا من الاعراب جملہ مستانفہ یا معترضہ ہونے کی وجہ سے۔

اعتراض : حمّہ مبتداء اور ان لا کسرۃ ولا تنوین خبر ہے اور قاعدہ ہے کہ جب خبر جملہ ہو تو اس میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو کہ مبتدا کی طرف لوٹتی ہو یہاں ان لا کسرۃ ولا تنوین میں کوئی ضمیر نہیں جو مبتدا کی طرف لوٹ

رہی ہو؟

جواب: ان لاکسرۃ ولا تنوین میں ضمیر محذوف ہے اصل عبارت اس طرح ہے ان لاکسرۃ ولا تنوین فیہ تو خبر میں ضمیر محذوف ہے۔

قولہ: حُکْمُہٗ الخ

اعتراض: غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہ آنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین اسلئے نہیں آتی کہ یہ فعل ماضی کے مشابہ ہے جیسے فعل ماضی پر کسرہ اور تنوین نہیں آتی اسی طرح غیر منصرف پر بھی کسرہ اور تنوین نہیں آتے۔

اعتراض: غیر منصرف فعل ماضی کے مشابہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ فعل ماضی عامل بھی ہے اور مبنی بھی جب کہ غیر منصرف نہ عامل ہے نہ مبنی؟

جواب: مشابہت کی تین قسمیں ہیں (۱) اعلیٰ (۲) وسطیٰ (۳) ادنیٰ۔

مشابہت اعلیٰ یہ ہے کہ عامل بھی ہو اور مبنی بھی جیسے اسماء افعال روید اور ھیھات وغیرہ یہ عامل بھی ہیں اور مبنی بھی۔
مشابہت وسطیٰ یہ ہے کہ عامل ہو لیکن مبنی نہ ہو جیسے اسم فاعل عامل ہے لیکن مبنی نہیں۔
مشابہت ادنیٰ یہ ہے کہ نہ عامل ہو نہ مبنی ہو جیسے غیر منصرف تو یہاں غیر منصرف اور فعل کے درمیان فرعی اعتبار سے مشابہت ہے جیسے فعل دو چیزوں کی فرع ہے یعنی مشتق منہ اور فاعل کی کیونکہ فعل مشتق منہ اور فاعل کی طرف محتاج ہوتا ہے تو محتاج ہونا یہ فرع ہے اسلئے فعل ان دو چیزوں میں فرع ہوا اسی طرح غیر منصرف کا ہر سبب کسی نہ کسی کی فرع ہے مثلاً عدل معدول کی فرع ہے۔ وصف موصوف کی اور تانیث تذکیر کی فرع ہے اور معرفہ نکرہ کی فرع ہے اور ترکیب افراد کی فرع ہے عجمہ عربی کی فرع ہے اور جمع واحد کی اور الف نون زائدتان اس کی فرع ہے جس پر یہ زائد کئے گئے ہیں اور وزن فعل وزن اسم کی فرع ہے گویا کہ ہر سبب کسی نہ کسی کی فرع ہے تو جس اسم میں دو سبب پائے جائیں گے اس میں دو فرعیں پائی جائیں گی تو یہ فعل کے مشابہ ہو گیا۔

وَيَجُوْزُ صَرْفُهٗ لِلضَّرُوْرَةِ اَوْ لِلتَّنَاسُبِ مِثْلُ سَلَاسِلَا وَّاَغْلَالًا وَمَا يَقُوْمُ مَقَامَهُمَا اَلْجَمْعُ وَاَلِفَا التَّانِيْثِ

ترجمہ : اور جائز ہے اس (غیر منصرف) کو منصرف بنانا ضرورت (شعری) کی وجہ سے یا مناسبت کی وجہ سے جیسے سلاسلا واغلالا اور جو سبب دو سببوں کے قائم مقام ہوتے ہیں وہ جمع منتہی الجموع اور تانیث کے دو الف ہیں -

تجزیہ عبارت : یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ضرورت شعری یا مناسبت کی وجہ سے غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کرنا جائز ہے یعنی غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین لا سکتے ہیں جیسے سلاسلا کو اغلالا کی مناسبت سے تنوین لا کر منصرف کے حکم میں کر دیا اور ومایقوم الخ سے یہ بتایا کہ اکیلا سبب جو دو کے قائم مقام ہو سکتا ہے ان میں سے ایک جمع منتہی الجموع ہے جیسے مساجد اور مصابیح اور دوسرا تانیث کے دونوں الف الف ممدودہ والف مقصورہ ہیں۔

تشریح : قوله يَجُوزُ الخ

اعتراض : آپ نے کہا غیر منصرف کو منصرف بنانا مطلقاً جائز ہے جب کہ ضرورت کی وجہ سے غیر منصرف کو منصرف بنانا واجب ہے اور تناسب کے لئے جائز ہے تو جواز کا قول ان دونوں کو کیسے شامل ہوگا -

جواب : یجوز یہاں یصح کے اور یمکن کے معنی میں ہے اور صحت وامکان وجوب اور جواز دونوں کو شامل ہے -

قوله لِلضَّرُورَةِ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے-

اعتراض : آپ نے غیر منصرف کا یہ حکم بیان کیا کہ اسپر کسرہ اور تنوین نہیں آتی جب کہ بعض مثالوں میں غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین آرہی ہے مثلاً حضرت فاطمہؓ کا شعر جو انہوں نے اپنے والد ماجد آنحضرت ﷺ کی وفات پر کہا تھا

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبٌ لَوْ أَنَّهَا　　　صُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

یعنی آپؐ کی وفات کے بعد مجھ پر مصائب کے ایسے پہاڑ ٹوٹ پڑے کہ اگر وہ دنوں پر گرتے تو دن تاریک راتیں بن جاتے اس شعر میں مصائب غیر منصرف ہے جمع منتہی الجموع کا وزن ہونے کے باوجود اس پر تنوین آرہی ہے -

جواب : وزن شعر کو برقرار رکھنے کے لئے مصائب پر تنوین لے آئے اگر تنوین نہ لاتے تو شعر کا وزن برقرار نہ رہتا-

اعتراض : بعض مثالوں میں ضرورت شعری بھی نہیں اسکے باوجود غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کیا گیا ہے جیسے حضرت علیؓ کا شعر

سَلَامٌ عَلَى خَيْرِ الْأَنَامِ وَسَيِّدٍ　　　حَبِيبِ اِلٰهِ الْعٰلَمِيْنَ مُحَمَّدٍ
بَشِيْرٍ نَذِيْرٍ هَاشِمِيٍّ مُكَرَّمٍ　　　عَطُوْفٍ رَؤُفٍ مَنْ يُّسَمّٰى بِاَحْمَدٍ

احمد غیر منصرف ہے اس میں وزن فعل اور علمیت دو سبب ہیں مگر پھر بھی کسرہ آرہا ہے اور ضرورت شعری بھی نہیں کیونکہ وزن فتحہ کی صورت میں بھی سالم رہتا ہے۔

جواب: ضرورت شعری صرف سلامت وزن میں منحصر نہیں بلکہ سلامت قافیہ بھی ضرورت شعری میں داخل ہے اگر احمد کو مفتوح پڑھا جائے تو قافیہ سلامت نہیں رہتا کیونکہ پیچھے محمد پر کسرہ آرہا ہے۔

اعتراض: ہم ایسی مثال پیش کرتے ہیں کہ وہاں وزن شعری کی حفاظت کا مسئلہ ہے نہ قافیہ بندی کا مگر غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کیا جارہا ہے جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں

أَعِدْ ذِكْرَ نُعْمَانٍ لَنَا اِنَّ ذِكْرَهُ هُوَ الْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهُ يَتَضَوَّعُ

نعمان غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں علمیت اور الف نون زائدتان پائے جاتے ہیں اور کسی قسم کی ضرورت شعری بھی نہیں ہے مگر کسرہ اور تنوین آرہے ہیں؟

جواب: اگر نعمان کو مفتوح بغیر تنوین کے پڑھیں تو اس میں زحاف واقع ہو جائے گا جس سے بچنا سلامت شعر کے لئے ضروری ہے زحاف علم عروض کی ایک اصطلاح ہے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ مناسبت کی وجہ سے غیر منصرف کو منصرف بنانا جائز ہے تو مناسبت کے اندر تعمیم ہے خواہ مناسبت لفظی ہو یا معنوی تو سلاسل کو جو اغلالا کی مناسبت سے منصرف بنایا گیا ہے ان میں لفظی مناسبت تو یہ ہے کہ سلاسل اکثر اغلالا کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جو کہ منصرف ہے اس وجہ سے سلاسل کو منصرف کر دیا گیا اور معنوی مناسبت یہ ہے کہ سلاسل کا معنی زنجیریں اور اغلالا کا معنی طوق ہے دونوں لوہے کے ہوتے ہیں اور دونوں سے مقصود سزا ہے فرق صرف یہ ہے کہ سلاسل پاؤں میں ڈالی جاتی ہیں اور اغلال گلے میں تو معنوی مناسبت کی وجہ سے سلاسل کو منصرف کر دیا گیا۔

قوله وَمَا يَقُوْمُ مَقَامَهُمَا الخ

فائدہ: ۱۔ منتہی الجموع اور تانیث بالف ممدودہ و مقصورہ ایک سبب دو کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ جمع منتہی الجموع تو اس لئے کہ اس میں جمع کا تکرار ہوتا ہے خواہ تکرار حقیقتاً ہو جیسے اکالب جمع ہے اکلب کی اور اکلب جمع ہے کلب کی اور جیسے اساور جمع ہے اسورۃ کی اور اسورۃ جمع ہے سوار کی اور جیسے اناعیم جمع ہے انعام کی انعام جمع ہے نعم کی تو ان کا مکرر ہونا دو سببوں

کے قائم مقام ہوا یا تکرار حکماً ہو یعنی فی الحقیقۃ جمع کا تکرار نہ ہو لیکن منتھی الجموع کے وزن پر ہونے کی وجہ سے جمع منتھی الجموع کہیں گے جیسے مساجد یہ اساور اور اکالب کے وزن پر ہے حالانکہ اسمیں جمع کا تکرار نہیں ہوا!اسی طرح مصابیح میں بھی جمع کا تکرار نہیں ہے لیکن یہ اناعیم کے وزن پر ہے اسلئے جمع منتھی الجموع کی قسم میں ہے۔

فائدہ : ۲ تانیث کے دونوں الف بھی دو سببوں کے قائم مقام ہیں الف مقصورہ کی مثال جیسے حبلی صغری اور الف ممدورہ کی مثال جیسے حمراء بیضاء یہ دونوں دو سببوں کے قائم مقام اس لئے ہوتے ہیں کہ ایک تو ان میں تانیث معنوی پائی جاتی ہے اور دوسرا الزوم تانیث حبلی کو حبل اور حمرا کو حمر نہیں کہہ سکتے تو ان کا کلمہ کو لازم ہونا بمنزلہ تانیث مکرر کے ہوگیا بخلاف تانیث لفظی کے کہ وہ کلمہ کو لازم نہیں ہوتی بلکہ بعض دفعہ حذف ہو جاتی ہے۔

فَالْعَدْلُ خُرُوْجُهٗ عَنْ صِيْغَتِهِ الْاَصْلِيَّةِ تَحْقِيْقًا كَثُلَاثَ وَمَثْلَثَ وَاُخَرَ وَجُمَعَ اَوْ تَقْدِيْرًا كَعُمَرَ وَبَابُ قُطَامِ فِيْ تَمِيْمٍ۔

ترجمہ : عدل یہ ہے کہ لفظ کا اصلی صیغہ سے نکلنا حقیقۃً ہو جیسے ثلاث اور مثلث اور اُخر اور جمع ۔یا تقدیراً ہو جیسے عُمَرَ اور قطام کا وزن ہو تمیم کی لغت میں۔

تجزیہ عبارت : یہاں سے صاحب کافیہ اسباب منع صرف میں سے پہلے سبب عدل کو بیان کر رہے ہیں کہ عدل اس لفظ کو کہتے ہیں جسے اصلی صیغہ سے نکال کر دوسرے صیغہ میں داخل کر دیا گیا ہو اگر حقیقتاً ہو یعنی ایک اسم کا اپنے اصلی صیغہ سے نکل کر دوسرے میں جانا حقیقتاً ہو تو اسے عدل تحقیقی کہتے ہیں جیسے ثلاث اور مثلث کہ یہ ثلاثۃ ثلاثۃ سے بنایا گیا ہے اور اُخر یا الاخر سے بنایا گیا ہے یا آخر مِنْ سے بنایا گیا ہے اور جُمع یہ جمائی یا جمعاوات یا جُمع سے بنایا گیا ہے اور اگر اصلی صیغہ سے نکالا تو نہ گیا ہو لیکن فرض کر لیا گیا ہو تو اسے عدل تقدیری کہتے ہیں جیسے عُمر کہ اصل میں عامر فرض کر لی گئی ہے اور عُمر کو اس سے معدول مان لیا گیا اور قطام قاطمۃ سے معدول مان لیا گیا ہے ہو تمیم کی لغت میں۔

تشریح: قولہ فَالْعَدْلُ

اعتراض : ۱ : عدل متکلم کی صفت ہے کہ اس نے اسم کو اصلی صیغہ سے نکالا ہو مگر اسے متکلم کی صفت بنانا صحیح نہیں کیونکہ جتنے بھی اسباب منع صرف ہیں سب اسم کی صفت ہیں متکلم کی صفت نہیں جیسے معرفہ ہونا مؤنث وغیرہ۔

جواب: مصدر کبھی مبنی للفاعل ہوتا ہے اور کبھی مبنی للمفعول یہاں مصدر مبنی للمفعول ہے یعنی کون الاسم معدولا اور معدول ہونا اسم کی صفت ہے۔

اعتراض: ۲ فالعدل مبتدا ہے اور خروج مصدر خبر ہے تو مصدر کا حمل ذات پر ہو رہا ہے کیونکہ خبر کا مبتداء پر حمل ہوتا ہے جب کہ مصدر کا حمل ذات پر صحیح نہیں؟

جواب: خروج مخرج کے معنی میں ہے یعنی نکالا ہوا اور یہ ذات کی قبیل سے ہے تو حمل درست ہوا۔

قوله عَنْ صِيغَتِهِ الْأَصْلِيَّةِ

اعتراض: آپ نے عدل کی تعریف کی کہ عدل وہ اسم ہے جسے اصلی صیغہ سے نکال کر دوسرے صیغے میں منتقل کیا گیا ہو تو صیغے سے مراد صرف صورت ہے اور اسم مادہ وصورت دونوں کے مجموعہ کو کہتے ہیں تو معنی یہ ہوگا کہ اسم (مادہ وصورت) وہ ہے جو کہ صیغہ یعنی صورت سے نکل جائے تو مادہ اور صورت دونوں کی صورت سے نکلنا لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے کیونکہ صورت ومادہ یعنی اسم بمنزلہ کل کے ہے اور صورت یعنی صیغہ بمنزلہ جز کے اور کل اپنے جز سے نہیں نکل سکتا؟

جواب: ہماری مراد اسم سے صرف صورت ہے مادہ اور صورت نہیں ہے۔

اعتراض. بعض مثالوں میں عدل کی تعریف صادق آتی ہے مگر وہ عدل نہیں تو عدل کی تعریف دخول غیر سے مانع نہ رہی جیسے اَنْیُبُ اور اَقْوُسُ اور قاعدہ یہ ہے کہ اسم اگر اجوف واوی یا یائی ہو تو اس کی جمع اَفْعَالٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے قول کی جمع اقوال اسی طرح ناب کی جمع اَنْیَابٌ ہونی چاہیے اور قوس کی جمع اقواس ہونی چاہیے تھی تو معلوم ہوا کہ انیب انیاب سے معدول ہے اور اقوس اقواس سے ہے تو عدل کی تعریف پائی گئی مگر آپ عدل نہیں مانتے؟

جواب: عدل کی تعریف میں یہ کہا گیا ہے کہ اسم اپنے صیغہ اصلی سے نکل کر دوسرے صیغہ میں حقیقتاً یا حکماً منقول ہو اَنْیُبُ اور اَقْوُسُ نہ تو حقیقی طور پر انیاب اور اقواس سے معدول ہیں اور نہ ہی تقدیری طور پر بلکہ ابتداء ہی قوس اور ناب کی جمع اَقْوُسُ اور اَنْیُبُ بروزن اَفْعُلُ خلاف قیاس آتی ہے اسے جمع شاذ کہتے ہیں نہ یہ کہ اصل جمع اقواس اور انیاب ہو پھر معدول کر کے اقوس اور انیب بنا لیا جائے۔

قوله تَحْقِيقًا الخ | **فائدہ:** تحقیقا اور تقدیرا کے منصوب ہونے کی تین وجوہ ہو سکتی ہیں

۱-مفعول مطلق ہو حَقَّقَ اور قَدَّرَ فعل مقدر سے یعنی حقق العدل تحقیقاً اور قدر العدل تقدیراً-

۲-یہ دونوں خروجہ کی ضمیر سے تمیز بن رہے ہیں کہ پہلے خروج کی عدل کی طرف نسبت میں ابہام تھا کہ وہ کس اعتبار سے ہے تو تحقیقا اور تقدیرا نے اس ابہام کو دور کردیا کہ اصلی صیغہ سے خروج خواہ حقیقتاً ہو یا تقدیرا -

۳-کان محذوف کی خبر ہونے کی بناپر منصوب ہیں یعنی تحقیقاً کان الخروج او تقدیراً-

قولہ کَثُلٰثَ وَمَثْلَثَ

فائدہ : عدل کی پہلی قسم عدل تحقیقی کی مثال ذکر کی ہے ثلث و مثلث میں عدل تحقیقی ہے کیونکہ ان دونوں کا معنی ہے تین تین تکرار معنی تکرار لفظ کا مقتضی ہوتا ہے جب کہ لفظ میں تکرار نہیں ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں کسی مکرر لفظ سے معدول ہیں یعنی ثلثۃ ثلثۃ سے -

قولہ اُخَرَ

فائدہ : یہ عدل تحقیقی کی دوسری مثال ہے اُخر میں عدل اس طرح ہے کہ یہ اُخری اسم تفضیل مؤنث کی جمع ہے اور اُخری مؤنث ہے آخر اسم تفضیل کی اور اسم تفضیل کا استعمال مندرجہ ذیل تین طریقوں میں سے ایک کے ساتھ ہوتا ہے ،،

(۱) مِنْ کے ساتھ جیسے آخر من فلان (۲) اضافت کے ساتھ جیسے آخر القوم

(۳) الف لام کے ساتھ جیسے الاخر

آخَر ان تینوں میں سے کسی ایک طریقے سے بھی مستعمل نہیں تو انہیں میں سے کسی سے معدول ہوگا اب کس سے معدول ہوگا اس سے تو ہو نہیں سکتا جو اضافت کے ساتھ مستعمل ہوتی ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اگر مضاف الیہ کو حذف کیا تو اس کے عوض میں تنوین آتی ہے جیسے یَومئذٍ کہ اصل میں یوم اذ کان کذا تھا مضاف الیہ کو حذف کر کے اسکے عوض میں تنوین لے آئے تو یومئذ بن گیا یا مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف کو مبنی علی الضم کر دیتے ہیں جیسے قبل بعد کا مضاف الیہ حذف کر کے ان کو مبنی علی الضم کر دیا گیا یا کبھی مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف کو تکرار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں یا تیم تیم عدی- آخر میں یہ تینوں صورتیں نہیں کیونکہ نہ یہاں تنوین ہے نہ یہ مبنی علی الضم ہے اور نہ تکرار مضاف ہے تو معلوم ہوا کہ یہ اسم تفضیل سے معدول نہیں جو اضافت کے ساتھ استعمال ہو، تو معلوم ہوا کہ یا تو یہ الاخر سے معدول ہے یا آخر من سے معدول ہے-

قولہ جُمَعَ عدل تحقیقی کی تیسری مثال ہے اس میں بھی عدل تحقیقی ہے اور وہ اس طرح کہ جمع جمعاء کی جمع ہے اور جمعاء مؤنث ہے اجمع کی اور قاعدہ یہ ہے کہ فعلاءُ کا وزن اگر صفتی ہو تو اس کی جمع فُعْلٌ آتی ہے جیسے حمراء کی جمع حُمْرٌ اور اگر فعلاء اسمی ہو تو اس کی جمع فعالی یا فعلاوات آتی ہے جیسے صحری کی جمع صحاری یا صحراوات آتی ہے تو جمعاء اگر صفت کا صیغہ ہو تو اس کی جمع جُمْعٌ آنی چاہیے اور اگر جمعاء کو اسم کا صیغہ مانا جائے تو اس کی جمع جماعی یا جمعاوات آنی چاہیے تھی تو معلوم ہوا کہ جُمُعٌ یا تو جُمْعٌ سے معدول ہے یا جماعی اور جمعاوات سے۔

قولہ اَوْ تَقْدِيْرًا کَعُمَرَ

فائدہ: عدل تقدیری کی مثال ذکر کی ہے یعنی معدول عنہ سے خروج موجود ہو اور محقق نہ ہو مگر فرض کر لیا جائے جیسے عمر کہ یہ کلام عرب میں غیر منصرف استعمال ہوتا ہے جب کہ اس میں صرف ایک سبب یعنی علم پایا جاتا ہے اور کوئی سبب نہیں ہے لیکن چونکہ یہ غیر منصرف استعمال ہوتا ہے اس بنا پر اس کی اصل عامر فرض کر لی گئی ہے تا کہ غیر منصرف ہونے کا دوسرا سبب پایا جائے تو عمر میں اس طرح دو سبب ہو گئے علمیت اور عدل تقدیری۔

قولہ وَبَابُ قَطَامِ

فائدہ: عدل تقدیری کی دوسری مثال ذکر کی ہے کہ قطام بنی تمیم کی لغت میں غیر منصرف استعمال ہوتا ہے اور اس میں صرف ایک سبب علمیت ہے دوسرا سبب موجود نہیں اس میں دوسرا سبب فرض کرنے کے لئے اس کو قاطمۃ سے معدول کر لیا گیا ہے اور اس میں دو سبب ہو گئے عدل تقدیری دوسرا علمیت۔

اعتراض: صاحب کافیہ اختصار کے در پے ہیں تو اختصار اس میں تھا کہ قطام کا عطف عمر پر کر دیا جاتا جیسے ثلث ومثلث پر اخر و جمع کا عطف کیا گیا باب کے لفظ کا اضافہ کیوں کیا؟

جواب: لفظ باب کا اضافہ ایک فائدے کے پیش نظر کیا گیا ہے کہ عدل تقدیری کی مثال صرف قطام نہیں بلکہ ہر وہ مثال مراد ہے جو فعال کے وزن پر ہو اور مؤنث کا علم ہو اسکے آخر میں را نہ ہو اگر باب کا ذکر نہ کرتے تو عدل تقدیری کا صرف قطام میں بند ہونا لازم آتا۔

اعتراض: قطام میں اگر عدل نہ بھی فرض کریں تب بھی یہ غیر منصرف ہے کیونکہ علمیت کے ساتھ تانیث معنوی پائی جاتی ہے تو عدل کے فرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے؟

جواب: بنو تمیم نے قطام میں عدل تقدیری اس وجہ سے فرض کیا ہے تاکہ فعال کے وزن پر جو ذوات الراء مبنی ہیں ان پر غیر ذوات الراء جو معرب ہیں محمول ہو سکیں کیونکہ بنو تمیم نے فعال کے وزن پر جو ذوات الراء ہیں ان کو مبنی قرار دیا ہے جیسے حضار اور طمار جب کہ ان میں صرف دو سبب پائے جاتے ہیں تانیث اور علمیت اور یہ دو سبب معرب کو مبنی نہیں بنا سکتے تو حضار اور طمار کو مبنی بنانے کیلئے ان میں عدل فرض کرنا پڑا تاکہ فعال بمعنی امر کے ساتھ مشابہت ہو جائے کیونکہ اس میں بھی عدل ہے تو جب ذوات الراء میں عدل کا اعتبار کیا گیا تو غیر ذوات الراء میں بھی عدل کا اعتبار کیا گیا تاکہ یہ ذوات الراء پر محمول ہو سکیں۔

فائدہ: جب فعال کا وزن چاہے ذوات الراء ہو چاہے غیر ذوات الراء اہل حجاز دونوں کو مبنی کہتے ہیں لیکن بنی تمیم دونوں میں فرق کرتے ہیں کہ فعال کا وزن اگر ذوات الراء ہو جیسے حضار طمار تو یہ مبنی ہے اگر غیر ذوات الراء ہو تو یہ معرب غیر منصرف ہے جیسے قطام۔

اعتراض: جب ذوات الراء میں عدل فرض کرنے سے وہ مبنی ہو گئے تو غیر ذوات الراء کو مبنی ہونا چاہیے کیونکہ ان میں بھی عدل فرض کیا گیا ہے۔

جواب: راء میں چونکہ تکرار ہے اسی لئے وہ ثقیل لفظ ہے اور ثقیل کے مناسب خفیف ہے اور مبنی کے اندر تخفیف ہے اس لئے ذوات الراء کو مبنی قرار دیا گیا بخلاف غیر ذوات الراء کے کہ ان میں یہ بات نہیں۔

> اَلْوَصْفُ شَرْطُهٗ اَنْ یَکُوْنَ فِی الْاَصْلِ فَلَا تَضُرُّہُ الْغَلَبَۃُ فَلِذَالِکَ صُرِفَ اَرْبَعٌ فِیْ مَرَرْتُ بِنِسْوَۃٍ اَرْبَعٍ وَامْتَنَعَ اَسْوَدُ وَاَرْقَمُ لِلْحَیَّۃِ وَاَدْھَمُ لِلْقَیْدِ وَضَعُفَ مَنْعُ اَفْعٰی لِلْحَیَّۃِ وَاَجْدَلُ لِلصَّقْرِ وَاَخْیَلُ لِلطَّائِرِ۔

ترجمہ: وصف اس کی شرط یہ ہے کہ اصل وضع کے اعتبار سے وصف ہو (اگرچہ اسم عارضی کا وصف پر غلبہ آجائے) پس اس (وصف اصلی کو) غلبہ کوئی نقصان نہیں دے گا اسی بناء پر اربع منصرف بتایا گیا ہے مررت بنسوۃ اربع کی مثال میں اور ممتنع ہے (غیر منصرف) اسود اور ارقم سانپ (کا علم ہونے کی) وجہ سے اور ادھم (بھی غیر منصرف ہے) بیڑی (کا علم ہونے) کی وجہ سے اور ضعیف ہے غیر منصرف پڑھنا افعی کو سانپ (کا علم ہونے) کی وجہ سے اور اجدل کو

شکرے (کا علم ہونے) کی وجہ سے اور اخیل کو ایک پرندے (کا علم ہونے کی وجہ سے)۔

تجزیہ عبارت : غیر منصرف کے دوسرے سبب وصف کی تفصیل بیان کر رہے ہیں کہ وصف غیر منصرف کا سبب اس وقت بنے گا جب اس میں یہ شرط پائی جائے گی کہ اصل وضع کے اعتبار سے وہ وصف ہو اگرچہ بعد میں اس پر علمیت غالب آجائے اگر اصل وضع کے اعتبار سے وصف نہ ہو تو غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکے گا لہذا وصف اصلی کا اعتبار ہوگا جیسے مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ اَرْبَعٍ، اربع میں دو سبب پائے جاتے ہیں وزن فعل اور وصف مگر چونکہ اصل وضع کے اعتبار سے وصف نہیں بلکہ بعد میں وصفی معنی میں لیا گیا ہے اس لیے اسے منصرف پڑھا جائے گا اربع کی اصل وضع عدد کے لئے ہے اور ادھم اور ارقم اور اسود یہ تینوں غیر منصرف اس لئے ہیں کہ ان میں دو سبب وزن فعل اور وصف اصلی پائے جاتے ہیں کیونکہ اسود اصل میں سیاہ چیز کو کہتے ہیں بعد میں کالے سانپ کا علم بن گیا اور ارقم اصل میں چتکبری چیز کو کہتے ہیں بعد میں چتکبرے سانپ کا علم بنادیا گیا اور ادہم کا معنی ہے سخت سیاہ چیز بعد میں بیڑی کا علم بنادیا گیا کیونکہ اس میں سیاہی بھی ہوتی ہے افعی اجدل اور اخیل تینوں کو غیر منصرف پڑھنا ضعیف ہے کیونکہ ان میں وصفی معنی کا یقین نہیں ہے بلکہ احتمال ہے اگر ان میں وصفی معنی کا یقین ہو جائے تو ان کو غیر منصرف پڑھنا ضعیف نہیں بلکہ ضروری ہوگا۔

تشریح : قوله اَلْوَصْفُ

اعتراض : آپ نے غیر منصرف کے اسباب بیان کرتے وقت وصف کو عدل کے بعد کیوں ذکر کیا وصف کو عدل پر مقدم کیوں نہیں کیا؟

جواب : عدل کو اس لئے مقدم کیا کہ عدل میں غیر منصرف کا سبب بننے کی کوئی شرط نہیں اور وصف تانیث معرفہ وغیرہ میں منع صرف کا سبب بننے کے لئے شرائط ہیں اور غیر مشروط کو مشروط پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

اعتراض : آپ نے عدل کی تعریف کی ہے وصف وغیرہ کی تعریف نہیں کی یا تو وصف وغیرہ کی بھی تعریف کر دیتے تاکہ عدل کے ساتھ مطابقت ہو جاتی یا عدل کی بھی نہ کرتے؟

جواب : وصف وغیرہ کی تعریف اس لئے نہیں کی کہ ان کی تعریف مشہور تھی اور عربی محاورات میں عام استعمال ہوتی رہتی ہے عدل کی تعریف چونکہ مشہور نہیں تھی اس بناء پر اس کی تعریف کر دی۔

فائدہ : وصف کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ وہ اصل وضع کے اعتبار سے وصف ہو اگرچہ

بعد میں اس میں اسمیت غالب آگئی ہو وصف اصلی کا اعتبار کرتے ہوئے اس کو غیر منصرف پڑھیں گے اگر کوئی اسم اصل وضع کے اعتبار سے وصف نہ ہو لیکن بعد میں وصفیت کا معنی اس میں پایا جائے تو اسے منصرف ہی پڑھیں گے -

قوله فَلِذٰلِكَ

اعتراض : ذالک اسم شارہ ہے اس کا مشار الیہ دو چیزیں ہیں (۱) ان یکون فی الاصل (۲) فلا تضرہ الغلبۃ تو ان کی طرف اشارہ تثنیہ کے صیغے کے ساتھ ہونا چاہیے تھا تاکہ اشارہ اور مشار الیہ میں مطابقت ہو جاتی؟

جواب : مشار الیہ اگرچہ تثنیہ ہے مگر مذکور کی تاویل میں ہو کر مفرد ہے لہذا مطابقت ہو گئی -

قوله صُرِفَ اَرْبَعٌ

اعتراض : اربع کو غیر منصرف پڑھنا چاہیے تھا کیونکہ وزن فعل اور وصف اسمیں پایا جاتا ہے ؟

جواب : وصف کے غیر منصرف بننے کے لیے ہم نے شرط یہ لگائی ہے کہ وہ اصل وضع کے اعتبار سے وصف ہو اربع اصل وضع کے اعتبار سے وصف نہیں بلکہ اسم عدد ہے بعد میں اسے وصف بنایا گیا ہے اس لئے یہ منصرف ہے -

قوله وَامْتَنَعَ اَسْوَدُ وَاَرْقَمُ لِلْحَيَّةِ وَاَدْهَمُ لِلْقَيْدِ

اعتراض : اسود ارقم ادہم کو غیر منصرف کیوں پڑھتے ہیں حالانکہ ان میں وزن فعل کے علاوہ کوئی سبب نہیں ہے؟

جواب : اسود ارقم اور ادھم میں وصف اصلی کا اعتبار کیا ہے کیونکہ اسود اصل وضع کے اعتبار سے ہر سیاہ چیز کو کہا جاتا ہے بعد میں کالے سانپ کا علم بن گیا اور ارقم اصل وضع کے اعتبار سے چتکبری چیز کو کہتے ہیں پھر چتکبرے سانپ کا علم بن گیا اور ادھم سخت سیاہ چیز کو کہتے ہیں پھر بیڑی کا علم بن گیا تو وصف اصلی کا اعتبار کرتے ہوئے ہم نے اس کو غیر منصرف پڑھا ہے تو ان میں دو سبب پائے گئے ایک وصف اصلی دوسرا وزن فعل -

قوله وَضَعُفَ مَنْعُ اَفْعٰی الخ

اعتراض : افعی اجدل اخیل کو غیر منصرف پڑھنا ضروری ہونا چاہیے کیونکہ ان میں دو سبب پائے جاتے ہیں وزن فعل اور وصف تو ان کو غیر منصرف پڑھنا ضعیف کیوں ہوا؟

جواب : ان میں وصفی معنی کا احتمال ہے یقین نہیں اس لیے ان کو غیر منصرف پڑھنا ضعیف ہے کیونکہ ضروری نہیں کہ افعی فعوۃ سے مشتق ہو بمعنی خبیث اسی طرح اجدل جدل سے مشتق ہو بمعنی قوۃ کے اسی طرح اخیل

خیلان سے مشتق ہو بمعنی تل کے ہے یہ بھی احتمال ہے کہ ان سے مشتق نہ ہو۔

اَلتَّانِيثُ بِالتَّاءِ شَرْطُهُ الْعَلَمِيَّةُ وَالْمَعْنَوِيُّ كَذَالِكَ وَشَرْطُ تَحَتُّمِ تَاثِيرِهِ الزِّيَادَةُ عَلَى الثَّلٰثَةِ اَوْ تَحَرُّكُ الْاَوْسَطِ اَوِ الْعُجْمَةُ فَهِنْدٌ يَجُوزُ صَرْفُهُ وَزَيْنَبُ وَسَقَرُ وَمَاهُ وَجُورُ مُمْتَنِعٌ فَاِنْ سُمِّيَ بِهِ مُذَكَّرٌ فَشَرْطُهُ الزِّيَادَةُ عَلَى الثَّلٰثَةِ فَقَدَمٌ مُنْصَرِفٌ وَعَقْرَبُ مُمْتَنِعٌ۔

ترجمہ: تانیث بالتاء اسکے (غیر منصرف ہونے کے) لئے شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو اور معنوی بھی اسی طرح ہے اس (تانیث معنوی) کے مؤثر ہونے کی وجوبی شرط یہ ہے کہ وہ تین حرفوں سے زائد ہو یا متحرک الاوسط ہو یا عجمہ ہو پس ہند کو منصرف پڑھنا جائز ہے اور زینب اور سقر اور ماہ وجور کو غیر منصرف پڑھنا ضروری ہے اور اگر اس (تانیث معنوی) کے ساتھ کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو اس کے (غیر منصرف ہونے کے) لئے شرط یہ ہے کہ وہ تین حرفوں سے زائد ہو پس قَدَمٌ منصرف ہے اور عقرب کو منصرف پڑھنا ممتنع ہے۔

تجزیہ عبارت: غیر منصرف کا تیسرا سبب تانیث کا بیان ہے تانیث خواہ لفظی ہو جیسے طلحہ یا معنوی جیسے زینب ان کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ علم ہو اگر تانیث لفظی یا معنوی میں علمیت نہیں پائی جاتی تو وہ غیر منصرف کا سبب نہیں بنے گی لیکن تانیث لفظی و معنوی میں فرق یہ ہے کہ تانیث لفظی میں علمیت شرط ہے غیر منصرف کے وجوب کے لیے اور معنوی میں علمیت شرط ہے غیر منصرف کے جواز کے لئے اور تانیث معنوی کو غیر منصرف ضروری قرار دینے کیلئے تین شرطوں میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱- تین حرفی سے زائد ہو جیسے زینب۔

۲- متحرک الاوسط ہو جیسے سقر۔

۳- عجمہ ہو یعنی لغت عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں علم ہو جیسے ماہ اور جور وغیرھما۔

اور ھند کو منصرف وغیر منصرف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے منصرف اس وجہ سے پڑھ سکتے ہیں کہ اس میں مذکورہ تین شرائط میں سے کوئی شرط نہیں ہے اور غیر منصرف اس لئے پڑھ سکتے ہیں کہ اس میں دو سبب علمیت اور تانیث

معنوی پائے جاتے ہیں۔

تشریح : قولہ اَلتَّانِيْثُ بِالتَّاءِ الخ

فائدہ : تانیث کی باعتبار علامت کے دو قسمیں ہیں۔

۱- تانیث لفظی: جس کے لفظوں میں تانیث کی علامت موجود ہو جیسے طلحہ، عائشہ، فاطمۃ اور الف مقصورہ جیسے حبلیٰ صغریٰ کبریٰ اور الف ممدودہ جیسے حمراء بیضاء۔

۲- تانیث معنوی: جس میں تانیث کی علامت لفظوں میں موجود نہ ہو جیسے ارض اور شمس۔

فائدہ : تانیث ذات کے اعتبار سے بھی دو قسم پر ہے۔

۱- مؤنث حقیقی ۲- مؤنث لفظی

مؤنث حقیقی: اسے کہتے ہیں کہ جس کے مقابلے میں جاندار مذکر ہو خواہ علامت تانیث لفظوں میں موجود ہو یا نہ ہو جیسے امرأۃ کہ اسکے مقابلے میں رجل ہے اور اتان کے مقابلے میں حمار ہے۔

مؤنث لفظی: وہ ہے کہ جس کے مقابلے میں جاندار مذکر نہ جیسے ظلمۃ و عین۔

قولہ شَرْطُهُ الْعَلَمِيَّةُ

اعتراض : تانیث لفظی کے لئے علمیت کو کیوں شرط قرار دیا گیا؟ اگر علمیت کو شرط قرار نہ دیتے تو کیا خرابی لازم آتی؟

جواب : تانیث لفظی میں علمیت کو شرط قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ تانیث لفظی کی تاء بدلتی رہتی ہے جب اس میں علمیت پائی جائے گی تو اسے وضع ثانی کی حیثیت حاصل ہو جائے گی تو یہ تاء بدلے گی نہیں بلکہ کلمے کا جزء بن جائے گی۔

قولہ وَالْمَعْنَوِيُّ كَذَالِكَ

اعتراض : آپ نے تانیث معنوی کو تانیث لفظی کے مشابہ قرار دیا ہے حالانکہ تانیث لفظی اور معنوی میں زمین و آسمان کا فرق ہے مشبہ اور مشبہ بہ میں مشابہت کا پایا جانا ضروری ہے ان میں مشابہت نہیں پائی جاتی؟

جواب : مشابہت کی دو قسمیں ہیں (۱) مشابہت من کل الوجوہ (۲) مشابہت من بعض الوجوہ تو ہم نے تانیث معنوی کو جو تانیث لفظی کے ساتھ مشابہت دی ہے من کل الوجوہ نہیں بلکہ من بعض الوجوہ ہے کہ جس طرح تانیث

لفظی میں علیت شرط ہے اسی طرح تانیث معنوی میں بھی علیت شرط ہے تو علیت ہونے میں مشابہت پائی جاتی ہے۔

اعتراض: جب آپ نے کہا کہ تانیث معنوی بھی اسی طرح ہے تو اس کو بھی تانیث لفظی کے ساتھ اکٹھا بیان کرنا چاہیے تھا یوں کہنا چاہیے کہ التانیث بالتاء والمعنوی شرطہ العلمیۃ آپ نے تانیث معنوی کو انفصال کے ساتھ کیوں بیان کیا؟

جواب: ہم نے انفصال کے ساتھ جو بیان کیا ہے وہ ایک فائدے کے لئے ہے وہ فائدہ یہ ہے کہ تانیث لفظی میں جب علم پایا جائے گا تو اس وقت اسے غیر منصرف پڑھنا واجب ہے اور تانیث معنوی میں جب علم پایا جائے تو اسے غیر منصرف پڑھنا جائز ہے واجب نہیں اگر اکٹھا ذکر کرتے تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا۔ **قولہ** فان سمّی الخ اگر مؤنث معنوی کسی مذکر کا

اَلْمَعْرِفَۃُ شَرْطُھَا اَنْ تَکُوْنَ عَلَمِیَّۃً اَلْعُجْمَۃُ شَرْطُھَا اَنْ تَکُوْنَ عَلَمِیَّۃً فِی الْعُجْمَۃِ وَتَحَرُّکُ الْاَوْسَطِ اَوِ الزِّیَادَۃُ عَلَی الثَّلَاثَۃِ فَنُوْحٌ مُنْصَرِفٌ وَ الشَّتَرُ وَاِبْرَاھِیْمُ مُمْتَنِعٌ۔

ترجمہ: معرفہ اس کی (غیر منصرف ہونے کے لئے) شرط یہ ہے کہ علم ہو اور عجمہ اس کی (غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے) شرط یہ ہے کہ عجمی زبان میں علم ہو اور متحرک الاوسط ہو یا تین حرف سے زائد ہو پس نوح منصرف ہے شتر اور ابراہیم کو منصرف پڑھنا ممتنع ہے۔

تجزیہ عبارت: غیر منصرف کا چوتھا سبب معرفہ کو بیان کرتے ہیں کہ معرفہ غیر منصرف کا سبب اس وقت بنے گا جب کہ اسمیں علیت پائی جائے جیسے زینب اس میں دو سبب پائے جارہے ہیں (۱) تانیث معنوی (۲) علیت اور اگر معرفہ میں علیت نہیں پائی جائے گی تو غیر منصرف کا سبب نہیں بنے گا اس کے بعد عجمہ کو بیان کرتے ہیں عجمہ غیر منصرف کا سبب اسوقت بنے گا جب کہ اس میں دو شرطیں پائی جائیں۔

(۱) عجمی زبان میں علم ہو (۲) متحرک الاوسط ہو جیسے شتر اگر متحرک الاوسط نہ ہو تو تین حرف سے زائد ہو جیسے ابراہیم پس نوح منصرف ہے کیونکہ یہ عجمی زبان میں علم تو ہے مگر ساکن الاوسط ہے اور شتر غیر منصرف ہے کیونکہ یہ متحرک الاوسط ہے اور ابراہیم بھی غیر منصرف ہے کیونکہ یہ عجمی زبان میں علم ہے اور تین حرف سے زائد ہے

تشریح: قولہ اَلْمَعْرِفَۃُ الخ

فائدہ: معرفہ اسے کہتے ہیں جو معین چیز کیلئے وضع کیا گیا ہو خواہ وہ ذوی العقول میں سے ہو جیسے زید و عمرو یا غیر ذوی العقول میں سے جیسے الشاۃ۔

قولہ شَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ عَلَمِيَّةً الخ

اعتراض: معرفہ کی اور بھی بہت ساری اقسام ہیں مثلاً مضمرات' اسمائے اشارات وغیرہ ان کو شرط کیوں نہیں قرار دیا؟

جواب: مضمرات، اشارہ، اسماء موصولہ مبنیات میں سے ہیں جب کہ غیر منصرف معرب کی قسم ہے معرب کے لئے مبنی کو کیسے شرط قرار دیا جاسکتا ہے۔

اعتراض: تو پھر اس طرح کہنا چاہیے تھا کہ علمیت غیر منصرف کا سبب ہے اس کے برعکس عبارت میں اتنا طول دینے کی کیا ضرورت تھی کہ پہلے معرفہ ذکر کیا پھر یہ کہا کہ اس کی شرط یہ ہے کہ یہ علم ہو؟

جواب: یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اسباب منع صرف میں سے ہر سبب کسی نہ کسی کی فرع ہے تو معرفہ بھی نکرہ کی فرع ہے اور علمیت بھی لیکن معرفہ کا نکرہ کی فرع ہونا زیادہ واضح ہے بنسبت علمیت کے نکرہ کی فرع ہونے کے اس لئے عبارت میں طول دینا پڑا۔

فائدہ: معرفہ وصف کے علاوہ باقی اسباب کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے کیونکہ وصف ذات مبہم پر دلالت کرتا ہے جب کہ معرفہ ذات معین پر تو یہ دونوں آپس میں ضدین ہیں اور کوئی چیز اپنی ضد کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی ہے۔

قولہ اَلْعُجْمَةُ شَرْطُهَا الخ

فائدہ: عجمہ سے مراد وہ اسم ہے جو عربی زبان کے علاوہ دوسری زبان کا علم ہو اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے دو شرطیں ہیں۔

(۱) علم ہو (۲) متحرک الاوسط ہو جیسے شتر اور اگر متحرک الاوسط نہ ہو تو تین حرف سے زائد ہو جیسے ابراھیم تو نوح کو منصرف پڑھا جائے گا کیونکہ یہ نہ متحرک الاوسط ہے نہ تین حرف سے زائد۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ عجمہ کے لئے عجمی زبان میں علم ہونا ضروری ہے جب کہ بعض مثالوں میں عجمی زبان

میں علم نہیں ہے بلکہ عربی میں علم ہے پھر بھی اسے غیر منصرف پڑھا جاتا ہے جیسے قالون عجمی زبان میں ہر جید شی کو کہتے ہیں بعد میں عمدہ قرأت کی وجہ سے امام نافع کے ایک شاگرد کا نام ہو گیا یہ عربی زبان میں علم ہے عجمی میں نہیں ہے۔

جواب: ہم نے عجمی زبان میں علم ہونے کی جو شرط لگائی ہے اس میں عموم ہے، خواہ حقیقتاً علم ہو یا حکماً، حقیقتاً علم کی مثال جیسے ابراہیم واسماعیل کہ یہ عجمی زبان میں علم تھے اور حکماً علم کی مثال جیسے قالون کہ یہ عجمی زبان میں عام وصف تھا مگر اسے عربی میں علم بنا دیا گیا۔

فائدہ ۱- حکماً کی قید سے وہ اسماء بھی داخل ہو گئے جو پہلے عجمی زبان میں استعمال ہوتے تھے بعد میں حروف کی تبدیلی سے عربی میں منتقل ہو گئے جیسے جرجان، اصل میں گرگان تھا اور آزربائجان اصل میں آزربائیگان تھا حروف کی تبدیلی کر کے عربی میں استعمال کئے جانے لگے۔

فائدہ ۲: انبیاء علیہم السلام کے اسمائے گرامی میں سے چھ انبیاء علیہم السلام کے اسماء منصرف ہیں باقی تمام انبیاءؑ کے اسماء غیر منصرف ہیں وہ چھ نام یہ ہیں صالح علیہ السلام، ھود علیہ السلام، شعیب علیہ السلام، حضرت محمد ﷺ، لوط علیہ السلام، نوح علیہ السلام پہلے چار اس وجہ سے منصرف ہیں کہ ان میں صرف ایک سبب علمیت پایا جاتا ہے دوسرا سبب موجود نہیں ہے اور آخری دو، یعنی نوحؑ اور لوطؑ میں اگرچہ دو سبب علمیت اور عجمہ پائے جاتے ہیں مگر عجمہ کی شرط یعنی تحرک الاوسط یا زائد علی الثلاثہ نہیں پائی جا رہی ہے سہولت حفظ کے لئے کسی نے ان ناموں کو شعر میں بیان کیا ہے

شعر:

گر خواہی کہ یابی نام ہر پیغمبرے
تا کدام است نزد نحوی منصرف ولا یصرف
صالحؑ وھودؑ ومحمد ﷺ با شعیبؑ و نوحؑ و لوطؑ
این ہمہ را دان منصرف دیگر ہمہ را لا یصرف

اَلْجَمْعُ شَرْطُهٗ صِيْغَةُ مُنْتَهَى الْجُمُوْعِ بِغَيْرِ هَاءٍ كَمَسَاجِدَ وَمَصَابِيْحَ وَاَمَّا فَرَازِنَةٌ فَمُنْصَرِفٌ وَحَضَاجِرُ عَلَمًا لِلضَّبُعِ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ لِاَنَّهٗ مَنْقُوْلٌ عَنِ الْجَمْعِ وَسَرَاوِيْلُ اِذَا لَمْ يُصْرَفْ وَهُوَ الْاَكْثَرُ فَقَدْ قِيْلَ اَعْجَمِيٌّ حُمِلَ عَلٰى مُوَازِنِهٖ وَقِيْلَ عَرَبِيٌّ جَمْعُ سِرْوَالَةٍ تَقْدِيْرًا وَاِذَا صُرِفَ فَلَا اِشْكَالَ وَنَحْوُ جَوَارٍ رَفْعًا وَجَرًّا كَقَاضٍ۔

ترجمہ : جمع کی (غیر منصرف کا سبب بننے کی) شرط یہ ہے کہ منتہی الجموع کا صیغہ ہو بغیر ھاء کے جیسے مساجد اور مصابیح اور بہر حال فرازنہ منصرف ہے اور حضاجر یہ بجو کا علم ہے' اور غیر منصرف ہے اسلئے کہ یہ جمع سے منقول ہے اور سراویل جب اسے منصرف نہ پڑھا جائے یعنی غیر منصرف ہو اور یہی اکثر استعمال ہوتا ہے پس کہا گیا ہے کہ یہ عجمی (لفظ) ہے' اسے اپنے ہم وزنوں پر محمول کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ عربی ہے' سروالۃ کی جمع ہے تقدیراً اور جب اسے منصرف پڑھا جائے تو پھر کوئی اشکال نہیں اور جوار کی مثل کا اعراب رفعی وجری حالت میں قاض کی طرح ہے ۔

تجزیہ عبارت : صاحب کافیہ غیر منصرف کا چھٹا سبب بیان کرتے ہیں کہ جمع کا صیغہ غیر منصرف کا سبب اسوقت بنے گا جب کہ وہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو اور جمع منتہی الجموع اسے کہتے ہیں کہ جمع کی انتہا ہو گئی ہو اور آگے اسکی جمع نہ بن سکتی ہو منتہی الجموع کا وزن یہ ہے کہ پہلا حرف مفتوح اور تیسری جگہ الف ہو اور الف جمع کے بعد دو حرف ہوں جیسے مساجد یا ایک حرف ہو جو مشدد ہو جیسے دوابّ دابۃ کی جمع ہے یا الف جمع کے بعد تین حرف ہوں اور درمیان والا حرف ساکن ہو' جیسے مصابیح اور مفاتیح مصباح اور مفتاح کی جمع ہیں ۔ اسکے بعد صاحب کافیہ منتہی الجموع کی شرط ذکر کرتے ہیں کہ منتہی الجموع غیر منصرف کا سبب اس وقت بنے گا جب اس کے آخر میں تاء نہ ہو جو وقف کی حالت میں ہاء سے بدل جائے جیسے مساجد اور مصابیح وغیرہ اور اگر اس کے آخر میں تاء ہو جو حالت وقف میں ہاء ہو جائے تو اسے منصرف پڑھا جائے گا جیسے فرازنۃ' فرزون کی جمع ہے اگرچہ منتہی الجموع کا وزن ہے 'مگر اس کے آخر میں تاء ہے جو حالت وقف میں ہاء سے بدل جاتی ہے اس کے بعد فرماتے ہیں حضاجر حضجر کی جمع ہے پہلے یہ مطلق بڑے پیٹ والے کو کہتے تھے بعد میں بجو کا علم بن گیا کیونکہ وہ قبریں کھود کر مردے نکالتا ہے اور اس کا پیٹ بڑا ہوتا ہے اس میں منتہی الجموع کا وزن پایا جاتا ہے اس بنا پر یہ غیر منصرف ہے اور سراویل میں اختلاف ہے' بعض منصرف کہتے ہیں اور بعض غیر منصرف ، منصرف کہنے والوں پر تو کوئی اشکال نہیں البتہ غیر منصرف کہنے والوں سے غیر منصرف کہنے کی وجہ پوچھی جائیگی تو بعض کہتے ہیں یہ عجمی زبان میں علم ہے' اسے مصابیح وغیرہ پر محمول کر کے غیر منصرف کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ عربی میں علم ہے اور یہ سروالۃ کی جمع ہے اس کے بعد فرمایا کہ جو فواعل کا وزن ہو خواہ وہ ناقص واوی ہو یا ناقص یائی' اسکا اعراب رفعی اور جری حالت میں قاض کی طرح ہوگا۔

تشریح : قوله اَلْجَمْعُ الخ

اعتراض : آپ نے جمع کو غیر منصرف کا سبب قرار دیا ہے جب کہ رجال مسلمون وغیرہ بھی تو جمع ہیں مگر غیر منصرف نہیں ہیں تو آپ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں۔

جواب : جمع سے مطلق جمع مراد نہیں ہے بلکہ وہ جمع مراد ہے جو منتہی الجموع کے وزن پر ہو رجال، مسلمون منتہی الجموع کے وزن پر نہیں۔

قوله بِغَیْرِ هَاءٍ

اعتراض : آپ نے جمع منتہی الجموع کے آخر میں ھاء نہ ہونے کی شرط لگائی ہے حالانکہ فوارہ کے آخر میں ھاء ہے مگر آپ اسے غیر منصرف کہتے ہیں۔

جواب : ھاء سے مراد وہ تاء ہے جو حالت وقف میں ھاء سے بدلے جیسے فرازنہ کی تاء حالت وقف میں ھاء سے بدل جاتی ہے لیکن فوارہ کی ہاء، تاء سے نہیں بدلتی بلکہ اصلی ہے۔

قوله حَضَاجِرُ عَلَمًا لِلضَّبُعِ الخ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض : حضاجر کو منصرف پڑھنا چاہیے کیونکہ اس میں علمیت کے علاوہ کوئی اور سبب موجود نہیں ہے اور دوسرا منتہی الجموع قرار دینا بھی صحیح نہیں، کیونکہ یہ اسم جنس ہے ایک بجو پر بھی اسکا اطلاق ہوتا ہے اور دو یا دو سے زائد پر بھی۔

جواب : منتہی الجموع میں عموم ہے خواہ اصل کے اعتبار سے جمع ہو یا فی الحال جمع ہو تو حضاجر اگرچہ بعد میں بجو کا علم بنا دیا گیا ہے عظیم البطن ہونے کی وجہ سے، لیکن اصل کے اعتبار سے یہ حضجر کی جمع ہے گویا ہر فرد اس کا عظیم البطن ہونے میں ایک جماعت کے برابر ہے۔

قوله سَرَاوِیْلُ الخ | جو لوگ اسے غیر منصرف پڑھتے ہیں ان پر اعتراض ہوتا ہے۔

اعتراض : حضاجر میں تو ہم نے مان لیا کہ وہ حضجر کی جمع ہے اصل کے اعتبار سے جب کہ سراویل نہ فی الحال جمع ہے نہ اصل کے اعتبار سے تو اسے غیر منصرف کیوں پڑھا جاتا ہے؟

جواب : ا یہ عجمی لفظ ہے اسکے ہم وزن الفاظ اناعیم مصابیح وغیرہ پر محمول کر کے اسے غیر منصرف کہا ہے ان کے نزدیک جمع کی دو قسمیں ہیں (۱) جمع منتہی الجموع حقیقی (۲) حکمی، تو سراویل جمع منتہی الجموع حکمی ہے۔

جواب : ۲- مبردؒ نے کہا ہے کہ یہ عربی لفظ ہے یہ لفظ چونکہ عربی میں غیر منصرف استعمال ہوتا تھا لیکن اس میں غیر منصرف ہونیکا کوئی سبب نہ تھا اس وجہ سے اس کا مفرد سروالۃ فرض کر لیا گیا ہے' ان کے نزدیک جمع کی دو قسمیں ہیں (۱) حقیقۃً (۲) تقدیراً تو سراویل سروالۃ کی جمع تقدیراً ہے۔

قولہ وَنَحْوُ جَوَارٍ رَفْعًا وَجَرًّا الخ

فائدہ : یہاں سے ایک فائدہ بیان کر رہے ہیں کہ ہر وہ جمع ناقص جو فواعل کے وزن پر ہو خواہ ناقص واوی ہو جیسے دواعٍ' یا ناقص یائی ہو جیسے جوارٍ' اسکا اعراب حالت رفعی وجری میں قاضٍ کی طرح ہے۔

اعتراض : جوار کی حالت رفعی وجری بیان کرنا انحراف عن المقصود ہے کیونکہ مقصود تو جوار کو منصرف یا غیر منصرف قرار دینا ہے نہ کہ اس کا اعراب بیان کرنا۔

جواب : جوار کے منصرف غیر منصرف ہونے میں نحویوں کا اختلاف ہے اسے بیان کرتے تو بات طویل ہو جاتی اختصار کے پیش نظر اسکا اعراب بیان کرنے پر ہی اکتفا کیا۔

فائدہ : بعض نحوی جوار کو منصرف کہتے ہیں اور بعض غیر منصرف کہتے ہیں البتہ حالت نصبی میں غیر منصرف ہونے پر سب نحویوں کا اتفاق ہے حالت رفعی اور جری میں منصرف غیر منصرف ہونے کے بارے میں تین مذاہب ہیں

۱- زجاج نحوی کہتے ہیں کہ جوار تعلیل سے قبل بھی منصرف ہے اور بعد میں بھی۔

۲- قبل از تعلیل وبعد از تعلیل دونوں صورتوں میں غیر منصرف ہے یہ کسائی کا مذہب ہے۔

۳- خلیل' سیبویہ اور مبردؒ کا مذہب یہ ہے کہ تعلیل سے قبل منصرف اور تعلیل کے بعد غیر منصرف ہے۔

اعتراض : یہ قاعدہ ناقص واوی اور ناقص یائی دونوں کے لئے ہے جب کہ مصنف نے صرف ناقص یائی کی مثال پر اکتفا کیا ہے۔

جواب : تعلیل کے بعد دونوں کا مآل چونکہ ایک ہو جاتا ہے اسلئے ایک کے ذکر پر اکتفا کیا جیسے جوار اصل میں جواری تھا اور ناقص واوی کی مثال جیسے دواع اصل دواعو تھا تعلیل کے بعد دواع بن گیا جوار کی طرح۔

قولہ کَقَاضٍ

اعتراض : قاض میں کاف تشبیہ کیلئے ہے جب کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مشابہت ضروری ہے' اور یہاں مشابہت

نہیں ہے' اس لیے کہ قاضی مفرد ہے اور جوار جاریۃ کی جمع ہے تو یہ تشبیہ دینا صحیح نہیں ہے۔

جواب: مشابہت من بعض الوجوہ ہے یعنی جوار کا اعراب حالت رفعی وجری میں قاض کے اعراب کے مشابہ ہے' یہ مراد نہیں کہ صیغہ کے اعتبار سے جوار' قاض کے مشابہ ہے۔

اَلتَّرْكِيْبُ شَرْطُهُ الْعَلَمِيَّةُ وَاَنْ لَّا يَكُوْنَ بِاِضَافَةٍ وَلَا اَسْنَادٍ مِثْلُ بَعْلَبَكَّ اَلْاَلِفُ وَ النُّوْنُ اِنْ كَانَتَا فِيْ اِسْمٍ فَشَرْطُهُ الْعَلَمِيَّةُ كَعِمْرَانَ اَوْ صِفَةٍ فَانْتِفَآءُ فَعْلَانَةٍ وَقِيْلُ وُجُوْدُ فَعْلٰى وَمِنْ ثَمَّ اُخْتُلِفَ فِيْ رَحْمٰنَ دُوْنَ سَكْرَانَ وَنَدْمَانٍ۔

ترجمہ: ترکیب (کے غیر منصرف کا سبب بنے) کی شرط یہ ہے کہ علم ہو' اور اسمیں اضافت اور اسناد نہ ہو جیسے بعلبک اور الف نون زائد تان اگر یہ دونوں اسم میں ہوں تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو جیسے عمران' اگر صفت میں ہوں تو (اس کی شرط یہ ہے کہ) اس کی مؤنث فعلانہ کے وزن پر نہ آتی ہو اور کہا گیا ہے (کہ شرط یہ ہے) مؤنث فعلی کے وزن پر پائی جائے اسی بناپر (نحویوں میں) لفظ رحمٰن میں اختلاف کیا گیا ہے نہ کہ سکران اور ندمان میں۔

تجزیہ عبارت: یہاں سے صاحب کافیہ غیر منصرف کا ساتواں سبب بیان کر رہے کہ ترکیب غیر منصرف کا سبب اسوقت بنے گی جب کہ وہ اسم علم ہو اور اس میں اضافت اور اسناد نہ ہو جیسے بعلبک' اس کے بعد غیر منصرف کا آٹھواں سبب بیان کیا ہے یعنی الف نون زائد تان جب کہ اسم کے آخر میں ہوں' تو اس وقت یہ غیر منصرف بنے گا جب کہ یہ علم ہو جیسے عمران' عثمان' اور نعمان، اور اگر الف نون زائد تان اسم کی بجائے صفت کے آخر میں ہوں تو بعض نحوی کہتے ہیں کہ اس کی شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہ آتی ہو اگر فعلانۃ کے وزن پر ہوئی تو منصرف ہوگا جیسے ندمان کہ اس کی مؤنث ندمانۃ ہے اور بعض نحوی کہتے ہیں کہ الف نون زائد تان اگر صفت کے آخر میں ہو تو غیر منصرف بننے کیلئے فعلی کے وزن پر مؤنث کا آنا ضروری ہے جیسے سکران کی مؤنث سکریٰ آتی ہے تو ان کے نزدیک یہ بھی غیر منصرف ہوگا اس کے بعد فرمایا کہ اسی اختلاف کی بناء پر لفظ رحمٰن میں نحویوں کا اختلاف پڑ گیا کہ منصرف ہے یا غیر منصرف۔

تشریح: قوله اَلتَّرْكِيْبُ الخ

فائدہ: ترکیب دو اسموں کو ایک کرنے کو کہتے ہیں جیسے بعلبک اور معدیکرب' اور ترکیب کے غیر منصرف کا سبب

بننے کے لئے علمیت ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ نسبت اضافی اور اسنادی نہ ہو-

اعتراض: ترکیب کیلئے علمیت کی شرط لگانے کی کیا وجہ ہے وصف وغیرہ کی شرط بھی لگائی جاسکتی تھی-

جواب: علمیت کی شرط اس لیے لگائی تاکہ اس میں تغیر و تبدل نہ ہو کیونکہ اعلام بقدر الامکان تغیر سے محفوظ ہوتے ہیں توجب ترکیب میں علمیت پائی جائے گی' اس میں تغیر و تبدل نہیں ہوگا-

اعتراض ۲: آپ نے ترکیب کے سبب بننے کیلئے علمیت کی شرط لگائی جب کہ النجم اور بصری جیسی مثالوں میں ترکیب بھی ہے اور علمیت بھی' مگر پھر بھی وہ منصرف ہیں توآپ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے النجم یہ دو کلموں الف لام اور نجم سے مرکب ہے اور اس میں علمیت بھی ہے کہ یہ ایک خاص ستارے کا نام ہے اور بصری دو کلموں بصرہ اور یاء نسبت سے مرکب ہے یہ بھی علم ہے-

جواب: ترکیب سے مراد یہ ہے کہ دو اسموں کو ایک کیا جائے ان مثالوں میں دو اسموں کو ایک نہیں کیا گیا بلکہ ایک اسم اور حرف کو ایک کیا گیا ہے لہذا یہ منصرف ہیں-

قوله وَاَنْ لَّا يَكُوْنَ بِاِضَافَةٍ وَّلَا اَسْنَادٍ الخ

فائدہ: ترکیب میں نسبت اضافی واسنادی کی نفی اس لیے کی گئی ہے کہ ترکیب اضافی اسم مضاف کو منصرف بنادیتی ہے یا منصرف کے حکم میں کردیتی ہے' تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ترکیب اضافی مضاف کو تو منصرف بنادے اور مضاف الیہ میں عمل نہ کرے تو غیر منصرف کو منصرف ہونے سے بچانے کیلئے اضافت کی نفی کی اور نسبت اسنادی کی نفی اس لئے کی ہے کہ مرکب اسنادی جب کسی کا علم ہو تو وہ مبنی ہو جائے گا اور غیر منصرف معرب کی قسم ہے اسلئے ضدین کے اجتماع سے بچنے کیلئے نسبت اسنادی کی نفی کی-

قوله اَلْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الخ

فائدہ: الف نون زائدتان اگر اسم کے آخر میں ہوں تو منع صرف کا سبب بننے کیلئے علمیت شرط ہے جیسے عثمان اور عمران-

قوله شَرْطُهٗ

اعتراض: شرطہ کی ضمیر مفرد الف نون زائدتان کی طرف راجع ہے جو کہ تثنیہ ہے تو راجع اور مرجع میں مطابقت نہیں کہ ضمیر مفرد ہے اور مرجع تثنیہ ہے۔

جواب: الالف والنون میں واو بمعنی مع کے ہے تو یہ دونوں مل کر ایک سبب بن گئے ہیں اس اعتبار سے ان کی طرف مفرد کی ضمیر راجع کرنا درست ہوا۔

قوله اَلْعَلَمِیَّةُ

اعتراض: آپ نے اسم کے آخر میں الف نون زائد تان کا ہونا غیر منصرف کا سبب قرار دیا ہے حالانکہ سعدان کے آخر میں بھی الف نون زائد تان ہیں مگر وہ غیر منصرف نہیں ہے؟

جواب: محض الف نون زائد تان کا اسم کے آخر میں ہونا سبب بننے کے لئے کافی نہیں بلکہ علمیت کی شرط بھی ضروری ہے سعدان علم نہیں بلکہ یہ جنگلی گھاس کو کہتے ہیں۔

قوله وَمِنْ ثَمَّ اُخْتُلِفَ فِیْ رَحْمَانَ الخ

فائدہ: صفت کے آخر میں الف نون زائد تان ہو تو انتفاء فعلانۃٌ شرط ہے یا وجود فعلیٰ اس میں اختلاف ہے اسی اختلاف کی بنا پر نحویوں کا رحمٰن کے منصرف وغیر منصرف ہونے کے بارے میں اختلاف ہو گیا جو لوگ یہ شرط لگاتے ہیں کہ جس صفت کے آخر میں الف نون زائد تان ہیں اسکی مؤنث فعلانۃٌ نہ ہو ان کے نزدیک لفظ رحمٰن غیر منصرف پڑھا جائے گا کیونکہ لفظ رحمٰن کی مؤنث اصلاً ہے ہی نہیں چہ جائیکہ اس کی مؤنث رحمانۃٌ آئے اور جنہوں نے اس کی مؤنث فعلیٰ کے وزن پر آنا ضروری قرار دیا ہے ان کے نزدیک لفظ رحمٰن منصرف پڑھا جائے گا کیونکہ جب لفظ رحمٰن کی مؤنث ہی نہیں تو فعلیٰ کے وزن پر کیسے آئیگی لہذا لفظ رحمٰن منصرف ہوگا اور سکران میں کوئی اختلاف نہیں یہ بالاتفاق غیر منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث سکریٰ فعلیٰ کے وزن پر آتی ہے تو جنہوں نے وجود فعلیٰ کی شرط لگائی ہے ان کی شرط بھی پوری ہوگئی اور جنہوں نے انتفاء فعلانۃٌ کی شرط لگائی ان کی شرط بھی پوری ہوگئی کیونکہ اس کی مؤنث فعلیٰ ہے فعلانۃٌ نہیں ہے اور ندمان میں تفصیل ہے اگر ندمان بمعنی ندیم کے ہو تو بالاتفاق منصرف ہے کیونکہ اس صورت میں اس کی مؤنث ندمانۃٌ آتی ہے اور اگر بمعنی نادم ہو تو بالاتفاق غیر منصرف ہے کیونکہ اسکی مؤنث اس صورت میں ندمیٰ فعلیٰ کے وزن پر آتی ہے۔

وَوَزْنُ الْفِعْلِ شَرْطُهٗ اَنْ یَّخْتَصَّ بِهٖ کَشَمَّرَ وَضُرِبَ اَوْ یَکُوْنَ فِیْ اَوَّلِهٖ زِیَادَةٌ کَزِیَادَتِهٖ غَیْرَ قَابِلٍ لِلتَّاءِ وَمِنْ ثَمَّ امْتَنَعَ اَحْمَرُ وَانْصَرَفَ یَعْمَلُ وَمَا فِیْهِ عَلَمِیَّةٌ مُؤَثِّرَةٌ اِذَا نُکِّرَ صُرِفَ لِمَا تَبَیَّنَ مِنْ اَنَّهَا لَا تُجَامِعُ مُؤَثِّرَةً اِلَّا مَا هِیَ شَرْطٌ فِیْهِ اِلَّا الْعَدْلَ وَوَزْنَ الْفِعْلِ وَهُمَا مُتَضَادَانِ فَلَا یَکُوْنُ مَعَهَا اِلَّا اَحَدُهُمَا فَاِذَا نُکِّرَ بَقِیَ بِلَا سَبَبٍ اَوْ عَلٰی سَبَبٍ وَاحِدٍ۔

ترجمہ: وزن فعل کے (غیر منصرف کا سبب بننے) کی شرط یہ ہے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ خاص ہو جیسے شمّر اور ضرب یا (اس) کے شروع میں (حروف اتین میں سے کسی حرف کی) زیادتی ہو جیسے اس (فعل) کے شروع میں زیادتی ہوتی ہے وہ (اسم) تاء کو قبول کرنے والا نہ ہو' اسی وجہ سے احمر کو منصرف پڑھنا ممتنع ہے اور یعمل منصرف ہے اور ہر وہ اسم (غیر منصرف) جس میں علمیت مؤثر ہو جب اسے نکرہ بنایا جائے تو وہ منصرف بن جائے گا جیسا کہ واضح ہو چکا ہے کہ علمیت کسی چیز میں مؤثر ہو کر جمع نہیں ہوتی مگر جس میں علمیت شرط ہو' مگر عدل اور وزن فعل میں (ان دونوں میں علمیت بغیر شرط کے مؤثر ہے) اور وہ دونوں (عدل اور وزن فعل) متضاد ہیں پس علمیت ان دونوں کے ساتھ نہیں آئے گی بلکہ ان دونوں میں کسی ایک کے ساتھ آئے گی (تو جس میں علمیت شرط یا سبب ہے) جب اسے نکرہ بنایا جائے گا تو بغیر سبب کے باقی رہ جائے گا یا ایک سبب کے ساتھ باقی رہ جائے گا (اس لئے منصرف ہو جائے گا)۔

تجزیہ عبارت: یہاں سے صاحب کافیہ غیر منصرف کا نواں سبب وزن فعل بیان کر رہے ہیں کہ جو اسم فعل کے وزن پر ہو اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ وزن فعل کے ساتھ خاص ہو جیسے شمر کہ باب تفعیل سے فعل ماضی کا وزن ہے لیکن اسے گھوڑے کا علم بنادیا گیا ہے۔

اور ضُرِبَ فعل ماضی مجہول کا صیغہ ہے کسی کا علم بنادیا جائے تو یہ غیر منصرف ہو جائیگا اور اگر وہ وزن فعل کے ساتھ مختص تو نہ ہو لیکن اس کے شروع میں حروف اتین میں سے کوئی ایک حرف ہو جیسے فعل مضارع کے شروع میں اتین کے چار حروف میں سے کوئی ایک حرف ہوتا ہے تو بھی وہ غیر منصرف ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ اس وقت اسم کے آخر میں ایسی تاء نہ ہو جو حالت وقف میں ہاء سے بدل جائے اسی بنا پر احمر یہ غیر منصرف ہے اور یَعْمَلٌ منصرف ہے کیونکہ اس کے آخر میں تاء آتی ہے جو حالت وقف میں ھاء سے بدل جاتی ہے جیسے کہا جاتا ہے نَاقَةٌ یَعْمَلَةٌ۔

اس کے بعد فرمایا کہ جس اسم میں علمیت شرط یا سبب ہو جب اسے نکرہ بنا دیا جائے تو وہ منصرف ہو جائے گا کیونکہ اسم بغیر سبب کے رہ جائیگا یا ایک سبب کے ساتھ رہ جائے گا کیونکہ یہ بات اسباب منع صرف اور اس کی شرائط میں بیان ہو چکی ہے کہ علمیت مؤثر ہو کر صرف اسی وقت سبب بنتی ہے جب کہ یہ شرط ہو البتہ عدل اور وزن فعل کے ساتھ بغیر شرط کے بھی مؤثر ہو کر سبب بنتی ہے اور عدل اور وزن فعل چونکہ ایکدوسرے کی ضد ہیں اس لئے کہ دونوں کے اوزان مختلف ہیں اس لئے ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ ایک اسم میں عدل اور وزن فعل اور علمیت تینوں جمع ہو جائیں کہ علمیت کے بعد

بھی دو سبب باقی رہیں اس لئے ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ پائی جائے گی تو جن اسباب کے ساتھ علمیت شرط ہے علمیت کے ختم ہونے سے وہ اسم بلا سبب کے باقی رہ جائے گا، اور جن میں محض سبب ہو کر مؤثر ہے وہ ایک سبب کے ساتھ باقی رہ جائیں گے چنانچہ منصرف ہوں گے۔

تشریح :قوله وَزْنُ الْفِعْلِ الخ

فائدہ : وزن فعل کے غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے ضروری ہے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہو اور اسم میں فعل سے منقول ہو کر پایا جائے جیسے شَمَّرَ یہ تشمیر سے ماضی معروف کا صیغہ ہے اب فعل سے منقول ہو کر گھوڑے کا علم ہو گیا اور مناسبت دونوں کے درمیان یہ ہے کہ تشمیر کا معنی ہے دامن سمیٹنا کوئی شخص تیز رفتاری کا ارادہ کرتا ہے تو دامن سمیٹ لیتا ہے اسی مناسبت سے تیز رفتار گھوڑے کا نام شمر رکھ دیا گیا اسی طرح بذر تبذیر سے مشتق ہے جس کا معنی اسراف اور فضول خرچی ہے پھر مکہ مکرمہ کے ایک کثیر الماء چشمے یعنی زمزم کا نام رکھ دیا گیا وجہ مناسبت ظاہر ہے کہ ہر شخص آب زمزم کو بلا روک ٹوک استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح ضرب جب کسی شخص کا علم بنا دیا جائے تو یہ بھی غیر منصرف بن جائے گا اگر وہ وزن فعل کے ساتھ خاص نہ ہو بلکہ اسم میں بھی استعمال ہوتا ہو اور فعل میں بھی تو پھر غیر منصرف بننے کیلئے شرط یہ ہے کہ اس کے شروع میں علامت مضارع میں سے کوئی ایک حرف ہو، جیسے یشکر تغلب، نرجس، احمد لیکن اس میں یہ بھی شرط ہے کہ اس اسم کے آخر میں ایسی تاء نہ ہو جو حالت وقف میں ھاء سے بدل جائے وگرنہ منصرف ہو جائے گا جیسے یعمل کہ اسکے آخر میں تاء آتی ہے اس لئے یہ منصرف ہے جیسے عربی محاورہ ہے ناقۃ یعملۃ۔

قوله اَنْ یَّخْتَصَّ بِهٖ الخ

اعتراض : لفظ یختص ذکر کرنا صحیح نہیں کیونکہ خاصہ کی تعریف یہ ہے کہ ما یختص به ولا یوجد فی غیرہ تو شمر اور ضرب فعل کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اسم میں بھی مستعمل ہوتے ہیں۔

جواب : یہ اوزان ابتداءً فعل ہی کے ساتھ خاص ہیں اسم کے ساتھ خاص نہیں اگر اسم میں استعمال بھی ہوں تو فعل سے منقول ہو کر استعمال ہوتے ہیں تو اسم کے ساتھ خاص ہونا باعتبار نقل کے ہے۔

قوله ضُرِبَ الخ

اعتراض : شمر فعل معروف کا صیغہ ہے اور ضُرِبَ مجہول کا اسے بھی معروف ذکر کرنا چاہیے تھا تاکہ

کے ساتھ مطابقت ہو جاتی۔

جواب: ضرب فعل مجہول کا صیغہ اسلئے لائے کہ یہ وزن فعل کے ساتھ خاص ہے اور معروف کا صیغہ ضَرَبَ بر وزن فَعَلَ یہ فعل کے ساتھ مختص نہیں اسم میں بھی پایا جاتا ہے جیسے شَجَرَ حَجَرَ صَخَرَ۔

قوله وَانصَرَفَ يَعْمَلُ الخ

اعتراض: یعمل کے شروع میں حروف اتین میں سے یاء ہے اسے منصرف کیوں کہا غیر منصرف کہنا چاہیے تھا۔

جواب: ہم نے اس میں یہ شرط بھی ذکر کی ہے کہ اسمیں ایسی تاء نہ ہو جو حالت وقف میں ہاء سے بدل جائے یَعمَلُ کے آخر میں تاء آسکتی ہے جیسے کہا جاتا ہے ناقۃ یعملۃ۔

قوله وَمَا فِيهِ عَلَمِيَّةٌ الخ

فائدہ: ۱غیر منصرف کے بعض اسباب ایسے ہیں جن کے ساتھ علمیت شرط ہو کر بھی جمع ہوتی ہے اور سبب ہو کر بھی اور بعض اسباب ایسے ہیں جن کے ساتھ صرف بطور سبب کے جمع ہوتی ہے بطور شرط کے نہیں اور بعض اسباب ایسے ہیں جن کے ساتھ علمیت نہ بطور شرط مستعمل ہوتی ہے نہ بطور سبب کے۔

پہلی قسم میں معرفہ تانیث لفظی ومعنوی عجمہ ترکیب الف نون زائدتان شامل ہیں کہ انکے ساتھ علمیت بطور شرط بھی اور بطور سبب بھی مستعمل ہوتی ہے اور دوسری قسم میں عدل اور وزن فعل ہیں کہ ان کے ساتھ علمیت صرف بطور سبب کے مستعمل ہوتی ہے ان کے لئے علمیت شرط نہیں اور تیسری قسم میں وصف ہے کہ وصف اور علمیت آپس میں متضاد ہیں کیونکہ علمیت خصوصیت کا تقاضا کرتی ہے اور وصفیت عمومیت کا۔

فائدہ: ۲جن اسباب کے لئے علمیت شرط ہے جب وہ اسم نکرہ ہو جائے تو منصرف بن جائے گا کیونکہ علمیت بذات خود سبب بھی ہے اور دوسرے سبب کے لیے شرط بھی ہے تو جب علمیت ختم ہوگئی تو وہ سبب بھی مؤثر نہیں رہے گا کیونکہ قاعدہ ہے اذا فات الشرط فات المشروط تو اسم میں کوئی سبب بھی باقی نہ رہا لہذا اسم منصرف ہو جائے گا اور جن اسباب کے ساتھ علمیت صرف بطور سبب کے مستعمل ہے شرط نہیں جیسے عدل اور وزن فعل جب اسم کو نکرہ بنا دیا جائے تو وہ بھی منصرف ہو جائے گا کیونکہ نکرہ بننے کی وجہ سے علمیت ختم ہو جائے گی صرف ایک سبب عدل یا وزن فعل باقی رہ جائے گا اور ایک سے اسم غیر منصرف نہیں بنتا۔

فائدہ: ۳ اسم کو نکرہ بنانے کی دو صورتیں ہیں۔

۱- علم سے وصف مشہور مراد لیا جائے جیسے لکل فرعون موسیٰ فرعون سے مراد باطل پرست لیا جائے اور موسیٰ سے حق پرست یعنی ہر باطل پرست کے مقابلے میں حق پرست ضرور ہوتا ہے تو اس مثال میں دونوں علم سے وصف مشہور مراد لینے کے سبب یہ دونوں نکرہ بن گئے۔

۲- اس علم کی مسمیٰ جماعت میں سے ایک فرد مراد لیا جائے جیسے زید ایک جماعت کا نام ہو تو رایت زیدا کہنے والا اس جماعت میں سے ایک فرد غیر معین مراد لے تو یہ نکرہ بن جائے گا کیونکہ اس میں متعین نہیں کہ کونسا زید مراد ہے۔

قوله وَهُمَا مُتَضَادَّانِ الخ

اعتراض: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے آپ نے کہا عدل اور وزن فعل کے ساتھ علمیت صرف بطور سبب کے جمع ہوتی ہے بطور شرط کے نہیں تو ہو سکتا ہے کہ ایک اسم میں تین سبب پائے جائیں علمیت، عدل اور وزن فعل جب علمیت ختم ہو گئی تو دو سبب یعنی عدل اور وزن فعل باقی ہیں اس لئے اسم غیر منصرف ہو سکتا ہے علمیت کے نہ ہوتے ہوئے بھی جب کہ آپ نے کہا کہ اس صورت میں اسم میں صرف ایک سبب باقی رہ جائے گا اور منصرف بن جائے گا

جواب: وهما متضادان الخ سے اس اعتراض کا جواب دیا کہ عدل اور وزن فعل دونوں آپس میں متضاد ہیں ایک اسم میں دونوں جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ عدل کے اوزان فعل کے اوزان سے مختلف ہیں تو آپ کے مفروضے کی بنیاد ہی ختم ہو گئی۔

فائدہ: عدل کے اوزان مندرجہ ذیل ہیں ان میں سے کوئی وزن ایسا نہیں جو فعل کے اوزان معتبرہ میں سے ہو

۱- فُعَال جیسے ثُلاث ۲- مَفْعَلُ جیسے مَثْلَث ۳- فُعَلُ جیسے اُخَرُ ۴- فُعَلَ جیسے عُمَرَ ۵- فَعَلِ جیسے اَمْسِ ۶- فَعَالِ جیسے قَطَامِ

وَخَالَفَ سِيبَوَيْهِ الْاَخْفَشَ فِيْ مِثْلِ اَحْمَرَ عَلَمًا اِذَا نُكِّرَ اِعْتِبَارًا لِلصِّفَةِ الْاَصْلِيَّةِ بَعْدَ التَّنْكِيْرِ وَلَا يَلْزَمُهُ بَابُ حَاتِمٍ لِمَا يَلْزَمُ مِنَ اعْتِبَارِ الْمُتَضَادَّيْنِ فِيْ حُكْمٍ وَّاحِدٍ وَجَمِيْعُ الْبَابِ بِاللَّامِ اَوْ بِالْاِضَافَةِ يَنْجَرُّ بِالْكَسْرِ۔

ترجمہ: اور سیبویہ نے اخفش کی مخالفت کی ہے احمر کی مثل میں جب کہ علم ہو جب اسے نکرہ بنایا جائے گا (پھر بھی غیر منصرف رہے گا) تنکیر کے بعد وصف اصلی کا اعتبار کرتے ہوئے اور سیبویہ پر لازم نہیں آتا حاتم کی مثل میں وصف کا اعتبار کرنا اس لئے کہ (حاتم میں وصف کا اعتبار کرنے سے) دو متضاد چیزوں کا اعتبار کرنا لازم آئے گا ایک حکم میں اور غیر منصرف کے تمام باب میں جب الف لام داخل ہو یا اضافت ہو تو کسرہ کے ساتھ مجرور ہوگا۔

تجزیہ عبارت: یہاں سے صاحب کافیہ سیبویہ اور اخفش کا اختلاف بیان کرتے ہیں سیبویہ کہتے ہیں کہ احمر کی مثل میں اگر علمیت کو ختم بھی کر دیا جائے تو بھی یہ غیر منصرف ہی رہتا ہے اس میں دو سبب موجود ہیں ایک وصف اصلی دوسرا وزن فعل لیکن اخفش کہتے ہیں کہ احمر کو جب نکرہ بنایا جائے تو اس میں علمیت ختم ہو جائے گی اس میں صرف ایک سبب وزن فعل باقی رہ جائے گا اور علمیت کی وجہ سے وصفیت زائل ہو چکی تھی وہ لوٹ کر واپس نہیں آئے گی چنانچہ یہ منصرف رہے گا۔

اس کے بعد صاحب کافیہ اخفش کی طرف سے سیبویہ پر ہونے والے اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ سیبویہ نے حاتم میں وصف اصلی کا اعتبار اس لئے نہیں کیا کہ اجتماع ضدین لازم آتا ہے اسلئے کہ وصفیت اور علمیت دونوں جمع نہیں ہو سکتیں اس کے بعد فرمایا کہ ہر اسم غیر منصرف جب اس پر الف لام داخل ہو یا کسی دوسرے اسم کی طرف مضاف ہو تو اس پر حالت جری میں کسرہ آئے گا۔

تشریح: قولہ خَالَفَ سِیْبَوَیْہِ الخ

اعتراض: خالف مخالفت سے مشتق ہے اور اس کا فاعل سیبویہ ہیں جو کہ اخفش کے استاذ ہیں جب کہ عربی محاورے میں مخالفت کی نسبت ادنی کی طرف کی جاتی ہے اور ادب کا تقاضا بھی یہی ہے اسلئے مخالفت کی نسبت اخفش کی طرف ہونی چاہیے تھی۔

جواب ۱: یہاں مفعول کو مقدم کیا گیا ہے اصل میں خالف کا فاعل اخفش ہی ہے لیکن یہ جواب ضعیف ہے اس لئے کہ اعتبارا للصفۃ الخ یہ مفعول لہ ہے خالف کا اور قاعدہ ہے کہ مفعول لہ اور فعل کا فاعل ایک ہی ہوتا ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ صفت اصلیہ کا اعتبار سیبویہ ہی کرتے ہیں اسلئے فعل معلل بہ کا فاعل بھی سیبویہ ہی ہونا چاہیے نہ کہ اخفش۔

جواب ۲: یہاں محاورے کا لحاظ نہیں کیا گیا بلکہ موقف کی قوت و ضعف کا لحاظ کیا گیا ہے تو اخفش کا

موقف چونکہ قوی ہے جمہور نحاۃ کے مذہب کے موافق ہونے کی وجہ سے اسلئے وہ اعلیٰ ہوا بنسبت سیبویہ کے مذہب کے اس لئے مخالفت کی نسبت سیبویہ کی طرف کردی گئی۔

فائدہ : ۱، اخفش اور جمہور نحاۃ کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی وصف کو علم بنادیں اور اس کی وصفیت علمیت کی وجہ سے زائل ہو جائے تو جب اسے دوبارہ نکرہ بنایا جائے گا تو وہ منصرف ہی رہے گا زائل شدہ وصفیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا لیکن سیبویہ کہتے ہیں کہ وصفیت زائل نہیں ہوتی بلکہ ایک مانع کے سبب اس کا اعتبار مشکل تھا یعنی علمیت جب وہ مانع ختم ہو گیا تو وصفیت واپس لوٹ آئیگی۔

فائدہ : ۲، اخفش تین ہیں ۱۔سیبویہ کا استاذ ہے جس کی کنیت ابو الخطاب ہے ۲۔سیبویہ کا شاگرد ہے اسکا نام ابو الحسن سعید بن سعدۃ ہے ۳۔سیبویہ کا ہم عصر ہے اس کا نام ابو الحسن علی بن سلیمان ہے یہاں سیبویہ کا شاگرد مراد ہے۔

قوله وَلَا يَلْزَمُهُ بَابُ حَاتِمٍ الخ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض : سیبویہ پر اعتراض ہوتا ہے کہ جس طرح آپ نے احمر میں وصف اصلی کا اعتبار کر کے اسے غیر منصرف کہا ہے تو باب حاتم میں بھی وصف اصلی کا اعتبار کرنا چاہیے کیونکہ دو سبب موجود ہیں علیت اور وصفیت

حاتم حتم سے ماخوذ ہے جس کے معنی مضبوط اور استوار کرنے کے آتے ہیں اور باب حاتم سے مراد ہر وہ علم ہے جس میں اصل کے اعتبار سے وصفیت ہو اور علم اسمیں باقی ہو زائل نہ ہو یہاں بھی وصف اصلی کا اعتبار کر کے غیر منصرف پڑھنا چاہیے جب کہ یہ منصرف ہے۔

جواب : حاتم میں وصف اصلی کا اعتبار اس لئے نہیں کیا کہ دو متضاد چیزوں کا اجتماع لازم آتا ہے یعنی علمیت اور وصفیت کیونکہ علمیت خصوصیت کا تقاضا کرتی ہے اور وصفیت عموم کا اور احمر میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ وصف اور وزن فعل جمع ہو سکتے ہیں۔

قوله بَابُ حَاتِمٍ |

اعتراض : لفظ باب کا اضافہ کرنے میں کیا مصلحت ہے محض حاتم پر اکتفا کیوں نہیں کیا ولا یلزمہ حاتم کہہ دیتے۔

جواب : باب کا اضافہ کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ اعتراض وجواب صرف حاتم کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اس سے ہر وہ اسم مراد ہے جس میں علمیت پائی جائے اور اصل کے اعتبار سے وصف ہو۔

فائدہ : جس طرح احمر میں سیبویہ اور اخفش کا اختلاف ہے اسی طرح سکران میں بھی اختلاف ہے کہ سکران کو اگر علم بنادیا جائے اور اس وجہ سے اس کی وصفیت زائل ہو جائے تو بعد میں اسے نکرہ بنادینے سے وصفیت عود کر آئے گی یا نہیں سیبویہ کہتے ہیں کہ وصفیت واپس آجائے گی اور یہ غیر منصرف ہوگا اور اخفش کہتے ہیں الزائل لا یعود یعنی جب وصفیت زائل ہو گئی تو واپس نہیں آسکتی اس لئے یہ منصرف ہو گا۔

قوله وَجَمِيعُ الْبَابِ بِاللَّامِ الخ

فائدہ : اسم غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہیں آتا فعل کی مشابہت کی وجہ سے جیسا کہ شروع میں بیان ہو چکا ہے لیکن اگر اسی اسم پر الف لام داخل کر دیا جائے یا اسے دوسرے اسم کی طرف مضاف کر دیا جائے تو حالت جری میں اس پر کسرہ آیگا جیسے مررت بالاحمر اور اضافت کی مثال مررت باحمد کم کیونکہ اس صورت میں اس کی فعل کے ساتھ مشابہت کمزور ہو جاتی ہے کہ فعل پر نہ الف لام داخل ہو تا ہے نہ وہ مضاف ہوتا ہے کیونکہ یہ اسم کے خواص ہیں اس ضعف مشابہت کی وجہ سے اس پر کسرہ آتا ہے۔

قوله يَنْجَرُّ بِالْكَسْرِ الخ

اعتراض : صرف ینجر کہنے سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے بالکسر کے اضافہ کی حاجت نہ تھی۔

جواب : بالکسر کا اضافہ ایک فائدہ کے لئے ہے کہ جر کی دو حالتیں ہیں لفظی اور تقدیری شاید کوئی یہ سوچتا کہ حالت جری میں اس کا اعراب تقدیری ہوگا جیسے مررت بموسیٰ تو اس بات کی صراحت ہو گئی کہ جری حالت میں اعراب لفظی ہو گا تقدیری نہیں۔

اعتراض : اگر یہ فائدہ مقصود تھا تو پھر صرف ینکسر کہہ دیتے ینجر بالکسر کہنے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب : اگر صرف ینکسر کہہ دیتے تو کوئی خیال کرتا کہ یہاں مبنی کا اعراب بتا رہے ہیں تو ینجر بالکسر لا کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ معرب کا اعراب ہے۔

محمد اصغر علی عفی عنہ
مدرس
جامعہ اسلامیہ عربیہ

المَرفوعَاتُ

اَلْمَرْفُوْعَاتُ هُوَ مَا اشْتَمَلَ عَلٰی عَلَمِ الْفَاعِلِیَّةِ فَمِنْهُ الْفَاعِلُ وَهُوَمَا اُسْنِدَ اِلَیْهِ الْفِعْلُ اَوْشِبْهُهٗ وَقُدِّمَ عَلَیْهِ عَلٰی جِهَةِ قِیَامِهٖ بِهٖ مِثْلُ قَامَ زَیْدٌ وَزَیْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ وَالْاَصْلُ اَنْ یَلِیَ الْفِعْلَ فَلِذٰلِکَ جَازَ ضَرَبَ غُلَامَهٗ زَیْدٌ وَامْتَنَعَ ضَرَبَ غُلَامُهٗ زَیْدًا وَ اِذَا انْتَفَی الْاِعْرَابُ فِیْهِمَا لَفْظًا وَ الْقَرِیْنَةُ اَوْکَانَ مُضْمَرًا مُتَّصِلاً اَوْ وَقَعَ مَفْعُوْلُهٗ بَعْدَاِلَّا اَوْ مَعْنَاهَا وَجَبَ تَقْدِیْمُهٗ وَاِذَا اتَّصَلَ بِهٖ ضَمِیْرُ مَفْعُوْلٍ اَوْ وَقَعَ بَعْدَ اِلَّا اَوْ مَعْنَاهَا اَواتَّصَلَ بِهٖ مَفْعُوْلُهٗ وَهُوَ غَیْرُ مُتَّصِلٍ وَجَبَ تَاْخِیْرُهٗ۔

ترجمہ : یہ مرفوعات کی بحث ہے مرفوع وہ اسم ہے جو فاعلیت کی علامت پر مشتمل ہو اس ہیں (مرفوعات) سے ایک فاعل ہے فاعل وہ اسم ہے جس کی طرف فعل یا شبہ فعل کی اسناد ہو اور وہ (فعل یا شبہ فعل) اس اسم پر مقدم کیا گیا ہو اس طرح سے کہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہو جیسے قام زید اور زید قائم ابوہ 'اور اصل (اس میں) یہ ہے کہ وہ فعل کے ساتھ ملا ہوا ہو اور اسی لئے یہ مثال جائز ہے ضَرَبَ غلامه زیدٌ 'اور یہ مثال ممتنع ہے ضَرَبَ غلامُه زیداً اور جب ان دونوں میں (فاعل اور مفعول میں) لفظی اعراب اور قرینہ منتفی ہو یا فاعل کی ضمیر فعل کے ساتھ متصل ہو یا فاعل کا مفعول اِلاّ کے بعد واقع ہو یا معنی اِلا کے بعد واقع ہو تو فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے اور جب فاعل کے ساتھ مفعول کی ضمیر متصل ہو یا فاعل الا کے بعد واقع ہو یا الا کے ہم معنی کے بعد واقع ہو یا مفعول کی ضمیر فعل کے ساتھ متصل ہو اور فاعل کی ضمیر فعل کے ساتھ متصل نہ ہو تو فاعل کو مؤخر کرنا واجب ہے۔

تشریح: قوله المرفوعات

فائدہ : لفظ المرفوعات کی ترکیب میں پانچ قول ہیں

۱- مرفوعات مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اس کی خبر ہذہ محذوف ہے تو یوں عبارت ہو جائے گی المرفوعات ھٰذہ-

۲-یا مرفوع ہے خبر ہونے کی بنا پر تو مبتدا ھذہ محذوف ہوگا ای ھٰذہ المرفوعات-

۳-یا مبتدا ہے اور خبر آئندہ جملہ ھو ما اشتمل علی الخ ہے-

۴-یا منصوب ہے مفعولیت کی بنا پر ای خذ المرفوعات یا اشرع المرفوعات -

۵-یا لفظ المرفوعات ساکن ہے اور محل فصل میں واقع ہے اور محل فصل میں واقع اسم کا کوئی اعراب نہیں ہوتا-

اعتراض :مرفوعات کو منصوبات ومجرورات پر مقدم کیوں کیا؟

جواب :مرفوعات اصل ہیں اور منصوبات فرع 'اور اصل فرع پر مقدم ہوتی ہے اسلئے مرفوعات کو مقدم کیا-

اعتراض :المرفوعات کو جمع کے صیغے سے ذکر کیا اس کے بعد ھو ما اشتمل میں اس کو مفرد ذکر کیا اس فرق کی وجہ کیا ہے

جواب :لفظ مرفوعات جمع اس لئے لائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ مرفوعات آٹھ ہیں لفظ مرفوع میں غلط فہمی کا احتمال تھا کہ کوئی سمجھتا مرفوع ایک ہی ہے اور چونکہ باعتبار رفع کے سب بمنزلہ ایک فرد کے ہیں اس لئے تعریف میں ضمیر مفرد ذکر کی-

فائدہ :مرفوعات مرفوع کی جمع ہے مرفوعۃ کی نہیں' کیونکہ مرفوع اسم کی صفت ہے اگر مرفوعۃ کہیں تو یہ صحیح نہیں کیونکہ اسم مذکر ہے تو موصوف اور صفت میں مطابقت نہیں رہے گی-

اعتراض :اگر مرفوع کی جمع ہے تو مرفوعون ہونا چاہیئے تھا نہ کہ مرفوعات'کیونکہ مذکر کی جمع واو نون کے ساتھ آتی ہے-

جواب :مرفوعات مرفوع ہی کی جمع ہے لیکن چونکہ مذکر لا یعقل ہے اور مذکر لایعقل کی جمع الف تا کے ساتھ آتی ہے اسلئے مرفوعات جمع ہوگی جیسے صافنات صافن کی جمع ہے مذکر گھوڑوں کیلئے استعمال ہوتا ہے اور سجلات سجل کی جمع ہے یعنی موٹے اونٹ' اور خالیات خالی کی جمع ہے جیسے کہا جاتا ہے الایام الخالیات گذرے ہوئے دن-

فائدہ :مرفوعات آٹھ ہیں(۱) فاعل(۲) مفعول مالم یسم فاعلہ (۳) مبتدا(۴) خبر (۵) اِنَّ وغیرہ کی خبر (۶) کان وغیرہ کا اسم(۷) ماولا مشبہتین بلیس کا اسم (۸) لائے نفی جنس کی خبر-

قولہ ھُوَ مَااشْتَمَلَ الخ | مصنفؒ مرفوعات کی تعریف کررہے ہیں۔

مرفوع اسے کہتے ہیں جو فاعلیت کی علامت پر مشتمل ہو اور فاعلیت کی علامت ضمہ ہے جیسے ضرب زید ٗ اور واؤ ہے جیسے جاء مسلمون ٗ اور الف ہے جیسے ضرب رجلان۔

قولہ فَمِنْهُ الْفَاعِلُ الخ | یہاں سے سب سے پہلے مرفوع یعنی فاعل کی تعریف کرتے ہیں فاعل وہ اسم ہے جس کی طرف فعل یا شبہ فعل کی اسناد اس طرح ہو کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم پر مقدم ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہو جیسے قام زید اور زید قائم ابوہ۔

فائدہ : ۱ شبہ فعل سے مراد اسم فاعل ٗ اسم مفعول ٗ اسم تفضیل ٗ صفت مشبہ ٗ مصدر وغیرہ ہیں ان کو شبہ فعل ٗ فعل کے ساتھ مادہ اور معنی کے اعتبار سے مشابہت ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے جیسے ضرب میں معنی ضرب اور مادہ ض رب موجود ہے اس طرح ضارب میں بھی معنی ضرب اور مادہ موجود ہیں۔

فائدہ : ۲ فاعل کی مشہور تعریف یہ ہے کہ اس کے ساتھ فعل قائم ہو خواہ فعل اس سے صادر ہو جیسے ضرب زید ٗ اسمیں فعل ضرب فاعل سے صادر ہے ٗ خواہ صادر نہ ہو جیسے مات زید ٗ اس میں فعل ٗ فاعل سے صادر نہیں ہوا البتہ اس کے ساتھ متصل ہے۔

اعتراض : فاعل کو باقی مرفوعات پر مقدم کرنے کی وجہ کیا ہے۔

جواب : فاعل تمام مرفوعات میں اصل ہے اور فاعل جملہ فعلیہ کا جز ہوتا ہے جو کہ تمام جملوں سے اعلی ہے اسلئے فاعل کو باقی مرفوعات پر مقدم کیا۔

قولہ وَالْاَصْلُ اَنْ يَلِيَ الْفِعْلَ الخ |

فائدہ : یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کررہے ہیں کہ فاعل میں اصل اور مناسب یہ ہے کہ فعل کے ساتھ لفظاً متصل ہو بشر طیکہ کوئی مانع نہ ہو جیسے ضرب زید ٗ اور اگر فاعل کا فعل کے ساتھ اتصال لفظوں کے اعتبار سے نہ ہو تو بھی رتبہ کے اعتبار سے فاعل مفعول سے مقدم ہی ہوتا ہے اسی وجہ سے ضَرَبَ غلامَہ زیدٌ اس میں زید فاعل ہے اگرچہ غلامَہ ٗ سے لفظاً مؤخر ہے لیکن رتبۃً مقدم ہے اسلئے اضمار قبل الذکر صرف لفظاً ہے رتبۃً نہیں اور یہ قابل برداشت ہے ٗ اور اگر اضمار قبل الذکر لفظاً ورتبۃً لازم آئے تو وہ مثال ممتنع ہو جائے گی جیسے ضَرَبَ غُلامُہ زیداً غلامہ کی

ضمیر زیداً مفعول بہ کی طرف راجع ہے اور یہ ضمیر فاعل کے ساتھ متصل ہے جو رتبۃً اور لفظاً ہر اعتبار سے مقدم ہے مفعول بہ سے ' اس لئے یہ مثال جائز نہیں۔

قولہ وَاِذَا انْتَفَی الْاِعْرَابُ الخ تقدیم فاعل کے وجوبی مقامات

فائدہ: یہاں سے صاحب کافیہ چار مقامات بیان کرتے ہیں جن میں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے۔

۱- جب فاعل اور مفعول دونوں پر لفظی اعراب بھی نہ ہو اور کوئی قرینہ بھی ایسا نہ ہو جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ فاعل کونسا ہے اور مفعول کونسا ہے تو فاعل کو مقدم کرنا واجب ہے جیسے ضرب موسیٰ عیسیٰ 'ایسی مثال میں سوائے اسکے کہ فاعل مقدم ہوتا ہے مفعول پر اور کوئی قرینہ نہیں جس سے فاعل اور مفعول میں امتیاز ہو سکے اسلئے فاعل کو مقدم کرنا ضروری ہے ورنہ فاعل و مفعول میں التباس ہو جائے گا اور اگر کوئی قرینہ لفظی یا معنوی فاعل اور مفعول کے امتیاز پر پایا جائے تو مفعول کو مقدم کیا جا سکتا ہے لفظی قرینہ کی مثال جیسے ضربت موسیٰ حبلی 'اس مثال میں صیغہ ضربت قرینہ ہے حبلی کے فاعل ہونے پر 'اسلئے موسیٰ مفعول کو مقدم کرنا جائز ہے اور قرینہ معنویہ کی مثال جیسے- اکل الکمثری یحیٰ ' اس میں معنوی قرینہ موجود ہے کہ فاعل یحیٰ ہے کمثریٰ 'نہیں کیونکہ اکل والا فعل کمثریٰ سے صادر نہیں ہو سکتا

۲- فاعل کی ضمیر فعل کے ساتھ متصل ہو تو بھی فاعل کو مقدم کرنا ضروری ہے تاکہ متصل کا منفصل ہونا لازم نہ آئے جیسے ضَرَبْتُ زَیْدًا-

۳- فاعل کا مفعول اِلاَّ کے بعد واقع ہو جیسے ما ضرب زید الاّ عمرواً یہاں بھی فاعل کو مقدم کرنا واجب ہے کیونکہ مقصود یہ بتانا ہے کہ زید نے صرف عمرو ہی کو مارا ہے کسی اور کو نہیں' عمرو کو خواہ کسی اور نے مارا ہو یا نہ مارا ہو' اور اگر مفعول کو مقدم کریں گے تو یہ حصر حاصل نہ ہو گا۔

۴- فاعل کا مفعول معنیٰ الاّ کے بعد واقع ہو اسوقت بھی فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے جیسے انما ضرب زیدٌ عمرًا اس میں بھی حصر مقصود ہے کہ زید صرف عمرو کا ضارب ہے عمرو خواہ کسی اور کا مضروب ہو اگر مفعول کو مقدم کریں گے تو حصر فوت ہو جائے گا-

قوله وَاِذَا تَّصَلَ بِهٖ ضَمِيرُ الخ | تاخیر فاعل کے وجوبی مقامات

یہاں سے صاحب کافیہ ان مقامات کو بیان کرتے ہیں جہاں فاعل کو مفعول سے مؤخر کرنا واجب ہے۔

۱- مفعول کی ضمیر فاعل کے ساتھ متصل ہو تو فاعل کو مؤخر کرنا ضروری ہے جیسے ضَرَبَ زَیداً غُلامُهٗ اگر مفعول کو مؤخر کردیا جائے تو اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً لازم آئے گا جیسے کہ پہلے گذر چکا ہے۔

۲- جب فاعل الاّ کے بعد واقع ہو تو فاعل کو مؤخر کرنا واجب ہے جیسے ما ضَرَبَ عمرواً اِلاّ زیدٌ کیونکہ اس مثال میں یہ بتانا مقصود ہے کہ عمرو صرف زید کا مضروب ہے اسکو کسی اور نے نہیں مارا خواہ زید کسی اور کا ضارب ہو یا نہ ہو یعنی مضروبیتِ عمرو کا حصر مقصود ہے اگر برعکس کریں گے تو یہ مقصود حاصل نہ ہوگا۔

۳: فاعل معنیٰ الاّ کے بعد واقع ہو تو بھی فاعل کو مؤخر کرنا واجب ہے جیسے انما ضرب عمرواً زیدٌ اگر برعکس کریں گے تو مقصود حاصل نہ ہوگا کمامر۔

۴- مفعول کی ضمیر فعل کے ساتھ متصل ہو اور فاعل کی ضمیر فعل کے ساتھ متصل نہ ہو تو فاعل کو مؤخر کرنا واجب ہے جیسے ضَرَبَكَ زَيدٌ اگر مؤخر نہ کریں گے تو متصل کا منفصل ہونا لازم آئیگا۔

وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا فِيْ مِثْلِ زَيْدٌ لِمَنْ قَالَ مَنْ قَامَ وَلِيُبْكَ يَزِيْدُ ضَارِعٌ لِخُصُوْمَةٍ وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِيْحُ الطَّوَائِحُ وَوُجُوْبًا فِيْ مِثْلِ وَاِنْ اَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ وَقَدْ يُحْذَفَانِ مَعًا فِيْ مِثْلِ نَعَمْ لِمَنْ قَالَ اَقَامَ زَيْدٌ۔

ترجمہ : اور کبھی فعل کو حذف کیا جاتا ہے قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے جوازی طور پر جیسے زید اس شخص کے جواب میں کہا جائے جو کہے من قام (دوسری مثال شعر میں) چاہیے کہ یزید کو رویا جائے (اور وہ روئے) جو عاجز اور ذلیل ہو چکا ہے دشمنوں سے انتقام لینے سے اور (یزید کو وہ شخص روئے) جو بغیر وسیلہ کے سوال کرتا ہو کہ مہلکات زمانہ نے (اس کے مال اور تحصیلِ مال کے ذرائع کو) ہلاک کردیا ہو اور فعل کو حذف کرنا واجب ہے وان احد من المشرکین استجارک کی مثل میں اور کبھی فعلِ فاعل اکٹھے حذف ہوتے ہیں جیسے نعم اس شخص کے جواب میں کہا جائے جو یہ سوال کرے اقام زید

تشریح : قولہ وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حذف فعل کے جوازی مقامات بیان کرتے ہیں کہ جب قرینہ پایا جائے تو فعل کو حذف کرنا جائز ہے کیونکہ قرینہ بتلا رہا ہے کہ یہاں فعل محذوف ہے جیسے کوئی سوال کرے من قام' اس کے جواب میں صرف زید کہہ دیا جائے کیونکہ سوال کا قرینہ بتلا رہا ہے کہ یہاں فعل محذوف ہے اصل میں تھا قام زید یہ مثال اس جواب کی ہے جو سوال محقق کے جواب میں ہو اور کبھی فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے جب کہ وہ سوال مقدر کا جواب بن رہا ہو جیسے لیبک یزید الخ محل استشہاد اس شعر میں ضارع لخصومۃ ہے کہ اس سے قبل یبکیہ فعل محذوف ہے کیونکہ یہ سوال مقدر کا جواب بن رہا ہے کیونکہ جب شاعر نے کہا لیبک یزید یعنی یزید کو رویا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے من یبکیہ تو اس کا جواب دیا یبکیہ ضارع لخصومۃ۔

اعتراض : ہم لیبک فعل کو معروف پڑھتے ہیں اس صورت میں یزید مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا اور ضارع فاعل ہوگا تو آپ کیلئے اس سے استشہاد صحیح نہیں۔

جواب : اس شعر میں لیبک اور ضارع کے بارے میں چھ احتمالات ہیں ایک وہ جو آپ نے مراد لیا ہے اور ایک وہ جو ہم نے مراد لیا اس کے علاوہ چار اور بھی ہیں لیکن متعین کوئی بھی نہیں اسلئے ایک احتمال کو لے کر دوسرے احتمال پر اعتراض صحیح نہیں۔

لِيُبْكَ يَزِيْدُ ضَارِعٌ لِخُصُوْمَةٍ ——— وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِيْحُ الطَّوَائِحُ

ترکیب :لیبک فعل امر غائب مجہول مجزوم بحذف الیاء من الآخر اور یزید نائب فاعل ضارع فاعل فعل مقدر کا ای یبکیہ بقرینۃ سوال مقدر گویا کہ سوال کیا گیا من یبکیہ جواب دیا گیا یبکیہ ضارع یہ جملہ فعلیہ مستانفہ ہوگا لخصومۃ یہ متعلق ہے ضارع کے ظرف لغو مختبط اس کا عطف ہے ضارع پر مما میں من تعلیلیہ ظرف لغو متعلق مختبط کے ما مصدریہ تطیح مضارع باب افعال سے الطوائح فاعل ہے اور اس کا مفعول بہ محذوف ہے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ' جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ہو کر مجرور من حرف جار کا' جار مجرور مل کر متعلق ہوئے مختبط کے مختبط اسم فاعل اپنے فاعل ھو ضمیر اور متعلق سے مل کر معطوف ضارع کا معطوف علیہ اور معطوف مل کر نائب فاعل یبکی کا یبکی فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ مستانفہ ہوا۔

قوله وَوُجُوْبًا فِی مِثْلِ الخ | وجوبا کا عطف جوازا پر ہے یعنی بعض دفعہ کسی قرینہ کی وجہ سے فعل کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے اور مثل وان احد الخ سے مراد وہ مقام ہے جس میں فعل کو حذف کر کے بعد میں اس کی تفسیر کی گئی ہے اور حذف فعل سے جو ابہام پیدا ہوتا ہے وہ ابہام دور ہو جائے تو وہاں فعل کو حذف کرنا واجب ہے وگرنہ اجتماع مفسِر اور مفسَر لازم آئے گا یہاں عبارت اس طرح ہوگی وان استجارک احد من المشرکین استجارک تو چونکہ دوسرا استجارک پہلے کیلئے مفسر ہے اسلئے پہلے استجارک کو حذف کرنا ضروری ہے اور قرینہ اس حذف فعل کی مثال میں یہ ہے کہ ان شرطیہ کے بعد ہمیشہ فعل ہوتا ہے۔

قوله وَقَدْ یُحْذَفَانِ مَعًا الخ | اور کبھی فعل اور فاعل دونوں کو حذف کردیتے ہیں جب کہ کوئی قرینہ پایا جائے جیسے کوئی سوال کرے اقام زید تو اس کے جواب میں نعم کہا جائے فعل اور فاعل دونوں کو حذف کر کے نعم کو اس کے قائم مقام کیا کیونکہ قرینہ پایا جارہا ہے کہ جو سوال زید کے کھڑے ہونے کے بارے میں ہے اسی کے جواب میں نعم کہا گیا ہے ای نعم قام زید۔

تنازع فعلین

وَاِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ ظَاهِرًا بَعْدَهُمَا فَقَدْ یَکُوْنُ فِی الْفَاعِلِیَّةِ مِثْلُ ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ وَفِی الْمَفْعُوْلِیَّةِ مِثْلُ ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا وَفِی الْفَاعِلِیَّةِ وَ الْمَفْعُوْلِیَّةِ مُخْتَلِفَیْنِ فَیَخْتَارُ الْبَصْرِیُّوْنَ اِعْمَالَ الثَّانِیْ وَالْکُوْفِیُّوْنَ الْاَوَّلَ۔

ترجمه: اور جو دو فعل کسی ایسے اسم ظاہر میں جھگڑا کریں جو دو فعلوں کے بعد واقع ہو پس کبھی (جھگڑا ہوگا) فاعلیت میں جیسے ضربنی و اکرمنی زید اور کبھی مفعولیت میں جیسے ضربت و اکرمت زیدا اور کبھی فاعلیت اور مفعولیت میں (جھگڑا ہوگا) اس حال میں کہ دونوں فعل مختلف ہوں (اقتضاء میں) پس بصری فعل ثانی کو عمل دینا مختار سمجھتے ہیں اور کوفی فعل اول کو (عمل دینا مختار کہتے ہیں)۔

تشریح: قوله وَاِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ الخ | تنازع فعلین ایک مشہور معرکۃ الآراء مسئلہ ہے اسکی صورت یہ ہے کہ دو فعل ذکر کیے جائیں اور ان کے بعد ایک اسم ذکر ہو تو پہلا فعل یہ چاہتا ہے کہ یہ میرا معمول ہو اور دوسرا

چاہتا ہے کہ میرا ہو دونوں فعلوں کے اقتضاء کے اعتبار سے تنازع فعلین کی چار صورتیں بنتی ہیں۔

(۱) دونوں فعل فاعلیت میں تنازع کریں یعنی دونوں فعلوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ یہ میرا فاعل بنے جیسے ضربنی واکرمنی زید' ضربنی واکرمنی دونوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ زید میرا فاعل بنے۔

(۲) دونوں فعل مفعولیت میں تنازع کریں یعنی دونوں فعلوں میں سے ہر ایک اسم ظاہر کے مفعول ہونے کا تقاضا کرے جیسے ضربت واکرمت زیدا اس مثال میں ضربت واکرمت دونوں اسم ظاہر یعنی زید میں تنازع کر رہے ہیں ہر ایک اسے اپنا مفعول بنانا چاہتا ہے۔

(۳) پہلے فعل کا تقاضا اسم ظاہر کو فاعل بنانے کا ہے اور دوسرے فعل کا تقاضا مفعول بنانے کا ہے جیسے ضربنی واکرمت زیدا ضربنی زید کو فاعل بنانا چاہتا ہے اور اکرمت مفعول بنانا چاہتا ہے۔

(۴) چوتھی صورت تیسری کے عکس ہے یعنی پہلا مفعولیت کا اور دوسرا فاعلیت کا تقاضا کرتا ہے جیسے ضربت واکرمنی زید۔

قولہ فَيَخْتَارُ الْبَصْرِيُّوْنَ الخ | ان تمام صورتوں میں اسم ظاہر کو پہلے کا معمول بنانا بھی جائز ہے اور دوسرے فعل کا بھی' البتہ اولویت میں بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف ہے' بصری دوسرے فعل کا معمول بنانا راجح کہتے ہیں اور کوفی پہلے فعل کا، بصری یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اسم ظاہر دوسرے فعل کے زیادہ قریب ہے بنسبت فعل اول کے' اور الحق للجوار تو دوسرے کا معمول بنانا راجح ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر پہلا فعل اس اسم ظاہر میں عامل ہو تو عامل اور معمول میں اجنبی یعنی فعل ثانی کا فاصلہ لازم آئے گا اس لئے دوسرے کا معمول بنانا مختار ہے۔

قولہ وَالْكُوْفِيُّوْنَ الْاَوَّلَ الخ | کوفی اسم ظاہر کو فعل اول کا معمول بنانا مختار کہتے ہیں' اس لئے کہ فعل اول مقدم ہے اور مقدم کا حق مؤخر سے زیادہ ہے' اس لئے اسم ظاہر کو پہلے فعل کا معمول بنانا اولی ہے' اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر اسم ظاہر کو دوسرے فعل کا معمول بناؤ گے تو پہلے فعل میں فاعل یا مفعول کی ضمیر ماننی پڑے گی تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا اس لئے پہلے فعل کا معمول بنانا اولی ہے۔

قولہ تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ |

اعتراض: تنازع الفعلین کو ذکر کرنا خروج عن المبحث ہے کیونکہ بات فاعل کی چل رہی ہے۔

جواب: تنازع الفعلین کو بیان کرنا خروج عن المبحث نہیں کیونکہ پہلے فاعل کے اتفاقی احوال کو بیان کر رہے تھے اب

مختلف فیہ احوال کو بیان کرتے ہیں۔

اعتراض : تنازع تو ذی روح اور ذی جسد کی صفت ہے فعلان کیسے تنازع کر سکتے ہیں ؟

جواب : یہاں تنازع کا حقیقی معنی یعنی جھگڑنا مراد نہیں ہے بلکہ مجازی معنی مراد ہے یعنی متوجہ ہونا تو مطلب تنازع کا یہ ہوا کہ دو فعل اسم ظاہر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

قوله اَلْفِعْلَانِ الخ

اعتراض : تنازع کو فعلین میں محصور کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اسمین بھی تنازع کرتے ہیں، جیسے زید ضارب ومکرم عمروا اس مثال میں ضارب اور مکرم دونوں اسم عمروا میں تنازع کر رہے ہیں اسی طرح بکر کریم وشریف ابوہ میں شریف کریم دونوں اسم ابوہ میں تنازع کرتے ہیں ؟

جواب : افعل، عمل میں اصل ہے اور اسم فرع ہے جب اصل کا ذکر کر دیا تو فرع خود ضمن میں آگئی۔

جواب : ۲ فعلان سے مراد عاملان ہیں خواہ وہ دونوں فعل ہوں یا اسم، یعنی اسم فاعل واسم مفعول وغیرہ۔

اعتراض : دو فعلوں میں تنازع کو محصور کرنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ بعض مثالوں میں پانچ فعل تنازع کر رہے ہیں جیسے کما صلیت وسلمت وبارکت ورحمت وترحمت علی ابراھیم اس مثال میں لفظ ابراھیم میں پانچ فعل تنازع کر رہے ہیں تو دو فعلوں کی تخصیص صحیح نہ ہوئی ؟

جواب : اس سے مقصود اقل عدد کو بیان کرنا ہے جو صالح للتنازع ہو اور صالح للتنازع فعلین ہیں اس سے زیادتی کی نفی مراد نہیں۔

قوله فِي الْفَاعِلِيَّةِ وَالْمَفْعُوْلِيَّةِ الخ

اعتراض : پہلی اور دوسری صورت کی مثال مصنفؒ نے بیان کی تیسری اور چوتھی صورت کی مثال کیوں ذکر نہیں کی ؟

جواب : مصنفؒ درپئے اختصار ہیں اس لیے پہلی دو صورتوں کی مثالوں پر اکتفاء کیا اور ذہین طلباء ان سے آخری دو صورتوں کی مثالیں اخذ کر سکتے ہیں۔

فَاِنْ اَعْمَلْتَ الثَّانِيَ اَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِي الْاَوَّلِ عَلٰى وَفْقِ الظَّاهِرِ دُوْنَ الْحَذْفِ خِلَافًا لِلْكِسَائِيِّ وَجَازَ خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ وَحَذَفْتَ الْمَفْعُوْلَ اِنِ اسْتُغْنِيَ عَنْهُ وَاِلَّا اَظْهَرْتَ وَاِنْ اَعْمَلْتَ الْاَوَّلَ اَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِي الثَّانِيْ وَالْمَفْعُوْلَ عَلَى الْمُخْتَارِ اِلَّا اَنْ يَمْنَعَ مَانِعٌ فَتُظْهِرَ وَقَوْلُ امْرِءِ الْقَيْسِ ع كَفَانِيْ وَلَمْ اَطْلُبْ قَلِيْلٌ مِنَ الْمَالِ لَيْسَ مِنْهُ لِفَسَادِ الْمَعْنٰى ۔

ترجمہ: پس اگر تو دوسرے فعل کو عمل دے (بصریوں کے مذہب کے مطابق) تو پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر مان لے اسم ظاہر کے موافق (اسم ظاہر کو) محذوف نہ مان یہ بات امام کسائی کے خلاف ہے اور جائز ہے جمہور کے نزدیک چاہے پہلے فعل کا معمول بنالو چاہے دوسرے فعل کا' اور یہ بات فراء کے خلاف ہے' اور تو مفعول کو محذوف مان لے اگر مانا جاسکے' وگرنہ تو مفعول کو ظاہر کردے' اور اگر تو پہلے کو عامل بنالے تو دوسرے میں فاعل کی ضمیر مان لے' اور مفعول کی بھی مختار قول پر' مگر یہ کہ کوئی مانع ہو ضمیر ماننے سے تو پھر ظاہر کردے' اور امرء القیس کا قول کفانی ولم اطلب قلیل من المال' تنازع فعلین سے نہیں ہے معنی کے فاسد ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: قولہ وَاِنْ اَعْمَلْتَ الثَّانِیَ الخ

فائدہ: پہلے بصریوں اور کوفیوں کا مذہب بیان کیا تھا اب دونوں کے مذہب کی تفصیل بیان کرتے ہیں تو اگر بصریوں کے مذہب کے مطابق دوسرے فعل کو اسم ظاہر میں عامل بنائیں تو اگر پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر مانیں گے اسم ظاہر کے موافق' اگر اسم ظاہر مفرد ہے تو پہلے فعل میں فاعل مفرد کی ضمیر مانیں گے' جیسے ضربنی واکرمنی زید' اور اگر اسم ظاہر تثنیہ ہے تو پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر بھی تثنیہ مانیں گے جیسے ضربانی واکرمنی الزیدان' اور اگر اسم ظاہر جمع ہو تو پہلے فعل میں بھی فاعل کی ضمیر جمع ہوگی جیسے ضربونی واکرمنی الزیدون۔

فائدہ: ۲ جمہور نحاۃ کے نزدیک بصریوں کے مذہب کے مطابق اگر اسم ظاہر کو دوسرے فعل کا معمول بنایا جائے تو اس تنازع کو ختم کرنے کے لئے پہلے فعل میں تین صورتیں بنتی ہیں ان میں سے دو باطل اور ایک صحیح ہے

۱ پہلی صورت یہ ہے کہ جب اسم ظاہر کو دوسرے فعل کا معمول بنایا جائے تو پہلے فعل کے بعد ایک اور اسم ظاہر لایا جائے اس طرح تنازع ختم ہو جائے گا جیسے ضربنی واکرمنی زید میں اس طرح کہہ دیں ضربنی زید واکرمنی زید مگر یہ صورت فصاحت وبلاغت کے خلاف ہے کیونکہ اس صورت میں تکرار فاعل لازم آئے گا۔

(۲) دوسری صورت اسم ظاہر کو دوسرے فعل کا معمول بنایا جائے اور پہلے فعل میں فاعل کو محذوف مانا جائے تو تنازع ختم ہو جائے گا یہ بھی باطل ہے کیونکہ فاعل کلام میں عمدہ اور اصل ہے اور عمدہ اور اصل کا حذف جائز نہیں ہے۔

(۳) تیسری صورت جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے کہ پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر مانی جائے تو اس صورت میں تنازع ختم ہو جائے گا یہ صورت صحیح ہے کیونکہ نہ عمدہ کا حذف لازم آتا ہے نہ تکرار فاعل۔

قولہ خِلَافًا لِلْکِسَائِی | امام کسائی فرماتے ہیں کہ پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر ماننا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے لہذا پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر ماننا جائز نہیں 'اسی طرح اگر پہلے فعل میں فاعل کا ذکر کروگے تو تکرار فاعل لازم آئے گا اور یہ بھی باطل ہے لہذا پہلے فعل میں فاعل کو محذوف مان لو تاکہ نہ تکرار لازم آئے اور نہ اضمار قبل الذکر۔

جمہور کی طرف سے امام کسائی کو جواب دیا جاتا ہے کہ اضمار قبل الذکر مطلقاً ناجائز نہیں ہے اگر اس کی تفسیر ہورہی ہو تو جائز ہوتا ہے جیسے قل ھو اللہ احد میں ھو ضمیر کی تفسیر ہورہی ہے 'ایسا اضمار قبل الذکر صحیح ہے 'ایسے ہی تنازع فعلین میں اگرچہ اضمار قبل الذکر ہے مگر اس کی تفسیر بعد میں ہورہی ہے اس لیے یہ جائز ہے۔

قولہ دُوْنَ الْحَذْفِ الخ |

اعتراض : یہ بات تو پہلے جملے سے مفہوم ہورہی ہے کہ جب پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر مانیں گے تو حذف کا سوال ہی نہیں 'تو یہ دون الحذف کہنا بے فائدہ ہوا۔

جواب : اس سے امام کسائی کا رد مقصود ہے 'کیونکہ وہ پہلے فعل میں حذف فاعل کے قائل ہیں تو ان پر رد کردیا کہ حذف صحیح نہیں کیونکہ فاعل کلام میں اصل اور عمدہ ہے۔

قولہ وَجَازَ خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ الخ | بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف اولی غیر اولی ہونے میں تھا اب جمہور اور فراء کا اختلاف ذکر کرتے ہیں جو جواز اور عدم جواز میں ہے۔

جمہور کا مذہب : جمہور کا مذہب یہ ہے کہ چاروں صورتوں میں چاہے اسم ظاہر کو دوسرے فعل کا معمول بناؤ اور پہلے میں ضمیر مان لو 'یا خواہ اسکے برعکس کرو سب صورتیں جائز ہیں

فراء کا مذہب : پہلی اور تیسری صورت میں اختلاف کرتے ہیں کہ ان دونوں صورتوں میں اسم ظاہر کو دوسرے فعل کا معمول بنانا صحیح نہیں کیونکہ اس سے دو خرابیاں لازم آتی ہیں (۱) اگر دوسرے فعل کا معمول بناؤ گے تو پہلے میں اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً لازم آئے گا (۲) اور یا پھر پہلے فعل میں حذف فاعل لازم آئے گا یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ فاعل اصل ہے لیکن جمہور کا مذہب راجح ہے اور فراء کے استدلال کا جواب پہلے ہو چکا ہے فتدبر۔

قوله وَحَذَفْتَ الْمَفْعُولَ اِنِ اسْتُغْنِیَ عَنْهُ الخ

فائدہ: یہ ساری بات اس وقت تھی جب کہ پہلا فعل فاعل کا مقتضی ہو اور اگر پہلا فعل مفعول کا تقاضا کرے تو پہلے فعل میں مفعول کو محذوف مان لیا جائیگا اور مفعول کو محذوف ماننے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مفعول ایک فاضل چیز ہے اس کے حذف میں کوئی خرابی نہیں بشرطیکہ مفعول کو محذوف ماننے سے کوئی مانع نہ ہو یعنی وہ فعل افعال قلوب میں سے نہ ہو کیونکہ اگر وہ فعل جو مفعول کا تقاضا کر رہا ہے افعال قلوب میں سے ہو تو مفعول کو محذوف ماننا جائز نہ ہوگا بلکہ مفعول کو ذکر کرنا ضروری ہوگا جیسے حسبنی منطلقا وحسبت زیدا منطلقا اصل میں یوں تھا حسبنی وحسبت زیدا منطلقا' حسبنی میں ضمیر مفعول اول ہے اور حسبت کیلئے زید مفعول اول ہے اب یہ دونوں فعل منطلقا میں تنازع کرتے ہیں ہر ایک اسے مفعول ثانی بنانا چاہتا ہے'' چنانچہ بصریوں کے مذہب کے مطابق منطلقا کو دوسرے فعل کا مفعول ثانی بنا دیا' اور پہلے فعل میں مفعول کو محذوف ماننا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ افعال قلوب میں سے ہے اسلئے پہلے فعل میں بھی مفعول ثانی کو ظاہر کر دیں گے عبارت یوں ہو جائیگی حسبنی منطلقا وحسبت زیداً منطلقا --

قوله وَاِنْ اَعْمَلْتَ الْاَوَّلَ الخ یہاں سے مصنف کوفیوں کا مذہب بیان کرتے ہیں کوفیوں کے مذہب کے مطابق اسم ظاہر کو پہلے فعل کا مفعول بنایا جائے گا اور دوسرا فعل اگر فاعل کا تقاضا کرے تو دوسرے فعل میں فاعل کی ضمیر مان لی جائے گی جیسے ضربنی واکرمنی زید میں زید کو ضربنی کا فاعل اور اکرمنی میں ضمیر فاعل مان لیں گے' اور اگر دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے تو دوسرے فعل میں مفعول کی ضمیر مان لیں گے جیسے ضربنی واکرمت زیدؑ لیکن شرط یہ ہے کہ مفعول کی ضمیر ماننے سے کوئی مانع نہ ہو -

قوله اِلَّا اَنْ یَّمْنَعَ مَانِعٌ الخ ابھی گذر چکا ہے کہ دوسرا فعل اگر مفعول کا تقاضا کرے تو اس میں مفعول کی ضمیر ماننے سے اگر کوئی مانع نہ ہو تو مفعول کی ضمیر مانیں گے لیکن اگر دوسرا فعل افعال قلوب میں سے ہو تو مفعول کو ظاہر کرنا ضروری ہوگا جیسے حسبنی وحسبتھما الزیدان منطلقا اس مثال میں دونوں فعل منطلقا میں جھگڑا کر رہے ہیں کوفیوں کے مذہب کے مطابق منطلقا کو فعل اول کا مفعول ثانی بنایا گیا تو دوسرے فعل کیلئے مفعول کو ظاہر کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ افعال قلوب میں سے ہے تو یوں عبارت بن جائے گی حسبنی وحسبتھما منطلقین الزیدان منطلقا-

قوله وَقَوْلُ اِمْرَءِ الْقَيْسِ كَفَانِیْ الخ مصنف کوفیوں کا شعر سے استدلال بیان کر کے اسے رد کرتے ہیں پورا شعر یوں ہے

وَلَوْ اَنَّمَا اَسْعٰی لِاَدْنٰی مَعِيْشَةٍ كَفَانِیْ وَلَمْ اَطْلُبْ قَلِيْلٌ مِّنَ الْمَالِ

اس شعر میں محل استشہاد کفانی والم اطلب قلیل من المال ہے' کوفی استدلال اس طرح کرتے ہیں کہ کفانی اور لم اطلب دونوں فعل قلیل من المال میں جھگڑا کر رہے ہیں' کفانی' قلیل کو فاعل بنانا چاہتا ہے اور لم اطلب مفعول بنانا چاہتا ہے تو شاعر نے قلیل کو پہلے فعل یعنی کفانی کا فاعل بنایا ہے اسی لیے اسکو مرفوع پڑھا ہے اگر لم اطلب کا معمول ہوتا تو منصوب ہوتا' معلوم ہوا کہ پہلے فعل کا معمول بنانا زیادہ اولی ہے۔

بصریوں کی طرف سے جواب

یہ شعر استدلال کے قابل نہیں ہے کیونکہ اس میں تنازع فعلین ہے ہی نہیں' وگرنہ شعر کے معنی فاسد ہو جاتے ہیں' اسلئے کہ لوانما اسعی الخ میں لو حرف شرط ہے اور حرف لو کا خاصہ یہ ہے کہ جب وہ شرط اور جزاء پر داخل ہوتا ہے تو شرط اور جزاء میں مثبت کو منفی اور منفی کو مثبت کے حکم میں کر دیتا ہے اور جو شرط و جزاء پر معطوف ہوا سے بھی معطوف علیہ کے حکم میں کیا جاتا ہے پس اس شعر میں انما اسعی الخ جملہ فعلیہ شرطیہ ہے اور کفانی اس کی جزاء ہے اور یہ دونوں مثبت ہیں' چنانچہ منفی کے معنی میں ہو جائیں گے اور اسکا معنی ہو گا کہ میں نہ تو ادنی معیشت کے لئے کوشش کرتا ہوں اور نہ یہ مجھے کافی ہے اور لم اطلب چونکہ منفی ہے لو کے تحت داخل ہو کر مثبت کے معنی میں ہو جائے گا اور معنی ہو گا کہ میں قلیل مال کی تلاش کرتا ہوں اور یہ صراحۃ مناقض ہے پہلی کلام کے اس میں کہا تھا کہ میں قلیل مال کو طلب نہیں کرتا' اب کہا میں قلیل مال کو طلب کرتا ہوں یہ باطل ہے تو معلوم ہوا کہ تنازع فعلین سرے سے ہی نہیں بلکہ لم اطلب کا مفعول' العز والمجد' محذوف ہے اس پر دوسرا شعر دلالت کرتا ہے

وَلٰكِنَّمَا اَسْعٰی لِمَجْدٍ مُؤَثَّلٍ وَقَدْ يُدْرِكُ الْمَجْدَ الْمُؤَثَّلَ اَمْثَالِیْ

اس وقت شعر کے معنی صحیح ہو جائیں گے کہ نہ میں ادنی معیشت کیلئے کوشش کرتا ہوں اور نہ ہی قلیل مال مجھے کافی ہے بلکہ میں تو پائیدار رہنے والی عزت اور بزرگی کا طالب ہوں۔

ترکیب : ولو انما اسعی لادنی معیشۃ کفانی ولم اطلب قلیل من المال

واو استینافیہ یا اعتراضیہ لو حرف شرط ان حرف مشبہ بالفعل ملغی عن العمل اور ما کافہ اسعی فعل مضارع معروف اور انا ضمیر مستتر اسکا فاعل لام حرف جر ادنی مضاف معیشۃ مضاف الیہ ' مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور' جار مجرور مل کر متعلق اسعی کا 'اسعی فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا ان کا ان اپنے صلہ سے مل کر محلاً مرفوع فاعل ہے فعل محذوف ثبت کا 'فعل محذوف اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ لا محل لہا من الاعراب شرط (نوٹ ثبت فعل واجب الحذف ہے کیونکہ اس کا مفسر اَنَّ موجود ہے یہ ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کی قبیل سے ہے) کفانی فعل ماضی نون وقایہ 'یاء ضمیر متکلم منصوب محلاً مفعول بہ ' قلیل موصوف من المال جار مجرور ظرف مستقر متعلق ہوئے ثابت کے ' ثابت اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صفت موصوف کی قلیل موصوف اپنے صفت سے مل کر فاعل کفانی کا ' کفانی فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ لا محل لھا من الاعراب معطوف علیہ ولم اطلب فعل انا ضمیر درو مستتر فاعل اور مفعول العز والمجد محذوف ہے لم اطلب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ محذوف سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ' معطوف علیہ اور معطوف مل کر جزاء ہوئی شرط کی لو حرف شرط اپنی شرط و جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

مَفْعُوْلُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ كُلُّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُهٗ وَ اُقِيْمَ هُوَ مَقَامَهٗ وَشَرْطُهٗ اَنْ تُغَيَّرَ صِيْغَةُ الْفِعْلِ اِلٰى فُعِلَ اَوْ يُفْعَلُ وَلَا يَقَعُ الْمَفْعُوْلُ الثَّانِىْ مِنْ بَابِ عَلِمْتُ وَ الثَّالِثُ مِنْ بَابِ اَعْلَمْتُ وَالْمَفْعُوْلُ لَهٗ وَ الْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ كَذٰلِكَ وَاِذَا وُجِدَ الْمَفْعُوْلُ بِهٖ تَعَيَّنَ لَهٗ تَقُوْلُ ضُرِبَ زَيْدٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمَامَ الْاَمِيْرِ ضَرْبًا شَدِيْدًا فِىْ دَارِهٖ فَتَعَيَّنَ زَيْدٌ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ فَالْجَمِيْعُ سَوَآءٌ وَ الْاَوَّلُ مِنْ بَابِ اَعْطَيْتُ اَوْلٰى مِنَ الثَّانِىْ ۔

ترجمہ : مفعول مالم یسم فاعلہ وہ مفعول ہے جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو اور اس مفعول کو فاعل کا قائم مقام کر دیا گیا ہو اور اس (مفعول مالم یسم فاعل) کی شرط یہ ہے کہ (جب اس کا فاعل فعل ہو) فعل کا صیغہ فُعِلَ یا یُفْعَلُ کی طرف بدل جائے اور مفعول مالم یسم فاعلہ واقع نہیں ہو سکتا باب علمت کا مفعول ثانی اور باب اعلمت کا مفعول ثالث ' اور مفعول لہ (بغیر لام کے) اور مفعول معہ اسی طرح (یعنی نائب فاعل نہیں بن سکتے) اور جب کلام میں مفعول بہ

پایا جائے تو مفعول بہ اس (نائب فاعل) کیلئے متعین ہو گا جیسے تو کہے ضرب زید یوم الجمعہ امام الامیر ضربا شدیدا فی دارہ پس زید متعین ہو گیا (نائب فاعل بننے کیلئے) اور اگر کلام میں (مفعول بہ) نہ ہو تو تمام مفعول نائب فاعل بننے میں برابر ہیں اور باب اعطیت کا مفعول اول نائب فاعل بننے کیلیے زیادہ اولی ہے بنسبت دوسرے مفعول کے۔

تشریح: قوله مَفْعُوْلُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ الخ | صاحب کافیہ مرفوعات میں سے دوسرے مرفوع مفعول مالم یسم فاعلہ کو بیان کر رہے ہیں مفعول مالم یسم فاعلہ سے وہ مفعول مراد ہے جس کا فاعل حذف کر کے اسے فاعل کے قائم مقام کر دیا گیا ہو اور فاعل کا اعراب مفعول کو دے دیا جائے جیسے ضرب زید عمروا میں فاعل کو حذف کر کے مفعول کو اسکے قائم مقام کر دیا جائے اور فعل کو مجہول بنا دیا جائے تو اس طرح ہو جائے گا ضرب عمرو۔

قوله وَشَرْطُهُ الخ | مفعول مالم یسم فاعلہ الخ کی شرط یہ ہے کہ اگر ماضی معروف کا صیغہ ہو تو اسے فعل مجہول بنا دیا جائیگا جیسے ضرب زید عمروا میں زید کو مفعول مالم یسم فاعلہ بنانا چاہیں تو فعل کو مجہول بنانا پڑے گا اور اگر فعل مضارع معروف ہو تو اسے بھی مجہول بنانا ہو گا جیسے یضرب زید خالدا سے یضرب خالد۔

اعتراض: جیسے دوسرے مرفوعات کو منھا المبتداء و منھا الخبر وغیر ذلک کہہ کر علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے اسے بھی یوں کہنا چاہیے منھا مفعول مالم یسم فاعلہ۔

جواب۔ مفعول مالم یسم فاعلہ کو علیحدہ اس لیے ذکر نہیں کیا کہ مفعول مالم یسم فاعلہ کا فاعل کے ساتھ شدید اتصال اور گہرا تعلق ہے یہاں تک کہ بعض بصریوں اور مصنف کافیہ اور شیخ عبد القاہر نے اسے فاعل ہی میں شمار کیا ہے

قوله وَلَا يَقَعُ الْمَفْعُوْلُ الثَّانِيْ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ باب علمت کا مفعول ثانی نائب فاعل نہیں بن سکتا کیونکہ اگر نائب فاعل بنائیں گے تو مسند کا مسند الیہ ہونا لازم آئے گا جیسے علمت زیداً قائما میں زید مفعول اول ہے اور مسند الیہ ہے اور قائما مفعول ثانی ہے اور مسند ہے اگر قائما مفعول ثانی کو نائب فاعل بنائیں گے تو مسند کا مسند الیہ ہونا لازم آئے گا جو کہ خلاف قاعدہ ہے۔

قوله وَالثَّالِثُ مِنْ بَابِ اَعْلَمْتُ الخ | یہاں سے مصنف رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ باب اعلمت کا مفعول ثالث بھی نائب فاعل نہیں بن سکتا جیسے اعلمت زید اعمرا فاضلا اگر فاضلا کو نائب فاعل بناؤ گے تو ایک ہی چیز کا مسند اور مسند الیہ ہونا لازم آئے گا جیسے کہ اوپر گذرا۔

قوله وَالْمَفْعُوْلُ لَهٗ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ جس طرح باب علمت کا مفعول ثانی اورباب اعلمت کا مفعول ثالث نائب فاعل نہیں بن سکتا اسی طرح مفعول لہ بغیر لام کے بھی نائب فاعل نہیں بن سکتا کیونکہ اگر مفعول لہ کو نائب فاعل بنائیں گے تو اسکا مقصد فوت ہو جائے گا کیونکہ مفعول لہ کا مقصد فعل کی علت بیان کرنا ہے اور اس کی علت پر اس کا منصوب ہونا دلالت کرتا ہے اگر اسے نائب فاعل بنادیا جائیگا تو یہ مرفوع ہو جائیگا اور اسکے علت ہونے کی علامت ختم ہو جائیگی اسی لیے اسے نائب فاعل بنانا جائز نہیں اور مفعول لہ کو مقید بغیر لام کے اس لئے کہا ہے کہ اگر مع اللام ہو تو اسے نائب فاعل بنانا جائز ہے جیسے ضرب للتادیب۔

قوله وَالْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ كَذٰلِكَ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مفعول معہ بھی نائب فاعل نہیں بن سکتا کیونکہ مفعول معہ واؤ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے جاء البرد والجبات اگر مفعول معہ کو نائب فاعل بنایا جائیگا تو واو کے ساتھ استعمال ہوگا یا بغیر واو کے اگر واو کے بغیر استعمال ہو تو وہ مفعول معہ نہیں رہے گا اور اگر واؤ کے ساتھ استعمال ہو تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ فاعل فعل کا جزو ہوتا ہے اور نائب فاعل بمنزلہ فاعل کے ہوتا ہے لہذا نائب فاعل بھی فعل کا جزہوا اور جز اتصال کا تقاضا کرتا ہے جب واؤ کے ساتھ استعمال ہوگا تو اتصال نہ رہے گا کیونکہ واو انفصال کو چاہتی ہے اس لیے مفعول معہ بھی نائب فاعل نہیں بن سکتا۔

قوله وَاِذَا وُجِدَ الْمَفْعُوْلُ بِهٖ الخ یہاں سے یہ بیان کرتے ہیں کہ جب ایک کلام میں کئی مفعول پائے جائیں یعنی مفعول بہ اور مفعول مطلق اور مفعول فیہ تو ان میں سے مفعول بہ کو نائب فاعل بنایا جائے گا جیسے ضرب زید یوم الجمعہ امام الامیر ضربا شدیدا فی دارہ اس مثال میں فاعل کو حذف کر کے زید مفعول بہ کو نائب فاعل بنادیا گیا ہے جب کہ دیگر مفاعیل بھی پائے جاتے ہیں مفعول بہ کو نائب فاعل بنانا اس لئے اولی ہے کہ اس کی مشابہت فعل کے ساتھ بہت زیادہ ہے کہ جیسے فعل کا تصور بغیر فاعل کے نہیں ہوتا اسی طرح بعض دفعہ بغیر مفعول بہ کے بھی نہیں ہوتا جیسے ضرب کا تصور ضارب کے بغیر نہیں ہو سکتا ایسے ہی بغیر مضروب کے بھی محال ہے بخلاف ظرف مکان اور زمان کے کہ فعل کا وجود ان کے بغیر اگرچہ نہیں ہوتا لیکن فعل کا تصور البتہ ہو جاتا ہے اس لئے ان کی طرف حاجت اس قدر نہیں جس قدر مفعول بہ کی طرف ہے۔

قوله وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فَالْجَمِيعُ سَوَآءٌ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کلام میں مفعول بہ نہیں لیکن مفعول مطلق اور مفعول فیہ وغیرہ ہیں تو ان میں سے جسے چاہیں نائب فاعل بنادیں سب نائب فاعل بننے میں برابر ہیں لیکن باب اعطیت کے مفعول اول کو نائب فاعل بنانا زیادہ اولی ہے بنسبت دوسرے مفعول کے مفعول اول کو نائب فاعل بنانا اولی اس لیے ہے کہ مفعول اول میں فاعلیت کا معنی پایا جاتا ہے جیسے اعطیت زید ادرھما کہ میں نے زید کو درہم دیا اس لیے کہ زید درہم لینے والا ہے تو اس میں فاعلیت کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے اسے نائب فاعل بنایا جائیگا یوں کہا جائے گا اعطی زید۔

فائدہ : باب اعطیت میں صاحب کافیہ نے باب کا اضافہ اس لئے کیا کہ صرف یہی مثال مراد نہیں بلکہ ہر وہ فعل جو دو مفعولوں کا تقاضا کرے اور پہلا مفعول دوسرے مفعول کے مغایر ہو تو پہلے کو نائب فاعل بنانا زیادہ اولی ہے اگرچہ دوسرے کو بھی بنا سکتے ہیں جیسے کسوت زید اجبۃ میں کہا جائے کُسِیَ زَیْدٌ۔

وَمِنْهَا الْمُبْتَدَأُ وَ الْخَبَرُ فَالْمُبْتَدَأُ هُوَ الْاِسْمُ الْمُجَرَّدُ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ مُسْنَدًا اِلَيْهِ اَوِ الصِّفَةُ الْوَاقِعَةُ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ اَوْ اَلِفِ الْاِسْتِفْهَامِ رَافِعَةً لِظَاهِرٍ مِثْلُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَمَا قَائِمٌ الزَّيْدَانِ وَ اَقَائِمٌ الزَّيْدَانِ فَاِنْ طَابَقَتْ مُفْرَدًا جَازَ الْاَمْرَانِ وَ الْخَبَرُ هُوَ الْمُجَرَّدُ الْمُسْنَدُ بِهِ الْمُغَايِرُ لِلصِّفَةِ الْمَذْكُورَةِ۔

ترجمہ: ان (مرفوعات) میں سے مبتدا اور خبر ہیں مبتدا وہ اسم ہے جو عوامل لفظی سے خالی ہو اور مسند الیہ ہو یا (مبتدا وہ ہے) جو صیغہ صفت ہو اور حرف نفی یا ھمزہ استفہام کے بعد واقع ہو اور اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہو جیسے زید قائم وما قائم الزیدان اور اقائم الزیدان پس اگر صیغہ صفت مطابق ہو اسم مفرد کے تو دونوں امر جائز ہیں (یعنی صیغہ صفت کو مبتدا بنانا بھی جائز ہے اور خبر بھی) اور خبر وہ (اسم) ہے جو (عوامل لفظی سے) خالی ہو اور مسند ہو اور اس صفت کے مغایر ہو جس کا ذکر (مبتدا کی تعریف میں) گذرا۔

تشریح: صاحب کافیہ یہاں سے تیسرے اور چوتھے مرفوع کا ذکر کرتے ہیں یعنی مبتدا اور خبر مبتدا کی پہلی قسم یہ ہے کہ وہ ایسا اسم ہے جو عوامل لفظیہ قیاسیہ اور سماعیہ سے خالی ہو اور مسند الیہ ہو اور اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہو جیسے زید قائم اور مبتدا کی دوسری قسم یہ ہے کہ مبتدا صیغہ صفت ہو اور وہ صیغہ صفت حرف نفی کے بعد واقع ہو اور اسم ظاہر کو رفع دینے

والا ہو جیسے ما قائم الزیدان یا مبتدا صیغہ صفت ہو اور ھمزہ استفہام کے بعد واقع ہو اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہو جیسے اقائم الزیدان

قوله مِنهَا الْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ الخ | اسکی دو ترکیبیں ہیں پہلی ترکیب یہ ہے کہ منھا خبر مقدم اور المبتدا معطوف علیہ اور الخبر معطوف معطوف معطوف علیہ سے مل کر مبتدا مؤخر خبر مقدم مبتدا مؤخر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا اور بعض نسخوں میں صرف اتنی عبارت ہے المبتدا والخبر المبتدا معطوف علیہ اور الخبر معطوف معطوف علیہ سے مل کر مبتدا اور منھا محذوف اس کی خبر ہوگی مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فوائد قیود : جب کہا کہ مبتدا وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو تو اس سے وہ اسماء نکل گئے جن میں عوامل لفظیہ ہیں جیسے کان وغیرہ کا اسم اور لائے نفی جنس کی خبر اور ماولا کا اسم اور ان وغیرہ کی خبر اور جب کہا کہ وہ مسند الیہ ہو تو اس سے وہ اسماء نکل گئے جو مسند ہوتے ہیں جیسے خبر وغیرہ اور مبتدا کی قسم ثانی بھی نکل گئی کیونکہ یہ مسند الیہ نہیں ہوتی

اعتراض : دیگر مرفوعات کی طرح مبتدا اور خبر کو بھی الگ الگ کیوں بیان نہیں کیا ان کو اکٹھا ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے۔

جواب : ۱ ان دونوں میں تلازم ہے یعنی دونوں ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں مبتدا کو خبر لازم ہے اور خبر کو مبتدا لازم ہے کیونکہ کلام ایک کے ساتھ مکمل نہیں جب تک کہ دوسرا نہ پایا جائے ۔

جواب : ۲ دونوں کا عامل معنوی ہوتا ہے تو اشتراک فی العامل کی وجہ سے انکو اکٹھا ذکر کیا ۔

اعتراض : مبتدا کی تعریف میں آپ نے کہا ھو الاسم المجرد، مجرد تجرید سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو کسی چیز سے خالی کرنا تو عوامل لفظیہ سے 'تجرید کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے عامل لفظی موجود تھا پھر اس سے مبتدا کو خالی کر لیا گیا حالانکہ مبتدا پر تو سرے سے کوئی عامل نہیں ہوتا اس لئے لفظ المجرد کا استعمال صحیح نہیں۔

جواب : کبھی امکان وجود کو وجود کیساتھ تعبیر کرتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے ضَيِّقْ فَمَ الْبِئْرِ کہ کنویں کا منہ تنگ کر دو اسکا مطلب یہ نہیں کہ کنویں کا منہ پہلے کشادہ ہے لہذا اب تنگ کر دو بلکہ مطلب یہ ہے کہ کنواں بناتے وقت منہ کے کشادہ ہونے کا احتمال ہے لہذا اسے ابتدا ہی سے تنگ رکھو چنانچہ یہاں عوامل لفظیہ کا احتمال تھا اس کو ختم کرنے کیلیے المجرد کہا۔

قوله الْعَوَامِلِ |

اعتراض : العوامل جمع ہے عامل کی اور جمع کے اقل افراد تین ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ مبتدا کم از کم تین عوامل لفظیہ سے خالی ہو تو ایک یا دو عامل لفظی جس اسم میں ہوں اس کا مبتدا بننا صحیح ہوا حالانکہ یہ بالکل غلط اور غیر مراد ہے۔

جواب: اس کا جواب گذر چکا ہے کہ جمع پر الف لام داخل ہو جائے تو معنی جمعیت باطل ہو جاتا ہے اور استغراق مراد ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ مبتدا وہ اسم ہے جس پر ایک بھی عامل لفظی نہ ہو ہر قسم کے عوامل لفظیہ سے خالی ہو۔

فائدہ: مبتدا اور خبر میں عامل معنوی ہوتا ہے اس میں تین اقوال ہیں۔

(۱) نحاۃ بصرہ کا قول ہے کہ مبتدا اور خبر میں عامل معنوی ابتدا ہے اور ابتدا سے مراد اسم کا عامل لفظی سے خالی ہونا ہے جب یہ دونوں عوامل لفظیہ سے خالی ہو گئے تو ان دونوں سے ابتدا درست ہو گئی یہی وجہ ہے کہ خبر کبھی مقدم بھی ہوتی ہے

(۲) دوسرا قول علامہ زمخشری کا ہے مبتدا کے اندر عامل ابتدا ہے اور خبر میں عامل مبتداء ہے۔

(۳) تیسرا قول امام کسائی، فراء اور شیخ رضی کا ہے کہ مبتدا اور خبر دونوں ایک دوسرے میں عامل ہیں معنوی طور پر کہ مبتدا خبر کو رفع دے رہا ہے اور خبر مبتدا کو لیکن آخری دونوں قول ضعیف ہیں کیونکہ ان دونوں قولوں کے مطابق مبتدا اور خبر عوامل لفظیہ سے خالی نہیں ہوں گے۔

قوله اَوِ الصِّفَةُ الْوَاقِعَةُ الخ

فائدہ: لفظ الصفۃ عام ہے اس میں اسم فاعل، اسم مفعول صفت مشبہ وغیرہ سب داخل ہیں اور جب کہا کہ حرف نفی کے بعد واقع ہو اس میں بھی عموم ہے چاہے حرف نفی ما ہو یا ان نافیہ ہو یا لا ہو جب کہا ہمزہ استفہام کے بعد واقع ہو تو اس میں بھی عموم ہے خواہ ھمزہ استفہام کے بعد واقع ہو یا ہمزہ استفہام کے مثل کے بعد واقع ہو جیسے ھل وغیرہ۔

قوله رَافِعَةً لِظَاهِرٍ الخ

اعتراض: آپ نے کہا کہ مبتدا کی قسم ثانی یہ ہے کہ وہ صیغہ صفت ہو اور وہ حرف استفہام کے بعد واقع ہو اور اسم ظاہر کو رفع دے رہا ہو ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں کہ صفت اسم ظاہر کو رفع نہیں دے رہی بلکہ ضمیر کو رفع دے رہی ہے جیسے اراغب انت، اراغب صیغہ صفت ہے اور ہمزہ استفہام کے بعد بھی واقع ہے تو یہ اسم ظاہر کو رفع نہیں دے رہا بلکہ انت ضمیر کو رفع دے رہا ہے۔

جواب: ہم نے جو کہا کہ اسم ظاہر کو رفع دے رہا ہو اس سے عام مراد ہے چاہے حقیقۃً اسم ظاہر ہو یا حکماً اور ضمیر مرفوع منفصل حکماً اسم ظاہر میں داخل ہے۔

قولہ فَإِنْ طَابَقَتْ مُفْرَدًا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر صیغہ صفت بھی مفرد ہو اور اسم ظاہر بھی مفرد ہو تو دونوں امر جائز ہیں چاہے صفت کو مبتدا اور اسم ظاہر اسکا فاعل قائم مقام خبر کے بنالیں یا صفت کو خبر مقدم اور اسم ظاہر کو مبتدا مؤخر اس وقت صفت میں ایک ضمیر ہوگی جو اسم ظاہر کی طرف راجع ہوگی جیسے ما قائم زید اس مثال میں قائم کو مبتدا اور زید کو فاعل قائم مقام خبر کے بنالیں گے یا زید کو مبتدا موخر اور قائم کو خبر مقدم بنالیں گے۔

قولہ اَلْخَبَرُ هُوَ الْمُجَرَّدُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ خبر کی تعریف کر رہے ہیں کہ خبر وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند ہو اور وہ خبر ایسی صفت نہ ہو جو حرف نفی اور حرف استفہام کے بعد واقع ہو اور اسم ظاہر کو رفع دے رہی ہو۔

فوائد قیود : جب کہا خبر وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو تو اس سے کان وان وغیرہما کی خبر نکل گئی کیونکہ ان کی خبر پر عامل لفظی داخل ہوتا ہے اور جب کہا مسند ہو تو اس سے مبتدا کی قسم اول نکل گئی کیونکہ وہ مسند الیہ ہوتا ہے مسند نہیں اور جب کہا صفت مذکورہ کے مغایر ہو تو اس سے مبتدا کی قسم ثانی بھی نکل گئی۔

قولہ اَلْمُجَرَّدُ الخ |

اعتراض : خبر کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ فعل مضارع جیسے یضرب زید پر یہ تعریف صادق آرہی ہے کیونکہ یہ عوامل لفظیہ سے خالی بھی ہے اور مسند بھی ہے اور صفت مذکورہ کے مغایر بھی اس کے باوجود یہ خبر نہیں

جواب : مجرد سے مراد اسم مجرد ہے، مطلق مجرد نہیں کیونکہ بات مرفوعات میں ہو رہی ہے اور یضرب فعل ہے اسم نہیں لھذا یہ خبر کی تعریف میں داخل نہیں تو تعریف بالکل مانع ہے۔

وَ أَصْلُ الْمُبْتَدَإِ التَّقْدِيمُ وَمِنْ ثَمَّ جَازَ فِي دَارِهِ زَيْدٌ وَ امْتَنَعَ صَاحِبُهَا فِي الدَّارِ وَقَدْ يَكُونُ الْمُبْتَدَأُ نَكِرَةً إِذَا تَخَصَّصَتْ بِوَجْهٍ مَا مِثْلُ وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ وَ أَرَجُلٌ فِي الدَّارِ أَمْ إِمْرَأَةٌ وَمَا أَحَدٌ خَيْرٌ مِنْكَ وَشَرٌّ أَهَرَّ ذَا نَابٍ وَفِي الدَّارِ رَجُلٌ وَسَلَامٌ عَلَيْكَ۔

ترجمه: اور مبتدا میں اصل یہ ہے کہ وہ مقدم ہو اسی وجہ سے یہ مثال جائز ہے فی دارہ زید اور (یہ مثال) ممتنع ہے صاحبہا فی الدار 'اور مبتدا (میں اصل یہ ہے کہ معرفہ ہو اور) کبھی نکرہ بھی ہوتا ہے جب کہ اس میں کسی طرح تخصیص پائی جائے' جیسے ولعبد مومن خیر من مشرک اور ارجل فی الدار ام امراۃ اور ما احد خیر منک اور شر اھر ذا ناب اور فی الدار رجل اور سلام علیک (ان مثالوں میں مبتدا میں نکرہ ہونے کے ساتھ تخصیص بھی ہے)۔

تشریح: قوله وَاَصْلُ الْمُبْتَدَأِ الخ | مبتدا میں اصل یہ ہے کہ وہ مقدم ہو خبر سے کیونکہ مبتدا ذات پر دلالت کرتا ہے اور خبر احوال ذات پر اور ذات مقدم ہے احوال ذات سے 'تو چونکہ مبتدا میں اصل تقدیم ہے اسی وجہ سے ایسی مثالیں جائز ہوں گی جن کے اندر خبر میں مبتدا کی ضمیر پائی جا رہی ہو اور مبتدا موخر ہو جیسے فی دارہ زید 'زید مبتدا موخر ہے اور فی دارہ خبر مقدم ہے اگرچہ یہ اضمار قبل الذکر ہے مگر صرف لفظاً ہے رتبۃً نہیں 'اس لئے کہ مبتدا رتبۃ مقدم ہے لہذا یہ مثال جائز ہے اور صاحبہا فی الدار 'یہ مثال ممتنع ہوگی یعنی جس میں مبتدا مقدم ہو اور اس میں خبر کی جانب ضمیر راجع ہو 'کیونکہ اسمیں اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً لازم آرہا ہے جو ناجائز ہے۔

قوله وَقَدْ يَكُوْنُ الْمُبْتَدَأُ نَكِرَةً الخ | مبتدا میں اصل معرفہ ہونا ہے جیسے کہ خود مصنف کا انداز بتلارہا ہے کہ قد کا لفظ استعمال کیا جو تقلیل کیلئے ہے 'یعنی کبھی مبتدا نکرہ ہوتا ہے اور اکثر معرفہ بھی ہوتا ہے 'اور وجہ یہ ہے کہ مبتدا محکوم علیہ ہوتا ہے اور حکم معروف پر ہی لگایا جاسکتا ہے نکرہ پر نہیں کیونکہ نکرہ افراد کثیرہ کو شامل ہوتا ہے 'ہاں اگر نکرہ میں کسی قسم کی تخصیص ہو جائے تو چونکہ افراد کم ہو جائیں گے اس لیے نکرہ پر حکم لگانا ٹھیک ہوگا نکرہ میں تخصیص کی مصنفؒ نے چھ صورتیں بیان کی ہیں مثالوں کی شکل میں

تخصیص کی صورتیں: پہلی صورت تخصیص باعتبار صفت کے ہو جیسے ولعبد مومن خیر من مشرک 'اس مثال میں عبد نکرہ مبتدا ہے اس میں تخصیص صفت کے اعتبار سے ہوئی یعنی عبد کی صفت مومن ذکر کردی جس سے غیر مومن کے اعتبار سے تخصیص ہوگئی

دوسری صورت: تخصیص باعتبار علم متکلم ہو 'جیسے ارجل فی الدار ام امراۃ 'اسمیں رجل اور امراۃ دونوں نکرہ مبتدا ہیں ان میں تخصیص اس اعتبار سے ہوتی ہے کہ متکلم اس بات کو تو جانتا ہے کہ گھر میں مرد یا عورت میں سے کوئی یقیناً موجود

ہے لیکن وہ مخاطب سے ان دونوں میں سے کسی کی تعیین کے متعلق سوال کرتا ہے تو گویا اس نے کہا کہ دو معلوم امروں میں سے کونسا امر ہے 'مرد کا گھر میں ہونا یا عورت کا' اس مثال میں علم باحد ھما کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوئی

تیسری صورت: تخصیص باعتبار عموم 'جیسے ما احد خیر منک 'اس میں احد نکرہ مبتدا ہے اسمیں تخصیص اس اعتبار سے ہے کہ احد نکرہ ہے اور تحت النفی واقع ہے تو یہ عموم کا فائدہ دیتا ہے لہذا تمام افراد سے خیریت کی نفی ہوگی کہ تجھ سے کوئی بھی بہتر نہیں' تو فردِ واحد یعنی مخاطب کیلیے بہتر ہونا ثابت ہو گیا لہذا اس میں تخصیص آگئی۔

چوتھی صورت: تخصیص باعتبار صفت مقدرہ یا تخصیص باعتبار تخصیص فاعل ہو' جیسے شر اھر ذاناب' اس مثال میں شر نکرہ مبتدا ہے اس میں تخصیص کی دو صورتیں ہیں (۱) پہلی صورت یہ ہے کہ شر کی تنوین 'تعظیم کیلیے ہے تو اصل عبارت یوں ہو جائیگی شر عظیم اھر ذاناب تو عظیم صفت کی وجہ سے اس میں تخصیص پیدا ہو گئی (۲) تخصیص کی دوسری صورت یہ ہے کہ شر اھر ذاناب میں تخصیص اس طرح ہوئی جیسے کہ فاعل میں ہوتی ہے اور فاعل میں تخصیص ذکرِ فعل سے ہوتی ہے مثلاً جب کسی نے قام 'کہا تو اس سے یہ بات واضح طور پر مفہوم ہوتی ہے کہ اس کے بعد جو اسم ذکر کیا جائے گا اس پر قیام کا حکم لگایا جا سکتا ہے تو جب رجل 'کہا تو معلوم ہو گیا کہ یہی محکوم علیہ ہے اس میں تخصیص اس اعتبار سے ہوئی تو شر میں بھی تخصیص اسی طرح ہے جس طرح فاعل میں کیونکہ شر اھر ذاناب' ما اھر ذاناب الا شر کے معنی میں ہے کیونکہ یہاں شر' فاعل سے بدل ہے جو کہ فاعل اھر کی ضمیر ہے اور بدل حکماً فاعل ہے باقی رہی یہ بات کہ شر اھر ذاناب 'ما اھر ذاناب الا شر کے معنی میں کس طرح ہے حالانکہ ما اَھَرَّ ذَانَابٍ الخ میں تو ما اور الا کیساتھ حصر ہے جو کہ شر اھر ذاناب میں نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ شر اھر ذاناب اصل میں اھر شر ذاناب تھا تو اس میں شر فاعل اھر کی ضمیر سے بدل ہے اور بدل فاعل حکمی ہے تو جیسے فاعل کا درجہ فعل سے مؤخر ہوتا ہے اسکا درجہ بھی فعل سے موخر ہے جب اس کو مقدم کیا تو حصر پیدا ہو گیا کیونکہ تقدیم ما حقہ التاخیر مفید حصر ہوتی ہے تو جیسے ما اھر ذاناب الا شر میں شر فاعل سے بدل ہے اور اس میں حصر ہے اسی طرح شر اھر ذاناب میں بھی شر' فاعل سے بدل ہے اور اسمیں حصر بھی ہے۔

اعتراض: تخصیص قلت اشتراک کو کہتے ہیں یہاں کونسی چیز ہے جس سے قلت اشتراک اور تخصیص پائی گئی۔

جواب: قلت اشتراک اس طرح ہے کہ کتے کا بھونکنا کبھی معتاد ہوتا ہے اور کبھی غیر معتاد' اگر معتاد ہو تو کبھی خیر کا ہوتا ہے جیسے گھر والے کے دوست کی آمد پر' اور کبھی شر کا ہوتا ہے جیسے صاحب خانہ کے دشمن کی آمد پر' اگر کتے

کا بھونکنا معتاد ہو تو حصر بنسبت خیر کے مقابلہ حاصل ہو گا ای شر لا خیر اھر ذاناب 'اگر کتے کا بھونکنا غیر معتاد ہو تو اسوقت بھونکنا محض شر ہی شر ہو گا' اسوقت تخصیص صفت مقدرہ کے اعتبار سے ہو گی تو یوں عبارت ہو گی شر عظیم لا خیر اھر ذاناب۔

پانچویں صورت : تخصیص باعتبار تقدیم خبر یا تخصیص صفت جیسے فی الدار رجل، اسمیں رجل نکرہ کو مبتدا بنانا اس لئے صحیح ہے کہ اسمیں تخصیص پائی گئی ہے 'اور وہ اس طرح کہ خبر کو مقدم کیا گیا ہے اور تقدیم ما حقہ التاخیر یفید الحصر والتخصیص تو خبر کی تقدیم سے مبتدا میں تخصیص پائی گئی 'اور دوسری صورت تخصیص کی یہ ہے کہ جب فی الدار کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ فی الدار کے بعد جو واقع ہو گا وہ صفت استقرار کے ساتھ موصوف ہو گا تو تقدیم خبر بمنزلہ تخصیص صفت کے ہو گئی اسلئے نکرہ کو مبتدا بنانا صحیح ہوا۔

چھٹی صورت : تخصیص اس حیثیت سے ہے کہ اس کی نسبت متکلم کی جانب ہوتی ہے جیسے سلام علیک اس میں سلام نکرہ کو مبتدا بنایا گیا ہے اس میں تخصیص اسطرح سے ہے کہ اسکی نسبت متکلم کی طرف کی گئی ہے 'اصل عبارت یہ ہے کہ سلمت سلاما علیک 'یا سلام من قبلی علیک' مفعول مطلق کے فعل کو حذف کر دیا گیا تو متکلم کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے اس میں تخصیص ہے۔

اعتراض : جب مفعول مطلق کے فعل کو حذف کر دیا گیا تو سلاما علیک کہنا چاہیے تھا سلام کس بنا پر کہا اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ متکلم کی طرف نسبت ہے ہی نہیں۔

جواب : سلاما علیک جملہ فعلیہ ہے جو تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے جب کہ سلام علیک جملہ اسمیہ دعائیہ ہے جو استقرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے جو کہ دعا میں مقصود ہے لہذا نصب کو رفع سے تبدیل کر دیا اور فعلیہ سے اسمیہ بنا دیا۔

وَالْخَبَرُ قَدْ يَكُوْنُ جُمْلَةً مِثْلُ زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ وَزَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ فَلَابُدَّ مِنْ عَائِدٍ وَقَدْ يُحْذَفُ وَمَا وَقَعَ ظَرْفًا فَالْاَكْثَرُ عَلٰى اَنَّهٗ مُقَدَّرٌ بِجُمْلَةٍ وَاِذَا كَانَ الْمُبْتَدَاُ مُشْتَمِلًا عَلٰى مَالَهٗ صَدْرُ الْكَلَامِ مِثْلُ مَنْ اَبُوْكَ اَوْكَانَا مَعْرِفَتَيْنِ اَوْ مُتَسَاوِيَيْنِ نَحْوُ اَفْضَلُ مِنْكَ اَفْضَلُ مِنِّيْ اَوْ كَانَ الْخَبَرُ فِعْلًا لَهٗ مِثْلُ زَيْدٌ قَامَ وَجَبَ تَقْدِيْمُهٗ۔

ترجمہ: اور خبر کبھی جملہ ہوتی ہے جیسے زید ابوہ قائم اور زید قام ابوہ' (خبر جب جملہ ہو) تو اس میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے (جو مبتدا کی طرف لوٹے) اور کبھی ضمیر کو حذف کر دیا جاتا ہے اور خبر جب ظرف واقع ہو تو اکثر نحوی اسے جملے کے متعلق کرتے ہیں' اور جب کہ مبتدا مشتمل ہو اس پر جو صدارت کلام کو چاہتا ہو جیسے من ابوک' یا مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں' یا دونوں تخصیص میں برابر ہوں جیسے افضل منک افضل منی' یا خبر مبتدا کا فعل ہو جیسے زید قام' تو مبتدا کو مقدم کرنا واجب ہے۔

تشریح :قولہ وَالْخَبَرُ قَدْ يَكُوْنُ الخ | اور خبر کبھی جملہ اسمیہ ہوتی ہے جیسے زید ابوہ قائم' لیکن جب خبر جملہ ہو تو اس میں ایسی ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف راجع ہو جیسے زید ابوہ قائم میں ابوہ قائم خبر ہے اور اس میں ضمیر مبتدا کی طرف راجع ہے اور کبھی خبر جملہ فعلیہ ہوتی ہے جیسے زید قام ابوہ اس مثال میں قام ابوہ خبر ہے اور اس میں ضمیر مبتدا کی طرف راجع ہے۔

قولہ وَقَدْ يُحْذَفُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ خبر جب جملہ ہو تو اس میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے لیکن ضمیر کو کسی قرینہ کی وجہ سے حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے البر الکر بستین درھما اصل میں اس طرح تھا البر الکر منہ بستین درھما منہ ضمیر کو حذف کر دیا قرینہ کی وجہ سے' قرینہ یہ ہے کہ بائع گندم ہی کی قیمت بیان کرتا ہے کسی دوسری چیز کی نہیں' اور دوسری مثال السمن منوان بدرہم اصل میں یوں تھا کہ السمن منوان منہ بدرہم خبر سے منہ ضمیر کو حذف کر دیا اور قرینہ یہ ہے کہ سمن ہی کی بات ہو رہی ہے کسی اور چیز کی نہیں۔

قولہ وَمَا وَقَعَ ظَرْفًا فَالْاَكْثَرُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ خبر جب ظرف واقع ہو خواہ ظرف زمان ہو یا ظرف مکان' تو بصری اسے جملے کے متعلق کرتے ہیں جو مقدر ہوتا ہے اسلئے کہ ظرف عامل کا تقاضا کرتا ہے جسکے متعلق ہو سکے جیسے زید فی الدار کی مثال میں زید مبتدا ہے اور فی الدار جار مجرور استقر کے متعلق ہے جو مقدر ہے تو مطلب ہوگا زید فی الدار ای استقر فی الدار یہاں فعل مقدر ہوگا اور خبر جملہ ہوگی' اور بعض نحوی مفرد مقدر نکالتے ہیں اس لئے کہ خبر میں اصل افراد ہے اس وقت یہ ظرف اسم فاعل مستقر کے متعلق ہوگا ای زید مستقر فی الدار۔

قولہ وَإِذَا كَانَ الْمُبْتَدَأُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ چار جگہیں بیان کرتے ہیں کہ ان جگہوں میں مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے۔

تقدیم مبتدا کی جگہیں

پہلی جگہ: جب مبتدا ایسے معنی پر مشتمل ہو جو صدارت کلام کو چاہتا ہے جیسے ادوات استفہام وقسم اور تمنی اور ترجی اور ضمیر شان اور لام ابتدا اور شرط اور تعجب تو مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے اگر مبتدا کو مقدم نہ کریں گے تو انکی صدارت کلام فوت ہو جائیگی جیسے من ابوک یہ استفہام صدارت کلام کو چاہتا ہے اگر ابوک من کہیں گے تو صدارت کلام فوت ہو جائیگی شرط کی مثال من یکرمنی فانا اکرمہ' اور ضمیر شان کی مثال ھو زید مطلق' لام ابتدا کی مثال لزید مطلق' تعجب کی مثال ما احسن زید' قسم کی مثال 'واللہ زید قائم' تمنی کی مثال لیت زیدا حاضر اور ترجی کی مثال لعل عمرو اغائب۔

دوسری جگہ: جب مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں تو مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے اگر مبتدا خبر پر مقدم نہیں کریں گے تو مبتدا کا خبر کے ساتھ التباس لازم آئے گا جیسے زَيْدٌ الْمُنْطَلِقُ تو اس میں مبتدا کو مقدم کرنا واجب ہے۔

تیسری جگہ: جب مبتدا اور خبر تخصیص میں دونوں برابر ہوں تو اس وقت مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا ضروری ہے' اگر مبتدا کو خبر پر مقدم نہیں کریں گے تو مبتدا کا خبر کے ساتھ التباس لازم آئیگا' جیسے افضل منک افضل منی' تو اس میں مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا ضروری ہے۔

چوتھی جگہ: جب خبر' مبتدا کا فعل ہو تو اسوقت بھی مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے اگر مبتدا کو مقدم نہیں کریں گے تو مبتدا کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آئے گا جیسے زید قام' اگر اس میں خبر کو مقدم کریں گے اور قام زید کہیں گے تو گمان ہوگا کہ زید فاعل ہے اور یہ جملہ فعلیہ ہے حالانکہ یہ جملہ اسمیہ ہے تو خلاف مقصود لازم آئے گا اس لئے مبتدا کو مقدم کرنا واجب ہے۔

وَاِذَا تَضَمَّنَ الْخَبَرُ الْمُفْرَدُ مَالَهٗ صَدْرُ الْكَلَامِ مِثْلُ اَيْنَ زَيْدٌ اَوْ كَانَ مُصَحِّحًا لَهٗ مِثْلُ فِى الدَّارِ رَجُلٌ اَوْ لِمُتَعَلِّقِهٖ ضَمِيْرٌ فِى الْمُبْتَدَاِ مِثْلُ عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا اَوْ كَانَ خَبَرًا عَنْ اَنَّ مِثْلُ عِنْدِىْ اَنَّكَ قَائِمٌ وَجَبَ تَقْدِيْمُهٗ وَقَدْ يَتَعَدَّدُ الْخَبَرُ مِثْلُ زَيْدٌ عَالِمٌ عَاقِلٌ وَقَدْ يَتَضَمَّنُ الْمُبْتَدَاُ مَعْنَى الشَّرْطِ فَيَصِحُّ دُخُوْلُ الْفَاءِ فِى الْخَبَرِ وَذَالِكَ الْاِسْمُ الْمَوْصُوْلُ بِفِعْلٍ اَوْظَرْفٍ اَوِ النَّكِرَةُ الْمَوْصُوْفَةُ بِهِمَا مِثْلُ الَّذِىْ يَاْتِيْنِىْ اَوْ فِى الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ وَكُلُّ رَجُلٍ يَاْتِيْنِىْ اَوْ فِى الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ مَانِعَانِ بِالْاِتِّفَاقِ وَاَلْحَقَ بَعْضُهُمْ اِنَّ بِهِمَا۔

ترجمہ: جب خبر مفرد، ایسے کلمہ کو متضمن ہو جو صدارت کلام چاہتا ہو جیسے این زید، یا خبر، مبتدا کو صحیح بنانے والی ہو جیسے فی الدار رجل یا خبر کے متعلق کے لئے ضمیر ہو مبتدا میں، جیسے علی التمرۃ مثلھا زبدا، یا وہ خبر ہو اَنَّ کی، جیسے عندی انک قائم، تو خبر کو مقدم کرنا واجب ہے، اور کبھی خبر متعدد ہوتی ہے، جیسے زید عالم عاقل، اور کبھی مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے، پس فاء کو خبر میں داخل کرنا صحیح ہے (اور وہ مبتدا جو معنی شرط کو متضمن ہوتا ہے) یا وہ ایسا اسم موصول ہوگا جسکا صلہ فعل یا ظرف آتا ہے، یا ایسا اسم نکرہ ہو جو موصوف ہو ان دونوں (فعل اور ظرف) کے ساتھ، جیسے الذی یاتینی او فی الدار فلہ درھم، اور کل رجل یاتینی او فی الدار فلہ درھم، اور لیت اور لعل خبر پر دخول فاء سے بالاتفاق مانع ہیں اور بعض نے اِنَّ کو بھی ان دونوں کے ساتھ لاحق کیا ہے۔

تشریح: قولہ وَاِذَا تَضَمَّنَ الْخَبَرُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ وہ چار جگہیں بیان کرتے ہیں جہاں خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا واجب ہے۔

تقدیم خبر کی جگہیں

پہلی جگہ : جب خبر کسی ایسے کلمہ پر مشتمل ہو جو صدارت کلام کو چاہتا ہو تو خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا واجب ہے اگر خبر کو مقدم نہیں کریں گے تو صدارت کلام فوت ہو جائیگی' جیسے این زید میں این خبر ہے اور زید مبتدا ہے اور این کلمہ استفہام ہے اور استفہام صدارت کلام کو چاہتا ہے اس بنا پر خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا واجب ہے۔

دوسری جگہ : جب کہ مبتدا کا صحیح ہونا خبر کی تقدیم پر موقوف ہو یعنی خبر کی تقدیم کی وجہ سے مبتدا مبتدا بن رہا ہو تو خبر کو مقدم کرنا ضروری ہے جیسے فی الدار رجل اس میں رجل نکرہ مبتدا ہے' اس کا مبتدا ہونا تخصیص پر موقوف ہے اور وہ تقدیم خبر ہے اس کے بغیر اس کا مبتدا ہونا صحیح نہیں ہوگا۔

تیسری جگہ : جب کہ مبتدا میں ایسی ضمیر ہو جو خبر کے متعلق کی طرف لوٹ رہی ہو تو اس وقت خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا واجب ہے' اگر خبر کو مقدم نہیں کریں گے تو اضمار قبل الذکر لفظاً ورتبۃً لازم آئیگا اور یہ باطل ہے جیسے علی التمرۃ مثلھا زبدا اس مثال میں علی التمرۃ خبر ہے اور مثلھا مبتدا ہے اور اسمیں ھا ضمیر متعلق خبر یعنی التمرہ کی طرف راجع ہے تو خبر کو مقدم کرنا ضروری ہے تاکہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے۔

چوتھی جگہ : خبر کو مقدم کرنا واجب ہے جب کہ وہ اَنَّ کی خبر بن رہی ہو ورنہ اَنَّ کا اِنَّ کے ساتھ التباس لازم آئے گا' جیسے عِنْدِیْ اَنَّکَ قَائِمٌ' اس مثال میں عندی خبر ہے اگر اسے مؤخر کریں گے تو اَنَّ شروع کلام میں آجائے گا جب کہ شروع کلام میں اِنَّ آتا ہے تو التباس لازم آئے گا اسلئے تقدیم خبر ضروری ہے۔

قوله وَقَدْ يَتَعَدَّدُ الْخَبَرُ الخ　اور کبھی ایک مبتدا کی کئی خبریں ہوتی ہیں جیسے زید حافظ عالم عاقل' جب مبتدا کا معنی ایک خبر کے ساتھ صحیح بن رہا ہو تو ایک خبر ذکر کرنا بھی صحیح ہے اور متعدد خبریں بھی' جیسے اس مثال میں زید حافظ پر اکتفاء بھی صحیح ہے اور حافظ کے ساتھ عالم' عاقل کا اضافہ بھی صحیح ہے' اور اگر مبتدا کا معنی تعدد خبر کے بغیر صحیح نہ بن رہا ہو تو متعدد خبروں کا ذکر کرنا واجب ہے جیسے کسی چیز کے بارے میں کھٹی میٹھی ہونے کی خبر دینا مقصود ہو تو صرف ھذا حلو کہنا صحیح نہ ہوگا' بلکہ ھذا حلو حامض کہنا ضروری ہے تاکہ معنی صحیح طریقے سے ادا ہو سکے۔

قوله وَقَدْ يَتَضَمَّنُ الْمُبْتَدَأُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ان چار جگہوں کو بیان کر رہے ہیں جہاں مبتدا کی خبر پر فاء داخل کرنا صحیح ہے جب مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہو تو فاء کا خبر پر داخل کرنا اسلئے صحیح ہے کہ مبتدا بمنزلہ شرط کے ہو جائیگا اور خبر بمنزلہ جزاء کے (۱) جب مبتدا اسم موصول بن رہا ہو اور اس کا صلہ جملہ فعلیہ ہو تو اس کی خبر پر فاء کا داخل کرنا صحیح ہے جیسے الذی یاتینی فله درهم 'الذی اسم موصول' مبتدا بن رہا ہے اس کا صلہ جملہ فعلیہ ہے لہ درہم اس کی خبر ہے اس پر فا کا داخل کرنا صحیح ہے (۲) جب اسم موصول مبتدا بن رہا ہو جملہ ظرفیہ کیساتھ مل کر' تو اس کی خبر پر فا کا داخل کرنا جائز ہے جیسے الذی فی الدار فله درهم (۳) مبتدا نکرہ ہو اور اسکی صفت جملہ فعلیہ ہو اسکی خبر پر فاء کا داخل کرنا صحیح ہے 'جیسے کل رجل یاتینی فله درهم۔

۴۔ مبتدا نکرہ ہو اور اس کی صفت جملہ ظرفیہ ہو اسکی خبر پر بھی فاء کا داخل کرنا صحیح ہے جیسے کل رجل فی الدار فله درہم۔

قوله فَيَصِحُّ الخ

اعتراض: صاحب کافیہ کا فیصح کہنا درست نہیں کیونکہ بعض جگہوں میں فاء کا داخل کرنا واجب ہوتا ہے اور بعض جگہ جائز اور بعض جگہ ممتنع' تو فیصح کہنا درست نہ ہوا۔

جواب: فاء کے داخل کرنے کی تین صورتیں ہیں (۱) جب کہ مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہو اور پہلا دوسرے کیلئے سبب بن رہا ہو اس کی دلالت مقصود بھی ہو تو اسوقت فاء کا داخل کرنا واجب ہے (۲) جب پہلا دوسرے کیلئے سبب نہ بن رہا ہو تو اسوقت فاء کا داخل کرنا ممتنع ہے (۳) جب مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہو اس وقت فاء کا داخل کرنا صحیح ہے' مصنف نے پہلی دو صورتوں کو چھوڑ کر تیسری صورت مراد لی ہے۔

قوله وَلَيْتَ وَلَعَلَّ مَانِعَانِ بِالْاِتِّفَاقِ | پہلے مصنف نے وہ چار جگہیں بیان کی ہیں جہاں خبر پر فاء کو داخل کرنا صحیح ہے یہاں سے وہ جگہیں بیان کرتے ہیں جہاں اگر لیت و لعل کو داخل کر دیا جائے تو بالاتفاق خبر پر فاء کا داخل کرنا جائز نہیں' اسلئے کہ لیت و لعل جملہ انشائیہ میں سے ہیں' اور خبر پر دخول فاء اسلئے جائز تھا کہ خبر کو قائم مقام جزاء کے بنایا تھا' لیت اور لعل کی وجہ سے مبتدا اور خبر خبریت سے نکل کر انشاء میں داخل ہو گئے ہیں تو انکی مشابہت شرط اور جزاء سے زائل ہو گئی ہے' اس لئے کہ شرط اور جزاء اخبار کی قبیل سے ہے انشاء کے قبیل سے نہیں' اس لئے لعل الذی یاتینی فله درهم اور لیت الذی یاتینی فله درهم کہنا جائز نہیں ہے۔

قوله وَالْحَق بَعْضُهُمْ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ بعض نحویوں نے إنَّ مکسورہ کو بھی ان دونوں کے ساتھ شامل کیا ہے، یعنی جس طرح لیت اور لعل خبر پر دخول فاء سے مانع ہیں اسی طرح ان مکسورہ بھی دخول فاء سے مانع ہے کیونکہ إنَّ یقین کیلئے آتا ہے اور شرط اور جزا تردد کیلئے، اور یقین وتردد متضاد ہیں یہ سیبویہ کا مذہب ہے اخفش کا مذہب یہ ہے کہ إنَّ کے داخل ہونے کے بعد بھی خبر پر فاء کو داخل کرنا صحیح ہے کیونکہ انّ کے داخل ہونے کے بعد بھی مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہے اِنَّ کے آنے کیوجہ سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

اعتراض: جس طرح اِنَّ مکسورہ خبر پر دخول فاء سے مانع ہے بعض کے نزدیک اسی طرح اَنَّ مفتوحہ اور لکن بھی دخول فاء سے مانع ہیں تو صاحب کافیہ نے ان کو بیان کیوں نہیں کیا؟

جواب: اِنَّ مکسورہ کو لیت ولعل کے ساتھ لاحق کرنا سیبویہ کا مذہب ہے، سیبویہ مستند نحوی ہیں اور امام ہیں اس لئے ان کا قول قابل ذکر ہے لیکن ان کو لاحق کرنیوالوں کا قول لائق التفات نہ تھا اس لئے اس کو ذکر ہی نہیں کیا اگرچہ سیبویہ اور بعض، دونوں کا قول قرآن اور فصیح عربی کے خلاف ہے اِنَّ کے داخل ہونے کے بعد خبر پر فاء ممتنع نہیں ہے جیسے قران پاک میں ہے ان الذین کفروا وماتوا وھم کفار فلن یقبل الخ، اسی طرح لکن اور اَن مفتوحہ بھی دخول فاء سے مانع نہیں، اَنَّ مفتوحہ کی مثال واعلموا انّما غنمتم من شی فانَّ للہ اور لکن کی مثال جیسے شعر

فَوَاللّٰهِ مَافَارَقْتُكُمْ قَالِيًا لَكُمْ ☆ وَلٰكِنَّ مَا يُقْضٰى فَسَوْفَ يَكُوْنُ

وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُبْتَدَأُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا كَقَوْلِ الْمُسْتَهِلِّ اَلْهِلَالُ وَاللّٰهِ وَالْخَبَرُ جَوَازًا مِثْلُ خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ وَوُجُوْبًا فِيْ مَا الْتُزِمَ فِيْ مَوْضِعِهٖ غَيْرُهٗ مِثْلُ لَوْلَا زَيْدٌ لَكَانَ كَذَا وَمِثْلُ ضَرْبِيْ زَيْدًا قَائِمًا وَكُلُّ رَجُلٍ وَضَيْعَتُهٗ وَلَعَمْرُكَ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا۔

ترجمه: اور کبھی مبتدا کو حذف کر دیا جاتا ہے قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے جوازی طور پر جیسے چاند دیکھنے والے کا قول الھلال واللہ اور کبھی خبر کو بھی جوازی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے خرجت فاذا السبع، اور کبھی خبر کو وجوبی طور پر

حذف کردیا جاتا ہے اس ترکیب میں جس میں خبر کی جگہ غیر خبر کو لازم کردیا گیا ہو جیسے لولا زید لکان کذا اور ضربی زیدا قائما اور کل رجل وضیعتہ اور لعمرک لافعلن کذا کی مثالوں میں ۔

تشریح : قوله وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُبْتَدَأُ الخ | کبھی قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے مبتدا کو حذف کرنا جائز ہے جیسے چاند دیکھنے والے کا قول الھلال واللہ اصل میں یوں تھا کہ ھذا الھلال واللہ یہاں پر قرینہ حالیہ کی وجہ سے مبتدا کو حذف کردیا گیا ۔

اعتراض : ہم یہاں حذف مبتدا کو تسلیم نہیں کرتے ، ہو سکتا ہے کہ یہاں خبر محذوف ہو جیسے الھلال ھذا ۔

جواب : یہاں خبر محذوف ماننا جائز نہیں اس لئے کہ چاند دیکھنے والے کا مقصود ایک شے کو دیکھ کر اس پر ہلالیت کا حکم لگانا تھا تاکہ دوسرے چاند دیکھنے والے بھی دیکھ لیں ، جیسے کہ اسنے دیکھا ہے ، اور یہ معنی مبتدا کے حذف ہونے کی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے حذف خبر کی صورت میں نہیں ، اسلئے کہ حذف خبر کی صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ چاند کا وجود پہلے سے ثابت ہے اور یہ متعین نہیں کہ یہ چاند ہے یا وہ چاند ہے تو چاند دیکھنے والے نے الھلال ہذا سے اسے متعین کردیا حالانکہ یہ معنی خلاف مقصود ہے اسلئے یہاں خبر کو محذوف نہیں مان سکتے ۔

قوله وَالْخَبَرُ جَوَازًا الخ | اور کبھی قیام قرینہ کی وجہ سے خبر کو بھی حذف کرنا جائز ہوتا ہے جیسے خرجت فاذا السبع اصل میں فاذا السبع موجود تھا ، اور یہاں قرینہ یہ ہے کہ کہ اذا یہ ظرف زمان میں سے ہے اور افعال عامہ پر دلالت کرتا ہے افعال عامہ چار ہیں کون ، وجود ، ثبوت ، حصول ۔

وَوُجُوْبًا فِيْ مَا الْتُزِمَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ چار جگہیں بیان کرتے ہیں جہاں مبتدا کی خبر کو حذف کرنا واجب ہے جب خبر کے قائم مقام کو ذکر کردیا گیا ہو تو اسوقت خبر کو حذف کرنا واجب ہے ورنہ اصل اور قائم مقام کا اجتماع لازم آئے گا مثل لولا زید لکان کذا اصل میں یوں ہے لولا زید موجود لکان کذا یہاں موجود خبر کو حذف کردیا گیا ہے لکان کذا کو خبر کے قائم مقام کردیا اگر اس میں خبر کو حذف نہ کریں تو اصل اور قائم مقام کا اجتماع لازم آتا ہے ۔

قولہ مِثْلُ

اعتراض: لفظ مثل کا اضافہ کس غرض کے لئے کیا گیا ہے ؟

جواب: لفظ مثل کا اضافہ اس غرض سے کیا کہ صرف یہی مثال مراد نہیں ہے بلکہ ہر وہ مبتدا جو لولا کے بعد ہو اور اس کی خبر افعال عامہ سے ہو تو اس کی خبر کو حذف کرنا واجب ہے کیونکہ لولا انتفاء ثانی کے لئے آتا ہے پہلے کے وجود کی وجہ سے جیسے لولا علیؓ لھلک عمر اصل میں یوں تھا لولا علی موجود لھلک عمر ۔

قولہ وَمِثْلُ ضَرْبِیْ زَیْداً قَائِمًا

حذف خبر کی دوسری مثال ہے اصل میں یوں تھا ضربی زیدا حاصل اذا کان قائما یہاں حاصل خبر کو حذف کر دیا پھر اس کے بعد اذا کو بھی اپنی شرط (یعنی کان کے ساتھ جو کہ حال میں عامل ہے) حذف کر دیا اور حال کو ظرف کے قائم مقام کر دیا اور ظرف کو خبر کے قائم مقام، نتیجہ یہ نکلا کہ حال خبر کے قائم مقام ہوا لہذا حال ظرف کے قائم مقام ہوا اور مثل سے مراد ہر وہ کلام ہے جس میں مصدر، مبتدا بن رہا ہے اور اس کی اضافت فاعل یا مفعول کی طرف ہو رہی ہو اور اسم فاعل اور اسم مفعول کے بعد ایک اسم واقع ہو جو اسم فاعل اور اسم مفعول سے حال بن رہا ہو اس وقت خبر کو حذف کرنا واجب ہے ۔

قولہ کُلُّ رَجُلٍ وَضَیْعَتُہٗ

حذف خبر کی تیسری صورت بیان کر رہے ہیں اصل میں یوں تھا کہ کل رجل مقرون مع ضیعتہ، مقرون خبر کو حذف کر دیا اس سے مراد ہر وہ مثال ہے جس کی خبر مقارنۃ کے معنی میں ہو اور واو بمعنی مع اس خبر مقرون پر دلالت کرتی ہو اور مبتدا پر اس واؤ کے ذریعہ کسی اسم کا عطف کیا گیا ہو تو حذف خبر ضروری ہے ورنہ اجتماع بدلین لازم آئیگا یعنی خبر اور قائم مقام خبر کا موجود ہونا۔

قولہ لَعَمْرُکَ لَاَفْعَلَنَّ کَذَا

حذف خبر کی چوتھی صورت بیان کر رہے ہیں اس سے مراد ہر وہ مثال ہے کہ مبتدا مقسم بہ ہو اور اس کی خبر لفظ قسم ہو تو خبر کو حذف کرنا واجب ہے جیسے لعمرک لافعلن کذا اصل میں عبارت یوں تھی کہ لعمرك قسمي لافعلن كذا، قسمی خبر کو حذف کر دیا اور جواب قسم لافعلن کذا کو اس کے قائم مقام کر دیا تاکہ اصل اور قائم مقام کا اجتماع لازم نہ آئے ۔

خَبَرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِہَا ھُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِ ھٰذِہِ الْحُرُوْفِ مِثْلُ اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ وَاَمْرُہٗ کَاَمْرِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاءِ اِلَّا فِیْ تَقْدِیْمِہٖ اِلَّا اِذَا کَانَ ظَرْفًا، خَبَرُ لَا الَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ ھُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِہَا مِثْلُ لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیْفٌ فِیْہَا وَ یُحْذَفُ کَثِیْرًا وَبَنُوْ تَمِیْمٍ لَا یُثْبِتُوْنَہٗ۔ اِسْمُ مَا وَلَا الْمُشَبَّہَتَیْنِ بِلَیْسَ ھُوَ الْمُسْنَدُ اِلَیْہِ بَعْدَ دُخُوْلِہِمَا مِثْلُ مَا زَیْدٌ قَائِمًا وَلَا رَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْکَ وَھُوَ فِیْ لَا شَاذٌّ۔

ترجمہ : اِنَّ وغیرہ کی خبر یہ مسند ہوتی ہے ان حروف کے داخل ہونے کے بعد جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ اور اِنَّ وغیرہ کی خبر کا حکم مبتدا کی خبر کی طرح ہے مگر ان کی خبر کے مقدم کرنے میں (کہ ان کی خبر کو مقدم کرنا جائز نہیں اور مبتدا کی خبر کو اس پر مقدم کرسکتے ہیں) مگر جب کہ وہ (خبر) ظرف ہو (تو مقدم کرسکتے ہیں) اور لائے نفی جنس کی خبر یہ مسند ہوتی ہے لا کے داخل ہونے کے بعد جیسے لا غلام رجل ظریف فیہا اور لائے نفی جنس کی خبر کو اکثر حذف کردیا جاتا ہے اور بنو تمیم اس کی خبر کو ثابت نہیں مانتے اور ما و لا مشابہ بلیس کا اسم مسند الیہ ہوتا ہے ما و لا کے داخل ہونے کے بعد جیسے ما زید قائما اور لا رجل افضل منک اور لیس کا عمل لا میں شاذ ہے۔

تشریح : قولہ خَبَرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِہَا الخ مرفوعات کی پانچویں قسم اِنَّ واخواتھا کی خبر کا بیان ہے اِنَّ وغیرہ کے داخل ہونے کے بعد جو مسند ہو وہ اس کی خبر ہوتی ہے جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ اور اخوات اِنَّ سے مراد اَنَّ کَاَنَّ لٰکِنَّ لَیْتَ اور لَعَلَّ ہے ان حروف کو حروف مشبہ بالفعل کہتے ہیں انکی فعل کے ساتھ مشابہت تین طرح سے ہے

(۱) جس طرح فعل ثلاثی رباعی اور خماسی ہوتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی ثلاثی رباعی اور خماسی ہوتے ہیں ان، اَن اور لیت ثلاثی ہیں اور کان اور لعل رباعی ہیں اور لکن خماسی ہے۔

(۲) جس طرح فعل متعدی کو دو اسم لازم ہیں ایک فاعل اور دوسرا مفعول اسی طرح ان حروف کے لئے بھی دو اسم ضروری ہیں ایک اسم اور دوسرا خبر۔

(۳) ان میں فعل کا معنی پایا جاتا ہے اِنَّ اور اَنَّ حققت کے معنی میں ہیں اور کَاَنَّ شبہت کے معنی میں اور لَیْتَ تمنیت کے معنی

میں اور لعل ترجیت کے معنی میں ہیں اور لکن استدرکت کے معنی میں ہے۔

اعتراض : یہ حروف فعل کے مشابہ کیسے ہو سکتے ہیں فعل دو اسموں پر داخل ہو کر پہلے کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتا ہے جیسے ضرب زید عمرو اجب کہ یہ حروف پہلے اسم کو نصب اور دوسرے کو رفع دیتے ہیں جیسے اِنَّ زَیْداً قَائِمٌ ان میں تو تضاد ہے نہ کہ مشابہت' اسی طرح فعل مستقل معنی پر دلالت کرتا ہے یہ حروف مستقل بالمعنی نہیں ۔

جواب : مشابہت سے مشابہت قاصرہ مراد ہے یعنی من بعض الوجوہ یہ حروف من بعض الوجوہ فعل کے مشابہ ہیں اس لئے ان کو مشبہ بالفعل کہنا صحیح ہے۔

قوله وَاَمْرُهٗ كَاَمْرِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاءِ الخ | اِنَّ وغیرہ کی خبر کا حکم مبتدا کی خبر کی طرح ہے یعنی جیسے مبتدا کی خبر مفرد جمع معرفہ ونکرہ ذکر کرتے ہیں اسی طرح اِنَّ وغیرہ کی خبر بھی ذکر کر سکتے ہیں مگر اِنَّ کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم نہیں کیا جا سکتا جیسے مبتدا پر خبر کو مقدم کیا جاتا ہے کیونکہ اِنَّ عامل ضعیف ہے اگر خبر کو اسم پر مقدم کر دیا جائے تو اِنَّ عمل نہیں کر سکے گا ہاں اگر ان کی خبر ظرف ہو تو اسے اسم پر مقدم کیا جا سکتا ہے کیونکہ الظرف مما یتوسع فیہ مالا یتوسع فی غیرہ چنانچہ اِنَّ فی الدار زیدا کہہ سکتے ہیں۔

قوله خَبَرُ لَا اَلَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ الخ | یہاں سے مرفوعات کی چھٹی قسم لائے نفی جنس کی خبر کا بیان ہے کہ لائے نفی جنس کی خبر مسند اور مرفوع ہوتی ہے لائے نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد جیسے لا غلام رجل ظریف فیھا

فائدہ : صاحب کافیہ نے مشہور مثال لا غلام رجل ظریف کو چھوڑ کر یہ مثال اس لئے ذکر کی ہے تا کہ کذب لازم نہ آئے مشہور مثال کا معنی یہ بنتا ہے کہ کسی آدمی کا غلام خوش طبع نہیں حالانکہ ایسی بات نہیں بہت سے لوگوں کے غلام خوش طبع ہوتے ہیں تو فیھا کے اضافے سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ گھر میں خوش طبع غلام نہیں باہر ہو گا دوسری وجہ یہ ہے کہ مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس کی خبر ظرف بھی آسکتی ہے اور غیر ظرف بھی۔

قوله وَيُحْذَفُ كَثِيْرًا الخ | اور لائے جنس کی خبر اکثر حذف ہو جاتی ہے جب کہ خبر افعال عامہ میں سے ہو جیسے لا الہ الا اللہ ای لا الہ موجود الا اللہ اس مثال میں الہ لائے نفی جنس کا اسم ہے اور موجود محذوف خبر ہے اسی طرح لا فتی الا علی ای لا فتی موجود الا علی اسی طرح لا سیف الا ذو الفقار ای لا سیف موجود الا ذو الفقار اور وجہ حذف یہ ہے کہ اکثر نفی اس پر دلالت کر رہی ہوتی ہے ۔

قولہ وَبَنُوْ تَمِیْمٍ لَا یُثْبِتُوْنَہٗ | بنو تمیم لائے نفی جنس کی خبر کو ثابت نہیں کرتے ثابت نہ کرنے کے دو مطلب ہیں۔

۱-وہ لائے نفی جنس کی خبر کو لفظوں میں ظاہر نہیں کرتے اس لیے ان کے نزدیک حذف خبر واجب ہے۔

۲-دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ لائے نفی جنس کی خبر کو سرے سے مانتے ہی نہیں نہ لفظاً نہ تقدیراً۔

قولہ اسمُ مَا ولَا الخ | ساتویں مرفوع اسم ماولا بیان کرتے ہیں ماولا کے داخل ہونے کے بعد اس کا اسم مسند الیہ ہوتا ہے جیسے مازید قائما اور لارجل افضل منک۔

قولہ اَلْمُشَبَّہَتَیْنِ بِلَیْسَ | ما ولا کی لیس کے ساتھ دو طرح سے مشابہت ہے پہلی مشابہت یہ ہے کہ جیسے لیس نفی کیلئے آتا ہے ماولا بھی نفی کے لئے آتا ہے دوسری یہ ہے کہ جیسے لیس مبتدا اور خبر پر داخل ہو کر مبتدا کے عمل کو منسوخ کر دیتا ہے اسی طرح ماولا بھی مبتدا اور خبر پر داخل ہو کر مبتدا کے عمل کو منسوخ کر دیتے ہیں اسی وجہ سے لیس کی طرح یہ اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔

ماولا میں فرق: ما کا اسم معرفہ بھی ہو سکتا ہے اور نکرہ بھی لیکن لا کا اسم ہمیشہ نکرہ ہی ہوتا ہے اور یہ معرفہ میں عمل نہیں کرتا۔

فائدہ: ماانابظلام للعبید اس مثال میں مامشبہ بلیس کا اسم انا ضمیر ہے جو محلا مرفوع ہے اور ظلّام اسکی خبر ہے اور اس پر باے زائدہ ہے اور للعبید یہ ظلام کا متعلق ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مامشبہ بلیس کی خبر پر باے زائدہ بکثرت آتی ہے اور یہ باء زائدہ تحسین کلام اور نفی کی تاکید اور قوت پیدا کرنے کے لئے آتی ہے۔

توماانا ظلام کا معنیٰ یہ ہے کہ میں ظالم نہیں اور باء زائدہ کے ساتھ معنی ہوگا میں بالکل ظالم نہیں۔

اعتراض: اکثر نحوی مرفوعات کی آٹھ قسمیں بیان کرتے ہیں جب کہ آپ نے سات بیان کی ہیں فرق کیوں کیا یعنی کان وغیرہ کے اسم کو کس وجہ سے چھوڑ دیا؟

جواب: صاحب کافیہ اختصار کے درپے ہیں اس لیے کان وغیرہ ماولا مشبہ بلیس کے ضمن میں آگئے کیونکہ لیس افعال

ناقصہ میں سے ہے اور کان بھی تو کان وغیرہ بھی ما و لا مشبہ بلیس کے ضمن میں آگئے کیونکہ انکا عمل بھی ما و لا کی طرح ہے

قولہ وَهُوَ فِي لَا شَاذٌ الخ | لیس والا عمل لا میں شاذ اور قلیل ہے وجہ یہ ہے کہ ما کی مشابہت لیس کے ساتھ قوی ہے کہ جس طرح لیس حال کی نفی کرتا ہے ما بھی حال کی نفی کرتا ہے لیکن لا کی مشابہت لیس کے ساتھ ضعیف ہے اس لئے کہ لیس حال کی نفی کے لئے ہے اور لا مطلقا نفی کے لئے۔

اَلْمَنْصُوْبَاتُ

اَلْمَنْصُوْبَاتُ هُوَ مَا اشْتَمَلَ عَلٰى عَلَمِ الْمَفْعُوْلِيَّةِ فَمِنْهُ الْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ وَهُوَ اِسْمُ مَا فَعَلَهٗ فَاعِلُ فِعْلٍ مَذْكُوْرٍ بِمَعْنَاهُ وَ قَدْ يَكُوْنُ لِلتَّاكِيْدِ وَ النَّوْعِ وَ الْعَدَدِ نَحْوُ جَلَسْتُ جُلُوْسًا وَجِلْسَةً وَ جَلْسَةً فَالْاَوَّلُ لَا يُثَنّٰى وَلَا يُجْمَعُ بِخِلَافِ اَخَوَيْهِ وَقَدْ يَكُوْنُ بِغَيْرِ لَفْظِهٖ نَحْوُ قَعَدْتُ جُلُوْسًا وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا كَقَوْلِكَ لِمَنْ قَدِمَ خَيْرَ مَقْدَمٍ وَوُجُوْبًا سِمَاعًا مِثْلُ سَقْيًا وَرَعْيًا وَخَيْبَةً وَجَدْعًا وَحَمْدًا وَشُكْرًا وَعَجَبًا۔

ترجمہ : منصوب وہ ہے جو مفعولیت کی علامت پر مشتمل ہو اور منصوبات میں سے ایک مفعول مطلق ہے مفعول مطلق وہ نام ہے اس فعل کا جسے ایسے فعل مذکورہ کے فاعل نے کیا ہو جو اس فعل کے ہم معنی ہو اور مفعول مطلق کبھی تاکید کے لئے آتا ہے اور کبھی نوع اور عدد کیلیے آتا ہے جیسے جلست جلوسا وجلسۃ وجلسۃ پس پہلا (جو تاکید کے لئے آتا ہے) نہ تثنیہ بنایا جاتا ہے نہ جمع بخلاف اس کے ہم مثلوں کے اور کبھی مفعول مطلق من غیر لفظہ ہوتا ہے جیسے قعدت جلوسا اور کبھی مفعول مطلق کے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے جوازی طور پر جیسے تیرا قول اس شخص کے لئے جو سفر سے آیا ہو خیر مقدم اور کبھی وجوبا حذف کیا جاتا ہے سماعی طور پر جیسے (ان مثالوں میں) سقیا ورعیا الی آخرہ۔

تشریح :قوله اَلْمَنْصُوْبَاتُ

فائدہ :جب صاحب کافیہ مرفوعات سے فارغ ہوئے تو یہاں سے منصوبات کو شروع کرتے ہیں اور منصوبات کو مجرورات سے اس لئے مقدم کیا کہ منصوبات کثیر ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ نصب بمقابلہ جر کے خفیف ہے۔

منصوبات منصوب کی جمع ہے اسکی ترکیب میں وہی پانچ اقوال ہیں جو مرفوعات کی ترکیب میں گذر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

قوله هُوَ مَا اشْتَمَلَ عَلیٰ عَلَمِ الْمَفْعُوْلِيَّةِ الخ | منصوبات کی تعریف کررہے ہیں منصوبات اسے کہتے ہیں جو مفعولیت کی علامت پر مشتمل ہو خواہ وہ مفعول حقیقۃ ہو یا حکما مفعول کی چار علامتیں ہیں

(۱) فتحہ ہو جیسے رایت زیدا (۲) کسرہ ہو جیسے رایت مسلمات (۳) الف ہو جیسے رایت اباک (۴) یاء ہو جیسے رایت مسلمین

فائدہ : المنصوبات مبتدا ہے اور ھو ما اشتمل الخ یہ جملہ خبر ہے یا یہ عبارت ھو ما اشتمل الخ جملہ مستانفہ ہے اور سوال مقدر کا جواب ہے کہ جب مصنف نے المنصوبات کہا تو سامع کے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ منصوبات کیا ہیں تو سوال مقدر کا جواب دیا کہ ھو ما اشتمل الخ

منصوبات بارہ ہیں۔ (۱) مفعول مطلق (۲) مفعول بہ (۳) مفعول فیہ (۴) مفعول لہ (۵) مفعول معہ (۶) حال (۷) تمیز (۸) مستثنیٰ (۹) کان وغیرہ کی خبر (۱۰) اِنَّ وغیرہ کا اسم (۱۱) لائے نفی جنس کا اسم (۱۲) ماولا مشبھتین بلیس کی خبر۔

قوله فَمِنْهُ الْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ وَهُوَ اسمٌ مَا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ مفعول مطلق کی تعریف کرتے ہیں کہ مفعول مطلق وہ اسم ہے جسے فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہو اور وہ اسم فعل مذکور کے ہم معنی ہو جیسے ضربت ضربا اور جلست جلسا ان مثالوں میں ضربا اور جلسا مفعول مطلق ہیں اور فعل کے ہم معنی ہیں اور فعل مذکور کے فاعل نے ان کو کیا ہے عام کتابوں میں اس کی تعریف یہ ہے کہ مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو فعل کے بعد واقع ہو اور وہ مصدر اسی فعل کا ہو جیسے ضربت ضربا ۔

اعتراض : مفاعیل میں سے خاص مفعول مطلق کو باقی مفاعیل پر مقدم کرنے کی کیا وجہ ہے ؟

جواب : مفعول مطلق کو اس لئے مقدم کیا کہ اس میں کوئی قید نہیں ہے باقی منصوبات میں کوئی نہ کوئی قید ہے کسی

میں بہ کی اور کسی میں لہ اور معہ اور کسی میں فیہ کی اور مطلق مقید سے طبعاً مقدم ہوتا ہے تو مصنفؒ نے وضعاً بھی مقدم کر دیا تاکہ وضع طبع کے مطابق ہو جائے۔

جواب: ۲ مفعول مطلق کی فاعل کے ساتھ مشابہت ہے جس طرح فاعل فعل کا جز ہوتا ہے اسی طرح مفعول مطلق بھی فعل کا جزاور ہم معنی ہوتا ہے اور فاعل مقدم ہوتا ہے تو مصنف نے مشابہ فاعل کو بھی باقی منصوبات پر مقدم کیا

اعتراض: آپ نے مفعول مطلق کی تعریف کی ھو مافعلہ الخ ہم آپ کو تین مثالیں دکھاتے ہیں جن میں مفعول مطلق فعل مذکور کے فاعل کا فعل نہیں ہے جیسے مات زید موتا' موتا مفعول مفعول مطلق ہے اسے فعل مذکور کے فاعل نے نہیں کیا بلکہ اس کے فاعل اللہ تعالی ہیں اسی طرح جسم جسامۃ اور شرف زید شرافۃ میں جسامۃ اور شرافۃ اللہ کا فعل ہے فعل مذکور کے فاعل کا نہیں ہے لیکن آپ انہیں مفعول مطلق کہتے ہیں۔

جواب: مقصود یہ ہے کہ مفعول مطلق کا قیام فاعل کے ساتھ اس طرح ہو کہ اس کی نسبت فاعل کی طرف درست ہو سکے ان مثالوں میں فاعل کے ساتھ ان کا قیام ہو سکتا ہے کہ موت شرافت اور جسامت کا قیام زید کے ساتھ صحیح ہے

قوله وَقَدْ يَكُوْنُ لِلتَّاكِيْدِ الخ | مفعول مطلق کی تعریف سے فارغ ہونے کے بعد مصنفؒ اس کی تین اقسام بیان کرتے ہیں۔

مفعول مطلق کی اقسام

پہلی قسم: کبھی مفعول مطلق تاکید کے لیے ہوتا ہے یعنی جو معنی فعل سے حاصل ہو رہا ہے اس سے زائد معنی پر دلالت نہ کرے بلکہ مفعول مطلق اسی معنی کو بتائے جو فعل سے حاصل ہوتا ہے جیسے جلست جلوسا یہاں مفعول مطلق صرف تاکید کے لئے ہے۔

دوسری قسم: کبھی مفعول مطلق نوع کے لئے آتا ہے یعنی جو معنی فعل سے حاصل ہو رہا ہے اسے بتلانے کے ساتھ ساتھ کسی نوع پر دلالت کرے جیسے جلست جلسۃ میں بیٹھا ایک قسم کا بیٹھنا جیسے جلست جلسۃ القاری یہاں مفعول مطلق نوع بیان کرنے کیلئے ہے۔

تیسری قسم: کبھی مفعول مطلق عدد بیان کرنے کیلئے آتا ہے یعنی فعل سے حاصل شدہ معنی پر دلالت کے ساتھ عدد پر بھی دال ہو جیسے جلست جلسۃ یا جلستین یا جلسات ۔

قوله فَالْاَوَّلُ لَا يُثَنّٰى وَلَا يُجْمَعُ الخ جو مفعول مطلق جو تاکید کے لیے آتا ہے وہ تثنیہ وجمع واقع نہیں ہو سکتا کیونکہ مفعول مطلق مصدر ہوتا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ المصدر لایثنی ولا یجمع یا اس لئے کہ وہ مفعول مطلق ماہیت پر دلالت کرتا ہے اور ماہیت میں تعدد نہیں ہوتا اس لیے مفعول مطلق جو تاکید کے لئے ہو وہ تثنیہ اور جمع نہیں ہو سکتا بخلاف اس مفعول مطلق کے جو نوع یا عدد کیلیے ہو وہ تثنیہ اور جمع واقع ہو سکتا ہے جب نوع واحد یا عدد واحد مراد ہو تو مفعول مطلق مفرد لایا جائے گا جیسے جلست جَلسۃ وجِلسۃ اور نوع وعدد میں نوعین یا عددین کا ارادہ ہو تو مفعول مطلق تثنیہ لایا جائے گا جیسے جلست جَلستین وجِلستین اور جب انواع اعداد مراد ہوں تو مفعول مطلق جمع لایا جائے گا جیسے جلست جَلسات وجِلسات ۔

قوله وَقَدْ يَكُوْنُ بِغَيْرِ لَفْظِهِ الخ مصنفؒ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ عام طور پر مفعول مطلق من لفظہ ہوتا ہے اور کبھی مفعول مطلق من غیر لفظہ ہوتا ہے پھر اس کی تین صورتیں ہیں ۔

۱۔ فعل اور مصدر دونوں کا مادہ مختلف ہو لیکن معنی ایک ہو جیسے قعدت جلوسا ۔

۲۔ کبھی مغایرت صرف باب کے اعتبار سے ہوتی ہے جیسے انبت اللہ نباتا اس میں انبت باب افعال سے اور نبت باب نصر سے ہے مادہ اور معنی ایک ہے۔

۳۔ کبھی مغایرت باب اور مادہ دونوں اعتبار سے ہوتی ہے جیسے فاوجس فی نفسہ خیفۃ میں اوجس اور خیفۃ کا مادہ اور باب مختلف ہے معنی ایک ہے۔

قوله وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ان مقامات کو بیان کرتے ہیں جہاں قرینہ کی وجہ سے مفعول مطلق کے فعل کو جوازا حذف کیا جاتا ہے جیسے سفر سے آنے والے کو کہا جائے خیر مقدم اصل میں تھا قدمت قدوما خیر مقدم قرینہ حال کی وجہ سے قدمت فعل کو حذف کر دیا گیا ۔

اعتراض: آپ نے تعریف میں مفعول مطلق کی تعریف مصدر سے کی ہے جب کہ یہاں خیر مقدم مصدر نہیں ہے بلکہ اسم تفضیل ہے خیر اصل میں اخیر ہے ؟

کثرت استعمال کی وجہ سے خلاف قیاس ہمزہ کو حذف کر دیا جاتا ہے تو خیر مصدر نہیں ہے۔

جواب : اخیر مقدم کا موصوف محذوف ہے یعنی قدوما موصوف کو حذف کر کے صفت کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا تو اس کی مصدریت باعتبار موصوف محذوف کے ہے۔

جواب : ۲ اس کا مصدر ہونا باعتبار مضاف الیہ کے ہے خیر اسم تفضیل مَقْدَمِ مصدر میمی کی طرف مضاف ہے اور جب اسم تفضیل کسی اسم کی طرف مضاف ہو تو وہ مضاف الیہ کا حصہ اور جز بن جاتا ہے اسی طرح اسم تفضیل مَقْدَمِ مصدر کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے مصدر کے حکم میں ہو گیا۔

قوله وَوُجُوْبًا سِمَاعًا الخ | ساتہ مقامات ایسے ہیں جہاں سماعا مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے سماعا کا مطلب یہ ہے کہ یہاں حذف فعل کا کوئی قاعدہ ضابطہ نہیں بلکہ محض عربوں سے سنا گیا ہے لہذا ان مثالوں کے ساتھ خاص ہوگا (۱) سقیا اصل میں سقاک اللہ سقیا تھا (۲) رعیا اصل میں رعاک اللہ رعیا تھا (۳) خیبۃ اصل میں خاب خیبۃ تھا (۴) جدعا اصل میں جدع جدعا تھا (۵) حمدا اصل میں حمدت حمدا تھا (۶) شکرا اصل میں شکرت شکرا تھا (۷) عجبا اصل میں عجبت عجبا تھا ان تمام مثالوں میں فعل کو حذف کرنا واجب ہے۔

وَقِيَاسًا فِي مَوَاضِعَ مِنْهَا مَا وَقَعَ مُثْبَتًا بَعْدَ نَفْيٍ اَوْ مَعْنَى نَفْيٍ دَاخِلٍ عَلٰى اِسْمٍ لَا يَكُوْنُ خَبَرًا عَنْهُ اَوْ وَقَعَ مُكَرَّرًا نَحْوُ مَا اَنْتَ اِلَّا سَيْرًا وَمَا اَنْتَ اِلَّا سَيْرَ الْبَرِيْدِ وَ اِنَّمَا اَنْتَ سَيْرًا وَزَيْدٌ سَيْرًا سَيْرًا وَمِنْهَا مَا وَقَعَ تَفْصِيْلًا لِاَثَرِ مَضْمُوْنِ جُمْلَةٍ مُتَقَدِّمَةٍ مِثْلُ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً وَمِنْهَا مَا وَقَعَ لِلتَّشْبِيْهِ عِلَاجًا بَعْدَ جُمْلَةٍ مُشْتَمِلَةٍ عَلٰى اِسْمٍ بِمَعْنَاهُ وَ صَاحِبِهٖ نَحْوُ مَرَرْتُ بِهٖ فَاِذَا لَهٗ صَوْتٌ صَوْتَ حِمَارٍ وَصُرَاخٌ صُرَاخَ الثَّكْلٰى وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مَضْمُوْنَ جُمْلَةٍ لَا مُحْتَمَلَ لَهَا غَيْرُهٗ نَحْوُ لَهٗ عَلَيَّ اَلْفُ دِرْهَمٍ اِعْتِرَافًا وَيُسَمّٰى تَاكِيْدًا لِنَفْسِهٖ وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مَضْمُوْنَ جُمْلَةٍ لَهَا مُحْتَمَلٌ غَيْرُهٗ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ حَقًّا وَيُسَمّٰى تَاكِيْدًا لِغَيْرِهٖ وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مُثَنًّى مِثْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ۔

ترجمہ: اور (مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا) قیاسا واجب ہے چند جگہوں میں' ان میں سے پہلی جگہ یہ ہے کہ مفعول مطلق مثبت ہو جو نفی یا معنی نفی کے بعد واقع ہو (نفی یا معنی نفی) ایسے اسم ظاہر پر داخل ہو کہ مفعول مطلق اسکی خبر نہ بن سکے' یا مفعول مطلق مکرر واقع ہو (پھر بھی فعل کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے جیسے ماانت الا سیرا اور ماانت الا سیر البرید اور انما انت سیرا اور زید سیرا سیرا اور ان جگہوں میں سے ایک جگہ یہ ہے کہ مفعول مطلق تفصیل بن رہا ہو جملہ متقدمہ کے مضمون کے اثر کے لئے جیسے فشد والوثاق فاما منا بعد واما فداء اور ان جگہوں میں سے ایک جگہ یہ ہے کہ مفعول مطلق تشبیہ کے لئے واقع ہو اور مفعول مطلق افعال جوارح میں سے کسی فعل پر دلالت کرنے والا ہو اور ایسے جملہ کے بعد واقع ہو جو مشتمل ہو ایسے اسم پر جو مفعول مطلق کے ہم معنی ہو یا اس کے صاحب کے جیسے مررت بہ فاذالہ صوت صوت حمار اور صراخ صراخ الثکلیٰ' اور ان جگہوں میں سے ایک جگہ یہ ہے کہ مفعول مطلق جملہ کا مضمون اور خلاصہ واقع ہو کہ وہ جملہ مفعول مطلق کے معنی کے علاوہ کسی اور معنی کا احتمال نہ رکھتا ہو جیسے لہ علی الف درھم اعترافا' اسکا نام تاکید لنفسہ رکھا جاتا ہے اور ان جگہوں میں سے ایک جگہ یہ ہے کہ مفعول مطلق خلاصہ اور مضمون ہو ایسے جملہ کا جو اس سے پہلے واقع ہو اور وہ جملہ مفعول مطلق کے معنی کے علاوہ کسی اور معنی کا بھی احتمال رکھتا ہو جیسے زید قائم حقا' اس کا نام رکھا جاتا ہے تاکید لغیرہ' اور ان جگہوں میں سے ایک یہ ہے کہ مفعول تکرار اور کثرت کے لئے واقع ہو جیسے لبیک وسعدیک۔

تشریح: قوله وَقِيَاسًا فِي مَوَاضِعَ الخ

یہاں سے صاحب کافیہ وہ چھ جگہیں بیان کرتے ہیں کہ جہاں مفعول مطلق کے فعل کو قیاسا حذف کرنا واجب ہے۔

قیاسا کا مطلب یہ ہے کہ عربوں کے قاعدے کے مطابق فعل کو حذف کیا جائے اور جہاں یہ قاعدہ پایا جائے وہاں فعل کو حذف کرنا واجب ہے۔

قوله مِنْهَا مَا وَقَعَ مُثْبَتًا الخ پہلی جگہ یہ ہے کہ مفعول مطلق مثبت ہو نفی یا معنی نفی کے بعد واقع ہو اور نفی اور معنی نفی ایسے اسم ظاہر پر داخل ہو رہے ہوں کہ مفعول مطلق اس اسم کی خبر نہ بن سکے جیسے ماانت الا سیرا اصل میں تھا ماانت الا تسیر سیرا' اس مثال میں سیرا مفعول مطلق ہے اور حرف نفی کے بعد واقع ہے اور حرف نفی ایسے اسم ظاہر پر داخل ہو رہا ہے کہ سیرا اسکی خبر نہیں بن سکتا' خبر اس بنا پر نہیں بن سکتا کہ اسم ذات پر دلالت کرتا ہے اور مصدر صفت پر اور صفت ذات کی خبر نہیں بن سکتی اور فعل کو حذف کرنا اس میں اس لئے واجب ہے تاکہ حصر پیدا ہو جائے دوسری

مثال ماانت الاسیر البرید اصل میں تھا کہ ما نت الا تسیر سیر البرید اس میں بھی وہی قاعدہ ہے جو پہلی مثال میں تھا فرق صرف اتنا ہے کہ پہلی مثال نکرہ تھی اور دوسری مثال معرفہ کی ہے، تیسری مثال انما انت سیرا اصل میں تھا انما انت تسیر سیرا اس مثال میں سیرا مفعول مطلق ہے اور معنی نفی کے بعد واقع ہے اور معنی نفی ایسے اسم ظاہر پر داخل ہے کہ منعول مطلق اس کی خبر نہیں بن سکتا یہاں فعل کو حذف کرنا واجب ہے۔

اعتراض: مفعول مطلق نفی کے بعد ہو اس کی دو مثالیں ذکر کیں مثال ممثل لہ کی وضاحت کیلئے ہوتی ہے، وضاحت کیلئے تو ایک ہی مثال کافی تھی۔

جواب: اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ صرف نکرہ میں فعل کو حذف کرنا واجب ہے دوسری مثال سے بتادیا کہ معرفہ میں بھی حذف ہوتا ہے۔

جواب ۲: اس طرف اشارہ بھی مقصود ہے کہ اس ضابطے میں مفعول مطلق کو مکرر بلا اضافت بھی لا سکتے ہیں جیسے ماانت الاسیرا میں اور بالاضافت بھی لا سکتے ہیں جیسے ماانت الاسیر البرید میں۔

جواب ۳: مثال اول میں ذات مبتدا یعنی مخاطب کے فعل کو بیان کیا گیا ہے اور سیرا مفعول مطلق تاکید کیلئے ہے مثال ثانی میں اس چیز کو بیان کیا گیا ہے جسکے ساتھ فعل مبتدا کو تشبیہ دی گئی ہے یعنی مبتدا کو بمنزلہ مشبہ قرار دے کر اسکے کے لئے مشبہ بہ کو ثابت کیا گیا ہے کہ مخاطب کے لئے سیرا کا تذکرہ ہے مگر مطلق چلنا مراد نہیں بلکہ قاصد کا سا چلنا مراد ہے۔

قوله اَوْ وَقَعَ مُکَرَّرًا الخ | جب مفعول مطلق کو مکرر ذکر کیا جائے تو وہاں بھی اس کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے جیسے زید سیرا سیرا یہاں فعل کو حذف کرنا اسلئے واجب ہے کہ مفعول مطلق کا تکرار فعل کے قائم مقام ہے۔

اعتراض: صاحب کافیہ نے ان دو ضابطوں کو اکٹھا بیان کیا جب کہ دیگر ضابطوں کو منہا کے عنوان سے علیحدہ ذکر کیا وجہ فرق کیا ہے۔

جواب : ا دو ضابطے چونکہ ایک ہی ہیں کیونکہ دونوں قاعدوں میں مفعول مطلق کا خبر بننا صحیح نہیں اس لئے اکٹھے بیان کر دیئے۔

جواب : ۲ حذف فعل کا سبب چونکہ دونوں جگہوں میں ایک ہی ہے یعنی دوام اور استمرار اس لیے اکٹھے ذکر کرنا مناسب ہے۔

قوله وَمِنْهَا مَا وَقَعَ تَفْصِيلًا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ دوسری جگہ بیان کرتے ہیں جہاں مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے کہ مفعول مطلق پہلے جملہ کی غرض اور فائدہ بیان کرنے کیلئے ہو تو اس وقت مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے اگر فعل کو حذف نہیں کریں گے تو اس کا ذکر کرنا فضول ہوگا جیسے فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء 'اس مثال میں منا اور فداء مفعول مطلق ہیں فاما منا بعد یہ پورا جملہ فشدوا الوثاق کی غرض اور تفسیر بیان کر رہا ہے تو یہاں تمنون اور تفدون فعل کو حذف کر دیا اصل عبارت یوں تھی فشدوا الوثاق تاما فاما تمنون منا بعد شد الوثاق واما تفدون فداء' فعل کو اس لئے حذف کر دیا ہے کہ مفعول مطلق کو اس کے قائم مقام کیا گیا ہے اگر فعل کو بھی ذکر کریں تو اصل اور قائم مقام کا اجتماع لازم آئے گا۔

قوله وَمِنْهَا مَا وَقَعَ لِلتَّشْبِيهِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ تیسری جگہ بیان کرتے ہیں جہاں مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے جب مفعول مطلق تشبیہ کے لئے ہو اور مفعول مطلق کسی ایسے فعل پر دلالت کرے جو افعال جوارح میں سے ہو افعال قلوب سے نہ ہو اور مفعول مطلق ایسے جملے کے بعد واقع ہو جو اسکے ہم معنی اسم اور صاحب اسم پر مشتمل ہو تو اس وقت فعل کو حذف کرنا واجب ہے' جیسے مَرَرْتُ بِهٖ فَاِذَا لَهٗ صَوْتٌ صوت حمار میں گذرا ایک آدمی کے پاس سے کہ اسکی آواز حمار جیسی تھی تو یہاں صوت حمار مفعول مطلق ہے اور تشبیہ کیلئے ہے اور افعال جوارح میں سے ہے اور جملہ کے بعد واقع ہے اور جملہ ایک ایسے اسم پر مشتمل ہے یعنی صوت پر جو مفعول مطلق کے ہم معنی ہے اور صاحب اسم یعنی ضمیر مجرور پر مشتمل ہے تو یہاں فعل یصوت کو حذف کرنا واجب ہے۔

فوائد القیود : **جب کہا مفعول مطلق تشبیہ کے لئے ہو تو تشبیہ کی قید سے لزید صوت صوت حسن نکل گیا کیونکہ اس جگہ تشبیہ کیلئے نہیں اور جب کہا مفعول مطلق افعال جوارح پر دلالت کرے تو اس سے یہ مثال نکل گئی لزید زہد**

زید الصلحاء' کیونکہ زہد افعال جوارح میں سے نہیں بلکہ افعال قلب میں سے ہے جب کہا کہ جملہ کے بعد واقع ہو تو اس سے یہ مثال نکل گئی صوت زید صوت حمار کہ صوت جملہ کے بعد نہیں بلکہ مفرد کے بعد ہے اور دوسری مثال مررت بہ فاذا لہ صراخ صراخ الثکلی اس مثال میں صراخ الثکلی' مفعول مطلق ہے اور تشبیہ کیلئے بھی ہے اور افعال جوارح میں سے بھی ہے یہاں یصرخ فعل کو حذف کردیا گیا اصل میں یوں عبارت تھی مررت بہ فاذا لہ صراخ یصرخ صراخ الثکلی یعنی میں ایسے شخص کے پاس سے گذرا جس کے رونے کی آواز اس عورت کے رونے کی سی ہے جس کا بچہ مر گیا ہو۔

اعتراض: مثال تو صرف وضاحت کیلئے ہوتی ہے اسلیے ایک مثال کافی تھی دو کا ذکر کرنا بے فائدہ ہے۔

جواب: ۱ دو مثالیں اس مقصد کے لئے ذکر کیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ مفعول مطلق خواہ معرفہ ہو یا نکرہ' ہر حال میں فعل کو حذف کرنا واجب ہے پہلی مثال نکرہ کی ہے اور دوسری مثال معرفہ کی۔

جواب: ۲ پہلی مثال میں مصدر تاویلی ہے کہ صوت حقیقۃ مصدر نہیں بلکہ تصویتا کے معنی میں ہو کر مصدر ہے اور دوسری مثال میں صراخ مصدر حقیقۃ ہے دو مثالیں اس لیے ذکر کی ہیں تاکہ مصدر تاویلی اور مصدر حقیقی دونوں کو شامل ہو جائے۔

قولہ وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مَضْمُوْنَ جُمْلَةٍ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ چوتھی جگہ بیان کر رہے ہیں جہاں مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے کہ مفعول مطلق پہلے جملے کا خلاصہ اور حاصل ہو اور وہ جملہ مفعول مطلق کے علاوہ کسی اور معنی کا احتمال نہ رکھتا ہو تو وہاں بھی مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے جیسے لہ علی الف درھم اعترافا اس مثال میں اعترافا مفعول مطلق ہے اور پہلے جملہ کا خلاصہ اور حاصل ہے جملہ مفعول مطلق کے علاوہ کسی اور کا احتمال نہیں رکھتا اسلئے اگر کوئی قاضی کی عدالت میں لہ علی الف درہم کہے تو ہزار درہم لازم ہو جائیں گے اگرچہ اعترافا نہ بھی کہے اور اگر اعترافا کہے تو بھی ہزار درہم واجب ہوں گے کیونکہ اعترافا کا معنی بھی وہی ہے جو لہ علی الف درہم کا ہے تو اعترافا کے فعل کو حذف کر دیا اس کا نام تاکید لنفسہ ہے اس لئے کہ وہ اپنے نفس ذات کی ہی تاکید کرتا ہے کسی اور کی نہیں۔

وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مَضْمُوْنَ جُمْلَةٍ لَهَا مُحْتَمَلٌ غَيْرُهُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ پانچویں جگہ بیان کرتے ہیں کہ جہاں مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے کہ جب مفعول مطلق پہلے جملے کا خلاصہ اور حاصل ہو اور وہ

جملہ مفعول مطلق کے معنی کے علاوہ اور معنی کا احتمال بھی رکھتا ہو تو وہاں سے مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے جیسے زید قائم حقا اس مثال میں حقا یہ مفعول مطلق ہے اور پہلے جملے کا خلاصہ ہے اور یہ جملہ مفعول مطلق کے علاوہ اور معنی کا احتمال بھی رکھتا ہے کیونکہ زید قائم جملہ خبریہ ہے اور جملہ خبریہ سچ اور جھوٹ کا احتمال رکھتا ہے اصل میں یوں تھا کہ زید قائم احق حقا 'احق فعل کو حذف کر دیا اسکا نام تاکید لغیرہ ہے۔

قوله وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مُثَنًّى مِثْلُ لَبَّيْكَ وَ سَعْدَيْكَ الخ یہاں سے صاحب کافیہ چھٹی جگہ بیان کرتے ہیں، جہاں مفعول مطلق تثنیہ کی صورت میں ہو لیکن تثنیہ مراد نہ ہو بلکہ مفعول مطلق تکثیر اور تکریر کے لئے ہو جیسے لبیک وسعدیک اصل میں الب لک البابین تھا یعنی میں آپ کی خدمت اور امتثال امر کے لیے بار بار حاضر ہوتا ہوں تو یہاں فعل کو حذف کر کے مصدر کو اس کے قائم مقام کر دیا پھر البابین ثلاثی مزید کو ثلاثی مجرد کا مصدر بنا دیا اور زوائد کو حذف کر دیا اس کے بعد لک میں لام جر کو حذف کر کے مصدر کو کاف ضمیر کی طرف مضاف کر دیا اسی طرح سعدیک اصل میں تھا اسعدک اسعادین یہاں پر فعل اسعدک کو حذف کر دیا پھر اسعاد ثلاثی مزید فیہ کو مصدر ثلاثی مجرد کا مصدر بنا دیا اور کاف ضمیر کی طرف اضافت کر دی تو سعدیک بن گیا۔

اعتراض: آپ نے کہا مفعول مطلق تثنیہ کی صورت میں ہو تو فعل کو حذف کرنا واجب ہے ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں جس میں مفعول مطلق تثنیہ بھی ہے اور تکرار کے لئے بھی، مگر فعل کو حذف نہیں کیا گیا جیسے ثم ارجع البصر کرتین اس مثال میں مفعول مطلق تثنیہ اور تکرار کیلئے بھی ہے مگر اس کے باوجود ارجع فعل کو حذف نہیں کیا گیا بلکہ ذکر کیا گیا ہے۔

جواب: ہماری مراد یہ ہے کہ مفعول مطلق بصورت تثنیہ فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہو جیسے البابین میں مفعول کی طرف اضافت تھی اور کرتین اگرچہ تثنیہ و تکرار کے لئے ہے مگر فاعل یا مفعول کی طرف اس کی اضافت نہیں ہو رہی اسلیے ارجع فعل کو حذف نہیں کیا گیا۔

اَلْمَفْعُوْلُ بِهٖ هُوَ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ نَحْوُ ضَرَبْتُ زَيْدًا وَقَدْ يَتَقَدَّمُ عَلَى الْفِعْلِ نَحْوُ زَيْدًا ضَرَبْتُ وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا كَقَوْلِكَ زَيْدًا لِمَنْ قَالَ مَنْ اَضْرِبُ وَوُجُوْبًا فِيْ اَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ اَلْاَوَّلُ سِمَاعِيٌّ نَحْوُ اِمْرَأً وَنَفْسَهٗ وَانْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ وَ اَهْلًا وَسَهْلًا وَ الثَّانِيْ اَلْمُنَادٰى وَهُوَ الْمَطْلُوْبُ اِقْبَالُهٗ بِحَرْفٍ نَائِبٍ مَنَابَ اَدْعُوْ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا وَ يُبْنٰى عَلٰى مَا يُرْفَعُ بِهٖ اِنْ كَانَ مُفْرَدًا مَعْرِفَةً نَحْوُ يَا زَيْدُ وَيَا رَجُلُ وَيَا زَيْدَانِ وَيَا زَيْدُوْنَ وَيُخْفَضُ بِلَامِ الْاِسْتِغَاثَةِ نَحْوُ يَا لَزَيْدٍ وَيُفْتَحُ لِاِلْحَاقِ اَلِفِهَا وَلَا لَامَ فِيْهِ نَحْوُ يَا زَيْدَاهُ وَيُنْصَبُ مَا سِوَاهُمَا نَحْوُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ يَا طَالِعًا جَبَلًا وَ يَا رَجُلًا لِغَيْرِ مُعَيَّنٍ۔

ترجمہ: مفعول بہ وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضربت زیدا اور کبھی مفعول بہ فعل پر مقدم بھی ہوتا ہے جیسے زیداً ضربت اور کبھی مفعول بہ کا فعل قرینہ کی وجہ سے حذف بھی کر دیتے ہیں جوازی طور پر جیسے تیرا قول زیداً اس آدمی کے جواب میں جو کہے من اضرب۔ اور مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے چار جگہوں میں پہلی جگہ سماعی ہے جیسے اِمْرأً ونفسہ اور انتہوا خیر الکم' اور اھلا و سھلا' اور دوسری جگہ منادیٰ ہے (منادیٰ وہ ہے) کہ جس کی توجہ مطلوب ہو ایسے حرف کے ذریعے جو ادعو کے قائم مقام ہو لفظاً یا تقدیراً اور (منادیٰ) علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے اگر مفرد معرفہ ہو جیسے یازیدُ یا رجلُ یازیدان یازیدون اور (منادیٰ کو) جر دیا جاتا ہے لام استغاثہ کی وجہ سے جیسے یالزید' اور (منادیٰ کو) فتحہ دیا جاتا ہے الف استغاثہ کے الحاق کے وقت' اور اس میں لام نہ ہوگی جیسے یازیداہ 'اور ان دونوں صورتوں کے علاوہ منادیٰ کو نصب دیا جائے گا جیسے یاعبداللہ یاطالعاجبلا' اور یا رجلاً غیر معین کیلئے۔

تشریح: قولہ اَلْمَفْعُوْلُ بِہٖ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ منصوبات میں سے دوسری قسم مفعول بہ کو بیان کرتے ہیں مفعول بہ وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضربت زیدا اور ضرب زید عمروا پہلی مثال میں زیدا مفعول بہ ہے اور دوسری مثال میں عمروا کیونکہ اس پر فاعل کا فعل واقع ہے۔

اعتراض: آپ نے مفعول بہ کی تعریف کی ہے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہو ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں جس پر فعل واقع ہو رہا ہے اس کے باوجود آپ اسے مفعول بہ نہیں کہتے جیسے مات زید اس میں موت زید پر واقع ہو رہی ہے مگر اسے مفعول بہ نہیں کہا جاتا۔

جواب: ماوقع علیہ فعل الفاعل سے مراد یہ ہے کہ فعل فاعل سے صادر ہو کر مفعول بہ پر واقع ہو اور یہاں موت فاعل سے صادر ہو کر زید پر واقع نہیں ہوئی بلکہ وہ تو زید کی روح پرواز کرنے سے متحقق ہوئی ہے۔

فوائد قیود: جب ماوقع علیہ فعل الفاعل کہا تو اس سے مفعول فیہ اور مفعول لہ اور مفعول معہ نکل گئے اس لئے کہ ان میں سے کوئی مفعول ایسا نہیں جس پر فاعل کا فعل واقع ہو اور ماوقع علیہ فعل الفاعل کی قید سے مفعول مطلق بھی نکل گیا کیونکہ مفعول مطلق عین فعل فاعل ہوتا ہے اس پر واقع نہیں ہوتا ہے۔

قولہ وَقَدْ یَتَقَدَّمُ عَلَی الْفِعْلِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اصل ترتیب تو یہ ہے کہ پہلے فعل ہوتا ہے پھر فاعل اس کے بعد مفعول ہوتا ہے اور کبھی مفعول کو فعل پر مقدم کر دیتے ہیں کیونکہ مفعول بہ کا عامل قوی ہوتا ہے مفعول بہ کے مقدم ہونے کے باوجود بھی عمل کرتا ہے جیسے زیدا ضربت 'اللہَ اعبد' وجہَ الحبیب اتمنی ان تینوں مثالوں میں مفعول بہ کو فعل پر مقدم کیا گیا ہے۔

قولہ قَدْ یُحْذَفُ الْفِعْلُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک اور فائدہ بیان کرتے ہیں کہ کبھی مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا بھی جائز ہے جب کہ کوئی قرینہ پایا جائے قرینہ خواہ حالیہ ہو خواہ مقالیہ' قرینہ مقالیہ کی مثال جیسے اگر کوئی شخص یہ کہے مَنْ اَضْرِبُ' اس کے جواب میں کہا جائے گا زیداً' یہاں پر قرینہ مقالیہ کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیا گیا قرینہ حالیہ کی مثال جیسے ایک شخص مکہ کی طرف جا رہا ہے آپ اس سے سوال کریں اَیْنَ تُرِیْدُ' تو وہ جواب میں کہے مکۃ اصل میں تھا اُرِیْدُ مَکَّۃَ' یہاں قرینہ حالیہ کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیا گیا۔

قوله وَوُجُوْبًا فِیْ اَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ الخ: یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کر رہے ہیں کہ چار جگہ مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے 'ان میں سے پہلی جگہ سماعی اور تین قیاسی ہیں' سماعی کا مطلب یہ ہے کہ عربوں سے سنا گیا ہو کہ وہ ان مثالوں میں فعل کو حذف کرتے ہیں' اور یہ حذف صرف انہی مثالوں میں ہوگا کسی اور مثال کو ان پر قیاس نہیں کیا جائے گا 'پہلی مثال اِمْرَأً وَنَفْسَہٗ' اصل میں تھا اُتْرُکِ امْرَأً وَنَفْسَہٗ' تو یہاں اترک فعل کو حذف کر دیا گیا دوسری مثال وَانْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اصل میں تھا وَانْتَهُوْا عَنِ التَّثْلِيْثِ وَاقْصِدُوْا خَيْرًا لَّكُمْ یہاں پر اقصدوا فعل کو حذف کر دیا گیا' تیسری مثال اَهْلًا وَسَهْلًا' اصل میں تھا اَتَيْتَ اَهْلًا وَوَطِئْتَ سَهْلًا تو یہاں اتیت اور وطیت فعل کو حذف کر دیا گیا۔

اعتراض: حذف فعل کی وجوبی صورتیں تو چار سے زائد ہیں مصنفؒ کا چار میں حصر ٹھیک نہیں ہے۔

جواب: صرف چار میں ذکر کرنا حصر کے لئے نہیں' بلکہ ان چار جگہوں میں چونکہ مباحث کثرت سے ہیں اسلئے ان کے ذکر پر اکتفاء کیا باقی صورتوں میں مباحث اس قدر نہیں اسلئے ان کو چھوڑ دیا۔

اعتراض: صاحب کافیہ نے سماعی صورت کو قیاسی صورتوں پر مقدم کیوں کیا برعکس کیوں نہ کہا۔

جواب: اسماعی قلیل ہیں اور قیاسی کثیر' مصنف نے قلیل کو پہلے ذکر کر دیا تاکہ اقرب الی الحفظ ہو' اس کے بعد کثیر کو ذکر کر دیا۔

جواب: ۲ سماعی قواعد' قواعد قیاسیہ کی نسبت زیادہ قوی ہوتے ہیں کیونکہ شروع سے عربوں سے اسی طرح سنتے آرہے ہیں اس لئے سماعی کو مقدم کیا۔

قوله اَلثَّانِی اَلْمُنَادٰی الخ: یہاں سے صاحب کافیہ وجوبی حذف فعل کی چار جگہوں میں سے دوسری جگہ یعنی منادیٰ کو بیان کرتے ہیں' منادی کی تعریف یہ ہے کہ جس کے متوجہ ہونے کو طلب کیا جائے ایسے حرف کے ذریعے جو ادعو کے قائم مقام ہو چاہے وہ حرف لفظاً مذکور ہو یا تقدیراً' جیسے یَا زَیْدُ' اصل میں اَدْعُوْ زَیْدًا تھا ادعو فعل کو حذف کر دیا اور یا حرف نداء کو ادعو کے قائم مقام کر دیا تو یہاں فعل کو حذف کرنا واجب ہے تاکہ اصل اور قائم مقام کا اجتماع لازم نہ آئے' بعض نحوی منادی کی تعریف یوں کرتے ہیں' منادی وہ اسم ہے جس کو حرف نداء کے ذریعے بلایا گیا ہو خواہ حرف نداء لفظاً مذکور ہو جیسے یازید' یا تقدیراً جیسے یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اصل میں تھا یَا یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا

حرف ندا بعید و قریب یا، ای، ہمزہ مفتوحہ، ان میں فرق یہ ہے کہ ای اور ہمزہ مفتوحہ قریب کیلئے آتے ہیں اور ایا اور ھیا بعید کیلئے آتے ہیں اور یا قریب و بعید دونوں کے لیے۔

قولہ وَيُبْنٰى عَلٰى مَا يُرْفَعُ بِهِ الخ | یہاں صاحب کافیہ منادیٰ کا اعراب بیان کرتے ہیں جب منادیٰ مفرد معرفہ ہو تو علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے، یہاں مفرد سے مراد وہ ہے جو مضاف یا شبہ مضاف کے مقابلے میں ہو وہ مفرد نہیں جو تثنیہ اور جمع کے مقابلے میں ہو، جیسے یا زَیدُ، یا زَیدَانِ اور یا زَیدُونَ اور یا رَجُلُ، اس مثال میں رجل یا حرف نداء لانے کے بعد معرفہ بن گیا۔

قولہ وَيُخْفَضُ بِلَامِ الْاِسْتِغَاثَةِ الخ | اگر منادیٰ پر لام استغاثہ داخل ہو تو مجرور پڑھا جائے گا جیسے یا لَزَیدٍ استغاثہ کا معنی فریاد کرنا کے ہیں اور مستغاث کہتے ہیں جس سے فریاد کی جائے یعنی فریاد رس اور مستغاث لہ جس کے لئے فریاد کی جائے اور لام استغاثہ مستغاث پر اس وجہ سے داخل ہوتا ہے کہ اسے مدد کیلئے خاص طور پر بلایا جاتا ہے اور لام استغاثہ در حقیقت لام جر ہی ہوتا ہے جو اختصاص کے لئے آتا ہے جیسے یا لزید کی مثال میں منادیٰ کو خاص طور سے مدد کے لئے بلایا گیا ہے۔

اعتراض : جب لام استغاثہ حرف جر ہو تو اسے مکسور ہونا چاہیے نہ کہ مفتوح جبکہ یہاں مفتوح ہے۔

جواب : اگر لام استغاثہ کو مکسور پڑھا جائے گا تو اسکا التباس لام مستغاث لہ کے ساتھ ہو گا جب کہ مستغاث کو حذف کر کے صرف مستغاث لہ کو باقی رکھا جائے جیسے یا لِلْمَظْلُومِ، اصل میں تھا یا لَقَومِ لِلْمَظْلُومِ، اور لام مستغاث لہ مکسور ہوتا ہے تو اگر لام مستغاث بھی مکسور ہو تو پتہ نہ چلے گا کہ مظلوم مستغاث ہے یا مستغاث لہ۔

قولہ وَيُفْتَحُ لِاِلْحَاقِ اَلِفِهَا | اگر منادیٰ کے آخر میں الف استغاثہ لاحق ہو تو منادیٰ مفتوح ہوتا ہے، جیسے یا زَیدَاہ اس صورت میں لام استغاثہ منادیٰ کے شروع میں نہ آئے گا کیونکہ لام استغاثہ اسم کے مجرور ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور الف استغاثہ ماقبل مفتوح کا، اس لئے اگر منادیٰ کے آخر میں الف استغاثہ ہو تو لام شروع میں نہ آئیگا۔

قولہ وَيُنْصَبُ مَا سِوَاهُمَا الخ | یعنی اگر منادیٰ مفرد معرفہ بھی نہ ہو اور منادیٰ مستغاث لام اور الف کے ساتھ بھی نہ ہو تو منادیٰ منصوب ہو گا، جیسے یا عبد اللہ، اس مثال میں منادیٰ مضاف ہے اس لئے منصوب ہے، یا مشابہ

مضاف ہو تو بھی منصوب ہوگا' جیسے یا طالعا جبلا 'مشابہ مضاف اس اسم کو کہتے ہیں کہ اس کے معنی دوسرے اسم کے ملائے بغیر سمجھ نہیں آتے جیسے مضاف کے معنی بغیر مضاف الیہ کے ملانے کے سمجھ نہیں آتے' اس مثال میں صرف یا طالعا سے بات مکمل نہیں ہوتی جب تک جبلا کو ساتھ نہ ملایا جائے اور جب منادی نکرہ غیر معینہ ہو تو بھی منصوب ہوگا جیسے کوئی نابینا کہے یَا رَجُلاً خُذْ بِیَدِیْ۔

وَتَوَابِعُ الْمُنَادٰی الْمَبْنِی الْمُفْرَدَةُ مِنَ التَّاكِیْدِ وَالصِّفَةِ وَعَطْفِ الْبَیَانِ وَ الْمَعْطُوْفِ بِحَرْفِ الْمُمْتَنِعِ دُخُوْلُ یَا عَلَیْهِ تُرْفَعُ عَلٰی لَفْظِهٖ وَتُنْصَبُ عَلٰی مَحَلِّهٖ مِثْلُ یَا زَیْدُ نِ الْعَاقِلُ وَالْعَاقِلَ وَالْخَلِیْلُ فِی الْمَعْطُوْفِ یَخْتَارُ الرَّفْعَ وَ اَبُوْ عَمْرٍو النَّصْبَ وَ اَبُوْ الْعَبَّاسِ اِنْ كَانَ كَالْحَسَنِ فَكَالْخَلِیْلِ وَاِلاَّ فَكَاَبِیْ عَمْرٍو۔

ترجمہ : منادی مبنی کا وہ تابع جو مفرد ہو' یعنی تاکید اور صفت اور عطف بیان اور وہ معطوف بالحرف جس پر یا کا داخل ہونا ممتنع ہو تو اسے مرفوع پڑھا جائے گا لفظوں پر محمول کرتے ہوئے 'اور منصوب پڑھا جائیگا منادی کے محل پر محمول کرتے ہوئے' جیسے یازیدن العاقل والعاقل' اور خلیل نحوی معطوف میں رفع کو پسند کرتے ہیں' اور ابو عمرو نصب کو' ابو العباس مبرد اگر وہ معطوف مذکور الحسن کی طرح ہو تو ان کا مذہب خلیل کی طرح ہے' وگرنہ ابو عمرو کی طرح ہے۔

تشریح :قولہ وَتَوَابِعُ الْمُنَادٰی الخ پہلے صاحب کافیہ نے منادی کی تعریف اور اس کا اعراب بتلایا اب یہاں سے توابع منادی کا اعراب ذکر کرتے ہیں منادی مبنی کے تابع بھی عام توابع کی طرح پانچ ہیں ۱- صفت ۲- تاکید ۳- معطوف بالحرف ۴- بدل ۵- عطف بیان سب سے پہلے صفت' تاکید اور عطف بیان اور معطوف بالحرف معرف باللام کا اعراب بیان کرتے ہیں کہ اگر منادی مبنی کے یہ تابع مفرد ہوں یعنی مضاف' شبہ مضاف نہ ہوں تو یہ لفظا مرفوع ہوں گے اور محلاً منصوب مصنف کے قول والمعطوف بحرف الممتنع الخ سے مراد معطوف بالحرف معرف باللام ہے کیونکہ معرف باللام پر ہی حرف یاء کا داخل کرنا ممتنع ہوتا ہے کہ اس صورت میں دو آلہ تعریف کا جمع کرنا لازم آتا ہے حرف نداء اور الف لام ، لفظوں پر محمول کرنیکا مطلب یہ ہے کہ منادی متبوع چونکہ لفظا مرفوع ہے اسلئے یہ بھی مرفوع ہوں گے اور محل پر محمول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ منادی چونکہ حقیقت میں مفعول بہ ہے اس لئے وہ محلاً منصوب ہے اس لئے

ان توابع کو منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں اور منادی چونکہ مبنی بر رفع ہے اسلئے منصوب نہیں پڑھ سکتے اور تابع مبنی کا مبنی ہونا ضروری نہیں اس لئے اس کا حق یہ ہے کہ وہ محل کا بھی تابع ہو اور لفظ کا بھی 'تاکید کی مثال جیسے یَا تَیمُ اَجمَعُونَ وَاَجمَعِینَ اور صفت کی مثال جیسے یَا زَیدُ نِ العَاقِلُ وَالعَاقِلَ اور معطوف بالحرف معرف باللام کی مثال جیسے یَا زَیدُ نِ الحَارِثُ وَ الحَارِثَ اور عطف بیان کی مثال جیسے یاغُلامُ بِشرٌ وَبِشرًا ۔

قولہ وَالمَعطُوفِ بِحَرفٍ الخ

اعتراض :اگر مصنفؒ کے قول المعطوف الخ کا مطلب معطوف بحرف معرف باللام ہی ہے تو اس طرح کہہ دیتے المعطوف بالحرف المعرف باللام عبارت کو اتنا طویل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

جواب :اس عبارت سے یااللہ جیسی مثال کو خارج کرنا بھی مقصود ہے 'کیونکہ لفظ یااللہ اگرچہ معرف باللام ہے مگر دخول یاء اس پر ممتنع نہیں 'تو اگر صرف معرف باللام کہتے تو یہ مثال اس حکم سے خارج نہ ہو سکتی اور اس کا بھی وہی حکم ہو تا جو یازید الحارث والحارث جیسی مثالوں کا ہے حالانکہ لفظ یااللہ پر صرف رفع متعین ہے۔

قولہ مِثلُ یَازَیدُنِ العَاقِلُ

اعتراض : مصنفؒ نے صرف ایک قسم یعنی صفت کی مثال دی باقی توابع جنکا حکم بیان کیا ہے ان کی مثال نہیں ذکر کی وجہ فرق کیا ہے ؟

جواب . :صفت کا استعمال کلام عرب میں بہت زیادہ ہو تا ہے اور اس کا فائدہ بھی کثیر ہے ۔ بخلاف باقی کے کہ وہ کثیر الاستعمال کثیر الفائدہ نہیں ہیں اس لئے صرف صفت کے ذکر پر اکتفاء کیا۔

قولہ اَلخَلِیلُ فِی المَعطُوفِ الخ | معطوف بالحرف معرف باللام کے اعراب میں ائمہ نحو کا اختلاف ہے امام خلیلؒ کہتے ہیں کہ رفع پڑھنا مختار ہے' کیونکہ معطوف بالحرف بھی ایک قسم کا منادی ثانی ہے' وجہ یہ ہے کہ واؤ حرف عطف معطوف اور معطوف علیہ کے مابین اشتراک کا تقاضا کرتا ہے تو جیسے معطوف علیہ کو یا کے ساتھ متوجہ کرنا مطلوب ہے اسی طرح گویا کہ معطوف بھی مطلوب ہے تو یا حرف نداء کی وجہ سے جو اثر معطوف علیہ پر ہو وہی معطوف پر ہونا چاہیے یعنی رفع' اگرچہ یہ مبنی نہیں ہے کیونکہ صراحۃ دخول یا' لام کی وجہ سے اس پر ممتنع ہے اور ابو عمروؒ نصب کو مختار سمجھتے ہیں

کیونکہ جب معطوف معرف باللام پر بالفعل حرف یا داخل نہیں ہو سکتا تو یا کا اثر ' یعنی رفع بھی نہیں دینا چاہیے بلکہ ادعو کا اثر اس میں ہونا چاہیے اور ادعو کا اثر نصب ہے لہذا یہ منصوب ہوگا کیونکہ یہ اس وقت منادی مبنی کا تابع نہیں بلکہ صرف منادی کا تابع ہے اور منادی محلاً منصوب ہوتا ہے لہذا اسے بھی منصوب ہونا چاہیے ابو العباس المبرد کہتے ہیں کہ اگر معطوف معرف باللام الحسن کی طرح ہے تو پھر رفع یعنی خلیل کا مذہب بہتر ہے 'الحسن سے مراد ہر وہ اسم ہے جس پر الف لام کا دخول وعدم دخول دونوں جائز ہوں اور اگر اس پر الف لام کا دخول ضروری ہے جیسے النجم اور الصعق 'تو ابو عمرو کا مذہب بہتر ہے یعنی نصب کا مختار ہونا 'اور وجہ یہ ہے کہ جب الف لام کا اسم سے جدا ہونا ممکن ہو تو اس میں حرف ندا کو مقدر ماننا ممکن ہے تو یا کا اثر یعنی رفع اس کو دینا زیادہ بہتر ہوگا اور جب الف لام کا اس سے جدا ہونا ممکن نہیں تو حرف نداء کو مقدر ماننا ہی ناممکن ہے اس لئے یا کا اثر بھی اسے نہ دینا چاہیے۔

وَالْمُضَافَةُ تُنْصَبُ وَالْبَدَلُ وَالْمَعْطُوفُ غَيْرَ مَا ذُكِرَ حُكْمُهُ حُكْمُ الْمُسْتَقِلِّ مُطْلَقًا وَالْعَلَمُ الْمَوْصُوفُ بِابْنٍ اَوْ اِبْنَةٍ مُضَافًا اِلٰى عَلَمٍ آخَرَ يُخْتَارُ فَتْحُهُ وَاِذَا نُوْدِيَ الْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ قِيْلَ يَا اَيُّهَا الرَّجُلُ وَيَا هٰذَا الرَّجُلُ وَيَا اَيُّهٰذَا الرَّجُلُ وَالْتَزَمُوْا رَفْعَ الرَّجُلِ لِاَنَّهُ الْمَقْصُوْدُ بِالنِّدَاءِ وَتَوَابِعِهِ لِاَنَّهَا تَوَابِعُ مُعْرَبٍ وَقَالُوْا يَا اَللّٰهُ خَاصَّةً وَلَكَ فِيْ مِثْلِ يَا تَيْمُ تَيْمَ عَدِيٍّ اَلضَّمُّ وَالنَّصْبُ وَالْمُضَافُ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ يَجُوْزُ فِيْهِ يَا غُلَامِيْ وَيَا غُلَامِيَ وَيَا غُلَامِ وَيَا غُلَامَا وَبِالْهَاءِ وَقْفًا وَقَالُوْا يَا اَبِيْ وَيَا اَبِيَ وَ يَا اَبَتِ وَيَا اُمَّتِ فَتْحًا وَكَسْرًا وَبِالْاَلِفِ دُوْنَ الْيَاءِ وَ يَا ابْنَ اُمِّ وَيَا ابْنَ عَمِّ خَاصَّةً مِثْلُ بَابِ يَا غُلَامِيْ وَ قَالُوْا يَا ابْنَ اُمَّ وَيَا ابْنَ عَمَّ۔

ترجمہ : اور (منادی مبنی کا تابع) مضاف ہو تو منصوب ہوگا 'اور بدل اور مذکورہ معطوف بحرف کے علاوہ معطوف بالحرف 'ان کا حکم مستقل منادی کی طرح ہے اور (منادی) علم جو موصوف ہو ابن یا ابنۃ کے ساتھ اس حال میں کہ وہ (ابن یا ابنۃ) مضاف ہوں دوسرے علم کی طرف 'تو اس وقت منادی پر فتحہ مختار ہے اور جب معرف باللام کو ندا دی جائے تو یوں کہا جائے گا یا ایھا الرجل اور یا ھذا الرجل اور یا ایھذا الرجل 'اور التزام کیا ہے نحویوں نے الرجل کو رفع دینے کا ' کیونکہ یہ مقصود بالنداء ہے اور اس الرجل کے توابع (کو بھی رفع دینے) کا کیونکہ معرب کے توابع ہیں اور نحویوں نے لفظ یا اللہ خاص کیا ہے (پہلے قاعدے سے) اور تیرے لئے اختیار ہے یا تیم تیم عدی کی مثل میں ضمہ اور نصب کا اور وہ اسم جو مضاف ہو یائے متکلم کی طرف اسمیں جائز ہے یا غلامِی اور غلامِیَ اور یا غلامِ اور یا غلاما پڑھنا ' اور وقف کی حالت

میں ھاء کے ساتھ پڑھنا بھی اور عرب کہتے ہیں یَا اَبِیْ اور یَا اُمِّیْ اور یَا اَبَتِ اور یَا اُمَّتِ فتحہ اور کسرہ دونوں طرح اور الف کے ساتھ بھی نہ کہ یاء کے ساتھ ' اور صرف یاابن اُمّ اور عمّ خاص طور سے یاغلامی کے باب کی طرح ہیں اور انہوں نے یاابن اُمَ اور ابن عَمَّ بھی کہا ہے۔

تشریح : قوله وَ الْمُضَافَةُ تُنْصَبُ الخ | منادی مبنی کے جن توابع کا پیچھے ذکر ہوا ہے یعنی تاکید صفت' عطف بیان اور معطوف بحرف معرف باللام ' یہ اگر مضاف ہوئے کسی دوسرے اسم کی طرف تو منصوب ہوں گے کیونکہ جب منادی خود مضاف ہو تو منصوب ہوتا ہے 'تو توابع مضاف ہونے کی صورت میں بطریق اولی منصوب ہوں گے۔

قوله وَالْبَدَلُ وَ الْمَعْطُوفُ الخ | توابع منادی مبنی میں سے جو دورہ گئے تھے ان کا بیان۔ ہے یعنی بدل اور معطوف بالحرف غیر معرف باللام 'کیونکہ غیر ماذکر معطوف غیر معرف باللام ہی ہے معرف کا ذکر ہو چکا ہے انکا حکم مستقل منادی کی طرح ہے خواہ مفرد ہوں خواہ مضاف ہوں' یا شبہ مضاف ہوں' معرفہ ہوں یا نکرہ یعنی جو حکم ان حالات میں منادی کا ہوگا وہی ان کا ہوگا معطوف کی مثال جیسے یَا زَیْدُ وَعَمْرُو ' یَا زَیْدُ وَاَخَا بَکْرٍ 'عمرو معطوف چونکہ مفرد معرفہ تھا لہذا مبنی بر ضم ہے اور اخابکر معطوف چونکہ مضاف ہے اس لئے منصوب ہے اور بدل کی مثال جیسے یَا عَبْدَ اللّٰهِ عَمْرُو' اور یَا عَبْدَ اللّٰهِ اَخَا بَکْرٍ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ معطوف اور بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتے ہیں گویا کہ حرف نداء مستقل ان پر داخل ہوا ہے تو حرف نداء کے دخول کے وقت منادی کی جو حالت ہوگی وہی ان کی بھی ہوگی۔

قوله وَالْعَلَمُ الْمَوْصُوْفُ الخ | : یعنی منادی جب علم ہو اور ابن یا ابنۃ کے ساتھ موصوف ہو اور وہ ابن یا ابنۃ بھی آگے کسی اور علم کی طرف مضاف ہوں تو مختار یہ ہے کہ منادی مفتوح ہو جیسے یازَیْدَ بنَ عَمْرٍو' اور یَا هِنْدَ بِنْتَ بَکْرٍ اور اس وقت ابن اور ابنۃ کو بھی حذف کرنا بہتر ہے قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ منادی مبنی بر رفع ہو لیکن چونکہ منادی اس طرح کثیر الاستعمال ہے اور کثرت تخفیف کی مقتضی ہے اور فتحہ تخفیف کے مناسب ہے کہ اخف الحرکات ہے 'اسلئے مفتوح پڑھنا اولیٰ ہے۔

فوائد قیود : فرمایا مصنفؒ نے منادی علم ہو تو اس سے غیر علم سے احتراز ہو گیا جیسے یارجل ابن زید' رجل علم نہیں اور جب کہا موصوف ہو ابن یا ابنۃ کے ساتھ تو احتراز ہو گیا یا زید الظریف ابن عمرو سے کیونکہ اس میں ابن براہ راست صفت نہیں بن رہا ہے زید کی بلکہ واسطہ سے بن رہا ہے اور جب یہ کہا کہ ابن اور ابنۃ بھی دوسرے علم کی طرف

مضاف ہوں تو احتراز ہو گیا یازید بن اخینا سے کیونکہ ابن علم کی طرف مضاف نہیں۔

قوله وَاِذَا نُوْدِيَ الْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ الخ یعنی منادی معرف باللام ہو تو حرف ندا اور منادی کے درمیان فاصلہ ضروری ہے اور یہ فاصلہ اَیّ اور ھائے تنبیہ سے بھی ہو سکتا ہے جیسے یاایھا الرجل اور ھذا کے ساتھ بھی جیسے یاھذا الرجل ای اور ھذا کے ساتھ بھی، جیسے یاایھذا الرجل اور وجہ یہ ہے تاکہ بغیر فاصلہ کے دو آلہ تعریف کا اجتماع نہ ہو جائے۔

قوله وَالْتَزَمُوْا رَفْعَ الرَّجُلِ الخ یاایھا الرجل اور یاھذا الرجل اور یاایھذا الرجل میں الرجل صفت ہے ہذا کی یا ھاء تنبیہ کی، تو اس میں رفع اور نصب دونوں جائز ہونے چاہییں لیکن علماء نحو نے الرجل میں رفع ہی کو لازم قرار دیا ہے اس لئے الرجل اگرچہ صفت ہے مگر مقصود بالنداء بھی رجل ہی ہے ایھا اور ھذا نہیں، تو رفع کو لازمی قرار دیا تاکہ یہ اس کے مقصود بالنداء ہونے پر دلالت کرے اگر نصب بھی جائز قرار دیں تو یہ مقصود فوت ہو جائے گا اور الرجل کے جتنے بھی توابع ہیں وہ سب مرفوع ہوں گے کیونکہ وہ منادی معرب کے توابع ہیں نہ کہ مبنی کے اور وجہین کا جائز ہونا منادی مبنی کے توابع کے ساتھ خاص ہے۔

قوله وَقَالُوْا يَا اَللّٰهُ خَاصَّةً

اعتراض: آپ نے کہا کہ معرف باللام منادی کے لئے حرف نداء اور منادی کے درمیان ایھا وغیرہ سے فصل کرنا ضروری ہے جب کہ یااللہ اس مثال میں فاصلہ نہیں حالانکہ لفظ اللہ معرف باللام ہے اس فرق کی کیا وجہ ہے ؟

جواب: فاصلہ وہاں ضروری ہے جہاں الف لام تعریف کی غرض سے زائد کیا گیا ہو تاکہ دو آلہ تعریف کا اجتماع لازم نہ آئے اور یہاں لفظ اللہ کے شروع میں الف لام عوض کیلئے ہے یعنی اصل میں الہٗ تھا ھمزہ کو حذف کر کے اس کے عوض میں الف لام آگیا لام کو لام میں ادغام کیا لفظ اللہ بن گیا تو یہ بمنزلہ جزء کلمہ ہے تعریف کی غرض سے نہیں لہذا فاصلہ نہیں کیا جائے گا۔

وقوله وَلَكَ فِيْ مِثْلِ يَا تَيْمُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ جب منادی مفرد معرفہ کو صورتاً مکرر ذکر کیا جائے اور اس کے بعد مضاف الیہ مذکور ہو تو منادی پر ضمہ اور نصب دونوں پڑھنا جائز ہیں جیسے یاتیمُ تیمَ عدیٍ اس مثال میں پہلا تیم مضموم بھی پڑھا جا سکتا ہے اور منصوب بھی، مضموم اس لئے کہ یہ منادی مفرد

معرفہ ہے لہذا مبنی بر رفع ہوگا اور دوسرا تیم مضاف ہوگا عدی کی طرف' اور نصب اس وجہ سے کہ یہ مضاف ہے عدی کی طرف' اور دوسرا تیم اس کی تاکید لفظی ہوگا بہر حال پہلے تیم پر دونوں اعراب آسکتے ہیں جب کہ دوسرے پر صرف فتحہ ہوگا اسلئے کہ یا تو وہ منادی مضاف کا تابع ہے یا خود منادی مضاف ہے۔

فائدہ: عمر تیمی نے جب جریر شاعر کی ہجو کا ارادہ کیا تو جریر شاعر نے بنو تیم کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا

یَا تَیمُ تَیمَ عَدِیٍّ لَا اَبَالَکُمْ ☆ لَا یُلْقِیَنَّکُمْ فِیْ سُوْءَۃٍ عُمَرُ

اس میں لا ابالکم جملہ بطور مدح بھی ہو سکتا ہے بطور ذم بھی اور اگر مدح مراد لیں تو مطلب ہوگا کہ اے تیم عدی تمہارے فضائل اس قدر ہیں کہ تم آسمانی مخلوق معلوم ہوتے ہو تمہارا باپ کوئی نہیں معلوم ہوتا 'تم مافوق البشر چیز ہو اس لئیے عمر تمہارا مرتبہ کم نہ کردے اور اگر ذم مراد لیں تو مطلب یہ ہوگا کہ اے تیم عدی تمہارا کوئی باپ نہیں یعنی تم حرامی ہو کہیں تمہارا شاعر عمر میری ہجو کر کے تم کو برائی میں نہ ڈال دے کہ تم سب ایک کے بدلے میں خواہ مخواہ رسوا اور ذلیل ہوگے

یا تیم تیم عدی لا ابا لکم ☆ لا یلقینکم فی سوءۃ عمر

ترکیب: مراد لفظ ہو تو مجرور تقدیرا شعر کا مضاف الیہ اور جب معنی مراد ہو تو یا حرف ندا مبنی علی السکون اور تیم منادیٰ مفرد معرفہ محلا منصوب مؤکد' تیم ثانی مضاف منصوب تیم اول کی تاکید لفظی حملا علی محلہ' عدی مضاف الیہ' مضاف' مضاف الیہ مل کر تاکید' تیم اول کی- مؤکد اور تاکید مل کر مفعول بہ ادعو مقدر کا' ادعو فعل انا ضمیر در و مستتر فاعل فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ندائیہ انشائیہ لا محل لھا من الاعراب

نوٹ: تیم عدی میں یا تیم اول کو مرفوع پڑھنا جائز ہے کیونکہ یہ منادیٰ مفرد معرفہ ہے جبکہ تیم عدی کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے تیم اول پر نصب پڑھنا بھی جائز ہے- تو یہ مفعول بہ ہوگا ادعو مقدر کا اور مضاف ہوگا عدی کی جانب اور تیم ثانی منصوب ہوگا تیم اول کی تاکید لفظی ہونے کی بنا پر اور یہ تاکید فاصل ہے مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان' جس طرح اول سے تنوین حذف کی گئی بوجہ اضافت' اسی طرح دوسرے سے بھی تنوین کو حذف کر دیا گیا اگرچہ وہ مضاف نہیں ہے، اس لئے تاکید لفظی کا حکم اکثر حکم اول ہوا کرتا ہے کما فی الرضی ھذا مذہب سیبویہ-

لا ابالکم لا برائے نفی جنس ابا اسم لکم ظرف مستقر متعلق موجود' موجود صفت اپنے نائب فاعل ہو ضمیر اور متعلق سے مل کر خبر' لائے نفی جنس' اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ معترضہ 'دعائیہ' انشائیہ ہوا-

نوٹ: ما قبل جملہ یا تیم تیم عدی ندا تھی' جواب ندا محذوف ہے لا تترکو عمر اَنْ یّھجونی -لایلقینکم فعل نہی مؤکد بانون تاکید ثقیلہ کم ضمیر منصوب متصل مفعول بہ فی سوءۃ جار مجرور ظرف لغو' متعلق لایلقینکم کے عمر فاعل لایلقینکم فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ، لا محل لھا من الاعراب-

قولہ وَالْمُضَافُ اِلٰی یَآءِ الْمُتَکَلِّمِ الخ جب منادی یاء متکلم کی طرف مضاف ہو تو اس کو چار طرح پڑھ سکتے ہیں (۱) یا کے سکون کے ساتھ جیسے یا غلامیْ (۲) یا کے فتحہ کے ساتھ جیسے یاغلامیَ (۳) یا کو حذف کر کے کسرہ پر اکتفاء کر کے جیسے یاغلامِ (۴) یاء کو الف سے بدلنے کے ساتھ جیسے یا غلاما لیکن اس منادی پر وقف کی حالت میں ھاء داخل ہو جاتی ہے جیسے یاغلامیہ یا غلامیَہْ یا غلامِہْ یاغلاماہْ -

قولہ وَقَالُوْا یَا اَبِیْ وَ یَا اُمِّیْ الخ یہاں سے یہ ذکر کر رہے ہیں کہ یاابی اور یاامی میں بھی چار صورتیں ہیں اور ان میں ایک صورت اور بھی ہے کہ یاء کو تاء کے ساتھ بدل دیا جائے پھر اس پر فتحہ بھی پڑھ سکتے ہیں اور کسرہ بھی' کسرہ یا کی مناسبت کی وجہ سے اور فتحہ ما قبل حرکت کی وجہ سے 'جیسے یاابتِ اور یاامتِ اور اس کے آخر میں الف بھی پڑھ سکتے ہیں جیسے یاابتا ویاامتا لیکن اسکے آخر میں یاء نہیں لگاسکتے وگرنہ عوض اور معوض عنہ کا اجتماع لازم آئے گا-

قولہ یَا ابْنَ اُمَّ وَ یَا ابْنَ عَمِّ خَاصَّۃً یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یاابن عم اور یاابن ام میں بھی یاغلامی کی طرح چاروں طریقوں سے پڑھنا جائز ہے اور یہ چاروجوہ ام اور عم کے اعتبار سے خاص ہیں ابن کے اعتبار سے نہیں اور چاروجہوں کے علاوہ اسمیں ایک پانچویں وجہ بھی جائز ہے کہ جب یاء متکلم کی طرف مضاف ہو تو چونکہ الف یا سے بدلا ہوا تھا اسے حذف کر دیا جائے 'اور میم کے فتحہ پر اکتفاء کیا جائے اور یوں پڑھا جائے گا یاابن امَ یاابن عمَ-

وَتَرْخِیْمُ الْمُنَادٰی جَائِزٌ وَّفِیْ غَیْرِہٖ ضَرُوْرَۃٌ وَّھُوَ حَذْفٌ فِیْ اٰخِرِہٖ تَخْفِیْفًا وَشَرْطُہٗ اَنْ لَّا یَکُوْنَ مُضَافًا وَلَا مُسْتَغَاثًا وَلَا جُمْلَۃً وَیَکُوْنَ اَمَّا عَلَمًا زَائِدًا عَلٰی ثَلٰثَۃِ اَحْرُفٍ وَاِمَّا بِتَآءِ التَّانِیْثِ فَاِنْ کَانَ فِیْ اٰخِرِہٖ زِیَادَتَانِ فِیْ حُکْمِ الْوَاحِدَۃِ کَاَسْمَاءَ وَ مَرْوَانَ اَوْ حَرْفٌ صَحِیْحٌ قَبْلَہٗ مَدَّۃٌ وَھُوَاَکْثَرُ مِنْ اَرْبَعَۃِ اَحْرُفٍ حُذِفَتَا وَاِنْ کَانَ مُرَکَّبًا حُذِفَ الْاِسْمُ الْاَخِیْرُ وَاِنْ کَانَ غَیْرَ ذَالِکَ فَحَرْفٌ وَّاحِدٌ وَھُوَ فِیْ حُکْمِ الثَّابِتِ عَلَی الْاَکْثَرِ فَیُقَالُ یَا حَارِ وَ یَا ثَمُوْ وَ یَا کَرَوَ وَقَدْ یُجْعَلُ اِسْمًا بِرَاْسِہٖ فَیُقَالُ یَا حَارُ وَیَا ثَمِیْ وَیَا کَرَا-

ترجمه: اور منادی میں ترخیم بھی جائز ہے (بغیر ضرورت شعری کے) اور غیر منادی میں ضرورت شعری کی وجہ سے (ترخیم جائز ہے) اور وہ (ترخیم) منادی کے آخر میں تخفیف کی غرض سے حذف کرنے کو کہتے ہیں اور اسکی شرط یہ ہے کہ وہ (منادی) مضاف نہ ہو اور نہ مستغاث ہو نہ جملہ ہو' یا تو وہ (منادی) علم ہو اور تین حرفوں سے زائد ہو یا پھر تائے تانیث کے ساتھ ہو اگر اس (منادی) کے آخر میں دو زیادتیاں ایسی ہوں جو ایک کے حکم میں ہوتی ہیں جیسے اسماء اور مروان یا (منادی کے آخر میں) حرف صحیح ہو اس سے پہلے مدہ ہو اور وہ (اسم) چار حرفوں سے زائد ہو تو دونوں حرف اکٹھے حذف ہوں گے اور اگر وہ مرکب ہو تو صرف آخری اسم حذف کر دیا جائیگا اگر ان (مذکورہ تین قسموں) کے علاوہ ہو تو صرف ایک حرف حذف ہو گا اور وہ (محذوف) اکثر استعمال کی بنا پر موجود کے حکم میں ہوتا ہے پس کہا جائے گا یا حار، یا ثمو، یا کرو، کبھی اسے مستقل اسم بنادیا جاتا ہے پس کہا جائے گا یا حار، یا ثمی، یا کرا۔

تشریح: قوله وَتَرْخِيمُ الْمُنَادٰى الخ | پہلے صاحب کافیہ نے منادی کی تعریف اور اسکے قواعد ذکر کئے اب یہاں سے ترخیم منادی کو بیان کرتے ہیں منادی میں ترخیم جائز ہے ضرورت شعری کے بغیر بھی اور کہیں اگر ضرورت شعری پیش آجائے تو بطریق اولی جائز ہو گی' ہاں البتہ غیر منادی میں ترخیم ضرورت شعری کے بغیر جائز نہیں ترخیم کہتے ہیں کہ منادی کے آخر میں بغرض تخفیف کوئی حرف حذف کر دیا جائے۔

قوله وَشَرْطُهٗ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ترخیم منادی کی پانچ شرطیں بیان کرتے ہیں تین عدمی ہیں اور دو وجودی

پہلی شرط یہ ہے کہ منادی مضاف نہ ہو اگر منادی مضاف ہو گا تو اسکی دو حیثیتیں ہوں گی (۱) اضافت لفظی (۲) اضافت معنوی' اضافت معنوی کی حیثیت سے کلمہ واحد کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جس طرح کلمہ واحد کا معنی بغیر اس کے تمام اجزاء کے ملائے پورا نہیں ہوتا اسی طرح مضاف کا معنی بغیر مضاف الیہ کے پورا نہیں ہوتا پس معنی کے اعتبار سے یہ دونوں ایک کلمہ ہیں' لیکن اضافت لفظیہ کے اعتبار سے دو کلمے ہیں' اور ترخیم ہمیشہ آخر کلمہ میں ہوتی ہے اب یہاں اضافت معنوی کے اعتبار سے مضاف کے آخر سے حذف ممکن نہیں اس لئے کہ یہ منادی کا آخر نہیں ہے اور لفظی اعتبار سے اس بات کا مقتضی ہے کہ مضاف الیہ کے آخر سے حذف کریں لیکن مضاف الیہ منادی کا آخری جزء نہیں بلکہ مضاف ہے لہذا مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان ترخیم کرنے سے تعارض لازم آتا ہے اور قاعدہ ہے اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا لہذا ترخیم نہ مضاف سے ہو گی نہ مضاف الیہ سے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ منادی مستغاث نہ ہو اس لئے کہ مستغاث سے مقصود آواز کو لمبا کرنا ہوتا ہے جیسے یازیداہ اگر حذف کریں گے تو یہ مقصود کے خلاف ہوگا اور منادی مستغاث ہی نہ رہیگا۔

تیسری شرط یہ ہے کہ منادی جملہ بھی نہ ہو اسلئے کہ جملہ علم ہو کر مبنی ہو جائیگا اور اپنی حکایت حال پر دلالت کرے گا اور جب جملہ مبنی ہو جائے گا تو اسکے آخر میں ترخیم نہیں کر سکیں گے کیونکہ مبنی کے آخر میں حذف نہیں کیا جاسکتا مثلاً اگر کسی جملہ کے ساتھ کسی شخص کا نام رکھ دیا جائے جیسے تابط شرا تو یہ جملہ مبنی ہو جائے گا اور اس پہ حالت مبنی میں اعراب آئے گا چنانچہ ترخیم نہ کر سکیں گے وگرنہ قصہ غریبہ پر دلالت نہ رہے گی۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ منادیٰ علم ہو اور تین حرف سے زائد ہو کیونکہ علم ہونے کی صورت میں ترخیم کے بعد بھی محذوف پر دلالت باقی رہے گی اور تین حرف سے زائد ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ تاکہ ترخیم کے بعد معرب کا اقل وزن تین حرف باقی رہے اگر تین حرف سے زائد نہ ہوگا تو اس میں ترخیم کے بعد معرب کا اقل وزن تین حرف ہی باقی نہ رہے گا۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ منادی علم ہو تو اس کے آخر میں تاء تانیث ہو اگرچہ تائے تانیث کے حذف کے بعد دو ہی حرف باقی رہ جائیں اسلئے کہ تائے تانیث دوسرا کلمہ ہے اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اسلیے اس کا اعتبار نہ ہوگا جیسے یاثبۃ میں یاثبُ اور یاشاۃُ میں یاشا۔

قولہ وَاِنْ کَانَ فِیْ آخِرِہٖ زِیَادَتَانِ الخ صاحب کافیہ نے پہلے ترخیم منادی کی پانچ شرطیں بیان کی ہیں اب یہاں بیان کرتے ہیں کہ ترخیم کے وقت کتنے حرف حذف کرنا جائز ہیں تو منادی کے آخر میں اگر دو حرف اکٹھے زائد ہوں اور وہ دو حرف بمنزلہ ایک حرف کے ہوں تو ترخیم کے وقت دونوں حرفوں کو اکٹھے ہی حذف کریں گے جیسے اسماء میں دو حرف اکٹھے زائد ہوتے ہیں یعنی ھمزہ اور الف تو ترخیم کے بعد یااسمُ کہیں اسی طرح مروان میں الف اور نون دونوں اکٹھے زائد ہوتے ہیں تو ترخیم کے بعد یامرو کہیں گے۔

قولہ اَوْ حَرْفٌ صَحِیْحٌ الخ اگر کسی اسم کے آخر میں حرف صحیح ہو اور اس سے پہلے مدہ ہو اور حرف مدہ کہتے ہیں واو ساکن ما قبل مضموم اور الف ساکن ما قبل مفتوح اور یا ساکن ما قبل مکسور کو اور وہ اسم چار حرف سے زائد ہو جب اس میں ترخیم کی جائیگی تو بھی دونوں حرف اکٹھے حذف کئے جائیں گے جیسے یا منصور سے یا منص اس میں حرف صحیح بھی ہے اور مدہ بھی اور یا عمار سے یا عم اور یا ادریس سے یا ادر ہو جائے گا۔

قولہ وَاِنْ كَانَ مُرَكَّبًا الخ | اور اگر منادیٰ مرکب یعنی مرکب اسنادی واضافی کے علاوہ ہو تو ترخیم کیوقت آخری اسم کو حذف کردیا جائیگا جیسے بعلبک یہ مرکب منع صرف ہے جب اس میں ترخیم کریں گے تو یابعل کہیں گے۔

قولہ وَاِنْ كَانَ غَيْرَ ذَالِكَ الخ | اور اگر مذکورہ قسموں میں سے کوئی قسم نہ ہو تو پھر ترخیم کے وقت صرف ایک حرف کو حذف کیا جائے گا جیسے یاحارثُ میں یاحارِ اور یاثمودُ سے یاثمو۔

وَهُوَ فِىْ حُكْمِ الثَّابِتِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ منادی میں ترخیم کے بعد اس پر کونسا اعراب پڑھا جائیگا تو جمہور کے نزدیک منادی مرخم محذوف حرف ثابت کے حکم میں ہے گویا کہ محذوف حرف اس اسم کے آخر میں ہے تو محذوف سے پہلے حرف کا اعراب جس حالت میں تھا اسی حالت میں رہے گا جیسے یاحارث میں یاحارِ اور یاثمود میں یاثموُ اور یاکروانُ میں یاکروَ اور بعض کہتے ہیں کہ جب منادیٰ میں ترخیم کی جائے گی تو باقی رہنے والا کلمہ مستقل اسم ہے تو جیسے ترخیم سے قبل مرفوع تھا بعد ترخیم بھی مرفوع رہیگا کیونکہ یہ منادی مفرد معرفہ ہے تو یاثمودُ میں یاثمِی کہیں گے اصل میں یاثمو تھا واو طرف میں بعد ضمہ واقع ہوئی بقاعدہ صرفی واو کو یاء سے بدل دیا اور یاء کی مناسبت سے ماقبل ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا یاثمی ہو گیا اور یاکروان سے یاکرا کہیں گے اصل میں یاکروَ تھا واو متحرک ماقبل مفتوح واو کو الف سے بدل دیا یاکرا ہو گیا۔

وَقَدِ اسْتَعْمَلُوْا صِيْغَةَ النِّدَآءِ فِى الْمَنْدُوْبِ وَهُوَ الْمُتَفَجَّعُ عَلَيْهِ بِيَا اَوْ وَا وَاخْتَصَّ بِوَاوَحُكْمُهٗ فِى الْاِعْرَابِ وَالْبِنَآءِ حُكْمُ الْمُنَادٰى وَلَكَ زِيَادَةُ الْاَلِفِ فِىْ آخِرِهٖ فَاِنْ خِفْتَ اللُّبْسَ قُلْتَ وَاغُلَامَكِيْهِ وَاغُلَامَكُمُوْهُ وَلَكَ الْهَآءُ فِى الْوَقْفِ وَلَا يُنْدَبُ اِلَّا الْمَعْرُوْفُ فَلَا يُقَالُ وَارَجُلَاهُ وَامْتَنَعَ وَازَيْدُ الطَّوِيْلَاهُ خِلَافًا لِيُوْنُسَ وَيَجُوْزُ حَذْفُ حَرْفِ النِّدَآءِ اِلَّا مَعَ اِسْمِ الْجِنْسِ وَالْاِشَارَةِ وَالْمُسْتَغَاثِ وَالْمَنْدُوْبِ نَحْوُ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَاَيُّهَا الرَّجُلُ وَشَذَّ اَصْبِحْ لَيْلُ وَافْتَدِ مَخْنُوْقُ وَاَطْرِقْ كَرَا وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُنَادٰى لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا مِثْلُ اَلَا يَا اُسْجُدُوْا۔

ترجمہ :اور عربوں نے نداء کے صیغہ کو مندوب میں بھی استعمال کیا ہے اور مندوب وہ ہے جس پر درد مندی کا اظہار کیا جائے 'یا' یا وا کے ذریعے اور خاص کیا گیا (مندوب کو) وا کے ساتھ اور اس (مندوب) کا حکم معرب اور مبنی ہونے میں منادی کے حکم کی طرح ہے اور تیرے لئے یہ بھی جائز ہے کہ اسکے آخر میں الف کو زیادہ کردے (اور اگر الف کے اضافے سے) کسی لفظ کے ساتھ التباس کا تجھے خوف ہو تو (پھر الف کا اضافہ نہ کرو) اور تو یوں کہے وَاغُلَامَکِیْهِ اور وَاغُلَامَكُمُوْهُ اور تیرے لئے جائز ہے وقف کی حالت میں ھا کا لانا اور ندبہ نہیں کیا جاتا مگر اسم معروف کے ساتھ پس نہیں کہا جائیگا وار جلاہ اور ممتنع ہے وازید الطویلاہ (یہ بات) یونس نحوی کے خلاف ہے اور جائز ہے حرف ندا کو حذف کرنا مگر اسم جنس اور اسم اشارہ اور مستغاث اور مندوب سے جیسے یُوْسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اور اَیُّهَا الرَّجُلُ اور شاذ ہے (حرف ندا کو حذف کرنا) اصبح لیل' افتد مخنوق اور اطرق کرا کی مثالوں سے اور کبھی حذف کیا جاتا ہے منادی قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے جوازی طور پر جیسے الا یا اسجدوا۔

تشریح قوله وَقَدِ اسْتَعْمَلُوْا الخ عرب کبھی نداء کے صیغے یعنی حرف نداء کو مندوب میں بھی استعمال کرتے ہیں مندوب لغت میں اس میت کو کہتے ہیں جس پر کوئی شخص نوحہ کرے اور اسکے محاسن کو شمار کرے تاکہ دیکھنے والے اس کو معذور سمجھیں اور مندوب اصطلاح میں کہتے ہیں جس پر واویلا اور گریہ و زاری کی جائے اور غم کی وجہ سے ہمدردی کا اظہار کیا جائے اور مندوب کیلئے وا اور یا ، یا دونوں استعمال ہوتے ہیں لیکن ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ واو مندوب کے ساتھ خاص ہے اور یا مندوب اور منادی دونوں کیلئے استعمال ہوتی ہے اور مندوب کا حکم معرب اور مبنی ہونے میں منادی کے حکم کی طرح ہے یعنی مندوب مفرد معرفہ علامت رفع پر مبنی ہوگا اور اگر مندوب مضاف ہو یا مشابہ مضاف ہو تو منصوب ہوگا۔

قوله وَحُكْمُهٗ فِي الْاِعْرَابِ وَالْبِنَآءِ الخ

اعتراض : آپ نے جو کہا کہ مندوب کا حکم اعراب وبنا میں منادی کی طرح ہے اس سے متبادر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ منادی کی تمام اقسام مندوب میں پائی جاتی ہیں حالانکہ مندوب نکرہ نہیں ہوتا بلکہ معرفہ ہوتا ہے۔

جواب : یہ تشبیہ من بعض الوجوہ ہے ضروری نہیں کہ مندوب تمام صورتوں میں منادی کے مشابہ ہی ہو۔

اعتراض: جب ... کا حکم ایک ہے تو مندوب کو علیحدہ کیوں ذکر کیا اکٹھا ذکر کرتے۔

جواب: منادی کے کلمات اور ہیں مندوب کے اور اس وجہ سے علیحدہ ذکر کیا دوسری وجہ یہ ہے کہ منادی کبھی نکرہ غیر معینہ بھی ہوتا ہے جب کہ مندوب میں ایسا نہیں اس لئے الگ الگ ذکر کیا۔

قوله وَلَكَ زِيَادَةُ الْأَلِفِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مندوب کے آخر میں آواز کو دراز کرنے کیلئے الف کو زیادہ کرنا بھی جائز ہے اس لئے کہ ندبہ کے اندر آواز بڑھانا ہی مقصود ہوتا ہے اور الف کے بڑھانے سے یہ مقصود حاصل ہو جاتا ہے تو وازید میں وازیداہ کہتے ہیں لیکن اگر الف کا اضافہ کرنے سے کسی دوسرے صیغہ کے ساتھ التباس لازم آتا ہو تو پھر الف کا اضافہ نہیں کریں گے جیسے واحد مونث حاضر کے غلام پر ندبہ کرنا ہو تو واغلامکِ کاف کے کسرہ سے کہیں گے لیکن اگر الف کو زیادہ کریں گے تو واغلامکاہ ہو جائے گا اس وقت یہ واحد مذکر حاضر سے ملتبس ہو جائیگا اسلئے الف کو یاء سے بدل دیں گے یوں کہیں گے واغلامکیہ اسی طرح جمع مذکر حاضر میں تثنیہ مذکر حاضر کے ساتھ التباس کا خطرہ ہو تو بھی الف کو واو سے بدل دیں گے جیسے واغلامکم میں واغلامکماہ کی بجائے واغلامکموہ کہیں گے ان صورتوں میں وقف کی عالت میں ہاء ساکنہ کا اضافہ بھی جائز ہے تاکہ حرف مدہ اچھی طرح واضح ہو سکے۔

قوله وَلَا يُنْدَبُ إِلَّا الْمَعْرُوفُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ صرف معروف شخص کا ندبہ کیا جائیگا تاکہ سامعین ندبہ کرنے والے کو مندوب کی شہرت کی وجہ سے معذور سمجھیں اور غیر معروف کا ندبہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ غیر معروف کا ندبہ کرنیوالے کو معذور نہیں سمجھا جائے گا بلکہ ایک مذاق بن جائے گا اس لئے وارجلاہ نہیں کہا جاسکتا۔

قوله وَامْتَنَعَ وَازَيْدُ الطَّوِيلَاهُ الخ یہاں سے مصنفؒ جمہور اور یونس نحوی کے درمیان اختلاف بیان کرتے ہیں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مندوب کا الف صفت کے آخر میں لاحق نہیں ہوتا بلکہ موصوف کے آخر میں لاحق ہوتا ہے چنانچہ یوں نہیں کہا جائے گا وازید الطویلاہ بلکہ وَازَيْدَاهُ الطَّوِيلُ کہا جائے گا، لیکن یونس نحوی کے ہاں صفت کے آخر میں بھی الف مندوب زیادہ کر سکتے ہیں اسلئے کہ جب مضاف الیہ کے آخر میں الف مندوب داخل ہو سکتا ہے تو صفت کے آخر میں بطریق اولی ہو سکتا ہے کیونکہ مضاف مضاف الیہ مغایر ہوتے ہیں اور صفت عین موصوف ہوتا ہے تو جب مغائرین میں جائز ہے متساویین میں بطریق اولی جائز ہونا چاہیے اور دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ ایک اعرابی کے دو پیالے گم ہو گئے تھے تو اس نے ان الفاظ میں اپنے پیالوں پر ندبہ کیا وَاجُمْجُمَتَي الشَّامِيَّتَيْنَاهُ اس سے معلوم ہوا کہ

صفت کے آخر میں بھی الف ندبہ کا داخل کرنا جائز ہے لیکن جمہور کی طرف سے پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف کے معنی کو مکمل کرنے کے لئے آتا ہے اس لئے مضاف الیہ مضاف کے لئے بمنزلہ جزء کے ہے بخلاف صفت کے کہ وہ موصوف کے مکمل ہونے کے بعد بطور وضاحت لائی جاتی ہے تو صفت کا اتصال موصوف کے ساتھ ایسا نہیں ہے جیسے مضاف الیہ کا مضاف کے ساتھ ہوتا ہے تو دونوں مستقل کلمے ہیں اس لئے صفت کا مضاف الیہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں اور اعرابی کے قول سے استشہاد صحیح نہیں کیونکہ یہ قول شاذ اور غیر صحیح ہے لہذا بالکل قابل استدلال نہیں ہوگا۔

قوله وَيَجُوزُ حَذْفُ حَرْفِ النِّدَآءِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ قیام قرینہ کے وقت منادی سے حرف نداء کا حذف جائز ہے جیسے يُوْسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذا اصل میں تھا یا يُوْسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذا اور قرینہ حذف پر یہ ہے کہ لفظ یوسف سے قبل اگر حرف نداء مقدر نہ مانیں گے تو یوسف مبتدا اور اعرض الخ خبر ہوگی حالانکہ جملہ انشائیہ خبر نہیں ہو سکتی اسلئے ماننا پڑے گا کہ یوسف سے قبل یا حرف نداء ہے اور أَيُّهَا الرَّجُلُ اصل میں يَا أَيُّهَا الرَّجُل تھا اور قرینہ حذف یہ ہے کہ ایھا کو اس منادی پر لاتے ہیں جو معرف باللام ہو تاکہ دو آلہ تعریف کا اجتماع نہ ہو سکے ورنہ ایھا کے ذکر کی ضرورت نہ تھی تو معلوم ہوا کہ اس سے قبل یا حرف ندا محذوف ہے۔

قوله اِلَّا مَعَ اِسْمِ الْجِنْسِ الخ پہلے قاعدہ بیان کیا کہ قرینہ کے پائے جانے کے وقت حرف ندا کو حذف کرنا جائز ہے یہاں سے چند جگہوں کا استثناء کررہے ہیں کہ اگر منادی اسم جنس یا اسم اشارہ یا مستغاث یا مندوب ہو تو ان سے حرف ندا کو حذف کرنا جائز نہیں اسم جنس سے مراد یہ ہے کہ ندا سے قبل نکرہ ہو بعد میں معرفہ بنایا گیا ہو جیسے یا رجل یا بعد نداء بھی نکرہ رہے جیسے یا رجلا، جب کہ نکرہ غیر معینہ ہو اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کرنا اسلئے جائز نہیں کہ اسم جنس کا منادی ہونا کثیر الاستعمال نہیں جیسے علم کا منادی ہونا کثیر الاستعمال ہے تو اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کرنے کے بعد پتہ نہ چلے گا کہ منادی ہے یا نکرہ اسلئے حرف ندا کو ذکر کرنا ضروری ہے اور منادی جب اسم اشارہ ہو تو اس سے بھی حرف ندا کو حذف کرنا جائز نہیں اسلئے کہ اسم اشارہ بھی ابہام میں اسم جنس کی طرح ہے اور یہ بھی بہت کم منادی استعمال ہوتا ہے تو حذف حرف ندا کے بعد اس کا منادی ہونا معلوم نہ ہو سکے گا اگر کسی شخص کو اشارہ کیساتھ ندا دینا ہو تو یوں کہا جائیگا یاھذا اور ہذا نہیں کہا جائے گا اور منادی جب مستغاث ہو تو حرف ندا کو حذف کرنا اس وجہ سے جائز نہیں کہ مستغاث میں درازی صوت مقصود ہوتی ہے اور حذف اس کے منافی ہے منادی مندوب سے اسلئے حذف کرنا جائز

نہیں کہ یہاں بھی درازی مقصود ہوتی ہے اور حذف اس کے منافی ہے۔

قولہ وَشَذَّ اَصْبِحْ لَيْلُ الخ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ منادیٰ اسم جنس سے حرف ندا کا حذف جائز نہیں جب کہ ان تین مثالوں اَصْبِحْ لَيْلُ' اَفْتَدِ مَخْنُوقُ' اَطْرِقْ كَرَا میں حرف ندا محذوف ہے حالانکہ منادی یعنی لیل اور مخنوق اور کرا اسم جنس ہے

جواب: ان مثالوں میں حرف نداء کا حذف کرنا شاذ ہے اور شاذ کالمعدوم ہوتا ہے اسلئے ان پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔

فائدہ: ان تینوں مثالوں کی وضاحت ذکر کی جاتی ہے۔

اصبح لیل اس جملہ کا شان ورود یہ ہے کہ امرء القیس کی بیوی ام جندب کو جب امرء القیس نے طلاق دی تو اس نے کہا تھا اصبح لیل یعنی اے رات تو جلدی صبح کر کیونکہ جب کسی پر پریشانی وغم آجائے تو اسے رات بہت لمبی معلوم ہوتی ہے تو اسنے پریشانی کی حالت میں کہا اَصْبِحْ لَيْلُ

افتد مخنوق: اس کا شان ورود یہ ہے کہ ایک شخص سلیک بن سلکہ چت لیٹا ہوا سو رہا تھا کہ ایک چور نے آکر اس کا گلا گھونٹ دیا اور کہنے لگا افتد مخنوق' یعنی اے گلا گھونٹے ہوئے اپنی جان کا فدیہ دے تاکہ میں تجھے چھوڑدوں تو یہ ضرب المثل بن گئی اس قسم کے موقعہ پر یہ مثال استعمال کی جاتی ہے۔

اَطْرِقْ كَرَا: جاہلیت میں ایک منتر تھا خیال کیا جاتا تھا کہ اس منتر کو پڑھ کر کروان پرندے کو شکار کیا جا سکتا ہے پورا منتر یوں ہے اَطْرِقْ كَرَا اَطْرِقْ کرا اِنَّ النَّعَامَةَ فِي الْقُرىٰ یعنی اے کروان پرندے تو اپنا سر جھکادے اس لئے کہ تجھ سے بڑا شتر مرغ شکار کر لیا گیا ہے اور گاؤں میں پہنچا دیا گیا ہے تو کیسے چھوٹ سکتا ہے اس منتر کو پڑھے جانے کے بعد کروان خود بخود شکار ہو جاتا ہے۔

وقولہ وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُنَادىٰ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ قیام قرینہ کی وجہ سے منادی کو حذف کرنا بھی جائز ہے جیسے اَلَا يَا اُسْجُدُوا اصل میں اَلَا يَا قَوْمِ اسْجُدُوا تھا اور قرینہ اس میں یہ ہے کہ حرف ندا یہاں فعل پر داخل ہے حالانکہ وہ اسم پر داخل ہوتا ہے معلوم ہوا کہ اس سے قبل منادیٰ محذوف ہے۔

وَالثَّالِثُ مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰى شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ وَهُوَ كُلُّ اِسْمٍ بَعْدَهٗ فِعْلٌ اَوْ شِبْهُهٗ مُشْتَغِلٌ عَنْهُ بِضَمِيْرِهٖ اَوْ مُتَعَلِّقِهٖ لَوْسُلِّطَ عَلَيْهِ هُوَاَوْ مُنَاسِبُهٗ لَنَصَبَهٗ مِثْلُ زَيْدًا ضَرَبْتُهٗ وَزَيْدًا مَرَرْتُ بِهٖ وَزَيْدًا ضَرَبْتُ غُلَامَهٗ وَزَيْدًا حُبِسْتُ عَلَيْهِ يُنْصَبُ بِفِعْلٍ مُضْمَرٍ يُفَسِّرُهٗ مَا بَعْدَهٗ اَىْ ضَرَبْتُ وَجَاوَزْتُ وَاَهَنْتُ وَلَابَسْتُ وَيُخْتَارُ الرَّفْعُ بِالْاِبْتِدَآءِ عِنْدَ عَدَمِ قَرِيْنَةِ خِلَافِهٖ وَعِنْدَ وُجُوْدِ اَقْوٰى مِنْهَا كَاَمَّا مَعَ غَيْرِ الطَّلَبِ وَاِذَا لِلْمُفَاجَاةِ۔

ترجمہ :اور تیسری جگہ (جہاں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے) وہ ہے کہ اس کا عامل مقدر مانا گیا ہو تفسیر کی شرط کی بنا پر' اور وہ ایسا اسم ہے کہ جس کے بعد ایک فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ (فعل یا شبہ فعل) اعراض کرنیوالا ہو اس (اسم میں عمل کرنے) سے بوجہ عمل کرنے اس کے اس اسم کی ضمیر میں یا اس کے متعلق میں' اگر مسلط کردیا جائے خود فعل یا شبہ فعل کو یا اس کے مناسب کو اس اسم پر تو وہ اسم کو نصب دے۔ جیسے زَيْدًا ضَرَبْتُهٗ اور زَيْدًا مَرَرْتُ بِهٖ اور زَيْدًا ضَرَبْتُ غُلَامَهٗ اور زَيْدًا حُبِسْتُ عَلَيْهِ (زید کو ان مثالوں میں) نصب دیا جائے گا فعل مضمر کے سبب' کہ اسکا مابعد اس کی تفسیر کر رہا ہے یعنی ضربت اور جاوزت اور اھنت اور لابست اور اسم (مذکور) پر رفع پڑھنا مختار ہے ابتداء کی وجہ سے اس رفع کے خلاف قرینہ کے نہ پائے جانے کے وقت 'یا رفع کا قرینہ زیادہ قوی پائے جانے کے وقت اس (نصب) کے قرینے سے جیسے کہ اما (جو اسم مذکور پر داخل ہو) اور غیر طلب کے ساتھ مقارن ہو اور اذا جب مفاجاۃ کیلئے واقع ہو۔

تشریح : قوله وَالثَّالِثُ مَا اُضْمِرَ الخ یہاں سے حذف فعل کی تیسری جگہ مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰى شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ کو بیان کر رہے ہیں یعنی مفعول بہ کے عامل کو اس شرط پر حذف کیا گیا ہو کہ اس کی تفسیر آگے آ رہی ہے اور ما اضمر الخ سے ہر وہ اسم مراد ہے کہ جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم میں عمل نہ کر رہا ہو اور عمل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس مذکورہ اسم کی ضمیر یا اس اسم کے متعلق میں عمل کر رہا ہے لیکن اگر اسی فعل یا شبہ فعل یا اس کے کسی مناسب کو اس اسم مذکورہ پر داخل کردیا جائے تو وہ اسے

نصب دے سکتا ہے جیسے زیداً ضربتُہ' اس مثال میں ضربت فعل سے قبل جو اسم ہے ضربت اسمیں عمل نہیں کر رہا کیونکہ وہ ضمیر میں عمل کر رہا ہے جو کہ زید کی طرف راجع ہے لیکن اگر اسی فعل کو زید پر داخل کر دیا جائے تو یہ زید کو نصب دے سکتا ہے تو ہم یوں کہیں گے، زیداً ضربتُہ اصل میں ضربتُ زیداً ضربتُہ تھا تو چونکہ دوسرا ضربت اسکی تفسیر کر رہا ہے اور اس کے قائم مقام بننے کی یعنی زید کو نصب دینے کی صلاحیت رکھتا ہے اسلئے پہلے ضربت کو حذف کر دیا تاکہ مُفسِّر اور مُفسَّر کا اجتماع لازم نہ آئے یہ تو مثال اس کی ہوئی کہ فعل اسم کی ضمیر میں عمل کر رہا ہے۔

قولہ زَیْدًا مَرَرْتُ بِہٖ | یہ مثال ہے اس فعل کی جو ضمیر اسم میں عمل کرنے کی وجہ سے اسم میں عمل نہیں کرتا اور جب اس اسم پر فعل مذکور کے مناسب مرادف کو مسلط کریں تو اس کو نصب دے گا جیسے جاوزت زیدا اسلئے کہ مررت با کے ساتھ متعدی کیا جائے تو یہ جاوزت کے معنی میں ہو جائے گا اور جاوزت کو زید پر مسلط کیا جانے تو یہ اسکو نصب دے گا۔

قولہ وَزَیْدًا ضَرَبْتُ غُلَامَہٗ | یہ مثال اس فعل کی ہے کہ جو متعلق اسم میں عمل کرنے کی وجہ سے اسم میں عمل نہیں کر رہا اور جب فعل مذکور کے مناسب لازم کو اس پر مسلط کیا جائے تو وہ اس کو نصب دے گا جیسے اس مثال زیدا ضربت غلامہ میں ضربت زیدا کے متعلق یعنی غلامہ میں عمل کی وجہ سے زید پر عمل نہیں کر رہا ہے اور غلام زید کا متعلق ہے باعتبار ملکیت کے تو چونکہ غلام کا مارنا یہ آقا کی اھانت کو مستلزم ہے اس لئے ضربت کا مناسب لازم اھنت ہوا اور اگر اھنت فعل کو زید پر مسلط کیا جائے تو وہ اسکو نصب دے گا اور خود ضربت کو زید پر مقدم نہیں کر سکتے کیونکہ معنی فاسد ہو جائیں گے اسلئے کہ مضروب غلام زید ہے نہ کہ زید۔

قولہ وَزَیْدًا حُبِسْتُ عَلَیْہِ | یہ اس فعل کی مثال ہے جو ضمیر اسم میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل نہیں کر رہا ہے اور جب اسم مذکور پر فعل کے مناسب لازم کو مسلط کر دیا جائے تو اس کو نصب دیگا اور اس کا مناسب لازم لابست ہے کیونکہ زید پر محبوس ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ زید کو ملابس بھی ہے اسلئے لابست زید کو نصب دے گا یہاں پر عین فعل کو مسلط کرنے سے نصب نہیں آسکتا اس لئے کہ اگر اس کو علی کے ساتھ مقدم کریں گے تو وہ اسم مجرور ہو گا اور اگر بغیر علی کے مقدم کریں گے تو مفعول نہ ہو گا لہذا مناسب لازم کو مقدم کیا جائے گا۔

قولہ وَيُنْصَبُ بِفِعْلٍ مُضْمَرٍ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کر رہے ہیں کہ یہ جو مثالیں دی ہیں ان میں کونسا فعل محذوف ہے پہلی مثال میں ضربت فعل محذوف ہے اور دوسرا اضربت اس کی تفسیر کر رہا ہے اس کو حذف کرنا اسلئے ضروری ہے تاکہ مفسِر اور مفسَر کا اجتماع لازم نہ آئے اور جاوزت دوسری مثال کا فعل ہے اصل میں جاوزت زیدا مررت بہ تھا جاوزت کو حذف کر دیا کیونکہ مررت فعل اس کی تفسیر کر رہا ہے اور اھنت تیسری مثال کا فعل ہے اصل میں یوں تھا اھنت زیدا اضربت غلامہ تو یہاں اھنت فعل کو حذف کر دیا گیا کیونکہ ضربت اس کی تفسیر کر رہا ہے اور لابست چوتھی مثال کا فعل ہے اصل میں یوں تھا لابست زیدا احبست علیہ لابست فعل کو حذف کر دیا کیونکہ حبست اس کی تفسیر کر رہا ہے۔

قولہ وَيُخْتَارُ الرَّفْعُ بِالْاِبْتِدَاءِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کر رہے ہیں کہ جس جگہ رفع کے قرینہ کے خلاف کوئی اور قرینہ نہ پایا جائے تو وہاں رفع پڑھنا مختار ہے اگرچہ نصب بھی جائز ہے جیسے زید اضربتہ میں نصب اور رفع دونوں جائز ہیں مگر رفع پڑھنا مختار ہے کیونکہ نصب حذف فعل کا تقاضا کرتا ہے اور رفع میں حذف نہیں ماننا پڑتا اسلئے رفع مختار ہے۔

قولہ اَوْ عِنْدَ وُجُوْدِ اَقْوٰی الخ | یہاں سے صاحب کافیہ دوسری جگہ بیان کرتے ہیں جہاں رفع پڑھنا مختار ہے جبکہ نصب اور رفع دونوں کے قرینے ہیں مگر رفع کا قرینہ زیادہ قوی ہے جیسے اَمَّا کہ اسم مذکور پر داخل ہو اور وہ اسم ایسے فعل کے ساتھ مقارن ہو کہ اس میں طلب کے معنی نہ پائے جاتے ہوں یعنی اما کے بعد جملہ انشائیہ نہ ہو بلکہ خبریہ ہو جیسے لَقِيْتُ الْقَوْمَ وَاَمَّا زَيْدٌ فَاَكْرَمْتُهٗ اس مثال میں رفع اور نصب دونوں کا قرینہ ہے مگر رفع کا قرینہ زیادہ قوی ہے اس لئے رفع مختار ہے اور نصب کا قرینہ یہ ہے کہ اگر نصب پڑھیں گے تو زیدا سے قبل فعل محذوف ہوگا زیدا اکرمتہ جملہ فعلیہ بنے گا اس طرح جملہ فعلیہ کا جملہ فعلیہ پر عطف ہو جائیگا اور عطف میں مطابقت مطلوب شئ ہے اسلئے نصب پڑھنا مختار ہے کہ نصب اور رفع دونوں کے قرینے ہیں اور رفع کا ایک قرینہ یہ ہے کہ اما کے بعد اکثر مبتدا آتا ہے اور دوسرا یہ کہ اس صورت میں حذف سے بھی سلامتی ہے اس لیے رفع مختار ہے تو رفع کا قرینہ زیادہ قوی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

قوله وَإِذَا المُفَاجَاۃِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ تیسری جگہ بیان کرتے ہیں کہ رفع پڑھنا زیادہ مختار ہے کہ اذا مفاجاتیہ اس اسم مذکور پر داخل ہو تو وہاں نصب اور رفع دونوں پڑھ سکتے ہیں جیسے خَرَجْتُ فَإِذَا زَيْدٌ يَضْرِبُهُ عَمْرٌو یہاں زید پر نصب پڑھ سکتے ہیں کہ فعل محذوف مانا جائے لیکن رفع مختار ہے کیونکہ اذا مفاجاتیہ کے بعد اکثر جملہ اسمیہ ہی آیا کرتا ہے اور رفع کی صورت میں سلامت عن الحذف بھی ہے جب کہ نصب کی صورت میں فعل محذوف ماننا پڑتا ہے اور عدم حذف اولیٰ ہے حذف سے۔

وَيُخْتَارُ النَّصْبُ بِالْعَطْفِ عَلٰى جُمْلَةٍ فِعْلِيَّةٍ لِلتَّنَاسُبِ وَبَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَإِذَا الشَّرْطِيَّةِ وَحَيْثُ وَفِي الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ إِذْ هِيَ مَوَاقِعُ الْفِعْلِ وَعِنْدَ خَوْفِ لَبْسِ الْمُفَسِّرِ بِالصِّفَةِ مِثْلُ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ وَيَسْتَوِي الْأَمْرَانِ فِي مِثْلِ زَيْدٌ قَامَ وَعَمْرًوا أَكْرَمْتُهُ وَيَجِبُ النَّصْبُ بَعْدَ حَرْفِ الشَّرْطِ وَ حَرْفِ التَّحْضِيضِ مِثْلُ إِنْ زَيْدًا ضَرَبْتَهُ ضَرَبَكَ وَأَلَّا زَيْدًا ضَرَبْتَهُ وَلَيْسَ أَزَيْدٌ ذُهِبَ بِهِ مِنْهُ فَالرَّفْعُ وَكَذٰلِكَ كُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ وَنَحْوُ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ اَلْفَاءُ بِمَعْنَى الشَّرْطِ عِنْدَ الْمُبَرِّدِ وَجُمْلَتَانِ عِنْدَ سِيبَوَيْهِ وَإِلَّا فَالْمُخْتَارُ النَّصْبُ۔

ترجمہ : اور (اسم مذکور) پر نصب مختار ہے جملہ فعلیہ پر عطف کرنے کی وجہ سے مناسبت کے لئے اور (نصب مختار ہے) حرف نفی واستفہام اور اذا شرطیہ اور حیث کے بعد اور امر و نہی میں اس لئے کہ یہ فعل کی جگہیں ہیں اور (نصب مختار ہے) جب کہ مفسر کا صفت کے ساتھ التباس کا خوف ہو جیسے انا کل شی خلقنٰہ بقدر اور برابر ہیں دونوں امر یعنی رفع اور نصب زید قام اور عمروا اکرمتہ کی مثل میں اور (اسم مذکور پر) نصب واجب ہے جب حرف شرط اور حرف تحضیض کے بعد واقع ہو جیسے اِنْ زَيْداً ضَرَبْتَهُ ضَرَبَكَ اور اَلَّا زَيْدًا ضَرَبْتَهُ اور اَزَيْدٌ ذُهِبَ بِهِ کی مثل اس (ما اضمر الخ) سے نہیں پس (زید پر) رفع واجب ہے اور اسی طرح کل شی فعلوہ فی الزبر بھی (ما اضمر عاملہ سے نہیں) اور اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا

كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ کی مثل فا بمعنی شرط کے ہے مبرد کے ہاں اور یہ آیت دو مستقل جملے ہیں سیبویہ کے ہاں ورنہ پس نصب مختار ہے۔

تشریح :قوله وَيُخْتَارُ النَّصْبُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ وہ جگہیں بیان کرتے ہیں جہاں نصب مختار ہے

اعتراض : مختار رفع کو مختار نصب پر مقدم کیوں کیا حالانکہ نصب اخف الحرکات ہے مختار نصب کو مقدم کرنا چاہیے تھا

جواب : ۱ مختار رفع کے مواقع قلیل ہیں یعنی صرف تین ہیں اور مختار نصب کے مواقع تقریباً چھ ہیں قلیل کو سہولت حفظ کی خاطر مقدم کیا ہے۔

جواب : ۲ رفع میں سلامت عن الحذف ہے اسی وجہ سے وہ تقدیم کا استحقاق رکھتا ہے بخلاف نصب کے کہ اس میں حذف ہے

قوله بِالْعَطْفِ عَلٰى جُمْلَةٍ الخ | اختیار نصب کا پہلا یہ مقام ہے کہ اسم مذکور کا عطف جملہ فعلیہ پر ہو رہا ہو تو اسم مذکور پر نصب مختار ہے تاکہ معطوف اور معطوف علیہ دونوں جملے فعلیہ ہونے میں موافق ہو جائیں جیسے خَرَجْتُ فَزَيْداً لَقِيْتُهٗ اس مثال میں زیدا کا عطف جملہ فعلیہ خرجت پر ہو رہا ہے اسلئے زید پر بھی نصب مختار ہے تاکہ جملتین فعلیہ ہونے میں موافق ہو جائیں اگرچہ رفع بھی جائز ہے۔

قوله بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ دوسری جگہ بیان کرتے ہیں جہاں نصب مختار ہے کہ جب حرف نفی کے بعد اسم مذکور واقع ہو تو نصب مختار ہے کیونکہ حرف نفی اکثر فعل پر داخل ہوتا ہے جیسے مَا زَيْداً ضَرَبْتُهٗ اس میں نصب پڑھنا مختار ہے اگرچہ رفع بھی جائز ہے اور حرف نفی یہ ہیں مَا لَا لَيْسَ اِنْ لَوْ لَمَّا لَنْ لَمْ ۔

قوله وَالْاِسْتِفْهَامُ الخ | اختیار نصب کی تیسری جگہ بیان کرتے ہیں یعنی جب اسم مذکور حرف استفہام کے بعد واقع ہو تو نصب مختار ہے کیونکہ حرف استفہام فعل پر داخل ہوتا ہے جیسے أَزَيْداً ضَرَبْتَهٗ اگرچہ رفع بھی جائز ہے ابتدا کی وجہ سے۔

قوله واذا الشرطية | یعنی جب اسم مذکور اذا شرطیہ کے بعد واقع ہو تو بھی نصب مختار ہے کیونکہ اذا شرطیہ اکثر فعل پر داخل ہوتا ہے جیسے اذا زَيْداً ضَرَبْتَهٗ اَضْرِبْكَ

قوله وَحَيْثُ | جب اسم مذکور حیث کے بعد واقع ہو تو بھی نصب مختار ہے کیونکہ حیث کے بعد بھی اکثر جملہ فعلیہ آتا ہے جیسے حَيْثُ زَيْداً اَكْرَمْتَهٗ اَكْرَمْكَ

قوله وَفِي الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ | یعنی جب اسم مذکور امر و نہی سے پہلے ہو تو بھی نصب مختار ہے جیسے زَيْداً اِضْرِبْهٗ وعمرواً لَاتَضْرِبْهٗ اگر رفع پڑھیں گے تو زیداً اور عمرواً کو مبتدا بنانا پڑے گا اور اضرب اور لا تضرب کو خبر بنانا پڑے گا اور جملہ انشائیہ خبر نہیں بنا کرتا اس میں تاویل کرنی پڑے گی یعنی زَيْدٌ مَقُوْلٌ فِي حقه اِضْرِبْ وعمرو مقول فِي حقه لَاتَضْرِبْ جب کہ نصب کی صورت میں تاویل نہیں کرنی پڑے گی اس لیے نصب پڑھنا مختار ہے۔

قَوْلُهٗ عِنْدَ خَوْفِ الخ | یعنی اگر رفع کی وجہ سے مُفَسِّر کا صفت سے التباس لازم آرہا ہو تو بھی نصب پڑھنا مختار ہے جیسے قول باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو باتیں بیان کی ہیں۔

(۱) تمام اشیاء کے خالق اللہ ہیں (۲) تمام چیزیں اس نے اندازے سے پیدا کی ہیں۔

تو اگر کلَّ شیءٍ میں نصب پڑھیں گے تو بِقَدَرٍ میں جار مجرور خلقنٰہ فعل کے متعلق ہوگا اور دونوں مقصود حاصل ہوں گے اور اگر کلُّ شیء کو مرفوع پڑھیں گے تو اس کو موصوف بنائیں گے اور خلقنٰہ کو اس کی صفت بنائیں گے تو یہ موصوف صفت مل کر مبتدا بنے گا اور بِقَدَرٍ کی خبر بنے گی تو مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے جو چیز بنائی ہے اندازے کے ساتھ ہے تو ایک مقصود یعنی اندازے سے ہونا حاصل ہوگیا جب کہ دوسرا مقصود نہیں حاصل ہوا کیونکہ آیت سے یہ وہم پیدا ہو رہا ہے کہ بعض چیزوں کے خالق اللہ نہیں ہیں اس صورت میں معتزلہ اپنے مذہب پر استدلال کرسکتے ہیں کہ افعال عباد کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں ہے بلکہ بندہ ہے یہ باطل عقیدہ ہے تو یہ خرابی التباس مفسِر بالصفة کی وجہ سے ہوئی اس لئے نصب پڑھنا مختار ہے۔

قَوْلُهٗ وَيَسْتَوِي الْاَمْرَانِ | یعنی اسم مذکور جس جملہ میں ہے اسکا عطف ایسے جملہ اسمیہ پر ہو رہا ہو جس کی خبر جملہ فعلیہ ہو تو اس میں دونوں امر یعنی رفع اور نصب برابر ہیں یعنی اگر مرفوع پڑھیں ابتدا کی وجہ سے، تو اس کا عطف جملہ کبریٰ یعنی معطوف علیہ جملہ اسمیہ پر ہوگا کیونکہ اس صورت میں معطوف بھی اسمیہ ہوگا جیسے زَيْدٌ قَامَ وَعَمْرًوا اَكْرَمْتُهٗ میں جب عمرو مرفوع ہو اور اگر منصوب پڑھیں تو اس کا عطف جملہ صغریٰ یعنی فعلیہ پر ہوگا جو کہ خبر ہے تو دونوں میں کسی نہ کسی جملہ سے تناسب ہے اسلئے دونوں امر برابر ہیں۔

قولہ وَيَجِبُ النَّصْبُ | یہاں سے ان مقامات کا ذکر کر رہے ہیں جہاں اسم مذکور کو منصوب پڑھنا واجب ہے جب اسم مذکور حرف شرط کے بعد ہو جیسے ان زیداً ضربتہٗ ضَرَبَكَ یہاں زید کو منصوب پڑھنا واجب ہے کیونکہ شرط ہمیشہ فعل پر داخل ہوتی ہے کیونکہ شرط کا دخول وہ چیزیں ہوتی ہیں جن میں تردد ہوتا ہے اور تردد افعال میں ہی ہوتا ہے اسلئے شرط کا مدخول افعال ہی ہوں گے اور اسکی صورت یہ ہے کہ زید منصوب ہو۔ خواہ حرف شرط صراحۃً ہو مثلاً اِنْ اور لَوْ وغیرھما یا تضمناً ہو جیسے حیثما اور اینما ومتی وغیرہ لیکن راسخ فی الشرط ہو بخلاف اذا کے کہ یہ ظرف کیلئے بھی آتا ہے۔

اور حرف تحضیض کے بعد اگر مذکورہ اسم ہو تو بھی نصب واجب ہے جیسے اَلاَّ زيداً ضَرَبْتَهٗ میں زید پر نصب واجب ہے کیونکہ حروف تحضیض فعل کے ساتھ مختص ہیں اس لیے اگر تو یہ فعل ماضی پر داخل ہوں تو مقصود ترک فعل پر ملامت ہے اور اگر فعل مضارع پر ہوں تو مقصود ترغیب علی الفعل ہے اس لئے ان حروف کے بعد جو اسم ہوگا اس سے قبل فعل مقدر ماننا ضروری ہے تا کہ اس کا اختصاص بالفعل ختم نہ ہو جائے۔

قولہ وَلَيْسَ اَ زَيْدٌ ذُهِبَ بِهٖ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض : آپ نے کہاکہ اگر اسم مذکور حرف استفہام کے بعد واقع ہو تو نصب مختار ہے جب کہ ازیدذھب بہ میں سرے سے نصب ہی جائز نہیں تو آپ کا قاعدہ ٹوٹ گیا۔

جواب : یہ مثال مااضمر عاملہ الخ سے ہے ہی نہیں کیونکہ اس میں شرط یہ ہے کہ فعل یا شبہ فعل کو مسلط کیا جائے تو وہ نصب دے سکے جب کہ اس مثال میں اگر ذھب کو باء کے ساتھ اس پر داخل کریں تو زید مجرور ہوگا اسکی صورت اس طرح ہے اذھب بزید اور اگر بغیر باء کے داخل کریں تو بھی نصب نہیں دے سکتا کیونکہ یہ فعل لازم ہے جو سرے سے مفعول کا تقاضا ہی نہیں کرتا اور اگر اذھب فعل متعدی عوض میں لائیں تو بھی نصب نہیں آئے گا کیونکہ زید فعل مجہول کا نائب فاعل بن جائے گا اور مرفوع ہوگا۔

قوله وكذلك كل شيء الخ | اس مثال سے مراد وہ اسم ہے جو مااضمر عاملہ کی صورت میں ہو لیکن اس اسم کا جو فعل ہے اسے اس پر داخل کرنے سے معنی فاسد ہو جاتے ہیں تو یہ مااضمر عاملہ الخ کے قبیل سے نہ ہوگا جیسے اس کی مثال کل شئ فعلوہ فی الزبر میں اگر کل شئ مرفوع ہو تو معنی صحیح بنتے ہیں یعنی ہر وہ کام جسے بندوں نے کیا وہ نامہ اعمال میں درج ہے یعنی کل شئ مضاف اور مضاف الیہ مل کر موصوف اور فعلوہ جملہ فعلیہ صفت' موصوف اور صفت سے مل کر مبتدا فی الزبر جار مجرور متعلق ثابت محذوف کے ہو کر خبر' اس ترکیب کی صورت میں معنی صحیح بنتے ہیں لیکن اگر اس کو مااضمر عاملہ کے قبیل سے بنائیں تو کل شئ فعلوہ کا مفعول بہ ہو جائیگا فی الزبر میں دو احتمال ہیں یا تو فعلوہ کا متعلق ہوگا یا شئ کی صفت ہوگی پہلی صورت میں معنی یوں ہوگا کہ بندوں نے ہر چیز کو نامہ عمال میں کیا ہے حالانکہ نامہ اعمال افعال عباد کا محل نہیں لہذا یہ معنی فاسد ہوئے اور اگر شئ کی صفت بنائیں تو اگرچہ معنی فاسد نہیں ہوگا لیکن خلاف مقصود لازم آتا ہے اس لئے کہ مقصود یہ ہے کہ جو کام بندے کرتے ہیں وہ نامہ اعمال میں درج ہیں جب کہ اس صورت میں معنی یہ بنتے ہیں کہ جو شئ بھی صحیفوں میں ہے اسے بندوں نے کیا ہے یہ معنی اگرچہ صحیح ہے مگر خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے باطل ہے اس لئے یہ مثال مااضمر عاملہ کی قبیل سے نہیں۔

قوله وَنَحْوُ الزَّانِيَةُ الخ | واؤ عاطفہ ہے اس جملہ کا عطف وکل شئ فعلوہ الخ مثال پر ہے یعنی جس طرح وکل شئ الخ ما اضمر الخ کے قبیل سے نہیں ہے یہ مثال بھی نہیں کیونکہ قراء سبعہ کا لفظ الزانیۃ والزانی کے رفع پر اتفاق ہے اگر ما اضمر الخ کے قبیل سے مان کر منصوب پڑھیں تو ان کا اتفاق غلط ثابت ہوگا حالانکہ قراء سبعہ جس چیز پر متفق ہوں وہ قرآن ہے اور قرآن میں غلطی کا شائبہ بھی نہیں الزانیۃ والزانی مرفوع کیسے ہیں اس میں مبرد و سیبویہ کا اختلاف ہے۔

قوله الفاء بمعنى الشرط الخ | مبرد کے نزدیک فاجلدوا میں فاء بمعنی شرط ہے یعنی فاء جزائیہ ہے جو خود شرط پر دال ہے اور الزانیۃ اور الزانی میں الف لام موصول ہے اور اسم فاعل صلہ ہے موصول صلہ سے مل کر مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہے اور فاجلدوا خبر بمنزلہ جزاء کے ہے اور فاء جزائیہ ہے جو مابعد کو ماقبل میں عمل سے روکتی ہے ... الزانیۃ

اور الزانی میں فاجلدوا عمل نہیں کر سکتا یہ ما اضمر الخ کے قبیل سے نہیں۔

قوله وَجُمْلَتَانِ عِنْدَ سِيْبَوَيْهِ الخ سیبویہ کہتے ہیں کہ دو نوں مستقل جملے ہیں الزانیۃ والزانی معطوف، معطوف علیہ ہے ان کا مضاف محذوف ہے ای حکم الزانیہ والزانی یہ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا ہے اس کی خبر فیما تیلی علیکم محذوف ہے پس تقدیری عبارت یوں ہوگی حکم الزانیہ والزانی فیما تیلی علیکم یہ ایک جملہ ہوا اور جملہ ثانیہ کی تقدیری عبارت اُس طرح ہے ان ثبت زناھما فاجلدوا کل الخ تو فاء سببیت کے لئے ہے تو یہ ما اضمر کی قبیل سے نہیں کیونکہ یہ دو جملے ہیں اور ایک جملہ دوسرے میں عمل نہیں کرتا - تو قراء کا اتفاق علی الرفع بھی صحیح ہو گیا اور ما اضمر عاملہ والا قاعدہ بھی منتقض نہیں ہوا۔

قوله وَاِلَّا فَالْمُخْتَارُ اَلنَّصْبُ الخ یعنی سیبویہ اور مبرد دونوں میں سے کسی کی رائے بھی قبول نہیں کریں گے تو اس میں پھر نصب ہی مختار ہوگا اور یہ ما اضمر عاملہ الخ کے قبیل سے ہو جائیگا اس صورت میں قراء سبعہ کا اتفاق علی الباطل لازم آئے گا یہ باطل ہے اس لئے دونوں میں سے کسی ایک کی رائے ماننا ضروری ہے۔

> اَلرَّابِعُ اَلتَّحْذِيْرُ وَهُوَ مَعْمُوْلٌ بِتَقْدِيْرِ اِتَّقِ تَحْذِيْرًا مِمَّا بَعْدَهٗ اَوْ ذُكِرَ الْمُحَذَّرُ مِنْهُ مُكَرَّرًا مِثْلُ اِيَّاكَ وَ الْاَسَدَ وَاِيَّاكَ وَاَنْ تَحْذِفَ وَالطَّرِيْقَ الطَّرِيْقَ وَتَقُوْلُ اِيَّاكَ مِنَ الْاَسَدِ وَمِنْ اَنْ تَحْذِفَ وَ اِيَّاكَ اَنْ تَحْذِفَ بِتَقْدِيْرِ مِنْ وَلَا تَقُوْلُ اِيَّاكَ الْاَسَدَ لِاِمْتِنَاعِ تَقْدِيْرِ مِنْ۔

ترجمه :(ان چار جگہوں میں سے) چوتھی جگہ تحذیر ہے اور (تحذیر) وہ معمول ہے جو اتق کی تقدیر کے ساتھ مابعد سے ڈرانے کیلئے آتا ہے یا محذر منہ کو مکرر ذکر کر دیا جائے جیسے ایاک والاسد وایاک ان تحذف اور الطریق الطریق اور تو یہ بھی کہہ سکتا ہے ایاک من الاسد اور ایاک من ان تحذف اور (یوں بھی کہہ سکتا ہے) ایاک ان تحذف، من کو مقدر ماننے کے ساتھ اور ایاک الاسد نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہاں من کا مقدر ماننا ممتنع ہے۔

تشریح : صاحب کافیہ مفعول بہ کے حذف فعل کی وجوبی جگہیں بیان کر رہے تھے یہاں سے چوتھی جگہ بیان کر رہے ہیں جہاں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے اور وہ تحذیر ہے تحذیر کا لغوی معنی ڈرانے کے ہیں اور جسے ڈرایا جارہا ہے اسے محذر اور جس سے ڈرایا جارہا اسے محذر منہ کہتے ہیں اور نحویوں کی اصطلاح میں تحذیر اس اسم کو کہتے ہیں جو مفعولیت کی بنا پر اتق یا بعّدْ کا معمول ہو پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱-وہ اسم جو اتق مقدر کی وجہ سے منصوب ہو اور اس کو مابعد سے ڈرایا جائے اور دوسری قسم جو اتق مقدر کا معمول ہو لیکن محذر منہ کو مکرر ذکر کیا گیا ہو اس میں فعل کو حذف کرنا وقت کی قلت اور قلت فرصت کی وجہ سے ہے کہ فعل کے ذکر کا موقع ہی نہیں کیونکہ ایاک والاسد کی مثال میں اگر فعل کو ذکر کیا جائے تو ممکن ہے جس شخص کو شیر سے ڈرایا جارہا ہے وہ شیر کا شکار بن جائے۔

قوله مِثْلُ اِيَّاكَ وَ الْاَسَدَ | تحذیر کی نوع اول کی مثال ایاک والاسد اور ایاک ان تحذف ہے ایاک والاسد اصل میں اِتَّقِكَ وَ الْاَسَدَ ہے اس لئے کہ جب ضمیر فاعل اور ضمیر مفعول سے مراد شیٔ واحد ہو تو دوسری ضمیر کو افعال قلوب کے علاوہ میں نفس سے بدلنا واجب ہے تو یوں عبارت بن جائے گی اتق نفسک والاسد جب تنگی مقام کی وجہ سے اتق کو حذف کیا نفس کو بھی حذف کر دیا گیا اسکی بھی ضرورت نہ رہی تو ضمیر متصل کو منفصل سے بدل دیا ایاک والاسد بن گیا۔

قوله وَاِيَّاكَ وَ اَنْ تَحْذِفَ | اسکی اصل تھی اتق نفسک عن حذف الارنب' یعنی اپنے نفس کو خرگوش کو الا تھی سے مارنے سے بچا بعد میں ایاک وان تحذف بن گیا ایاک والاسد کی طرح

قوله اَلطَّرِيْقَ الطَّرِيْقَ | تحذیر کی نوع ثانی کی مثال ہے یعنی محذر منہ کو مکرر لایا جائے الطریق الطریق اصل میں تھا اتق الطریق الطریق تنگی مقام اور قلت فرصت کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیا۔

قوله وَتَقُوْلُ اِيَّاكَ مِنَ الْاَسَدِ الخ | محذر منہ کے استعمال کی عقلی طور پر آٹھ صورتیں بنتی ہیں اسلئے محذر منہ یا تو اسم تحقیقی ہوگا جیسے الاسد وغیرہ یا اسم تاویلی جیسے ان تحذف وغیرہ اور ان دونوں اسموں کا استعمال یا من کے ساتھ ہوگا یا بغیر من کے 'اس طرح یہ کل چار صورتیں بن جاتی ہیں یعنی محذر منہ اسم تحقیقی ہو من کے ساتھ یا بغیر من کے اس طرح محذر منہ اسم تاویلی من کے ساتھ یا بغیر من کے پھر ہر ایک کی دو دو صورتیں ہیں اسلئے کہ واؤ اور من دو حال سے خالی نہیں مذکور ہوں گے یا نہیں اس طرح کل آٹھ صورتیں بن جاتی ہیں ایک تا چار محذر منہ اسم تحقیقی ہو من یا واؤ کے ساتھ استعمال ہو اور واؤ یا من مذکور ہوگا یا نہیں پانچ تا آٹھ محذر منہ اسم تاویلی ہو من کے ساتھ۔ استعمال ہوگا یا واؤ کے ساتھ اور واؤ یا من مذکور ہوں گے یا نہیں ان میں سے تین صورتیں ناممکن الوجود ہیں اس لئے کہ خواہ اسم تحقیقی ہو یا اسم تاویلی 'واؤ کو کسی حالت میں بھی محذر منہ سے جدا نہیں کر سکتے اسی طرح من کو اسم تحقیقی سے جدا نہیں کر سکتے ہاں اسم تاویلی سے من کو جدا کر سکتے ہیں۔ وتقول ایاک من الاسد الخ سے مصنف تفصیل بتانا چاہتے ہیں یعنی جیسے تحذیر کی نوع اول کی دونوں مثالوں میں محذر منہ کو واؤ مذکور کے ساتھ استعمال کرنا جائز ہے اسی طرح من مذکور کے ساتھ استعمال بھی جائز ہے۔

قوله وَاِيَّاكَ اَنْ تَحْذِفَ الخ | یعنی نوع کی دوسری مثال ایاک وان تحذف کو من کے حذف کے ساتھ بھی استعمال کرنا جائز ہے وایاک ان تحذف اصل میں ایاک من ان تحذف تھا من حرف کو تخفیفا حذف کر دیا کیونکہ اِن اور اَن میں حرف من کو اکثر حذف کر دیتے ہیں۔

قوله وَلَا تَقُوْلُ اِيَّاكَ الْاَسَدَ الخ | یعنی تحذیر کی نوع اول کی پہلی مثال میں من کو مقدر ماننا جائز نہیں اس لئے کہ من کا حذف اسم صریح سے جائز نہیں ہوتا۔

اعتراض : یہاں پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ تم یہاں واؤ عاطفہ مقدر مان لو اور یوں کہہ دو کہ ایاک والاسد

جواب : واو عاطفہ کو مقدر ماننا من کو مقدر ماننے سے بھی زیادہ قبیح ہے کیونکہ واؤ کا حذف بالکل ثابت نہیں من کا حذف اگرچہ شاذ ہے لیکن ثابت ہے۔

اَلْمَفْعُوْلُ فِيْهِ هُوَمَا فُعِلَ فِيْهِ فِعْلٌ مَذْكُوْرٌ مِنْ زَمَانٍ اَوْ مَكَانٍ وَشَرْطُ نَصْبِهِ تَقْدِيْرُفِيْ وَظُرُوْفُ الزَّمَانِ كُلُّهَا تَقْبَلُ ذَلِكَ وَظُرُوْفُ الْمَكَانِ اِنْ كَانَ مُبْهَمًا قَبِلَ ذَالِكَ وَاِلاَّ فَلاَ وَفُسِّرَ الْمُبْهَمُ بِالْجِهَاتِ السِّتِّ وَحُمِلَ عَلَيْهِ عِنْدَ وَلَدَى وَشِبْهُهُمَا لاِبْهَامِهِمَا وَلَفْظُ مَكَانٍ لِكَثْرَتِهِ وَمَا بَعْدَ دَخَلْتَ عَلَى الْاَصَحِّ وَيُنْصَبُ بِعَامِلٍ مُضْمَرٍ وَعَلَى شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ

ترجمه : مفعول فیہ وہ (اسم) ہے جس میں فعل مذکور کیا گیا ہو زمان یا مکان میں سے اور اس (مفعول فیہ) کے منصوب ہونے کی شرط فی کا مقدر ہونا ہے اور ظروف زمان سب کے سب اس کو (تقدیر فی کو) قبول کرتے ہیں اور ظروف مکان اگر مبہم ہو تو تقدیر فی کو قبول کرتا ہے وگرنہ نہیں اور مبہم کی تفسیر کی گئی ہے چھ جہات کے ساتھ اور محمول کیا گیا ہے اس پر عند اور لدی اور ان دونوں کے مشابہ کو ان دونوں میں ابہام کی وجہ سے اور لفظ مکان کو بھی اسکے کثرت (استعمال) کی وجہ سے اور اسی طرح دخلت کے مابعد کو بھی صحیح قول پر، اور نصب دیا جاتا ہے مفعول فیہ کو عامل کے مقدر ہونے کی وجہ سے اور شریطۃ التفسیر کی بناء پر

تشریح : قوله المفعول فيه الخ یہاں منصوبات میں سے تیسرے منصوب یعنی مفعول فیہ کو بیان کر رہے ہیں مفعول فیہ وہ اسم ہے جس میں فعل مذکور واقع ہو جیسے صَلَّيْتُ فِي الْمَسْجِدِ صُمْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مفعول فیہ کو ظرف بھی کہتے ہیں ظرف کی دو قسمیں ہیں ظرف زمان اور ظرف مکان

ظرف زمان : جس زمانے میں فعل کیا گیا ہو اسے ظرف زمان کہتے ہیں جیسے سَافَرْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ظرف مکان : جس مکان میں فعل کیا جائے اسے ظرف مکان کہتے ہیں جیسے صَلَّيْتُ فِي الْمَسْجِدِ

پھر ظرف زمان اور ظرف مکان کی دو دو قسمیں ہیں (۱) مبہم (۲) محدود

ظرف زمان اور مکان مبہم : مبہم اُسے کہتے ہیں جس کی حد متعین نہ ہو خواہ وہ زمان ہو جیسے دھر، حین یا مکان ہو جیسے خلف اور امام کیونکہ دھر، حین اور اسی طرح خلف امام کی کوئی حد نہیں ہو سکتی

ظرف زمان و مکان محدود : محدود اسے کہتے ہیں جس کی حد معین ہو خواہ زمان ہو جیسے یوم و لیل شہر وسنۃ یا مکان ہو جیسے مسجد، دار

قوله وَشَرْطُ نَصْبِهِ الخ مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس میں فی مقدر ہو جیسے صمت شہرا اسمیں فی مقدر ہے اور اگر مفعول فیہ میں فی لفظوں میں مذکور ہو تو اس وقت مجرور ہو گا جیسے جلست فی الدار اور صلیت فی المسجد

قوله وظروف الزمان الخ ظرف زمان خواہ مبہم ہو جیسے دھر، حین یا محدود جیسے یوم شہر تو اس میں فی مقدر

ہوتا ہے جیسے صُمْتُ دَهْرًا و شَهْرًا اور سَافَرْتُ شَهْرًا ای فی الدھر وفی الشہر۔

قوله وَظُرُوْفُ الْمَكَانِ الخ | ظرف مکان اگر مبہم ہو تو اس میں فی مقدر ہوتا ہے جیسے قُمْتُ خَلْفَكَ میں فی مقدر ہے اور اگر مکان محدود ہو تو اس میں فی لفظوں میں مذکور ہوتا ہے جیسے جلست فی المسجد' مکان مبہم کی تفسیر جہات ستہ سے کی جاتی ہیں اور جہات ستہ یہ ہیں :(۱) قدام (۲) خلف (۳) یمین (۴) شمال (۵) فوق (۶) تحت
اور عند اور لدی اور ان دونوں کے مشابہ یعنی دون اور سوی کو بھی مکان مبہم پر محمول کیا جاتا ہے اسلئے کہ ان میں ایک قسم کا ابہام ہوتا ہے۔

قوله وَ لَفْظ مَكَانٍ لِكَثْرَتِهِ الخ | لفظ مکان بھی مکانِ مبہم پر محمول ہے اور وجہ کثرت استعمال ہے نہ کہ ابہام 'کیونکہ کثرت استعمال تخفیف کی مقتضی ہے اور تخفیف تقدیر فی اور منصوب ہونے کی حالت میں ہے۔

قوله وَمَا بَعْدَ دَخَلْتُ عَلَى الْأَصَحِّ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ دخلت کے مابعد کو بھی اصح قول کے مطابق کثرت استعمال کی وجہ سے مکان مبہم پر محمول کیا جاتا ہے اگرچہ یہ معین ہوتا ہے اصح کی قید اس لئے لگائی کہ بعض نحوی کہتے ہیں کہ دخلت کا مابعد مفعول بہ ہوتا ہے جس طرح فعل متعدی بغیر مفعول بہ کے نہیں ہوتا اسی طرح دخلت کا معنی بھی مابعد کے ملائے بغیر پورا نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ دخلت کا مابعد مفعول بہ ہے مفعول فیہ نہیں 'لیکن جمہور نحاۃ کہتے ہیں کہ دخلت کا مابعد مفعول فیہ ہے اصل میں اس کا استعمال حرف جر کے ساتھ ہوتا ہے لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے اس کو حذف کردیا جاتا ہے جیسے دخلت الدار اصل میں تھا دخلت فی الدار تخفیفاً فی کو حذف کردیا۔

قوله وَ يُنْصَبُ بِعَامِلٍ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ بعض دفعہ مفعول فیہ اس وجہ سے منصوب ہوتا ہے کہ اس میں عامل مقدر ہے جیسے کوئی پوچھے مَتىٰ سِرْتَ' تو اس کے جواب میں کہا جائے یوم الجمعۃ ای سرت یوم الجمعۃ اور مفعول فیہ بعض دفعہ عامل کے مقدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے اس طرح کہ آگے اس کی تفسیر آرہی ہو جیسے یوم الجمعۃ صمت فیہ اصل میں تھا صمت یوم الجمعہ صمت فیہ' پہلے صمت کو شریطۃ التفسیر کی بنا پر حذف کردیا۔

اَلْمَفْعُوْلُ لَهٗ هُوَ مَا فُعِلَ لِاَجْلِهٖ فِعْلٌ مَذْكُوْرٌ مِثْلُ ضَرَبْتُهٗ تَاْدِيْبًا وَقَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا خِلَافًا لِلزَّجَّاجِ فَاِنَّهٗ عِنْدَهٗ مَصْدَرٌ وَشَرْطُ نَصْبِهٖ تَقْدِيْرُ اللَّامِ وَاِنَّمَا يَجُوْزُ حَذْفُهَا اِذَا كَانَ فِعْلًا لِفَاعِلِ الْفِعْلِ الْمُعَلَّلِ بِهٖ وَمُقَارِنًا لَهٗ فِي الْوُجُوْدِ۔

ترجمه : مفعول لہ وہ (اسم) ہے جس کے لئے فعل مذکور کیا گیا ہے جیسے ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا وَقَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا خلاف ہے زجاج نحوی کے' یہ بے شک ان کے نزدیک (مفعول لہ) مصدر ہے اور مفعول لہ کے نصب کی شرط لام کا مقدر ہونا ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ اس لام کو حذف کرنا جائز ہے جب کہ مفعول لہ فعل معلل بہ کے فاعل کا فعل ہو اور وہ (مفعول لہ) وجود میں اس (فعل کا جس کی علت مفعول لہ کے ساتھ بیان کی گئی ہے) کا مقارن ہو

قوله اَلْمَفْعُوْلُ لَهٗ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ مفعول لہ کی تعریف بیان کرتے ہیں مفعول لہ وہ اسم ہے جسکے حاصل کرنے یا اس کے پائے جانے کیوجہ سے فعل مذکور کیا گیا ہے جیسے ضربته تاديبا میں نے اسے مار ادب سکھانے کیلئے اس مثال میں تادیبا مفعول لہ ہے اور اس کے حصول کے سبب سے فعل مذکور واقع ہوا ہے کہ مار ادب سکھانے کے لئے پڑی ہے اور دوسری مثال قعدت عن الحرب جبنا کہ میں لڑائی سے بزدلی کی وجہ سے بیٹھا اس مثال میں جبنا مفعول لہ ہے کہ اس کے وجود کے سبب سے قعود عن الحرب ہوا ہے۔

فوائد قیود : ما فعل میں ما برائے جنس ہے اسمیں تمام مفاعیل شامل ہیں اور جب لاجلہ کہا تو تمام مفاعیل خارج ہو گئے۔

قوله خِلَافًا لِلزَّجَّاجِ الخ | جمہور کے ہاں مفعول لہ مستقل معمول ہے لیکن زجاج نحوی کے ہاں یہ مستقل معمول نہیں ہے بلکہ یہ فعل کا مصدر من غیر لفظہ ہوتا ہے یعنی مفعول مطلق ہوتا ہے تو ان کے ہاں ضربتہ تادیبا ادبت بالضرب تادیبا کے معنی میں ہے اور قعدت عن الحرب جبنا والی مثال جبنت فی القعود عن الحرب جبنا کے معنی میں ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ تاویل کر کے ایک نوع کو دوسری نوع میں داخل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اول ثانی کا عین ہو جائے ورنہ تاویل سے تو حال بھی مفعول فیہ ہو سکتا ہے جیسے جَاءَ زَيْدٌ رَاكِبًا کو تاویل کر کے جاء زید فی وقت الرکوب کے معنی میں کر سکتے ہیں۔

قوله وَشَرْطُ نَصْبِهٖ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مفعول لہ کے نصب کیلئے اس میں لام کو مقدر ماننا ضروری ہے اگر لام لفظوں میں مذکور ہو تو مفعول لہ مجرور ہو جائے گا جیسے ضَرَبْتُهٗ لِلتَّادِيْبِ۔

قوله وَاِنَّمَا يَجُوْزُ حَذْفُهَا الخ | مفعول لہ کے لام کیلئے ضروری ہے کہ وہ اسکے ساتھ ہی مذکور ہو جیسے

ضربتہ للتادیب ہاں دو شرطوں کے ساتھ حذف کر کے نصب پڑھ سکتے ہیں۔

(۱) مفعول لہ فعل معلل بہ کے فاعل کا فعل ہو، فعل معلل سے مراد وہ فعل ہے جس کی علت مفعول لہ کے ساتھ بیان کی گئی ہو جب یہ شرط نہ پائی جائے گی تو لام کو ذکر کرنا ضروری ہے جیسے جِئْتُكَ للسمن اس میں سمن مفعول لہ جئت کے فاعل کا فعل نہیں کیونکہ اعطاء سمن تو دوسرے آدمی کا کام ہے۔

(۲) مفعول لہ وجود میں فعل معلل بہ کا مقارن ہو یعنی فعل معلل بہ اور مفعول لہ کا زمانہ متحد ہو اگر یہ شرط نہ پائی جائے تو لام کو ذکر کیا جائے گا جیسے اَکْرَمْتُكَ الْيَوْمَ لِوَعْدِیْ بِذٰلِكَ امس اس مثال میں مفعول لہ یعنی لوعدی میں لام کو ذکر کرنا اس لئے ضروری ہے کہ مفعول لہ کے وقوع کا زمانہ امس ہے اور فعل معلل بہ یعنی اکرام کا وجود الیوم میں ہو رہا ہے۔

اَلْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ هُوَ مَذْكُوْرٌ بَعْدَ الْوَاوِ لِمُصَاحَبَةِ مَعْمُوْلِ فِعْلٍ لَفْظًا اَوْ مَعْنًى فَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ لَفْظًا وَ جَازَ الْعَطْفُ فَالْوَجْهَانِ مِثْلُ جِئْتُ اَنَا وَ زَيْدٌ وَ زَيْدًا وَاِلَّا تَعَيَّنَ النَّصْبُ مِثْلُ جِئْتُ وَزَيْدًا وَاِنْ كَانَ مَعْنًى وَجَازَ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ الْعَطْفُ نَحْوُ مَا لِزَيْدٍ وَعَمْرٍو وَاِلَّا تَعَيَّنَ النَّصْبُ مِثْلُ مَالَکَ وَ زَيْدًا وَمَا شَانُکَ وَعَمْرًا لِاَنَّ الْمَعْنٰى مَا تَصْنَعُ۔

ترجمہ: مفعول معہ وہ (اسم) ہے جو واؤ کے بعد مذکور ہو (اور واؤ مع کے معنی میں ہو) فعل کے معمول کی مصاحبت کیلئے خواہ فعل لفظی ہو یا معنوی، پس اگر فعل لفظی ہو اور عطف کرنا جائز ہو تو پس (اس میں) دونوں صورتیں جائز ہیں جیسے جئت انا وزیدٌ وزیدًا، وگرنہ نصب متعین ہے جیسے جئت وزیدًا اور اگر فعل معنوی ہو اور عطف کرنا جائز ہو تو عطف ہی متعین ہوگا جیسے مالزید وعمرو وگرنہ نصب ہی متعین ہوگا جیسے مالک وزیدا وماشانک وعمروا اس لئے کہ اس کا معنی ہے ما تصنع۔

تشریح: قوله اَلْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ مفعول معہ کی تعریف [illegible] کرتے ہیں مفعول معہ وہ اسم ہے جو واؤ کے بعد مذکور ہو اور وہ واؤ مع کے معنی میں ہو اور مقصود اس واؤ سے یہ ہو [illegible] واؤ کے مابعد کی مذکورہ فعل کے معمول کے ساتھ مصاحبۃ کی خبر دے جیسے جَاءَ الْبَرْدُ وَ الْجُبَّاتِ سردی جبوں کے ساتھ آئی اس

مثال میں واؤ مع کے معنی میں ہے اور جاء فعل کا معمول البرد ہے اور واؤ البرد کے ساتھ جبات کو مجیئت میں شریک کرنے کے لئے ہے اور جیسے جئت انا وزیدا اس مثال میں واؤ زید کو مجیئت میں متکلم کا شریک بنانے کیلئے ہے۔

قوله لَفْظًا اَوْ مَعْنًى الخ | خواہ وہ فعل جیسے معمول کے ساتھ شرکت مقصود ہے لفظی ہو جیسے اِسْتَوَی الْمَاءُ وَالْخَشَبَةَ اور خواہ معنوی ہو جیسے مَالَكَ وَزَيْدًا اى ما تصنع وزیدا۔

قوله فَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ الخ | یعنی اگر فعل لفظی ہو اور واؤ کے مابعد کا ماقبل پر عطف کرنا جائز ہو تو اس وقت مفعول معہ میں رفع اور نصب دونوں جائز ہیں رفع ماقبل پر عطف کرتے ہوئے جیسے جئت انا وزید اور نصب مفعولیت کی بنا پر جیسے جئت انا وزیدا۔

قوله وَاِلَّا تَعَيَّنَ النَّصْبُ الخ | اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب ہی متعین ہوگا مفعول معہ ہونے کی بنا پر جیسے جئت وزیدا اس مثال میں ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے عطف جائز نہیں اور نصب ضروری ہوگا۔

قوله وَاِنْ كَانَ مَعْنًى الخ | اگر فعل معنوی ہو اور عطف کرنا جائز ہو تو اس صورت میں عطف ہی متعین ہوگا جیسے مَا لِزَيْدٍ وَعَمْرٍو اور اگر عطف کرنا جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو اس صورت میں مفعول معہ کی بنا پر نصب ہی متعین ہوگا جیسے مالک وزیدا اور ماشانک وعمروا ان دونوں مثالوں میں فعل معنوی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مالک وزیدا اور ما شانک وعمروا ما تصنع کے معنی میں ہیں اور مالزید وعمرو ما یصنع زید وعمرو کے معنی میں ہے اب ان دونوں مثالوں میں عطف اس لئے ممتنع ہے کہ ضمیر مجرور پر عطف بلا اعادہ حرف جر جائز نہیں ہوتا۔

اَلْحَالُ مَا يُبَيِّنُ هَيْئَةَ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ لَفْظًا اَوْ مَعْنًى نَحْوُ ضَرَبْتُ زَيْدًا قَائِمًا وَزَيْدٌ فِي الدَّارِ قَائِمًا وَهٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا وَعَامِلُهَا الْفِعْلُ اَوْ شِبْهُهٗ اَوْ مَعْنَاهُ وَشَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ نَكِرَةً وَصَاحِبُهَا مَعْرِفَةً غَالِبًا وَاَرْسَلَهَا الْعِرَاكَ وَمَرَرْتُ بِهٖ وَحْدَهٗ وَنَحْوُهٗ مُتَاَوَّلٌ فَاِنْ كَانَ صَاحِبُهَا نَكِرَةً وَجَبَ تَقْدِيْمُهَا وَلَا يَتَقَدَّمُ عَلَى الْعَامِلِ الْمَعْنَوِيِّ بِخِلَافِ الظَّرْفِ وَلَا عَلَى الْمَجْرُوْرِ عَلَى الْاَصَحِّ وَكُلُّ مَا دَلَّ عَلٰى هَيْئَةٍ صَحَّ اَنْ يَقَعَ حَالًا مِثْلُ هٰذَا بُسْرًا اَطْيَبُ مِنْهُ رُطَبًا۔

ترجمه :حال وہ (لفظ) ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی حالت کو بیان کرے (چاہے وہ فاعل یا مفعول بہ) لفظا ہو یا معنی جیسے ضَرَبْتُ زَيْدًا قائمًا اورزید فی الدار قائمًا وهذا زَيدٌ قَائِمًا اور اس (حال) کا عامل فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل ہوتا ہے اور اس حال کی شرط یہ ہے کہ وہ (حال) نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے اور ارسلها العراک اور مررت بہ وحدہ اور اس جیسی مثالوں میں تاویل کی گئی ہے اور اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو مقدم کرنا واجب ہے اور وہ (حال) عامل معنوی پر مقدم نہیں ہو سکتا بخلاف ظرف کے (یہ عامل معنوی پر مقدم ہو سکتا ہے) اور نہ ہی اس ذو الحال پر مقدم ہو سکتا ہے جو مجرور ہو صحیح قول کی بنا پر اور ہر وہ (اسم) جو ہیئت پر دلالت کرے (خواہ وہ جامد ہو یا مشتق) اسکا حال واقع ہونا صحیح ہے جیسے هذا بسرًا اَطْيَبُ منه رطبًا -

تشریح :قوله اَلْحَالُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حال کی تعریف بیان کرتے ہیں حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی حالت کو بیان کرے جیسے جَاءَ نِیْ زَيْدٌ رَاكِبًا اس مثال میں راکبا حال ہے اور فاعل یعنی زید کی حالت کو بیان کیا ہے اور جیسے رایت زیدا راکبا اس مثال میں راکبا نے مفعول بہ یعنی زید کی حالت کو بیان کیا ہے اور یا فاعل و مفعول دونوں کی حالت کو بیان کرے جیسے لقیت عمروا راکبین اس مثال میں لفظ راکبین فاعل اور مفعول بہ دونوں کی حالت کو بیان کر رہا ہے-

قوله لَفظًا اَوْ مَعْنًا الخ | یعنی خواہ وہ فاعل اور مفعول بہ جس سے حال واقع ہو رہا ہے لفظی ہو یا معنوی جیسے ضربت زیدا قائما اس مثال میں فاعل اور مفعول بہ لفظا مذکور ہیں اور قائما میں یہ بھی احتمال ہے کہ ضربت کی ضمیر متکلم سے حال بنے اور یہ بھی احتمال ہے کہ زید مفعول بہ سے حال بنے اور زید فی الدار قائما والی مثال میں قائما فاعل لفظی سے حال واقع ہو رہا ہے مگر پہلی مثال لفظی حقیقی کی ہے اور یہ مثال لفظی حکمی کی ہے اس لئے کہ قائما اس ضمیر سے حال ہے جو حاصل میں مستتر ہے کیونکہ فی الدار حاصل کے متعلق ہے اور قائما حاصل کی ضمیر سے حال بن رہا ہے اور ہذا زید قائما اس مثال میں قائما مفعول بہ معنوی سے حال بن رہا ہے اس لیے کہ ھذا اشیر کے معنی میں ہے تو عبارت یوں ہو گی اشیر زیدا قائما -

قوله وَعَامِلُهَا اَلْفِعْلُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حال کا عامل یا فعل ہوتا ہے جیسے جاءنی زید راکبا ، یا حال کا عامل شبہ فعل ہوتا ہے خواہ وہ اسم فاعل ہو جیسے زید ذاھب راکبا یا اسم مفعول ہو جیسے زید مضروب قائما اور یا صفت مشبہ ہو جیسے زید حسن ضاحکا یا اسم تفضیل ہو جیسے هذا بسرا اطیب منہ رطبا یا مصدر جیسے

ضربی زیدا قائما اور کبھی خود فعل یا شبہ فعل تو عامل نہیں ہوتا لیکن فعل یا شبہ فعل کا ہم معنی عامل ہوتا ہے جو سیاق کلام سے سمجھا جاتا ہے۔

قوله وَ شَرْطُهَا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ حال میں شرط یہ ہے کہ نکرہ ہو اسلئے کہ کلام میں تنکیر اصل ہے اور ذوالحال میں اصل یہ ہے کہ معرفہ ہو کیونکہ ذوالحال محکوم علیہ ہوتا ہے اور محکوم علیہ اصل میں معرفہ ہوتا ہے۔

قوله وَاَرْسَلَهَا الخ | یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض : آپ نے حال میں نکارت کی شرط لگائی جب کہ وارسلها العراک اور مررت بہ وحدہ ان مثالوں میں العراک اور وحدہ دونوں حال ہیں اور معرفہ ہیں تو آپ کا یہ شرط لگانا صحیح نہ ہوا۔

جواب : ۱ ، ان مثالوں میں العراک اور وحدہ اگرچہ حال ہیں مگر یہ معرفہ نہیں کیونکہ العراک میں الف لام زائدہ ہے اس لئے حال نکرہ ہی ہے اور وحدہ متوحد کے معنی میں ہے چنانچہ دونوں مثالوں میں حال نکرہ ہے۔

جواب : ۲، یہ دونوں اگرچہ معرفہ ہیں مگر حال نہیں بلکہ فعل محذوف کے مفعول مطلق ہیں اصل عبارت یوں ہے وارسلها تعترک العراک' تو تعترک العراک مکمل جملہ فعلیہ حال بن رہا ہے اور دوسری مثال کی تقدیری عبارت یوں ہے مررت بہ ینفرد وحدہ تو ینفرد جملہ فعلیہ حال ہے اور وحدہ مفعول مطلق۔

فائدہ : ارسلها العراک الخ لبید شاعر کے شعر کا جزء ہے پورا شعر یوں ہے

وَاَرْسَلَهَا الْعِرَاكَ وَلَمْ يَذُدْهَا ☆ وَلَمْ يُشْفِقْ عَلٰى نَغْصِ الدِّخَالِ

اس نے پہاڑ سے حمار وحشی نر کو دیکھا کہ اس نے مادہ حمار وحشی کو پانی پینے کے لئے چھوڑا اور خود ایک طرف ہو کر کھڑا ہو گیا تاکہ انکی نگہبانی کرے تو اس نے یہ شعر پڑھا وارسلها العراک الخ یعنی حمار وحشی نر نے اپنی مادہ حمار وحشی کو ایک ساتھ ہی چھوڑ دیا اور ان کو جمع ہونے سے نہ روکا اور نہ ہی اس بات کا خوف کیا کہ وہ اجتماع کی وجہ سے پوری طرح سیراب نہ ہو سکیں گے۔ ... جو بھیڑ لگنے والی تھیں

وارسلھا العراک ولم یذدھا ☆ ولم یشفق علی نغض الدخال

ترکیب :واواستینافیہ لفظ مراد ہوں مرفوع تقدیرا مبتدا محذوف خبر محذوف 'مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا اور اگر معنی شعر مراد ہوں تو ترکیب اس طرح ہو گی ارسل فعل ماضی ھو ضمیر درو مستتر راجع بسوئے حمار وحشی فاعل ھا ضمیر محلا منصوب راجع بسوئے الامن الوحشیہ ذوالحال 'العراک بتاویل معترکہ ہو کر حال 'حال ذوالحال سے مل کر مفعول بہ ہوا ارسل کا 'فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واو حرف عطف لم یذد فعل جحد ھو ضمیر درو مستتر فاعل ھا ضمیر مفعول بہ لم یذد فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف اول واو حرف عطف لم یشفق فعل ھو ضمیر درو مستتر فاعل علی حرف جر نغض مضاف الدخال مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور 'جار مجرور مل کر ظرف لغو متعلق لم یشفق فعل کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ثانی ارسلھا العراک کا 'معطوف علیہ اپنے دونوں معطوفوں سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

قولہ وَاِنْ کَانَ صَاحِبُھَا الخ | یعنی اگر حال کے نکرہ ہونے کے ساتھ ساتھ ذوالحال بھی نکرہ ہو تو حال کو مقدم کرنا واجب ہے جیسے جاءنی رجل راکبا میں یوں کہیں گے جاءنی راکبا رجل اور اگر ایسا نہ کریں تو ذوالحال کے منصوب ہونے کی صورت میں حال کا صفت سے التباس لازم آئے گا جیسے رایت رجلا راکبا میں راکبا کا رجلا سے صفت واقع ہونے کا بھی احتمال ہے اور حال ہونے کا بھی تو اگر راکبا کو مقدم کریں تو اس کا حال ہونا متعین ہو جائیگا یعنی رایت راکبا رجلا کیونکہ صفت اپنے موصوف پر مقدم نہیں ہو سکتی۔

قولہ وَلَا تَتَقَدَّمُ عَلَی الْعَامِلِ الخ | یہاں سے ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ حال عامل معنوی پر مقدم نہیں ہو سکتا کیونکہ عامل معنوی ضعیف عامل ہے مابعد میں تو عمل کرتا ہے لیکن ماقبل میں عمل نہیں کر سکتا ہاں اگر حال ظرف ہو وہ عامل معنوی پر بھی مقدم ہو سکتا ہے اس لئے کہ ظرف میں بہت زیادہ وسعت ہے اور حال اپنے ذوالحال مجرور پر بھی مقدم نہیں ہو سکتا خواہ وہ مجرور باضافت ہو یا مجرور بحرف جر ہو لیکن مجرور باضافت میں تو حال کی تقدیم بالاتفاق ممنوع ہے البتہ مجرور بحرف جر میں اختلاف ہے کوفیین کے نزدیک مجرور بحرف جر میں حال ذوالحال پر مقدم ہو سکتا ہے لیکن جمہور نحوی اس کو جائز قرار نہیں دیتے اور صاحب کافیہ کا بھی یہی مذہب ہے اسی وجہ سے علی الاصح کہا اور وجہ جائز نہ ہونے کی یہ ہے کہ حال ذوالحال کا وجود میں تابع اور فرع ہوتا ہے تو جس طرح مضاف الیہ اپنے مضاف پر

مقدم نہیں ہو سکتا اسی طرح مضاف الیہ کا تابع بھی مضاف الیہ پر مقدم نہیں ہو سکتا اور جیسے مجرور اپنے جار سے مقدم نہیں ہو سکتا اسی طرح اس کا تابع بھی حرف جر سے مقدم نہیں ہو سکتا۔

قولہ وَكُلُّ مَا دَلَّ عَلٰى هَيْئَةٍ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ان نحاۃ پر رد کرنا چاہتے ہیں جو حال کیلئے مشتق یا معنی مشتق ہونا ضروری قرار دیتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ ایسی بات نہیں بلکہ جو اسم بھی ھیئت پر دلالت کرے وہ حال بن سکتا ہے خواہ جامد ہو یا مشتق جیسے ہذا بسرا اطیب منہ رطبا اس مثال میں بسرا اور رطبا دونوں اسم جامد ہیں اور حال بن رہے ہیں۔

وَقَدْ تَكُوْنُ جُمْلَةً خَبَرِيَّةً فَالْاِسْمِيَّةُ بِالْوَاوِ وَ الضَّمِيْرِ اَوْ بِالْوَاوِ اَوْ بِالضَّمِيْرِ عَلٰى ضُعْفٍ وَالْمُضَارِعُ الْمُثْبَتُ بِالضَّمِيْرِ وَحْدَهٗ وَمَا سِوَاهُمَا بِالْوَاوِ وَالضَّمِيْرِ اَوْ بِاَحَدِهِمَا وَلَابُدَّ فِي الْمَاضِي الْمُثْبَتِ مِنْ قَدْ ظَاهِرَةً اَوْ مُقَدَّرَةً وَ يَجُوْزُ حَذْفُ الْعَامِلِ كَقَوْلِكَ لِلْمُسَافِرِ رَاشِدًا مَهْدِيًّا وَيَجِبُ فِي الْمُؤَكَّدَةِ مِثْلُ زَيْدٌ اَبُوْكَ عَطُوْفًا اَيْ اُحِقُّهٗ وَشَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ مُقَرِّرَةً لِمَضْمُوْنِ جُمْلَةٍ اِسْمِيَّةٍ۔

ترجمہ: اور (حال) کبھی جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے پس جملہ اسمیہ (اگر حال واقع ہو تو رابطہ) واو اور ضمیر کے ساتھ یا صرف واؤ کے ساتھ یا صرف ضمیر کے ساتھ ہو گا لیکن یہ ضعیف ہے اور مضارع مثبت (جب حال واقع ہو رہا ہو تو) رابطہ صرف ضمیر کے ساتھ ہو گا اور ان دونوں (یعنی جملہ اسمیہ اور مضارع کے سوا رابطہ) واو اور ضمیر کے ساتھ ہو گا یا ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ اور ماضی مثبت (جب حال واقع ہو رہی ہو) اس میں قد کا لانا ضروری ہے خواہ لفظ قد مقدر ہو یا ظاہر' اور جائز ہے (حال کے) عامل کو حذف کرنا جیسے تیرا قول مسافر کے لئے راشدا مھدیا اور واجب ہے (عامل کو حذف کرنا) حال موکدہ میں جیسے زید ابوک عطوفا ای احقہ اور اس کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ اسمیہ کے مضمون کے لئے تاکید ہو۔

تشریح قولہ وَقَدْ تَكُوْنُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ حال کبھی جملہ خبریہ ہوتا ہے اور جملہ خبریہ کی قید اس لئے لگائی کہ جملہ انشائیہ میں حال بننے کی صلاحیت نہیں ہے اس لئے کہ حال بمنزلہ محکوم بہ کے ہوتا ہے اور جملہ انشائیہ محکوم بہ نہیں بن سکتا کیونکہ اس میں سچ جھوٹ کا احتمال نہیں ہوتا گویا کہ نفس الامر میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا جب جملہ انشائیہ محکوم بہ نہیں بن سکتا اور حال بھی نہیں بن سکتا اور قد برائے تقلیل ہے یعنی حال

اکثر مفرد ہوتا ہے کبھی جملہ بھی ہو جاتا ہے۔

قوله فَالِاسْمِيَّةُ بِالْوَاوِ الخ حال جب اسمیہ بن رہا ہو تو رابطے کے لئے واو اور ضمیر دونوں کو ذکر کیا جاتا ہے اس لئے کہ جملہ اسمیہ مستقل ہونے میں قوی ہے لہذا اسمیں اور ذوالحال میں ربط پیدا کرنے والا واسطہ بھی قوی ہونا چاہیے اسلئے واو اور ضمیر دونوں رابطے کے لئے ہوں گے جیسے جئت وانا راکب اور کبھی رابطے کیلئے صرف واو کو ذکر کیا جاتا ہے جیسے جئتک والشمس طالعۃ اور کبھی رابطے کے لئے صرف ضمیر ذکر کی جاتی ہے جیسے کَلَّمْتُہٗ فُوْہُ اِلٰی فِیَّ لیکن رابطے کیلئے صرف ضمیر کا ذکر کرنا ضعیف ہے اس لئے کہ ضمیر کا واو کی طرح ابتدا میں واقع ہونا ضروری نہیں اس لئے ضمیر رابطے پر اولاً دلالت نہیں کرے گی۔

قوله وَالْمُضَارِعُ الْمُثْبَتُ الخ اور اگر مضارع مثبت حال بن رہا ہو تو رابطے کے لئے صرف ضمیر کافی ہے جیسے جاءنی زید یضرب اور مضارع میں رابطے کیلئے ضمیر اس لیے کافی ہے کیونکہ مضارع مثبت اسم فاعل کے مشابہ ہوتا ہے اور اسم فاعل میں رابطے کے لئے صرف ضمیر ہی کافی ہوتی ہے لہذا اس کے مشابہ میں بھی ضمیر کافی ہو گی لیکن فعل مضارع کے حال بننے کے لئے ضروری ہے کہ حرف استقبال یعنی حرف سین اور حرف لن سے خالی ہو۔

قوله وَمَا سِوَاهُمَا الخ مضارع مثبت اور جملہ اسمیہ کے علاوہ میں رابطے کے لئے واو اور ضمیر دونوں کو ذکر کرنا بھی صحیح ہے اور ان دونوں میں سے ایک پر اکتفاء بھی صحیح ہے اور مضارع مثبت اور جملہ اسمیہ کے علاوہ میں مضارع منفی اور ماضی مثبت اور ماضی منفی داخل ہیں ان میں سے ہر ایک کو تینوں طریقوں سے ذکر کیا جا سکتا ہے یعنی واو اور ضمیر دونوں کے ساتھ یا ایک پر اکتفاء کے ساتھ اس طرح تین کو تین میں ضرب دینے سے کل نو قسمیں بنتی ہیں

۱-مضارع منفی میں واو اور ضمیر دونوں کو ذکر کیا جائے جیسے جاءَنِیْ زَیْدٌ وَمَا یَتَکَلَّمُ غُلَامُہٗ

۲-مضارع منفی میں رابطہ صرف ضمیر ہو جیسے جاء نی زید ما یتکلم غلامه

۳-مضارع منفی میں رابطہ صرف واو ہو جاء نی زید وما یتکلم عمرو

۴-ماضی مثبت میں رابطہ واو اور ضمیر دونوں کے ساتھ ہو جیسے جاء نی زید وقد خرج غلامه

۵-ماضی مثبت میں رابطہ صرف ضمیر ہو جیسے جاء نی زید قد خرج غلامه

۶-ماضی مثبت میں رابطہ صرف واو ہو جیسے جاء نی زید وقد خرج عمرو

۷-ماضی منفی میں رابطہ واؤ اور ضمیر دونوں ہوں جیسے جاء نی زید وما خرج غلامه

۸-ماضی منفی میں رابطہ صرف ضمیر ہو جیسے جاء نی زید ما خرج غلامه

۹-ماضی منفی میں رابطہ صرف واؤ ہو جیسے جاء نی زید وما خرج عمرو۔

قوله وَلَابُدَّ فِي الْمَاضِي الخ جب ماضی مثبت حال واقع ہو رہی ہو تو اسمیں قد کا ہونا ضروری ہے خواہ قد لفظا ہو یا تقدیراً لفظی کی مثال جیسے جاء نی زید قد رکب اور قد تقدیری کی مثال جیسے قولہ تعالیٰ او جاء واکم حصرت صدورھم ای قد حصرت صدورھم اور قد کا ہونا اسلئے ضروری ہے تاکہ یہ ماضی کو حال کے قریب کردے۔

قوله وَيَجُوزُ حَذْفُ الْعَامِلِ الخ اور کبھی عامل حال کو حذف کرنا بھی جائز ہے جب کہ حذف عامل پر کوئی قرینہ حالیہ یا مقالیہ پایا جائے جیسے کوئی سفر کا ارادہ کرے تو اس کو یوں کہنا راشدا مھدیا' اصل میں تھا سر راشدا مھدیا یہاں حذف عامل پر قرینہ حال ہے اور قرینہ مقالیہ کی مثال جیسے آنے والے سے کوئی پوچھے کیف جئت جواب میں وہ کہے راکبا اصل میں تھا جئت راکبا۔

قوله وَيَجِبُ فِي الْمُؤَكَّدَةِ الخ اور حال مؤکدہ میں عامل کو حذف کرنا واجب ہے حال موکدہ کا مطلب یہ ہے کہ حال کا ذوالحال سے ایسا گہرا تعلق ہو کہ حال ذوالحال سے جدا نہ ہو لیکن حال مؤکد کے عامل کو وجوبا حذف کرنیکی شرط یہ ہے کہ حال جملہ اسمیہ کے مضمون کو ثابت کر رہا ہو جیسے زَيْدٌ اَبُوكَ عَطُوفًا اصل میں زید ابوک احقہ عطوفا تھا اس مثال میں عطوفا حال مؤکدہ ہے کیونکہ مہربانی اور شفقت باپ سے جدا نہیں ہو سکتی اگرچہ وہ سخت غصے میں ہی کیوں نہ ہو اور جملہ اسمیہ کی قید اسلئے لگائی کہ جملہ فعلیہ میں عامل حال کو حذف کرنا واجب نہیں بلکہ جائز ہے۔

اَلتَّمِيزُ مَا يَرْفَعُ الْاِبْهَامَ الْمُسْتَقِرَّ عَنْ ذَاتٍ مَذْكُورَةٍ اَوْ مُقَدَّرَةٍ فَالْاَوَّلُ عَنْ مُفْرَدٍ مِقْدَارٍ غَالِبًا اِمَّا فِي عَدَدٍ نَحْوُ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا وَسَيَأْتِي وَاِمَّا فِي غَيْرِهٖ نَحْوُ رِطْلٌ زَيْتًا وَمَنَوَانِ سَمْنًا وَقَفِيزَانِ بُرًّا وَعَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا فَيُفْرَدُ اِنْ كَانَ جِنْسًا اِلَّا اَنْ يُقْصَدَ الْاَنْوَاعُ وَيُجْمَعُ فِي غَيْرِهٖ ثُمَّ اِنْ كَانَ بِتَنْوِينٍ اَوْ بِنُوْنِ التَّثْنِيَةِ جَازَتِ الْاِضَافَةُ وَ اِلَّا فَلَا وَعَنْ غَيْرِ مِقْدَارٍ مِثْلُ خَاتَمٌ حَدِيْدًا وَالْخَفْضُ اَكْثَرُ۔

ترجمه : تمیز وہ (اسم) ہے جو ایسے ابھام کو دور کرے جو ذات مذکورہ سے یا ذات مقدرہ سے ثابت ہو چکا ہے پس پہلی قسم (جو ذات مذکورہ سے ابہام کو دور کرے) اکثر مفرد مقدار سے ابہام کو دور کرے گی (وہ مفرد مقدار) یا عدد کے ضمن میں ہوگی جیسے عشرون درہما اور عنقریب اس کا ذکر آئے گا یا وہ غیر عدد کے ضمن میں ہوگی جیسے رطل زیتاً اور منوان سمناً اور قفیز ان براً اور علی التمرۃ مثلھا زبداً پس تمیز کو مفرد لایا جائیگا اگر وہ اسم جنس ہو مگر یہ کہ انواع کا ارادہ کیا جائے اور (تمیز کو) جمع لایا جائے گا غیر اسم جنس میں پھر اگر (مفرد مقدار تام ہو) نون تنوین یا تثنیہ کے ساتھ ہو تو اضافت بھی جائز ہے ورنہ نہیں اور یا وہ (تمیز ابہام کو دور کرے گی) غیر مقدار سے جیسے خاتم حدیدا (جب ابہام غیر مقدار میں ہو تو) تمیز اکثر مجرور ہوتی ہے۔

تشریح : قولہ اَلتَّمِیْزُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ منصوبات میں سے تمیز کی تعریف کرتے ہیں تمیز وہ اسم ہے جو ذات مذکورہ یا مقدرہ سے ایسے ابہام کو دور کرے جو اس ذات کے معنی موضوع لہ میں پختہ ہو چکا ہو اکثر نحوی تمیز کی تعریف یوں کرتے ہیں تمیز وہ اسم ہے جو ابہام کو دور کرے جیسے عندی عشرون درہما جس میں ابہام ہو اسے ممیز اور جو ابہام کو دور کرے اسے تمیز کہتے ہیں۔

فوائد قیود : جب صاحب کافیہ نے ما کہا تو اس میں تمام اسماء داخل ہو گئے جب یرفع الابھام کہا تو اس سے بدل نکل گیا کیونکہ بدل مبدل منہ کے ابہام کو دور نہیں کرتا اس لئے کہ مبدل منہ متروک کے حکم میں ہوتا ہے جب بدل کا ذکر کیا تو مبدل منہ کا گویا ذکر ہی نہیں رہا اور جب المستقر کہا تو اس سے وہ صفت نکل گئی جو مشترک سے ابہام کو دور کرے جیسے رَأَیْتُ عَیْنًا جَارِیَةً عین کا اطلاق چشمہ اور آنکھ اور گھٹنے پر بھی ہوتا ہے جب جاریہ کہا تو اس صفت نے مشترک سے ابہام کو دور کر دیا جب عن ذات مذکورہ اور مقدرہ کہا تو اس سے حال نکل گیا کیونکہ حال وصف کے ابہام کو دور کرتا ہے ذات کے ابہام کو نہیں اور صاحب کافیہ کے قول مذکورہ اور مقدرہ میں تمیز کی دو قسموں کے طرف اشارہ ہے ایک تمیز تو وہ ہے جو ذات مذکورہ کے ابہام کو دور کرے جیسے عندی رطل زیتا دوسری قسم وہ ہے جو ذات مقدرہ کے ابہام کو دور کرے جیسے طاب زید اس میں ابہام ہے کہ زید کس اعتبار سے اچھا ہے تو نفسا نے اس ابہام کو دور کر دیا یعنی ذات کے اعتبار سے اچھا ہے۔

قولہ فَالْاَوَّلُ عَنْ مُفْرَدٍ مِقْدَارٍ الخ یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ تمیز کی پہلی قسم جو ذات مذکورہ سے ابہام کو دور کرے وہ اکثر مفرد مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے جب مفرد کہا تو اس سے جملہ اور شبہ جملہ نکل گیا اور مقدار اسے کہتے ہیں جس سے چیزوں کا اندازہ کیا جائے جیسے عدد ،کیل اور مقیاس وغیرہ ۔

قولہ اِمَّا فِي عَدَدٍ الخ یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مقدار یا تو عدد کے ضمن میں پائی جائے گی جیسے عشرون درہما کہ عشرون عدد مبہم ہے اسکا مصداق معلوم نہیں کہ درہم ہے یا دینار ہے یا کچھ اور تو جب درہما کہا تو اس سے تمام احتمالات سے امتیاز ہو گیا اور عدد کی تمیز کا ذکر ان شاء اللہ اسماء عدد کے باب میں آئے گا۔

قولہ وَاِمَّا فِي غَيْرِهٖ الخ اور یا وہ مفرد مقدار غیر عدد کے ضمن میں پائی جائیگی جیسے عِنْدِي رِطْلٌ زَيْتًا اس مثال میں زیتا نے وزن کے ابہام کو دور کر دیا اور عندی منوان سمنا یہ ابہام وزن کو دور کرنے کی دوسری مثال ہے اور عندی قفیزان برا یہ کیل کی مثال ہے اور علی التمرة مثلھا زبدا یہ مقیاس کی مثال ہے ان تمام مثالوں میں غیر عدد سے ابہام کو دور کیا گیا ہے۔

اعتراض : صاحب کافیہ نے عدد کی ایک مثال ذکر کی اور غیر عدد کی چار مثالیں ذکر کیں حالانکہ ایک مثال سے ہی مقصود یعنی ممثل لہ کی وضاحت حاصل ہو جاتی ہے۔

جواب : غیر عدد میں چار مثالیں ذکر کرکے مصنفؒ نے دو فائدوں کی طرف اشارہ کیا ہے ایک تو یہ کہ اسم کے تام ہونے کی تمام صورتیں بیان ہو گئیں ہیں کیونکہ اسم یا تنوین سے تمام ہوتا ہے یا نون تثنیہ یا جمع سے یا اضافت سے جیسا کہ مثالوں سے ظاہر ہے اور دوسرا یہ کہ یہ بھی بتادیا کہ غیر عدد مختلف اعتبار سے ہوتا ہے کبھی وزن کے اعتبار سے جیسے رطل زیتا اور منوان سمنا میں اور کبھی کیل کے اعتبار سے جیسے قفیزان برًا اور کبھی مقیاس کے اعتبار سے جیسے علی التمرة مثلھا زبدا ۔

قوله فَيُفْرَدُ اِنْ كَانَ جِنْسًا الخ | اگر تمیز اسم جنس ہو تو اسے مفرد ذکر کیا جائے گا تثنیہ جمع نہیں، کیونکہ جنس کا اطلاق قلیل اور کثیر سب پر ہوتا ہے لیکن اگر جنس سے انواع کا قصد کیا جائے تو تمیز کو تثنیہ جمع لایا جاسکتا ہے جیسے طَابَ زَيْدٌ جِلْسَتَيْنِ۔

قوله وَيُجْمَعُ فِي غَيْرِهِ الخ | یعنی اگر تمیز اسم جنس نہ ہو تو تمیز کو تثنیہ و جمع لایا جائے گا جیسے عندی عدل ثوبا اور عندی عدل ثوبین اور عندی عدل اثوابا۔

قوله ثُمَّ اِنْ كَانَ بِتَنْوِيْنٍ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اگر مفرد مقدار نون تنوین یا تثنیہ کے ساتھ تام ہو رہی ہو تو بغرض تخفیف تمیز کی طرف اسکی اضافت جائز ہے اور اگر مفرد مقدار نون جمع یا اضافت کے ساتھ تام ہو تو اسکی اضافت جائز نہیں ہے کیونکہ اگر نون جمع مثلاً عشرین درھما میں عشرین کی درھما کی طرف اضافت کریں تو حذف نون کے ساتھ بھی مناسب نہیں یعنی عشری درھم کہنا اور نون کو ذکر بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اضافت میں نون جمع ساقط ہو جاتا ہے اور علی التمرة مثلها زبدا میں مثلها جو کہ مفرد مقدار ہے اور اضافت کی وجہ سے تام ہے تو مثلها میں مثل کو ضمیر کے باقی ہوتے ہوئے زبدا تمیز کی طرف مضاف کرنا متعذر ہے کیونکہ ایک اسم جب مضاف ہو تو اس کو پہلی اضافت کے باقی ہوتے ہوئے دوسرے اسم کی طرف مضاف کرنا صحیح نہیں اور اگر ھا ضمیر کو ختم کر دیا جائے تو معنی ہی فاسد ہو جاتے ہیں کیونکہ ہم نے اس کو تام فرض کیا تھا اضافت کی وجہ سے تو جب اضافت نہیں اس کا تام ہونا ہی ختم ہو گیا اور یہ خلاف مفروض اور باطل ہے اس لئے جب اسم نون جمع یا اضافت کی وجہ سے تام ہو تو اس کی اضافت تمیز کی طرف جائز نہیں۔

قوله وَعَنْ غَيْرِ مِقْدَارٍ الخ | تمیز جس طرح مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے اسی طرح کبھی غیر مقدار سے بھی ابہام کو رفع کرتی ہے جیسے عندی خاتم حدیدا میں حدیدا نے خاتم سے ابہام کو دور کیا ہے جب کہ خاتم نہ عدد ہے نہ کیل نہ وزن نہ مقیاس وغیرہ اور جب تمیز غیر مقدار سے ابہام کو دور کرے تو وہ اکثر مجرور ہوتی ہے جیسے خَاتَمُ فِضَّةٍ۔

وَالثَّانِیْ عَنْ نِسْبَةٍ فِیْ جُمْلَةٍ اَوْ مَا ضَاهَاهَا مِثْلُ طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا وَزَیْدٌ طَیِّبٌ اَبًا وَاُبُوَّةً وَدَارًا وَعِلْمًا اَوْ فِیْ اِضَافَةٍ مِثْلُ یُعْجِبُنِیْ طَیْبُهٗ اَبًا وَ اُبُوَّةً وَدَارًا وَعِلْمًا وَلِلّٰهِ دَرُّهٗ فَارِسًا ثُمَّ اِنْ کَانَ اِسْمًا یَصِحُّ جَعْلُهٗ لِمَا انْتَصَبَ عَنْهُ جَازَ اَنْ یَکُوْنَ لَهٗ وَلِمُتَعَلِّقِهٖ وَاِلَّا فَهُوَ لِمُتَعَلِّقِهٖ فَیُطَابِقُ فِیْهِمَا مَا قُصِدَ اِلَّا اِذَا کَانَ جِنْسًا اِلَّا اَنْ یُّقْصَدَ الْاَنْوَاعُ وَ اِنْ کَانَتْ صِفَةً کَانَتْ لَهٗ وَطَبَقَهٗ وَاحْتَمَلَتِ الْحَالَ وَلَا یَتَقَدَّمُ التَّمْیِیْزُ عَلٰی عَامِلِهٖ وَالْاَصَحُّ اَنْ لَّا یَتَقَدَّمَ عَلَی الْفِعْلِ خِلَافًا لِّلْمَازِنِیِّ وَالْمُبَرِّدِ۔

ترجمہ: اور دوسری قسم وہ ہے جو اس ذات سے ابہام کو دور کرے جو کہ اس نسبت سے پیدا ہوا ہے جو جملہ (فعلیہ) یا شبہ جملہ میں پائی جاتی ہے جیسے طاب زید نفسا اور زید طیب ابا اور ابوۃ اور دارا وعلما یا (اس نسبت سے جو کہ) اضافت میں ہے جیسے یعجبنی طیبه ابا وابوة ودارا وعلما اور لله دره فارسا پھر اگر تمیز (جو کہ نسبت سے ابہام کو دور کرتی ہے) ایسا اسم ہو کہ اس کو ما انتصب عنہ کیلئے کرنا صحیح ہو تو اس (تمیز) کو ما انتصب عنہ کے لئے کرنا بھی جائز ہے اور اس کے متعلق کے لئے بھی وگرنہ صرف اس کے متعلق کے لیے کیا جائے گا، پس تمیز ان دونوں صورتوں میں مطابق ہوگی اس کے جس کا قصد کیا گیا ہے مگر جب کہ تمیز اسم جنس ہو (تو تثنیہ یا جمع نہیں لا سکتے) لیکن اگر انواع کا قصد کیا جائے (تو تثنیہ جمع لا سکتے ہیں) اور اگر تمیز صفت ہو تو ما انصب عنہ کے لیے ہی ہوگی اور اسکے مطابق ہوگی اور حال کا احتمال بھی رکھتی ہے اور تمیز اپنے عامل پر مقدم نہیں ہو سکتی اور اصح مذہب یہ ہے کہ تمیز فعل پر بھی مقدم نہیں ہو سکتی یہ بات خلاف ہے مازنی اور مبرد کے۔

تشریح: قوله الثَّانِیْ عَنْ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ تمیز کی دوسری قسم بیان کرتے ہیں یعنی جو اس ذات سے ابہام کو دور کر دے جو کہ اس نسبت سے حاصل ہو جو جملہ فعلیہ یا شبہ جملہ میں پائی جاتی ہے یعنی جملہ یا شبہ جملہ میں جو نسبت ہے اس میں ابہام ہو اور تمیز اس ابہام کو دور کرے جیسے طاب زید یعنی زید اچھا ہے اب اس نسبت میں ابہام ہے کہ زید کس اعتبار سے اچھا ہے تو نفسا کہہ کر اس ابہام کو دور کر دیا، اسی طرح شبہ جملہ کی مثال، جیسے زید طیب کہا تو اس

میں ابہام ہے جب ابا اور ابوۃ اور دار ا اور علما کہا تو یہ ابہام ختم ہو گیا کہ زید باپ ہونے کے اعتبار سے یا گھر کے اعتبار سے یا علم کے اعتبار سے اچھا ہے۔

قوله اَوْ فِیْ اِضَافَةٍ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ بعض دفعہ جملے کے اندر اضافت ہوتی ہے اور اس اضافت میں واقع ابہام کو تمیز دور کرتی ہے جیسے یعجبنی طیبه اس مثال میں طیبه میں اضافت کے اندر ابہام ہے تو جب ابا یا ابوۃ یا علما یا دارا کہا تو یہ ابہام دور ہو گیا۔

قوله وَلِلّٰهِ دَرُّهٗ فَارِسًا |

اعتراض : صاحب کافیہ نے تمیز کی دو قسموں کی مثالیں ذکر کرنے کے بعد اس مثال کو کیوں ذکر کیا جب کہ یہ تمیز کی قسم اول میں داخل ہے نہ ثانی میں۔

جواب : صاحب کافیہ اس مثال کو ذکر کر کے ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جو تمیز کے لیے اسم جامد ہونا شرط قرار دیتے ہیں تو یہ مثال ذکر کر کے واضح کیا کہ جس طرح اسم جامد تمیز بن سکتا ہے ایسے ہی اسم مشتق بھی تمیز بن سکتا ہے

فائدہ : در کا اطلاق دودھ پر ہوتا ہے اور چونکہ دودھ کے اندر بہت ساری خوبیاں ہوتی ہیں اسلیے یہاں در بول کر مجازاً خیر کثیر مراد ہے مثال کا معنی یہ ہے کہ اللہ ہی کے لئے اس کی خیر کثیر اور خوبی ازروئے شہسوار ہونے کے۔

قوله ثُمَّ اِنْ كَانَ اِسْمًا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ ذکر کرتے ہیں کہ تمیز اگر ایسا اسم ہو جو صفت نہ ہو اور اس کا منصب عنہ پر حمل صحیح ہو تو اس صورت میں اسے منصب عنہ کی تمیز بنانا بھی صحیح ہے' اور منصب عنہ کے متعلق کی بھی' لیکن اگر تمیز کو منصب عنہ پر محمول نہ کیا جا سکے تو پھر وہ منصب عنہ کے متعلق کے لئے ہو گی جیسے طاب زید دارا' اس مثال میں دارا تمیز ہے اور وہ زید کے متعلق ہے عین زید نہیں ہے لہذا یہ تمیز متعلق ذات زید یعنی شیٔ کیلئے ہو گی جو کہ زید کی طرف منسوب ہے۔

قوله فَيُطَابِقُ الخ | تمیز جب منتصب عنہ کیلئے ہو یا منتصب عنہ کے متعلق کے لئے دونوں صورتوں میں واحد تثنیہ جمع میں مقصود کے مطابق آئے گی جیسے طاب زید ابا' اور طاب زیدان ابوین' اور طاب زیدون اباء' لیکن اگر تمیز جنس ہو تو اسے مفرد لایا جائے گا کیونکہ جنس کا اطلاق کثیر و قلیل دونوں پر ہوتا ہے لہذا مفرد سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے لیکن اگر تمیز کے جنس ہونے کی صورت میں انواع کا ارادہ کیا جائے تو تمیز کو باوجود اسم جنس ہونے کے تثنیہ و جمع لایا جائے

گا جیسے طاب زیدان علمین' جب کہ ایک زید ایک نوع علم کی وجہ سے اچھا ہو' اور دوسرا زید دوسری نوع کے اعتبار سے۔

قوله وَاِنْ كَانَتْ صِفَةً الخ اور اگر تمیز صفت ہو یعنی اسم فاعل' اسم مفعول' صفت مشبہ' اسم تفضیل وغیرھا تو اس وقت وہ تمیز منصب عنہ کے لیے خاص ہوگی اور تمیز کو منصب عنہ کی صفت بنایا جائیگا کیونکہ صفت اپنے ما قبل کے موصوف ہونے کا تقاضا کرتی ہے اور مذکور موصوف بننے کی زیادہ لائق ہے' اور یہ صفت افراد تثنیہ جمع میں اپنے موصوف کے مطابق ہوگی اگرچہ یہ صفت حال بننے کا احتمال بھی رکھتی ہے لیکن اگر حال بنانے سے معنی مقصود فاسد ہو جائے تو اسے حال بنانا صحیح نہ ہوگا۔

قوله وَ لَا يَتَقَدَّمُ التَّمِيزُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ تمیز اپنے عامل سے مقدم نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کا عامل یعنی اسم تام ضعیف ہے معمول کو مقدم کرنے کی صورت میں عمل نہ کر سکے گا۔

قوله وَالْاَصَحُّ اَنْ لَّا يَتَقَدَّمَ الخ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض: فعل یا شبہ فعل تو عامل قوی ہیں تو تمیز کا عامل' فعل یا شبہ فعل ہونے کی صورت میں تمیز کو عامل پر مقدم ہونا چاہیے۔

جواب: تمیز کا عامل فعل ہو تو اس میں نحویوں کا اختلاف ہے بعض نحوی تمیز کی تقدیم کو جائز کہتے ہیں جیسے امام ابو عثمان مازنی' اور امام ابو العباس المبرد کا مذہب ہے' لیکن اصح مذہب یہ ہے کہ تمیز فعل پر بھی مقدم نہیں ہو سکتی کیونکہ تمیز اس وقت حقیقت میں فاعلِ فعل ہوگی تو جیسے فاعل' فعل پر مقدم نہیں ہو سکتا اسی طرح تمیز فعل پر مقدم نہیں ہو سکتی۔

اَلْمُسْتَثْنٰى مُتَّصِلٌ وَّمُنْقَطِعٌ فَالْمُتَّصِلُ هُوَ الْمُخْرَجُ عَنْ مُتَعَدِّدٍ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا بِاِلَّا وَاَخَوَاتِهَا وَ الْمُنْقَطِعُ الْمَذْكُوْرُ بَعْدَهَا غَيْرَ مُخْرَجٍ وَهُوَ مَنْصُوْبٌ اِذَا كَانَ بَعْدَ اِلَّا غَيْرِ الصِّفَةِ فِيْ كَلَامٍ مُّوْجَبٍ اَوْ مُقَدَّمًا عَلَى الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ اَوْ مُنْقَطِعًا فِى الْاَكْثَرِ اَوْ كَانَ بَعْدَ خَلَا وَعَدَا فِى الْاَكْثَرِ وَمَا خَلَا وَمَا عَدَا وَلَيْسَ وَ لَا يَكُوْنُ وَيَجُوْزُ فِيْهِ النَّصْبُ وَيُخْتَارُ الْبَدَلُ فِيْ مَا بَعْدَ اِلَّا فِيْ كَلَامٍ غَيْرِ مُوْجَبٍ وَذُكِرَ الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ مِثْلُ مَا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ۔

وَاِلَّا قَلِيْلًا وَيُعْرَبُ عَلٰى حَسَبِ الْعَوَامِلِ اِذَا كَانَ الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ غَيْرَ مَذْكُوْرٍ وَهُوَ فِيْ غَيْرِ الْمُوْجَبِ لِيُفِيْدَ مِثْلُ مَا ضَرَبَنِيْ اِلَّا زَيْدًا اِلَّا اَنْ يَّسْتَقِيْمَ الْمَعْنٰى مِثْلُ مَا قَرَأْتُ اِلَّا يَوْمَ كَذَا وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجُزْ مَا زَالَ زَيْدٌ اِلَّا عَالِمًا۔

ترجمہ: مستثنی (کی دو قسمیں ہیں) متصل اور منقطع (مستثنی) متصل وہ ہے جو متعدد سے نکالا گیا ہو لفظی طور پر ہو یا تقدیری طور پر الا اور اس کے ہم مثلوں کے ذریعے' اور (مستثنی منقطع) وہ ہے جو الا کے بعد مذکور ہو اور اُسے نکالا نہ گیا ہو اور وہ (مستثنی) منصوب ہوتا ہے جب کہ الا غیر صفتی کے بعد کلام موجب میں واقع ہو یا مستثنی مستثنی منه پر مقدم ہو' یا مستثنی منقطع ہو اکثر نحویوں کے نزدیک' یا (مستثنی) خلا اور عدا کے بعد واقع ہو اکثر استعمال میں یا (مستثنی) ماخلا اور ماعدا اور لیس لا یکون کے بعد واقع ہو' اور جائز ہے مستثنی میں نصب اور بدل بنانا مختار ہے جب کہ مستثنی الا کے بعد کلام غیر موحب میں واقع ہو اور مستثنی منه بھی مذکور ہو' جیسے ما فعلوہ الا قلیل اور الا قلیلا اور مستثنی کو اعراب دیا جائے گا عامل کے مطابق جب کہ مستثنی منه مذکور نہ ہو اور حال یہ ہو کہ مستثنی کلام غیر موجب میں واقع ہو' تاکہ وہ (کلام) صحیح فائدہ دے' جیسے ما ضربنی الا زید' مگر یہ کہ معنی صحیح ہو جائے جیسے قرات الا یوم کذا اسی وجہ سے جائز نہیں ہے مازال زید الا عالما' والی مثال۔

تشریح: قوله اَلْمُسْتَثْنٰى مُتَّصِلٌ الخ | یہاں سے مستثنی کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں (۱) متصل (۲) منقطع

مستثنی متصل وہ ہے کہ پہلے مستثنی منه میں داخل ہو پھر الا اور اس کے ہم مثلوں کے ذریعے اسے نکالا جائے اور الا کے ہم مثل سے مراد غیر' سوی' سواء' حاشا' خلا' اور عدا' اور ماخلا اور ماعدا اور لیس اور لا یکون ہیں اور مستثنی منه سے نکالنا خواہ لفظی طور پر ہو جیسے جاءنی القوم الا زیدًا کہ زید استثناء سے قبل قوم میں داخل تھا پھر حرف استثناء کے ذریعے خارج کیا گیا اور یا تقدیرا' ہو جیسے ماجاءنی الا زیدًا' اس مثال میں بھی زید متعدد میں شامل تھا مگر وہ مقدر ہے اصل میں عبارت اس طرح تھی ماجاءنی احد الا زیدا۔

قوله وَ الْمُنْقَطِعُ الْمَذْكُوْرُ الخ | مستثنی منقطع وہ مستثنی ہے جو الا اور اس کے ہم مثلوں کے بعد واقع ہو

مگر اسے متعدد سے نکالا نہ گیا ہو اس لئے کہ وہ متعدد میں داخل ہی نہ تھا جیسے جاء نی القوم الا حمارا' اس مثال میں حمار قوم سے نہیں نکالا گیا کیونکہ وہ قوم کی جنس سے ہی نہیں تھا۔

اعتراض : مصنفؒ نے مستثنیٰ کی تعریف سے قبل ہی تقسیم کردی ' حالانکہ پہلے تعریف ہوتی ہے پھر تقسیم' تاکہ تقسیم علی وجہ البصیرت ہو سکے وگرنہ ایک مجہول چیز کی تقسیم لازم آتی ہے۔

جواب : ۱ مصنفؒ درپے اختصار ہیں توجب مستثنیٰ کی تقسیم کی تو اسکے ضمن میں تعریف بھی آگئی لہذا تعریف کو الگ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ۔

جواب : ۲ مستثنیٰ ایک مشترک لفظ ہے اور لفظ مشترک کی کوئی ایسی جامع تعریف نہیں کی جاسکتی جو تمام معانی کو شامل ہو سکے اس لئے مستثنیٰ کی تعریف نہیں کی۔

جواب : ۳ مستثنیٰ کا علم اس اعتبار سے حاصل ہے کہ نحویوں کی اصطلاح میں جس لفظ پر مستثنیٰ کا اطلاق کیا جاسکے وہ مستثنیٰ ہے' اور یہ بات معلوم ہے تعریف کی محتاج نہیں اور تقسیم کے لئے اس قدر تعریف کافی ہوتی ہے ۔

قوله وَهُوَ مَنْصُوبٌ الخ | مصنفؒ مستثنیٰ کا اعراب بیان کرتے ہیں اور اس عبارت سے مستثنیٰ کے منصوب ہونے کی پانچ جگہیں بیان کرتے ہیں۔

(۱) مستثنیٰ الا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو اور الا صفتی نہ ہو تو مستثنیٰ منصوب ہوگا جیسے جاء نی القوم الا زیدا

فائدہ : کلام موجب وہ کلام ہے جس میں نہی ' نفی ' اور استفہام نہ ہو اور جس کلام میں یہ چیزیں ہوں وہ غیر موجب ہے۔

(۲) مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ پر مقدم کیا جائے تو بھی مستثنیٰ منصوب ہوتا ہے جیسے ما جاء نی الا زیدا احد' اصل میں ما جاء احد الا زید اتھا۔

(۳) مستثنیٰ منقطع اکثر نحویوں کے نزدیک منصوب ہوتا ہے جیسے جاء نی القوم الا حمارا' لیکن بعض کے نزدیک مستثنیٰ منقطع بدلیت کی بنا پر مرفوع ہوتا ہے۔

(۴) جو مستثنیٰ خلا اور عدا کے بعد واقع ہو وہ اکثر نحویوں کے نزدیک منصوب ہوتا ہے جیسے جاء نی القوم خلا زید او عدا زیدا' اس میں مستثنیٰ مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے یعنی یہ خلا اور عدا کا مفعول بہ بنتا ہے' اصل عبارت

یوں تھی جاء نی القوم خلا بعضھم زیدا اور عدا بعضھم زیدا لیکن بعض نحویوں کے ہاں خلا اور عدا حروف جارہ میں سے ہیں اس لئے مستثنی مجرور ہوتا ہے۔

(۵) مستثنی ماخلا اور ماعدا اور لیس اور لا یکون کے بعد واقع ہو تو منصوب ہوگا جیسے جاء نی القوم ماخلا زیدا و ماعدا زیدا اور جاء نی القوم لیس زیدا' ولا یکون زیدا۔

فائدہ : ماخلا اور ماعدا میں ما مصدریہ ہے جو کہ فعل پر داخل ہوتا ہے اور فاعل اس میں ضمیر مستتر ہے تو مستثنی ان کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا ای ماخلا بعضھم زیدا اور ماعدا بعضھم زیدا اور لیس اور لا یکون کے بعد مستثنی اسلئے منصوب ہوتا ہے کہ یہ دونوں افعال ناقصہ میں سے ہیں' ان میں ضمیر ان کا اسم ہے اور مستثنی افعال ناقصہ کی خبر ہونے کی بنا پر منصوب ہوگا۔

قوله وَيَجُوزُ فِيهِ النَّصَبُ الخ اس عبارت سے صاحب کافیہ مستثنی کے اعراب کی دوسری قسم ذکر کر رہے ہیں کہ مستثنی الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور اس کا مستثنی منہ بھی مذکور ہو تو اس پر دو اعراب پڑھ سکتے ہیں نصب اور رفع' نصب مستثنی ہونے کی وجہ سے جیسے مافعلوہ الا قلیلا' اور رفع اس بنا پر کہ قلیل' فعلوہ کی ضمیر سے بدل ہے تو یوں پڑھیں گے مافعلوہ الا قلیل' اور بدل ہی مختار ہے کیونکہ بدل ہونے کی صورت میں اس کا اعراب بالاصالۃ ہوگا کیونکہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے۔

یہاں سے مصنف مستثنی کے اعراب کی تیسری قسم بیان کر رہے ہیں

قوله وَيُعْرَبُ عَلَى حَسَبِ الْعَوَامِلِ الخ جب مستثنی الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنی منہ مذکور نہ ہو' تو مستثنی کا اعراب عامل کے مطابق ہوگا اگر عامل رفع کا تقاضا کرے تو مستثنی مرفوع ہوگا اور اگر عامل نصب کا مقتضی ہو تو مستثنی منصوب ہوگا اور اگر عامل جار ہو تو مستثنی مجرور ہوگا جیسے ماضربنی الا زید رفع کی مثال ہے ما رأیت الا زیدا نصب کی' اور مامررت الا بزید جر کی مثال ہے۔

فائدہ : کلام غیر موجب کی شرط اس لئے [illegible] کلام صحیح معنی کا فائدہ دے سکے جیسے ماضربنی الا زید لیکن اگر غیر موجب کی قید نہ لگائیں اور یوں کہیں [illegible] بنی الا زید تو معنی صحیح نہیں بنتا کیونکہ [illegible] کے ہر انسان نے مارا [illegible] تمام انسانوں کا اجتماع [illegible] ہے۔

قوله الا ان يستقيم المعنى الخ [illegible] معنی صحیح بنتا ہو تو کلام [illegible]

میں بھی مستثنیٰ کا اعراب عامل کے مطابق ہوگا 'جیسے قرأت الایوم کذا' یعنی میں نے ان تمام ایام میں پڑھا جو میرے اور مخاطب کے درمیان معلوم ہیں مگر فلاں دن نہیں پڑھا اس صورت میں معنی صحیح بن رہا ہے 'اور مازال زید الا عالما کی مثال دینا صحیح نہیں کیونکہ زال نفی کا معنی دیتا ہے اور ما نافیہ جب نفی پر داخل ہوا تو نفی پر نفی داخل ہونے کی وجہ سے اثبات کا معنی بن گیا' یعنی زید صفت علم کے سوا تمام صفات کے ساتھ ہمیشہ متصف رہا ہے اور یہ معنی درست نہیں کیونکہ زید میں تمام صفات متضادہ و غیر متضادہ اور ممکنہ و غیر ممکنہ' جمع ہونا محال ہے اس لئے یہ مثال جائز نہیں۔

وَإِذَا تَعَذَّرَ الْبَدَلُ عَلَى اللَّفْظِ فَعَلَى الْمَوْضِعِ مِثْلُ مَا جَاءَنِيْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا زَيْدٌ وَلَا أَحَدَ فِيْهَا إِلَّا عَمْرٌو وَمَا زَيْدٌ شَيْئًا إِلَّا شَيْءٌ لَا يُعْبَأُ بِهِ لِأَنَّ مِنْ لَا تُزَادُ بَعْدَ الْإِثْبَاتِ وَمَا وَلَا لَا تُقَدَّرَانِ عَامِلَتَيْنِ بَعْدَهُ لِأَنَّهُمَا عَمِلَتَا لِلنَّفْيِ وَقَدْ انْتَقَضَ النَّفْيُ بِإِلَّا بِخِلَافِ لَيْسَ زَيْدٌ شَيْئًا إِلَّا شَيْئًا لِأَنَّهَا عَمِلَتْ لِلْفِعْلِيَّةِ فَلَا أَثَرَ فِيْهَا لِنَقْضِ مَعْنَى النَّفْيِ لِبَقَاءِ الْأَمْرِ الْعَامِلَةِ هِيَ لِأَجْلِهِ وَمِنْ ثَمَّ جَازَ لَيْسَ زَيْدٌ إِلَّا قَائِمًا وَامْتَنَعَ مَا زَيْدٌ إِلَّا قَائِمًا وَمَخْفُوْضٌ بَعْدَ غَيْرَ وَسِوًى وَسِوَاءَ وَبَعْدَ حَاشَا فِي الْأَكْثَرِ۔

ترجمہ: اور جب بدل بنانا متعذر ہو لفظ پر' تو محل پر حمل کیا جائے گا' جیسے ما جاءنی من احد الا زید اور لا احد فیھا الا عمرو' اور ما زید شیئا الا شیٔ لا یعبأ بہ' اس لئے کہ من زائدہ اثبات کے بعد نہیں لایا جاتا ہے اور ما و لا کو عامل ہونے کی صورت میں مقدر نہیں مانا جاتا اس (اثبات) کے بعد' اس لئے کہ یہ دونوں نفی کے لیے عمل کرتے ہیں اور بلا شبہ الا کی وجہ سے نفی ٹوٹ گئی' بخلاف لیس زید شیئا الا شیئا کے' کیونکہ وہ (لیس) عمل کرتا ہے فعل ہونے کی وجہ سے پس معنی نفی کے ٹوٹنے کا اس کے عمل میں کوئی اثر نہیں اس لئے کہ وہ چیز باقی ہے جس کی وجہ سے (لیس) عمل کرتا ہے' اور اسی وجہ سے یہ مثال جائز ہے لیس زید الا قائما' اور یہ مثال ممتنع ہے ما زید الا قائما' اور مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے غیر اور سوی اور سواء اور حاشا کے بعد اکثر نحویوں کے نزدیک۔

تشریح: قولہ | اِذَا تَعَذَّرَ الْبَدَلُ الخ | صاحب کافیہ نے پہلے قاعدہ بیان کیا تھا کہ مستثنیٰ جب الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ بھی مذکور ہو تو اسے منصوب پڑھنا بھی جائز ہے مگر ما قبل سے بدل بنانا اولیٰ

ہے اب فرماتے ہیں کہ اگر لفظ مستثنیٰ منہ پر حمل کرتے ہوئے بدل بنانا متعذر ہو تو مستثنیٰ منہ کے محل پر حمل کیا جائیگا تاکہ اولیٰ پر بقدر امکان عمل ہو سکے جیسے ما جاءنی من احد الا زید اور لا احد فیہا الا عمرو اور ما زید شیأ الا شئ لا یعبأ بہ ان مثالوں میں مستثنیٰ کو لفظ مستثنیٰ منہ پر حمل کرنا مشکل ہے اسلئے محل پر حمل کیا جائے گا۔

قوله لِاَنَّ مِنْ لَا تُزَادُ بَعْدَ الْاِثْبَاتِ الخ پہلی مثال میں لفظ مستثنیٰ منہ پر حمل کرنا اس وجہ سے متعذر ہے کہ اگر لفظ زید کو من احد سے بدل بنائیں تو من لفظ زید کے شروع میں بھی زائد ہوگا کیونکہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے جب کہ الا کے بعد من کو زائد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ من استغراقیہ اثبات کے بعد زائد نہیں ہوتا تو جب زید کو لفظ من احد پر محمول کرنا صحیح نہ ہوا تو محل من احد پر محمول کیا جائیگا اور من احد محلا مرفوع ہے فاعل ہونے کی وجہ سے اسلئے زید مرفوع ہوگا۔

قوله وَمَا وَلَا لَا تُقَدَّرَانِ الخ اسی طرح مثال ثانی اور ثالث میں لفظ مستثنیٰ منہ پر حمل کرنا متعذر ہے کیونکہ لفظوں پر حمل کی صورت میں مثال ثانی میں عمرو سے قبل لا کو اور مثال ثالث میں شئ سے قبل ما کو مقدر ماننا پڑے گا جب کہ ما و لا کو یہاں مقدر ماننا صحیح نہیں کیونکہ لائے نفی جنس اور ما مشبہ بلیس معنی نفی کی وجہ سے عمل کرتے ہیں جب کہ نفی الا کے سبب ختم ہو گئی لہذا محل پر حمل کرتے ہوئے دونوں کو مرفوع پڑھیں گے کیونکہ مثال میں لفظ احد ابتدا کی وجہ سے لفظا مرفوع ہے اور مثال ثالث میں شئ خبریت کی وجہ سے محل رفع میں ہی ہے۔

قوله بِخِلَافِ لَيْسَ زَيْدٌ شَيْأً اِلَّا شَيْأً الخ لیکن اگر لفظوں پر حمل کرنا ممکن ہو تو محل پر حمل کرنے کی ضرورت نہیں جیسے لیس زید شیأ الا شیأ اس مثال میں شیأ مستثنیٰ کو شیأ مستثنیٰ منہ پر لفظا حمل کرنا صحیح ہے کیونکہ لیس کے بعد الا کے آنے کی وجہ سے لیس کا عمل ختم نہیں ہوا اس لئے کہ لیس فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے عمل کر رہا ہے نفی کی وجہ سے نہیں تو جیسے فعل کے بعد الا کا آنا عمل سے مانع نہیں ہوتا اسی طرح لیس کے بعد الا کا آنا مانع عن العمل نہ ہوگا لہذا لیس زید شیأ الا شیأ میں شیأ مستثنیٰ کو لفظوں پر حمل کرتے ہوئے منصوب پڑھا جائے گا۔

قوله وَمِنْ ثَمَّ جَازَ الخ چونکہ لیس کے بعد الا اس کے عمل سے مانع نہیں اس لئے لیس زید الا قائما کہنا صحیح ہے اگرچہ اس میں الا کی وجہ سے معنی نفی باطل ہو گیا لیکن لیس فعلیت ہونے کی وجہ سے عمل کرتا ہے معنی نفی کی وجہ سے نہیں اور فعلیت باقی ہے لہذا لفظ لیس قائما میں عمل کر سکتا ہے اور ما زید الا قائما کہنا صحیح نہیں کیونکہ ما کا عمل معنی نفی

ں وجہ سے تھا ہو کہ الا کے سبب ختم ہو گیا۔

یہاں سے مصنف رح مستثنیٰ کے اعراب کی چوتھی قسم بیان کر رہے ہیں۔

قولہ وَمَخْفُوضٌ بَعْدَ غَيْرٍ وَسِوىٰ الخ اور مستثنیٰ ۔۔۔ سوا اور غیر کے بعد اضافت کی وجہ سے مجرور ہوتا ہے' اور اکثر نحویوں کے نزدیک حاشا کے بعد بھی مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے کیونکہ حاشا حرف جر ہے اور بعض نحویوں کے نزدیک حاشا فعل ہے اور مستثنیٰ بنابر مفعولیت کے منصوب ہوگا اور اس میں ضمیر اس کا فاعل ہے۔

وَاِعْرَابُ غَيْرٍ فِيْهِ كَاِعْرَابِ الْمُسْتَثْنٰى بِاِلَّا عَلَى التَّفْصِيْلِ وَغَيْرُ صِفَةٌ حُمِلَتْ عَلٰى اِلَّا فِى الْاِسْتِثْنَاءِ كَمَا حُمِلَتْ اِلَّا عَلَيْهَا فِى الصِّفَةِ اِذَا كَانَتْ تَابِعَةً لِجَمْعٍ مَنْكُوْرٍ غَيْرِ مَحْصُوْرٍ لِتَعَذُّرِ الْاِسْتِثْنَاءِ مِثْلُ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا وَضَعُفَ فِىْ غَيْرِهٖ وَاِعْرَابُ سِوىٰ وَسَوَاءٍ النَّصْبُ عَلَى الظَّرْفِ عَلَى الْاَصَحِّ۔

ترجمہ: اور غیر کا اعراب اس میں مستثنیٰ بالا کے اعراب کی طرح ہوگا اسی تفصیل پر (جو پہلے مذکور ہوئی)' اور غیر (اصل میں) کلمہ صفت ہے استثناء میں الا پر محمول کیا جاتا ہے جیسے کہ الا کو غیر پر محمول کیا جاتا ہے صفت میں' جب کہ وہ الا تابع ہو ایسی جمع کے جو نکرہ غیر محصور ہو' استثناء کے متعذر ہونے کی وجہ سے لوکان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا کی مثل میں اور ضعیف ہے (الا کو غیر پر حمل کرنا) اس کے علاوہ (جمع منکر غیر کے علاوہ) میں اور سوی اور سواء کا اعراب نصب ہوگا ظرفیت کی بنا پر' اصح مذہب کے مطابق۔

تشریح: قولہ وَاِعْرَابُ غَيْرٍ فِيْهِ الخ لفظ غیر کا اعراب تمام مذکورہ صورتوں میں مستثنیٰ بالا کے اعراب کے مطابق ہوگا یعنی جن صورتوں میں مستثنیٰ بالا منصوب ہوتا ہے انہی صورتوں میں غیر بھی منصوب ہوگا اور جن صورتوں میں مستثنیٰ بالا ماقبل سے بدل ہوتا ہے ان میں غیر بھی ماقبل سے بدل ہوگا' اور جن صورتوں میں مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے غیر بھی مجرور ہوگا۔

قولہ وَغَيْرُ صِفَةٌ الخ غیر کی اصل وضع صفت کے لئے ہے کبھی استثناء میں بھی استعمال ہو جاتا ہے بعینہ جیسے الا اصلا استثناء کے لیے موضوع ہے لیکن کبھی صفت میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور الا کے صفت کے لئے استعمال ہونے کی تین شرطیں ہیں (۱) جمع کے بعد ہو (۲) جمع نکرہ ہو (۳) اور وہ جمع غیر محصور بھی ہو' یعنی اس کے افراد غیر متناہی ہوں ان تین

شرائط [illegible] صفت کے لئے مستعمل ہوتا ہے جیسے لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا یعنی آسمان اور زمین میں اللہ تعالیٰ
کے علاوہ کئی الہ ہوتے تو زمین و آسمان کا نظام درہم برہم ہو جاتا اس مثال میں الا صفت ہے [illegible]
ہے اور مذکورہ شرائط بھی پائی جاتی ہیں کہ الا جمع منکر غیر محصور [illegible]
یہاں استثناء متصل بنا سکتے ہیں اور نہ ہی منقطع اس لئے کہ استثناء متصل میں مستثنیٰ [illegible]
شرط ہے اور منفصل میں خروج بالیقین شرط ہے جبکہ اللہ کا الہۃ میں داخل نہ ہونا بھی یقینی ہے [illegible]
کیونکہ الہۃ سے مراد الہ باطلہ ہیں تو استثناء متصل کی شرط پائی گئی نہ منقطع کی اس لیے الا صفت کیلئے بمعنی غیر ہے
اور اس آیت میں الا کو استثناء پر حمل کرنے سے ایک مانع اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ استثناء کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اگر زمین و آسمان میں ایسے الہ ہوتے جس سے اللہ رب العزت مستثنی ہیں تو نظام درہم برہم ہو جاتا تو اس سے اس بات کا وہم ہوتا ہے کہ زمین و آسمان میں ایسے الہ بھی ہیں جن سے اللہ رب العزت مستثنی نہیں ہیں' تو مقصود' یعنی اثبات توحید حاصل نہ ہوا جب کہ غیر کے معنی میں کرنے سے یہ وہم نہیں ہوتا کیونکہ مغایرت تعدد کو لازم ہے جب مغایرت الہ کی نفی ہوگی تو تعدد الہ کی بھی نفی ہوگی اور یہی مقصود ہے۔

قوله وَاِعْرَابُ سِوٰی وَسِوَاً الخ سوی اور سوا' سیبویہ کے نزدیک ظرفیت کی بنا پر منصوب ہوں گے اور یہی اصح ہے 'کیونکہ جاءنی القوم سوی یا سواء زید کہنا' بمنزلہ جاءنی القوم مکان زید کہنے کے ہے اس لیے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بجائے زید کے ساری قوم آئی' تو سوی اور سواء میں ظرفیت کے معنی پائے جاتے ہیں' سیبویہ کے نزدیک یہ ہر حال میں منصوب ہوں گے لازم الظرفیت ہونے کی بنا پر' بخلاف بعض نحاۃ کے کہ ان کے نزدیک سوی اور سواء اور ان کے اخوات کا اعراب غیر کی مثل عامل کے مطابق ہوگا' پھر قائلین ظرفیت کے نزدیک اس میں ظرفیت مقدر ہوگی نہ کہ محقق۔

خَبَرُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا مِثْلُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا وَاَمْرُهٗ كَاَمْرِ خَبَرِ الْمُبْتَدَأِ وَيَتَقَدَّمُ مَعْرِفَةً وَقَدْ يُحْذَفُ عَامِلُهٗ فِيْ نَحْوِ النَّاسُ مَجْزِيُّوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ اِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ وَيَجُوْزُ فِيْ مِثْلِهَا اَرْبَعَةُ اَوْجُهٍ وَيَجِبُ الْحَذْفُ فِيْ مِثْلِ اَمَّا اَنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ اَيْ لِاَنْ كُنْتَ مُنْطَلِقًا اِسْمُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا مِثْلُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ۔

ترجمہ: کان اور اس کی ہم شکلوں کی خبر' وہ مسند ہوتی ہے ان کے داخل ہونے کے بعد (اور منصوب ہوتی ہے) جیسے کان زید قائما اور اس کا حکم مبتدا کی خبر کے حکم کی طرح ہے اور (لیکن کان وغیرہ کی خبر) معرفہ ہونے کی حالت میں مقدم ہو سکتی ہے اور کبھی اس کے عامل کو حذف کر دیا جاتا ہے الناس مجزیون باعمالهم ان خیرا فخیر وان شرا فشر کی مثل میں اور جائز ہے اس کی مثل میں چار صورتیں اور اما انت منطلقا انطلقت ای لان کنت منطلقا کی مثل میں کان کو حذف کرنا واجب ہے' اور اِنَّ اور اس کے ہم شکلوں کا اسم' وہ مسند الیہ ہوتا ہے ان کے داخل ہونے کے بعد (اور منصوب ہوتا ہے) جیسے ان زیدا قائم۔

تشریح: قوله خَبَرُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ کان وغیرہ کی خبر کا حکم بیان کرتے ہیں کہ وہ مسند ہوتی ہے جیسے کان زید قائما اور اخوات کان سے مراد صار' اصبح' امسی' اضحی' ظل' بات' مابرح' مادام' ماانفک لیس اور مافتئ ہیں۔

اعتراض: آپ کی یہ تعریف کان زید ابوہ قائم میں قائم پر' اور کان زید یضرب ابوہ میں یضرب پر صادق آتی ہے کہ یہ دونوں کان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہیں مگر کان کی خبر نہیں۔

جواب: یضرب اور قائم' کان کے داخل ہونے کے بعد مسند نہیں بلکہ کان کے داخل ہونے سے قبل ہی مسند ہیں لہٰذا تعریف ان پر صادق نہیں آتی۔

قوله وَاَمْرُهٗ كَاَمْرِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاِ الخ | کان وغیرہ کی خبر کا حکم شرائط اور احکام واقسام میں مبتدا کی خبر کے حکم کی طرح ہے لیکن ایک صورت مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ جب مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں تو خبر کو مبتدا پر مقدم نہیں کر سکتے التباس کی وجہ سے کما مر' لیکن جب کان کا اسم و خبر دونوں معرفہ ہوں ان کا اعراب بھی ظاہر ہو تو کان کی خبر اسم پر مقدم ہو سکتی ہے کیونکہ کان کے اسم و خبر کا اعراب مختلف ہونے کی وجہ سے التباس پیدا نہیں ہوگا لیکن جب کان کے اسم و خبر کا اعراب ظاہر نہ ہو اور قرینہ بھی نہ پایا جائے تو خبر کو اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں' جیسے کان الفتی ہذا اس مثال میں خبر کو اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں التباس کے خوف کی وجہ سے۔

قوله وَقَدْ يُحْذَفُ عَامِلُهٗ الخ | اور کبھی خبر کان کے عامل یعنی کان کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے الناس مجزیون باعمالهم ان خیرا فخیر وان شرا فشر اصل عبارت یوں تھی ان کان عملهم خیرا فجزائهم

خیر وأن كان عملهم شرا فجزائهم شر اور مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں ان شرطیہ کے بعد اسم ہو اور اس کے بعد فاء ہو اور فاء کے بعد اسم ہو جیسے ان خیرا فخیر میں' اس طرح کی ترکیب کی چار صورتیں بن سکتی ہیں (۱) اول کا نصب ثانی کا رفع جیسے ان خیرا فخیر تقدیر عبارت یوں ہوگی ان کان عملھم خیرا فجزائھم خیر اور یہی اصح ہے کیونکہ اس میں قلت حذف ہے (۲) اول وثانی دونوں کا نصب یعنی ان خیرا فخیرا تقدیر عبارت یوں ہوگی ان کان عملھم خیرا فکان جزائھم خیرا (۳) دونوں کا رفع یعنی ان خیر فخیر تقدیر عبارت ان كان في عملهم خير فجزائهم خير (۴) اول کا رفع ثانی کا نصب یعنی ان خیر فخیرا تقدیر عبارت اس طرح ہے ان كان في عملهم خير فكان جزائهم خيرا

قولہ وَيَجِبُ الْحَذْفُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ بعض مثالوں میں خبر کان کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے جیسے اما انت منطلقا انطلقت اور مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں کان کو حذف کر کے اسکا عوض ذکر کردیا جائے تو کان کا حذف اس وقت ضروری ہوگا تاکہ عوض اور معوض عنہ کا اجتماع لازم نہ آئے جیسے اما انت منطلقا انطلقت اصل میں لان کنت منطلقا انطلقت تھا یعنی اما انت اصل میں لان کنت تھا پہلے لام کو حذف کیا کیونکہ اسم تاویلی سے اکثر لام کو حذف کردیا جاتا ہے' اس کے بعد کان کو اختصارا حذف کردیا گیا اور کنت میں ضمیر متصل کو ضمیر منفصل یعنی انت سے بدل دیا گیا' اور کان کے عوض میں ان مصدریہ کے بعد کلمہ ما زائد کیا گیا' پھر نون کا میم میں ادغام ہوا' اور کان محذوف کی خبر یعنی منطلقا کو اپنی حالت پر برقرار رکھا گیا تو اما انت منطلقا انطلقت بن گیا۔

قولہ اِسْمُ اِنَّ وَ اَخَوَاتِهَا الخ یہاں سے صاحب کافیہ اِنَّ وغیرہ کے اسم کو بیان کرتے ہیں اِنَّ وغیرہ کے داخل ہونے کے بعد اِنَّ کا اسم مسند الیہ اور منصوب ہوتا ہے جیسے ان زیدا قائم اور اخوات اِنَّ سے مراد اَنَّ' کَاَنَّ' لَیْتَ' لٰکِنَّ اور لَعَلَّ ہیں۔

اَلْمَنْصُوْبُ بِلَا الَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَیْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا یَلِیْهَا نَکِرَةً مُضَافًا اَوْ مُشَبَّهًا بِهٖ مِثْلُ لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیْفٌ فِیْهَا وَلَا عِشْرِیْنَ دِرْهَمًا لَکَ فَاِنْ کَانَ مُفْرَدًا فَهُوَ مَبْنِیٌّ عَلٰی مَا یُنْصَبُ بِهٖ وَاِنْ کَانَ مَعْرِفَةً اَوْ مَفْصُوْلًا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ لَا وَجَبَ الرَّفْعُ وَ التَّکْرِیْرُ وَمِثْلُ قَضِیَّةٌ وَلَا اَبَا حَسَنٍ لَهَا مُتَاَوَّلٌ وَفِیْ مِثْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ خَمْسَةُ اَوْجُهٍ فَتْحُهُمَا وَفَتْحُ الْاَوَّلِ وَنَصْبُ الثَّانِیْ وَرَفْعُهٗ وَرَفْعُهُمَا وَرَفْعُ الْاَوَّلِ عَلٰی ضُعْفٍ وَفَتْحُ الثَّانِیْ۔

ترجمہ: وہ (اسم) جو لائے نفی جنس کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے وہ مسند الیہ ہوتا ہے لائے نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد اس حال میں کہ اس کے ساتھ **ایک اسم نکرہ مضاف یا شبہ مضاف** ملا ہوتا ہے جیسے لاغلام رجل ظریف فیہا اور لا عشرین درہماً لک پس اگر (لائے نفی جنس کا اسم) مفرد ہو تو علامت نصب پر مبنی ہوگا اور اگر معرفہ ہو یا اس اسم اور لا کے درمیان فاصلہ کیا گیا ہو تو رفع اور تکرار واجب ہے اور قضیہ ولا ابا حسن لہا جیسی مثال میں تاویل کی گئی ہے اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ کی مثل میں پانچ صورتیں ہیں (۱) دونوں کا فتح (۲) پہلے کا فتح اور دوسرے کا نصب (۳) اور پہلے کا فتح دوسرے کا رفع (۴) اور دونوں کا رفع (۵) پہلے کا رفع ضعیف طریقے پر اور دوسرے کا فتح۔

تشریح: قوله اَلْمَنْصُوْبُ بِلَا التَّیْ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ منصوبات میں سے لا نفی جنس کو ذکر کرتے ہیں لائے نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد اس کا اسم منصوب اور مسند الیہ ہوتا ہے جب کہ وہ اسم لائے نفی جنس کیساتھ متصل ہو اور نکرہ بھی ہو اور مضاف یا شبہ مضاف بھی ہو جیسے لاغلام رجل ظریف فیہا' یہ اس اسم لائے نفی جنس کی مثال ہے جو نکرہ متصل اور مضاف ہو' اور لاعشرین درہمالک' یہ نکرہ متصل اور شبہ مضاف کی مثال ہے۔

اعتراض: مصنف نے دیگر مصنفین کی مخالفت کرتے ہوئے المنصوب بلا التی لنفی الجنس کیوں کہا جب کہ اسم لا التی لنفی الجنس کہنے سے اختصار کے ساتھ دیگر مصنفین کی موافقت بھی ہو جاتی۔

جواب: لا نفی جنس کا اسم ہر حال میں منصوب نہیں ہوتا بلکہ بعض صورتوں میں مبنی بر فتحہ ہوتا ہے اس لئے اسم لا التی لنفی الجنس نہیں کہا۔

قوله لَا غُلَامَ رَجُلٍ الخ |

اعتراض: اس مثال میں لاغلام رجل ظریف سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے تو لفظ فیہا کا اضافہ کیوں کیا؟

جواب: ۱ اگر لفظ فیہا کو ذکر نہ کیا جاوے تو اس سے خلاف واقع لازم آتا ہے کہ کسی شخص کا غلام خوش طبع نہیں ہے حالانکہ بعض غلام خوش طبع ہوتے ہیں' اس لئے فیہا کو ذکر کیا کہ گھر میں مخصوص غلام کی خوش طبعی کی نفی ہے

جواب: ۲ فیہا خبر ثانی ہے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ لائے نفی جنس کی خبر ظرف' اور غیر ظرف دونوں طرح ہو سکتی ہے۔

قوله فَاِنْ كَانَ مُفْرَدًا الخ | اگر لائے نفی جنس کا اسم مفرد ہو تو وہ علامت نصب پر مبنی ہوگا اور مفرد یہاں مضاف شبہ مضاف کے مقابلہ میں ہے اور علامت نصب مفرد تثنیہ جمع ہر ایک کی اس کے اعتبار سے ہوگی چنانچہ مفرد کی

مثال جیسے لارجل فی الدار' اور تثنیہ کی مثال جیسے لارجلین فی الدار' اور جمع مذکر کی مثال لامسلمین فی الدار' اور جمع مونث سالم کی مثال جیسے لامسلماتِ فی الدار' اس میں کسرہ بغیر تنوین کے ہوگا۔

قوله وَاِنْ كَانَ مَعْرِفَةً الخ | یہاں سے مصنفؒ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ اگر لائے نفی جنس کا اسم معرفہ ہو یا لائے نفی جنس کے اور اسکے درمیان فاصلہ ہو تو اس صورت میں لائے نفی جنس کے اسم پر رفع پڑھنا اور اس کو مکرر لانا ضروری ہے' پہلی صورت میں رفع کی وجہ یہ ہے کہ لائے نفی جنس میں تعدد اور عموم ہوتا ہے اور معرفہ میں خصوص' تو اسم کو معرفہ لانے سے لا کا عمل باطل ہو گیا اسلئے معرفہ ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہوگا' دوسری صورت میں رفع کی وجہ یہ ہے کہ لا عامل ضعیف ہے اتصال کی صورت میں عمل کر سکتا ہے لیکن جب اس کا اسم اس سے فاصلے پر ہوگا تو عمل نہ کر سکے گا لہذا بنابر ابتدا کے مرفوع ہوگا اور تکرار معرفہ میں اس لئے ضروری ہے کہ لا اصل میں نفی جنس کیلئے ہوتا ہے اور جنس میں تعدد ہوتا ہے اور معرفہ میں تعدد نہیں ہوتا لہذا تکرار کو قائم مقام تعدد جنس کے کیا گیا ہے اور مفصول میں تکرار اس لئے ضروری ہے کہ یہ کلام 'ا فیھا رجل ام امراۃ' کے جواب میں لایا جاتا ہے پس سوال کی مطابقت سے جواب میں تکریر واجب ہوگی۔

قوله مِثْلُ قَضِيَّةٌ الخ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ لائے نفی جنس کا اسم معرفہ ہونے کی صورت میں مرفوع ہوگا اور تکرار لا بھی ضروری ہوگا جب کہ قضیۃ ولا اباحسن لھا' مثال میں اباحسن معرفہ ہے حضرت علیؓ کی کنیت ہے اور لائے جنس کا اسم ہے جب کہ اسمیں نہ رفع ہے نہ تکرار۔

جواب: ۱ لا اباحسن میں اباحسن لا کا اسم نہیں ہے بلکہ اس کا مضاف مثل محذوف ہے ای لا مثل ابی حسن لھا تو اس صورت میں اسم معرفہ نہیں لہذا رفع ہوگا نہ تکرار' اور مثل اگرچہ اضافت الی المعرفہ کی وجہ سے معرفہ ہے لیکن کثرت ابہام کی وجہ سے یہ معرفہ نہیں بنا کیونکہ معرفہ میں تخصیص اور عدم ابہام ضروری ہے۔

جواب: ۲ علم بول کر وصف مشہور مراد لیا ہے جس کے ساتھ صاحب علم متصف ہے جیسے لکل فرعون موسیٰ' میں فرعون سے مراد باطل پرست اور موسیٰ سے مراد حق پرست ہے' اسی طرح لا اباحسن لھا میں علم بول کر وصف مشہور مراد لیا 'ای لا فیصل لھا اور جب علم سے وصف مشہور مراد ہو تو علمیت اور تعریف باطل ہو جاتی ہے

جنس کا اسم معرفہ نہیں بلکہ نکرہ ہے۔

فائدہ: قضیہ ولا ابا حسن لها صحابہؓ کا قول ہے یہ جملہ وہ فیصلے کے وقت کہا کرتے تھے کہ اس مشکل فیصلہ کے لئے حضرت علیؓ کے سوا اور کوئی موزوں نہیں' اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت علیؓ کے بارے میں فرمایا واقضھم علیؓ اس لیے آپ فیصل کیساتھ مشہور ہوئے' یا یہ مطلب ہے کہ یہ ایسا فیصلہ ہے جس میں ابو الحسن حضرت علیؓ حاضر نہیں اس لئے اسمیں غلطی کا کافی امکان ہے۔

قولہ وَفِي مِثْلِ لَا حَوْلَ الخ | مصنفؒ نے فرمایا کہ لا حول ولا قوة الا باللہ کی مثل کو پانچ طرح سے پڑھ سکتے ہیں' اور اس سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں لا عطف کی بنا پر مکرر مذکور ہو اور لا کے بعد نکرہ ہو لیکن موصول ہو مفصول نہ ہو

(۱) دونوں اسم مفتوح ہوں لائے نفی جنس کا اسم ہونے کی وجہ سے جیسے لا حول ولا قوة الا باللہ 'لا قوة کا عطف لا حول پر ہے تو اس صورت میں یہ عطف المفرد علی المفرد کی قبیل سے ہوگا' اور معطوف اور معطوف الیہ مل کر لا کا اسم' اور اس کی خبر محذوف ہوگی' ای لا حول عن المعصیۃ ولا قوة علی الطاعۃ موجود ان بشئ الا باللہ اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں مستقل جملہ ہوں اور جملہ کا عطف جملہ پر ہو اس صورت میں تقدیری عبارت یوں ہوگی' لا حول عن المعصیۃ ثابت بشئ الا باللہ' ولا قوة علی الطاعۃ ثابتۃ بشئ الا باللہ' تو یہ عطف الجملہ علی الجملہ کی قبیل سے ہوگا۔

(۲) اول مفتوح ہو اور ثانی منصوب ہو لا حول ولا قوةً الا باللہ 'پہلا اسم لائے نفی جنس کا اسم ہونے کی بنا پر مفتوح ہے اور دوسرا لا چونکہ صرف تاکید کے لئے ہے اس لئے قوة اسکا معمول نہیں ہوگا بلکہ پہلے کے لفظ پر معطوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

(۳) اول مفتوح ثانی مرفوع ہو' جیسے لا حول ولا قوةٌ الا باللہ' اس صورت میں حول تو اسم لائے نفی جنس ہونے کی وجہ سے مفتوح ہے اور دوسرا لا ملغی عن عمل ہے اس لئے قوةٌ حول کے محل پر معطوف ہے اور حول محلاً مرفوع ہے بنا بر ابتدا کے

(۴) دونوں مرفوع ہوں جیسے لا حولٌ' ولا قوةٌ' الا باللہ' اس بنا پر کہ دونوں لا ملغی از عمل ہیں اس لئے یہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوں گے۔

(۵) اول کا رفع ثانی کا فتحہ جیسے لا حولٌ' ولا قوةَ الا باللہ 'پہلا اس لئے مرفوع ہوگا کہ لا بمعنی لیس ہو لیکن یہ ضعیف ہے کیونکہ لا مشبہ بلیس قلیل العمل ہے اور دوسرا لائے نفی جنس کا اسم ہونے کی بنا پر مفتوح ہوگا۔

وَاِذَا دَخَلَتِ الْهَمْزَةُ لَمْ يَتَغَيَّرِ الْعَمَلُ وَمَعْنَاهَا الْاِسْتِفْهَامُ وَالْعَرْضُ وَالتَّمَنِّي وَنَعْتُ الْمَبْنِيِّ الْاَوَّلُ مُفْرَدًا يَلِيْهِ مَبْنِيٌّ وَمُعْرَبٌ رَفْعًا وَنَصْبًا مِثْلُ لَا رَجُلَ ظَرِيْفَ وَظَرِيْفٌ وَظَرِيْفًا وَاِلَّا فَالْاِعْرَابُ وَالْعَطْفُ عَلَى اللَّفْظِ وَعَلَى الْمَحَلِّ جَائِزٌ فِيْ مِثْلِ لَا اَبَ وَابْنًا وَابْنٌ وَمِثْلُ لَا اَبَا لَهُ وَلَا غُلَامَيْ لَهُ جَائِزٌ تَشْبِيْهًا لَهُ بِالْمُضَافِ لِمُشَارَكَتِهٖ لَهُ فِيْ اَصْلِ مَعْنَاهُ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجُزْ لَا اَبَا فِيْهَا وَلَيْسَ بِمُضَافٍ لِفَسَادِ الْمَعْنٰى خِلَافًا لِسِيْبَوَيْهِ وَيُحْذَفُ كَثِيْرًا فِيْ مِثْلِ لَا عَلَيْكَ اَيْ لَا بَاْسَ عَلَيْكَ۔

ترجمہ: اور جب (لائے نفی جنس پر) همزه داخل ہو تو (لا کا) عمل متغیر نہ ہوگا اور اس کا معنی استفہام اور عرض اور تمنی کا بن جاتا ہے اور مبنی اول کی صفت جو مفرد ہو اور (اسم لا کے ساتھ) متصل ہو وہ مبنی اور معرب مرفوع منصوب دونوں طرح ہو سکتا ہے جیسے لَا رَجُلَ ظَرِيْفَ وَظَرِيْفٌ وظَرِيْفًا اگر نہ پس (اس کا حکم) معرب ہوتا ہے اور جائز ہے عطف لفظ اور محل پر لا اب وابنا وابن کی مثل میں اور لا ابالہ اور لا غلامی یہ مثالیں جائز ہیں اسکو تشبیہ دیتے ہوئے مضاف کے ساتھ بوجہ اس کے مضاف کے ساتھ اصل معنی میں مشارکت کے اور اسی وجہ سے لا ابا فیھا جائز نہیں اور مضاف بھی نہیں معنی کے فاسد ہونے کی وجہ سے' اور یہ بات سیبویہ کے خلاف ہے اور اسم لا کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے لا علیک ای لا باس علیک کی مثل میں۔

تشریح: قوله وَاِذَا دَخَلَتِ الْهَمْزَةُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ لائے نفی جنس پر جب ہمزہ داخل ہو جائے تو اسکا عمل اگر چہ نہیں بدلتا یعنی اگر اسم لا مبنی ہے تو مبنی ہی رہے گا اور اگر معرب ہو تو معرب ہی رہیگا لیکن معنی بدل جاتا ہے کبھی استفھام کا معنی ہوگا جیسے اَلَا رَجُلَ فِي الدَّارِ یہاں استفہام کا معنی ہوگا یعنی کیا گھر میں آدمی ہے اور کبھی عرض کا جیسے اَلَا نُزُولَ لَكَ بِنَا فَتُحْسِنَ اِلَيْكَ اور کبھی تمنی کا معنی ہو جاتا ہے جیسے الا اتیان منك فتبشرنا۔

قوله نَعْتُ الْمَبْنِيِّ الْاَوَّلُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ لائے نفی جنس کے

[illegible] ساتھ مبنی اور معرب دونوں کا احتمال رکھتی ہے اور معرب ہونے کی صورت [illegible] مرفوع،
[illegible] پڑھ سکتے ہیں شرائط مندرجہ ذیل ہیں

۱- صفت [illegible] ہو ۲- مفرد ہو یعنی مضاف شبہ مضاف نہ ہو ۳- اسم کے ساتھ متصل ہو منفصل نہ ہو جیسے لا رجل ظریف [illegible] ظریف وظریفاً اس مثال میں رجل لائے نفی جنس کا اسم اور مبنی بر فتح ہے اور ظریف اس کی صفت اول بھی ہے [illegible] اور اسم لا کے ساتھ متصل بھی ہے اس لیے ظریف پر تینوں اعراب پڑھ سکتے ہیں فتح اس بنا پر تا کہ موصوف [illegible] میں مطابقت ہو جائے اور رفع اس بنا پر کہ اس کا حمل اسم لائے نفی جنس کے محل پر کیا جائے اور اسم لائے نفی [illegible] بنا بر ابتدا کے مرفوع بھی ہوتا ہے اور نصب اس بنا پر کہ اس کا عطف اسم لائے نفی جنس کے لفظ پر کیا جائے تو پہلی صورت میں صفت مبنی علی الفتح ہوگی دوسری صورت میں معرب مرفوع اور تیسری صورت میں معرب منصوب ہوگی۔

قولہ وَاِلَّا فَالْاِعْرَابُ الخ | اگر وہ صفت مذکورہ اوصاف کے ساتھ متصف نہ ہو تو صرف معرب مرفوع یا منصوب ہوگی مبنی نہ ہوگی مرفوع محل بعید پر حمل کرتے ہوئے اور منصوب لفظ پر حمل کرتے ہوئے۔

قولہ وَالْعَطْفُ عَلَى اللَّفْظِ الخ | لائے نفی جنس کے اسم مبنی پر عطف جائز ہے پھر معطوف منصوب بھی ہو سکتا ہے اور مرفوع بھی، اگر لفظ اسم پر عطف ہو تو معطوف منصوب ہوگا جیسے لَا اَبَ وَابْنًا اور محل پر عطف ہو تو مرفوع ہوگا جیسے لَا اَبَ وَابْنٌ اور مثل سے مراد یہ ہے کہ معطوف نکرہ ہو۔

قولہ وَمِثْلُ لَا اَبَا لَهٗ وَلَا غُلَامَيْ لَهٗ الخ | مثل لا ابا لہ سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں اسم لائے نفی جنس کے بعد لام لضافت ہو اور اسم لا پر اضافت کے احکام جاری ہوتے ہوں تو وہاں اسم کو مضاف قرار دے کر منصوب پڑھ سکتے ہیں جیسے لَا اَبَا لَهٗ اور لَا غُلَامَيْ لَهٗ اصل میں لَا اَبَ لَهٗ اور لَا غُلَامَيْنِ لَهٗ تھا تو اَبَ اور غُلَامَيْنِ نکرہ ہیں اور لام اضافت کیلئے ہے تو ان کو مضاف کا حکم دے کر بجائے لا اب لہ اور لا غلامین لہ کے لا ابا لہ اور لا غلاما لہ پڑھا جا سکتا ہے کیونکہ یہ دونوں ترکیبیں مضاف کے ساتھ اصل معنی میں مشارک ہیں کہ اضافت یا تو تعریف کے لئے ہوتی ہے یا تخصیص کیلئے انمیں تعریف تو ہو نہیں سکتی کیونکہ اس میں تقدیر حرف جر شرط ہے جیسے غلام زید- ان میں تخصیص ہے کہ غلام مختص بمولیٰ ہے اور ابن مختص باب ہے اس لئے انہیں مضاف کے حکم میں قرار دے کر منصوب پڑھا جا سکتا ہے۔

قولہ وَلَيْسَ بِمُضَافٍ الخ | لیکن لا ابا لہ اور غلامی لہ میں اب اور غلامین کو حقیقی مضاف قرار دینا صحیح نہیں بلکہ یہ

صرف مشابہ مضاف ہیں وگرنہ لفظی اور معنوی خرابی لازم آئے گی' معنوی خرابی اس طرح کہ لا اب لہ اور لا غلامین [illegible] یہ ہے کہ فلاں آدمی معلوم النسب نہیں اور فلاں آدمی کا مطلقا کوئی غلام نہیں اگر ان ترکیبوں میں حقیقی اضافت تسلیم کریں تو [illegible] یہ ہوگا کہ فلاں شخص کا باپ جو معلوم الوجود ہے اب موجود نہیں اور فلاں کے دو غلام جو معلوم الوجود ہیں اب موجود نہیں اور لفظی خرابی یہ ہے کہ مضاف حقیقی ماننے کی صورت میں نکرہ معرفہ بن جائے گا اس صورت میں اسم لا کو مرفوع اور لا کو [illegible] ضروری ہوگا حالانکہ نہ یہاں تکرار ہے نہ رفع اس لئے اسے شبہ مضاف کہنا ہی صحیح ہوگا نہ حقیقی مضاف۔

قولہ خِلَافًا لِسِیبَوَیہِ الخ لیکن سیبویہ ان دونوں ترکیبوں میں اضافت حقیقیہ کے قائل ہیں۔

قولہ وَیُحذَفُ کَثِیرًا الخ اور لا علیک جیسی مثالوں میں لائے نفی جنس کا اسم اکثر حذف کر دیا جاتا ہے مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں اسم لا کے حذف پر قرینہ موجود ہو لا علیک اصل میں لا باس علیک تھا اور یہاں اسم لا کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ لائے نفی جنس اسم پر داخل ہوتا ہے تو لا کا حرف پر داخل ہونا یہ قرینہ ہے کہ یہاں اسم محذوف ہے۔

خَبَرُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَینِ بِلَیسَ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُولِهِمَا وَهِیَ لُغَةٌ حِجَازِیَّةٌ وَاِذَا زِیدَتْ اِنْ مَعَ مَا اَوِ انْتَقَضَ النَّفْیُ بِاِلَّا اَوْ تَقَدَّمَ الْخَبَرُ بَطَلَ الْعَمَلُ وَاِذَا عُطِفَ عَلَیهِ بِمُوجَبٍ فَالرَّفْعُ۔

ترجمہ: ما اور لا کی خبر جو لیس کے مشابہ ہے وہ مسند ہوتی ہے ان دونوں کے داخل ہونے کے بعد اور یہ اہل حجاز کی لغت ہے اور اِن کو زائد کر دیا جائے ما کے ساتھ یا نفی ٹوٹ جائے الا کے ساتھ یا خبر مقدم ہو جائے تو (ما و لا کا) عمل باطل ہو جاتا ہے اور جب عطف کیا جائے ان کی خبر پر کسی موجب کے ساتھ تو رفع پڑھنا واجب ہے۔

تشریح: قولہ خَبَرُ مَا وَلَا الخ یہاں سے صاحب کافیہ ماولا کی خبر کو بیان کرتے ہیں کہ ما اور لا جب لیس کے مشابہ ہوں تو انکی خبر منصوب و مسند ہوتی ہے لیکن یہ اہل حجاز کی لغت ہے اور بنو تمیم کی لغت میں ما اور لا [illegible] نہیں [illegible] لیکن اہل حجاز کے مذہب کی قرآن پاک سے تائید ہوتی ہے فرمایا مَاهٰذَا بَشَرًا اس میں بشرا ما کی خبر ہونے کے [illegible] منصوب ہے۔

فائدہ: ما اور لا کی لیس کے ساتھ دو طرح سے مشابہت ہے (۱) یہ کہ جس طرح لیس نفی کا معنی [illegible] تا ہے اسی طرح ما اور لا بھی نفی کا معنی دیتے ہیں (۲) جیسے لیس اسم اور خبر پر داخل ہو کر اسم کو رفع اور خبر کو نصب [illegible] ہے [illegible] طرح ما اور لا

بھی اسم اور خبر پر داخل ہو کر اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔

قوله وَاِذَا زِيْدَتْ اِنْ مَعَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ تین صورتیں بیان کرتے ہیں جن میں ما اور لا کا عمل باطل ہو جاتا ہے

(۱) جب لفظ ان کلمہ ما کے بعد زیادہ کیا جائے تو ما کا عمل باطل ہو جاتا ہے جیسے مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ اس لئے کہ لفظ ما عامل ضعیف ہے اگر اسم کے ساتھ متصل ہو تو عمل کرتا ہے انفصال کی صورت میں عمل نہیں کرتا اس لئے اس مثال میں زید مبتدا ہونے کی وجہ سے اور قائم خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔

(۲) جب نفی کا معنی الا کی وجہ سے ختم ہو جائے تو ما کا عمل باطل ہو جاتا ہے جیسے مَا زَيْدٌ الا قَائِمٌ اس مثال میں الا کی وجہ سے نفی والا معنی ختم ہو گیا اور ما چونکہ لیس کے ساتھ معنی نفی میں مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا تھا تو اب عمل نہیں کر سکے گا لہذا زید مبتدا ہونے کی وجہ سے اور قائم خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔

(۳) خبر کو اسم پر مقدم کرنے کی صورت میں بھی ما کا عمل باطل ہو جائیگا جیسے ما قائم زید کیونکہ ما عامل ضعیف ہونے کی بنا پر اس وقت عمل کرتا ہے جب کہ اس کے معمول ترتیب کے ساتھ ہوں ترتیب کے بدلنے کی صورت میں عمل نہیں کر سکے گا۔

قوله وَاِذَا عُطِفَ عَلَيْهِ بِمُوْجِبٍ الخ | جب ما و لا کی خبر پر ایسے حرف کے ذریعے کسی اسم کا عطف کیا جائے جو نفی کے بعد ایجاب و اثبات کا معنی دے یعنی بل اور لکن کے ساتھ تو معطوف پر رفع واجب ہے جیسے ما زید قائما بل قاعدٌ یا لکن قاعد کیونکہ بل اور لکن کی وجہ سے ما کا عمل باطل ہو گیا تو خبر کے محل پر عطف کرتے ہوئے معطوف پر رفع پڑھا جائے گا۔

المجرورات

اَلْمَجْرُوْرَاتُ هُوَ مَا اشْتَمَلَ عَلٰى عَلَمِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ وَ الْمُضَافُ اِلَيْهِ كُلُّ اِسْمٍ نُسِبَ اِلَيْهِ شَيْئٌ بِوَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا مُرَادًا فَالتَّقْدِيْرُ شَرْطُهٗ اَنْ يَكُوْنَ الْمُضَافُ اِسْمًا مُجَرَّدًا تَنْوِيْنُهٗ لِاَجْلِهَا وَهِيَ مَعْنَوِيَّةٌ وَلَفْظِيَّةٌ فَالْمَعْنَوِيَّةُ اَنْ يَكُوْنَ الْمُضَافُ غَيْرَ صِفَةٍ مُضَافَةٍ اِلٰى مَعْمُوْلِهَا وَهِيَ اِمَّا بِمَعْنَى اللَّامِ فِيْمَا عَدَا جِنْسَ الْمُضَافِ وَ ظَرْفَهٗ وَاِمَّا بِمَعْنٰى مِنْ فِيْ جِنْسِ الْمُضَافِ اَوْ بِمَعْنٰى فِيْ فِيْ ظَرْفِهٖ وَهُوَ قَلِيْلٌ مِثْلُ غُلَامُ زَيْدٍ وَخَاتَمُ فِضَّةٍ وَضَرْبُ الْيَوْمِ وَتُفِيْدُ تَعْرِيْفًا مَعَ الْمَعْرِفَةِ وَتَخْصِيْصًا مَعَ النَّكِرَةِ وَشَرْطُهَا تَجْرِيْدُ الْمُضَافِ مِنَ التَّعْرِيْفِ وَمَا اَجَازَهُ الْكُوْفِيُّوْنَ مِنَ الثَّلٰثَةِ الْاَثْوَابِ وَشِبْهِهٖ مِنَ الْعَدَدِ ضَعِيْفٌ۔

ترجمہ: یہ مجرورات کی بحث ہے، مجرور وہ (اسم) ہے جو مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو اور مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کسی شی کی نسبت کی جائے حرف جر کے واسطہ سے 'حرف جر خواہ لفظا ہو یا تقدیرا ہو' اور وہ (تقدیرا) مراد ہو پس حرف جر تقدیری کی شرط یہ ہے کہ مضاف اسم ہو اور اس سے اس کی تنوین کو ہٹادیا گیا ہو اس (اضافت) کی وجہ سے' اور یہ (اضافت بتقدیر حرف جر) معنوی اور لفظی کی طرف تقسیم ہوتی ہے 'معنوی یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور یہ (اضافت معنویہ) یا تو بمعنی لام کے ہوگی جب کہ مضاف الیہ 'مضاف کی جنس میں سے نہ ہو اور نہ ہی اسکا ظرف ہو اور یا اضافت بمعنی من کے ہوگی جب کہ مضاف الیہ مضاف کی جنس میں سے ہو اور یا بمعنی فی کے ہوگی جب کہ مضاف الیہ 'مضاف کیلئے ظرف ہو اور یہ (اضافت بمعنی فی) قلیل الاستعمال ہے جیسے غلام زید اور خاتم فضۃ اور ضرب الیوم' اور اضافت معنویہ تعریف کا فائدہ دیتی ہے معرفہ کے ساتھ اور تخصیص کا نکرہ کے ساتھ' اور اضافت معنویہ کی شرط یہ ہے کہ مضاف کا تعریف سے خالی ہونا ہے اور جو کوفیوں نے جائز قرار دیا

ہے یعنی الثلاثۃ الاثواب اور اس کی مثل عدد سے یہ ضعیف ہے۔

تشریح: قولہ اَلْمَجْرُوْرَاتُ الخ یہ مجرور کی جمع ہے یا مجرورۃ کی اور اس میں وہی تفصیل ہے جو مرفوعات میں بیان ہوئی وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

اعتراض: مرفوعات اور منصوبات کو توصیغہ جمع کے ساتھ ذکر کرنا درست ہے کہ وہ زیادہ ہیں لیکن مجرورات کو جمع نادرست نہیں کیونکہ وہ صرف ایک ہی ہے یعنی مضاف الیہ۔

جواب: مجرور اگرچہ ایک ہے لیکن اس کی انواع اور اقسام کے تعدد کو ملحوظ رکھتے ہوئے جمع کے صیغے کے ساتھ ذکر لیا ہے۔

قولہ ھُوَمَا اشْتَمَلَ الخ یہاں سے صاحب کافیہ مجرور کی تعریف کرتے ہیں کہ مجرور وہ اسم ہے جو مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو اس حیثیت سے کہ وہ مضاف الیہ ہے اور مضاف الیہ کی علامت جو جر ہے اسمیں عموم ہے خواہ لفظا ہو تقدیرا یا خواہ کسرہ ہو یا فتحہ۔

قولہ وَالْمُضَافُ اِلَیْہِ کُلُّ اسْمٍ الخ یہاں سے مصنف مضاف الیہ کی تعریف کرتے ہیں یہ وہ اسم جس کی طرف حرف جر کے واسطہ سے کسی شی کی نسبت کی گئی ہو خواہ وہ حرف جر لفظوں میں ہو جیسے مررت بزید' یا ... ہو یعنی اس کا اثر لفظوں میں باقی ہو جیسے غلام زید اصل میں غلام لزید تھا۔

قولہ شرطہ الخ اضافت بتقدیر حرف جر کی شرط یہ ہے کہ مضاف ایسا اسم ہو جو اضافت کی وجہ سے ... مثلا نون تثنیہ اور نون جمع سے خالی ہو کیونکہ تنوین یا قائم مقام تنوین کے ساتھ تام ہونے کی ... پر دلالت کرتا ہے جب کہ اضافت اتصال کی مقتضی ہے اور اتصال اور انفصال دونوں ایک شئ میں جمع ...

قولہ مَعْنَوِیَّۃٌ وَ لَفْظِیَّۃٌ الخ یہاں سے صاحب کافیہ اضافت تقدیری کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں اضافت معنویہ' اضافت لفظیہ' اضافت معنویہ وہ اضافت ہے جس میں مضاف ایسا صیغہ صفت نہ ہو جو اپنے ... اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) مضاف نہ صفت کا صیغہ ہو نہ اپنے معمول کی طرف مضاف ... صیغہ صفت تو ہو لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو ... غیر معمول کی طرف

مضاف ہو جیسے کریم البلد (۳) مضاف صیغہ صفت نہ ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضرب الیوم

وجہ تسمیہ: اضافت معنویہ کو معنویہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ اضافت مضاف میں تعریف و تخصیص کا فائدہ دیتی ہے اور اضافت لفظیہ چونکہ لفظوں میں تخفیف کا فائدہ دیتی ہے اس لئے اسے اضافت لفظیہ کہتے ہیں۔

قوله وَهُوَ اِمَّا بِمَعْنَى اللَّامِ الخ | اضافت معنویہ کی تین قسمیں ہیں (۱) جب مضاف الیہ نہ تو مضاف کی جنس سے ہو اور نہ اس کے لیے ظرف بن رہا ہو تو اضافت بمعنی لام کے ہو گی یعنی وہاں حرف لام مقدر ہو گا جیسے غلام زید (۲) جب مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہو تو اضافت بمعنی منْ کے ہو گی یعنی وہاں صرف منْ مقدر ہو گا جیسے خاتم فضۃ (۳) مضاف الیہ اگر مضاف کے لئے ظرف بن رہا ہو تو اضافت بمعنی فی کے ہو گی جیسے ضرب الیوم اور یہ قلیل الاستعمال ہے۔

قوله وَتُفِيدُ تَعْرِيفًا الخ | جب اسم کی اضافت معرفہ کی طرف کی جائے تو اس سے تعریف مضاف کا فائدہ حاصل ہوتا ہے یعنی وہ اسم نکرہ بھی معرفہ بن جاتا ہے جیسے غلام زید اور اگر اسم کی اضافت نکرہ کی طرف کی جائے تو یہ تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جیسے غلام رجل میں نکرہ کی طرف اضافت کی وجہ سے تخصیص پیدا ہو گئی ہے کہ غلام مرد کا ہے عورت کا نہیں۔

قوله وَشَرْطُهَا تَجْرِيدُ الْمُضَافِ الخ | اضافت معنویہ کی شرط یہ ہے کہ مضاف تعریف سے خالی ہو اگر مضاف بھی معرفہ ہو یا تو مضاف الیہ بھی معرفہ ہوگا یا مضاف الیہ نکرہ ہوگا، پہلی صورت میں یعنی جب کہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں معرفہ ہوں تو تحصیل حاصل کی خرابی لازم آئے گی اور اگر مضاف معرفہ اور مضاف الیہ نکرہ ہو تو اعلی سے ادنی کی طرف طلب، لازم آئے گی اور حصول اعلی کے باوجود طلب ادنی باطل ہے۔

قوله وَمَا اَجَازَهُ الْكُوْفِيُّوْنَ الخ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ اضافت معنویہ میں ضروری ہے کہ مضاف معرفہ نہ ہو حالانکہ بعض مثالوں میں مضاف اور مضاف الیہ دونوں معرفہ ہیں جیسے الثلثۃ الاثواب اور الخمسۃ الدراھم اور المأۃ الدینار۔

جواب ۱: مصنفؒ بصریوں کے پیروکار ہیں اور یہ مذہب کوفیوں کا ہے لہذا وہ اس اعتراض سے بری ہیں۔

جواب ۲: یہ تراکیب قیاساً اور استعمالاً ضعیف ہیں قیاساً اس لئے کہ تحصیل حاصل لازم آتا ہے اور استعمالاً اس اعتبار سے

کہ عرب کے فصحاء اور بلغاء سے ترک لام ثابت ہے یعنی ثلاثۃ الاثواب اور خمسۃ الدراہم اور مأۃ الدینار کہا جاتا ہے۔

وَاللَّفْظِيَّةُ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُضَافُ صِفَةً مُضَافَةً اِلٰى مَعْمُوْلِهَا مِثْلُ ضَارِبُ زَيْدٍ وَحَسَنُ الْوَجْهِ وَلَا تُفِيْدُ اِلَّا تَخْفِيْفًا فِي اللَّفْظِ وَمِنْ ثَمَّ جَازَ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنِ الْوَجْهِ وَامْتَنَعَ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ حَسَنِ الْوَجْهِ وَجَازَ الضَّارِبَا زَيْدٍ وَالضَّارِبُوْا زَيْدٍ وَامْتَنَعَ الضَّارِبُ زَيْدٍ خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ وَضَعُفَ الْوَاهِبُ الْمِأَةِ الْهِجَانِ وَعَبْدِهَا وَ اِنَّمَا جَازَ الضَّارِبُ الرَّجُلِ حَمْلًا عَلَى الْمُخْتَارِ فِي الْحَسَنِ الْوَجْهِ وَالضَّارِبُكَ وَ شِبْهُهٗ فِيْ مَنْ قَالَ اِنَّهٗ مُضَافٌ حَمْلًا عَلٰى ضَارِبُكَ۔

ترجمہ: اور اضافت لفظیہ (کی علامت) یہ ہے کہ مضاف ایسی صفت ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضارب زید' اور حسن الوجہ' اور یہ فائدہ نہیں دیتی مگر لفظوں میں تخفیف کا' اور اسی وجہ سے جائز ہے مررت برجل حسن الوجہ' اور ناجائز ہے مررت بزید حسن الوجہ' اور جائز ہے الضاربا زید اور الضاربوا زید' کی مثال اور ناجائز ہے الضارب زید یہ بات فرا کے خلاف ہے اور ضعیف ہے الواہب المائۃ الھجان وعبدہا' اور سوائے اس کے نہیں جائز ہے الضارب الرجل' حمل کرتے ہوئے اسی وجہ پر جو مختار ہے الحسن الوجہ میں' اور ضاربک اور اس کے ہم مثل جائز ہے اس شخص کے قول کے مطابق جو یہ کہتا ہے کہ یہ مضاف ہے حمل کرتے ہوئے ضاربک پر۔

تشریح: قولہ اَللَّفْظِيَّةُ اَنْ يَّكُوْنَ الخ | اضافت لفظی کی علامت یہ ہے کہ مضاف صیغہ صفت ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو خواہ وہ معمول فاعل ہو یا مفعول' جیسے ضارب زید اس میں ضارب صیغہ صفت اپنے معمول یعنی مفعول بہ کی طرف مضاف ہے اور حسن الوجہ' یہ مثال اس صفت کی ہے جو فاعل کی طرف مضاف ہو۔

قولہ وَلَا تُفِيْدُ اِلَّا تَخْفِيْفًا فِي اللَّفْظِ الخ |

اضافت لفظیہ سے صرف تخفیف لفظ کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اس سے تعریف حاصل نہیں ہوتی اور تخفیف لفظی کی تین صورتیں ہیں (۱) یا تو صرف مضاف میں تخفیف ہو گی جیسے ضَارِبُ زَيْدٍ اصل میں ضاربٌ زیدًا تھا اضافت کی وجہ سے ضارب سے تنوین گر گئی (۲) یا تخفیف صرف مضاف الیہ میں ہو گی جیسے القائم الغلام اصل میں القائم غلامہ تھا غلامہ مضاف

کی وجہ سے ضمیر کو حذف کر دیا گیا اور القائم میں ضمیر مستتر مان لی (۳) کبھی مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تخفیف ہوتی ہے جیسے حسن الوجہ' اصل میں حسن وجہہ تھا اضافت کی وجہ سے حسنٌ کی تنوین حذف ہوگئی اور وجہہ کی ضمیر بھی' اور ضمیر کے عوض اس پر الف لام تعریف لے آئے تو حسن الوجہ بن گیا تو مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تخفیف ہوگئی

وقوله مِنْ ثَمَّ جَازَ الخ | چونکہ اضافت لفظیہ صرف تخفیف کا فائدہ دیتی ہے اس لئے مررت برجل حسن الوجہ کہنا جائز ہے اس لیے کہ اس میں اضافت کی وجہ سے مضاف سے تنوین اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوئی تو تخفیف حاصل ہوگئی' نہ کہ تعریف اور تخصیص' اس لئے حسن الوجہ کا نکرہ کی صفت بننا صحیح ہے اور مررت بزید حسن الوجہ کہنا ناجائز ہے اس لئے کہ اس میں موصوف یعنی زید معرفہ ہے اور صفت حسن الوجہ نکرہ ہے۔

قوله اَلضَّارِبَا زَيْدٍ الخ | اور اسی وجہ سے الضاربا زید اور الضاربو زید یہ ترکیبیں جائز ہیں اصل میں الضاربان زیدا اور الضاربون زیدا تھا اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ اور جمع گر گیا تو تخفیف حاصل ہوگئی اور زید مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مکسور ہے۔

قوله وَامْتَنَعَ الضَّارِبُ زَيْدٍ الخ | الضارب زید یہ ترکیب ممتنع ہے اس لئے کہ اس مثال میں مضاف سے تنوین' اضافت کی وجہ سے نہیں بلکہ لام تعریف کی وجہ سے گری ہے تو اضافت سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔

قوله خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ الخ | فراء نحوی اس ترکیب کو جائز قرار دیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ الضارب میں لام کا دخول اضافت کے بعد ہوا' لہٰذا اس میں تنوین اضافت کی وجہ سے حذف ہوئی نہ کہ لام تعریف کی وجہ سے اس لیے اضافت کا فائدہ حاصل ہے' جمہور کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ اضافت دخول لام سے مقدم ہے دعوی بلا دلیل ہے جب کہ ظاہراً بھی دخول لام کا اضافت پر مقدم ہونا سمجھ آتا ہے کہ لام تعریف ذات اسم کی تحقیق کے لئے آتا ہے اور اضافت اس امر کی تحقیق کے لیے ہے جو اسم کو عارض ہے یعنی تخفیف' اور یہ بات ظاہر ہے کہ ذات کا درجہ صفت سے مقدم ہوتا ہے تو دخول لام اضافت پر مقدم ہوا معلوم ہوا کہ تنوین لام تعریف کی وجہ سے گری ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔

قوله وَضَعُفَ مِائَةُ الْهِجَانِ وَعَبْدِهَا الخ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض: فراء کہتے ہیں کہ آپ نے الضارب زید کی مثال کو ناجائز قرار دیا جب کہ الواھب المائۃ الھجان وعبدھا میں تم بھی اس بات کے قائل ہو کہ الواھب میں تنوین اضافت کی وجہ سے گری ہے جب کہ اس پر الف لام بھی داخل ہے تو الضارب زید کے اندر بھی مان لینا چاہیے کہ تنوین اضافت کی وجہ سے گری ہے۔

جواب: یہ قول ضعیف ہے اور اس مرتبہ کا نہیں کہ اس سے استدلال کیا جائے۔

اعتراض: فراءاس شعر سے ایک اور طریقے سے استدلال کرتے ہیں کہ عبدھا کا عطف المائۃ پر ہو رہا ہے اور الواھب اس کی طرف مضاف ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ معطوف علیہ سے پہلے جو قید ہوتی ہے وہ معطوف کی طرف بھی راجع ہوتی ہے تو گویا عبارت اس طرح ہوئی کہ الواھب المائۃ الھجان' والواھب عبدھا 'اور الواھب عبدھا یہ الضارب زید کی مثل ہے تو جب یہ صحیح ہے تو الضارب زید بھی صحیح ہونا چاہیے۔

جواب: شاعر کا یہ قول ضعیف ہے اور درجہ فصاحت سے ساقط ہے اس لئے اس سے استدلال صحیح نہیں

فائدہ: پورا شعر یوں ہے اَلْوَاهِبُ الْمِائَةِ الْهِجَانِ وَعَبْدِهَا عُوْذًا يُزَجِّى خَلْفَهَا اَطْفَالَهَا

ھجان سفید اونٹنیوں کو کہتے ہیں یہ واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے ناقۃ ھجان بروزن حمار' اور نوق ھجان بروزن رجال' عوذا 'عائذ کی جمع ہے بمعنی نوزائدہ 'یزجی باب تفعیل سے واحد مذکر غائب کا صیغہ بمعنی ہانکنا اور چرانا' اور اطفالھا مفعولیت کی بنا پر منصوب ہے یا یہ مجہول کا صیغہ ہے اس صورت میں اطفالھا نائب فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا یعنی میرا ممدوح سو سفید اونٹنیاں جنہوں نے ابھی بچے جنے ہیں مع ان کے چرانے والے خادم بخشنے والا ہے جو کہ ان کے بچوں کو ھانکتے ہیں۔

اَلْوَاهِبُ الْمِائَةِ الْهِجَانِ وَعَبْدِهَا عُوْذًا يُزَجِّى خَلْفَهَا اَطْفَالَهَا

ترکیب: اگر لفظ شعر مراد ہو تو یہ شعر فاعل ہوگا ضعف فعل کا تو فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوگا اور اگر معنی شعر مراد ہو تو ترکیب یوں ہے الواھب صیغہ صفت مضاف المائۃ مبدل منہ الھجان بدل الکل 'بدل مبدل منہ سے مل کر ذوالحال عوذا حال' حال ذوالحال مل کر معطوف علیہ' واو حرف عطف' عبدھا مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف 'یزجی فعل' ھو ضمیر مستتر راجع بسوئے عبد فاعل' خلفھا مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ' اطفالھا مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ یزجی فعل اپنے فاعل مفعول بہ 'اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ صفت ہوئی عبد موصوف کی موصوف صفت مل کر معطوف' المائۃ الھجان معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مضاف الیہ الواھب مضاف کا' **جو** مجرور لفظ اور مفعول بہ منصوب محلا صیغہ صفت کا' الواھب مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر خبر مبتدا محذوف ممدوحی کی' ممدوحی مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا' مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

قوله إنما جاز الضارب الرجل الخ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے

اعتراض: فراء کہتے ہیں کہ الضارب زید بھی الضارب الرجل کی طرح ہے کہ جیسے الضارب الرجل میں اسم فاعل مفعول کی طرف مضاف ہے اسی طرح الضارب زید میں بھی اسم فاعل مفعول کی طرف مضاف ہے تو الضارب الرجل کی طرح الضارب زید بھی صحیح ہونا چاہیے۔

جواب: قاعدہ کے مطابق تو الضارب الرجل بھی صحیح نہ ہونا چاہیے کہ اس میں تنوین اضافت کی وجہ سے نہیں بلکہ لام کی وجہ سے گری ہے لیکن ہم نے اسے الحسن الوجہ کی مختار وجہ پر قیاس کرتے ہوئے جائز قرار دیا یعنی وجہ کا اضافت کی وجہ سے مجرور ہونا اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں معرف باللام ہیں اور مضاف صیغہ صفت ہے۔

قوله وَالضَّارِبُكَ وَشِبْهُهُ الخ |

اعتراض: یہاں سے پھر فراء نے اعتراض کیا ہے کہ تم الضاربک میں اضافت کے قائل ہو تو الضارب زید کے اندر بھی اضافت کے قائل ہونا چاہیے۔

جواب: جمہور نحوی الضاربک میں اضافت کے قائل ہی نہیں ہیں بلکہ اکثر کا مذہب یہ ہے کہ اس میں الف لام الذی کے معنی میں ہے اور الضارب ضرب کے معنی میں اور ک ضمیر مفعول بہ ہے لہذا ان کے مطابق فراء کا استدلال صحیح نہ ہوا۔

جواب: ۲ اگر اس میں اضافت کو تسلیم بھی کر لیا جائے جیسے بعض کا مذہب ہے پھر فرا کا استدلال صحیح نہیں کیونکہ الضاربک کو ضاربک پر قیاس کرتے ہیں اور ضاربک میں تنوین اتصال ضمیر کی وجہ سے گری ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے تو الضاربک میں بھی تنوین اتصال ضمیر کی وجہ سے گری ہے نہ کہ اضافت کے سبب سے۔

وَلَا يُضَافُ مَوْصُوْفٌ اِلٰى صِفَةٍ وَلَا صِفَةٌ اِلٰى مَوْصُوْفِهَا وَمِثْلُ مَسْجِدُ الْجَامِعِ وَجَانِبُ الْغَرْبِيِّ وَصَلٰوةُ الْاُوْلٰى وَبَقْلَةُ الْحَمْقَاءِ مُتَاَوَّلٌ وَمِثْلُ جَرْدُ قَطِيْفَةٍ وَاَخْلَاقُ ثِيَابٍ مُتَاَوَّلٌ وَلَا يُضَافُ اِسْمٌ مُمَاثِلٌ لِلْمُضَافِ اِلَيْهِ فِي الْعُمُوْمِ وَالْخُصُوْصِ كَلَيْثٍ وَاَسَدٍ وَحَبْسٍ وَمَنْعٍ لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ بِخِلَافِ كُلِّ الدَّرَاهِمِ وَعَيْنِ الشَّيْءِ فَاِنَّهٗ يُخْتَصُّ بِهٖ وَقَوْلُهُمْ سَعِيْدُ كُرْزٍ وَنَحْوُهٗ مُتَاَوَّلٌ۔

ترجمہ : اور نہیں مضاف کیا جائے گا موصوف کو صفت کی طرف اور نہ ہی صفت کو موصوف کی طرف اور مسجد الجامع اور جانب الغربی اور صلوۃ الاولی اور بقلۃ الحمقاء جیسی مثالوں میں تاویل کی گئی ہے اور جرد قطیفۃ اور اخلاق ثیاب جیسی مثالوں میں تاویل کی گئی ہے اور نہیں مضاف کیا جائیگا وہ اسم جو مضاف الیہ کے برابر ہو عموم اور خصوص میں جیسے لیث اور اسد اور حبس اور منع فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے بخلاف کل الدراہم اور عین الشیٔ کے کہ اس میں مضاف خاص ہو جاتا ہے مضاف الیہ کے سبب اور ان کے قول سعید کرز اور اس کی مثل میں تاویل کی گئی ہے۔

تشریح: قولہ وَلَا یُضَافُ مَوْصُوْفٌ الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ موصوف کی صفت کی طرف اور صفت کی موصوف کی طرف اضافت نہیں ہو سکتی کیونکہ صفت موصوف کا عین ہوتی ہے جب کہ مضاف اور مضاف الیہ آپس میں مغایر ہوتے ہیں اگر موصوف کو صفت کی طرف مضاف کر دیا جائے تو عینیت میں غیریت لازم آئے گی اور یہ باطل ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ موصوف یا تو صفت سے اخص ہوتا ہے یا مساوی جب کہ مضاف ہمیشہ مبائن ہی ہوتا ہے تو موصوف کے مضاف ہونے کی صورت میں اس کا بیک وقت مساوی اور مبائن ہونا لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔

قولہ وَلَا صِفَةٌ اِلٰی مَوْصُوْفِهَا الخ اور نہ صفت اپنے موصوف کی طرف مضاف ہو سکتی ہے کیونکہ صفت کے مضاف ہونے کی صورت میں اسے مقدم ہونا چاہیے کیونکہ مضاف مضاف الیہ سے مقدم ہوتا ہے حالانکہ صفت بعد میں ہوتی ہے اور اگر اسے صفت کی حیثیت سے موخر کریں تو مضاف کا موخر ہونا لازم آئے گا حالانکہ مضاف مقدم ہوتا ہے اس لیے صفت موصوف کی طرف مضاف نہیں ہو سکتی۔

قولہ وَمِثْلُ مَسْجِدُ الْجَامِعِ الخ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض : آپ نے کہا کہ موصوف اپنی صفت کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا جب کہ بعض مثالوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ موصوف اپنی صفت کی طرف مضاف ہو رہا ہے جیسے مسجد الجامع میں مسجد کی اضافت الجامع کی طرف اور جانب الغربی میں جانب کی اضافت الغربی کی طرف اور صلوۃ الاولی میں صلوۃ کی اضافت الاولی کی طرف اور بقلۃ الحمقا میں بقلہ کی اضافت الحمقا کی طرف یہ ساری مثالیں اضافۃ الموصوف الی الصفۃ کے قبیل سے ہیں۔

جواب : مصنفؒ نے فرمایا کہ اس طرح کی تراکیب میں تاویل کی جائے گی چنانچہ پہلی مثال میں الجامع مسجد کی صفت نہیں بلکہ اسکا موصوف الوقت محذوف ہے ای مسجد الوقت الجامع کیونکہ انسانوں کو جمع کرنے والا نماز کا وقت ہوتا ہے مسجد ...... تو مسجد کا مضاف الیہ الوقت ہے جو محذوف ہے

نہیں ورنہ ضروری ہوتا کہ تمام اوقات میں انسان مسجد میں جمع ہوں اسی طرح تیسری مثال میں الاولیٰ صلوٰۃ کی صفت نہیں بلکہ اس کا موصوف الساعۃ محذوف ہے ای صلوۃ الساعۃ الاولی اور دوسری مثال میں الغربی کا موصوف المکان محذوف ہے ای جانب المکان الغربی اور چوتھی مثال میں الحمقاء کا موصوف الحبہ محذوف ہے ای بقلہ الحبہ الحمقاء لہذا ہمارا قاعدہ کہ موصوف صفت کی طرف مضاف نہیں ہوتا سلامت رہا۔

قوله وَمِثْلُ جَرْدُ قَطِيفَةٍ الخ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض :اعتراض یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ صفت موصوف کی طرف مضاف نہیں ہوسکتی جب کہ بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن میں صفت موصوف کی طرف مضاف ہے جیسے جرد قطیفۃ میں جرد صفت کی قطیفۃ موصوف کی طرف اضافت ہے اور اخلاق ثیاب میں اخلاق صفت اپنے موصوف ثیاب کی طرف مضاف ہے۔

جواب : ان مثالوں میں بھی تاویل کی گئی ہے وہ اس طرح کہ اگرچہ موصوف ذات پر دلالت کرتا ہے اور کبھی صفت میں ابہام ہوتا ہے اور کبھی صفت کو بمنزلہ ذات کے قرار دیتے ہیں لہذا جرد کو بمنزلہ ذات قرار دیا ہے اور جرد اسم جنس ہے اس لئے اس میں ابہام ہے تو ابہام کو دور کرنے کے لئے قطیفۃ لائے تو یہاں صفت کی موصوف کی طرف اضافت نہیں ہے بلکہ جرد جو ایک جنس مبہم ہے تو اسے قطیفہ کی طرف مضاف کیا تاکہ ابہام ختم ہو جائے اسی طرح اخلاق ثیاب میں اخلاق اسم جنس ہے اس لئے اس میں ابہام ہے اس ابہام کو دور کرنے کے لئے ثیاب لائے تو ان دونوں مثالوں میں صفت کی موصوف کی طرف اضافت نہیں۔

قوله وَلَا يُضَافُ اِسْمٌ مُمَاثِلٌ الخ | جب دونوں اسم عموم اور خصوص میں برابر ہوں تو ایک کو دوسرے کی طرف مضاف کرنا جائز نہیں کیونکہ اضافت سے مقصود یا تو تعریف ہوتی ہے یا تخصیص جب دونوں اسم عموم و خصوص میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں تو ان میں اضافت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا جیسے لیث اور اسد اور حبس اور منع پہلی مثال ان مترادفین کی ہے جو کہ اعیان سے تعلق رکھتے ہیں اور دوسری مثال ان مترادفین کی ہے جو معانی اور احداث کے قبیل سے ہیں چنانچہ لیث الاسد اور منع الحبس کہنا صحیح نہیں۔

قوله بِخِلَافِ كُلِّ الدَّرَاهِمِ الخ | یعنی عام کی خاص کی طرف اضافت جائز ہے کیونکہ اس سے مضاف میں تخصیص پیدا ہوتی ہے جیسے کل الدراہم میں مضاف عام ہے کہ اس سے مراد دراہم بھی ہوسکتے ہیں اور دنانیر بھی تو اضافت کی

وجہ سے تخصیص پیدا ہو گئی اور کل دراہم کے ساتھ خاص ہو گیا اسی طرح لفظ عین اضافت سے پہلے عام تھا موجود اور معدوم دونوں کو شامل تھا جب عین کی اضافت شی کی طرف ہوئی تو اس میں تخصیص پیدا ہو گئی کہ اس سے مراد موجود ہے نہ کہ معدوم۔

قوله وَقَوْلُهُمْ سَعِيدُ كُرْزٍ الخ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ جو دو اسم عموم و خصوص میں مساوی ہوں تو وہاں اضافت درست نہیں جب کہ سعید کرز والی مثال میں سعید کی اضافت کرز کی طرف ہو رہی ہے جب کہ یہ دونوں مماثل ہیں۔

جواب: اس مثال میں تاویل کی گئی ہے وہ اس طرح کہ مضاف سے مراد مسمی کی ذات ہے اور مضاف الیہ سے لفظ مراد ہے تو سعید کرز کے معنی ہوئے کہ وہ ذات جو لفظ کرز کے ساتھ مسمی اور ملقب ہے اب یہ دونوں مماثل نہ رہے۔

وَإِذَا أُضِيفَ الْإِسْمُ الصَّحِيحُ أَوِ الْمُلْحَقُ بِهِ إِلَى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ كُسِرَ آخِرُهُ وَالْيَاءُ مَفْتُوحَةٌ أَوْ سَاكِنَةٌ فَإِنْ كَانَ آخِرُهُ أَلِفًا تُثْبَتُ وَهُذَيْلٌ تَقْلِبُهَا لِغَيْرِ التَّثْنِيَةِ يَاءً وَإِنْ كَانَ يَاءً أُدْغِمَتْ وَإِنْ كَانَ وَاوًا قُلِبَتْ يَاءً وَأُدْغِمَتْ وَفُتِحَتِ الْيَاءُ لِلسَّاكِنَيْنِ وَأَمَّا الْأَسْمَاءُ السِّتَّةُ فَأَخِي وَأَبِي وَأَجَازَ الْمُبَرِّدُ أَخِيَّ وَأَبِيَّ وَتَقُولُ حَمِي وَهَنِي وَيُقَالُ فِيَّ فِي الْأَكْثَرِ وَفَمِي وَإِذَا قُطِعَتْ قِيلَ أَخٌ وَأَبٌ وَحَمٌ وَهَنٌ وَفَمٌ وَفَتْحُ الْفَاءِ أَفْصَحُ مِنْهُمَا وَجَاءَ حَمٌ مِثْلُ يَدٍ وَخَبْءٍ وَدَلْوٍ وَعَصًا مُطْلَقًا وَجَاءَ هَنٌ مِثْلُ يَدٍ مُطْلَقًا وَذُو لَا يُضَافُ إِلَى مُضْمَرٍ وَلَا يُقْطَعُ

ترجمہ: اور جب اضافت کی جائے اسم صحیح کی یا جاری مجری صحیح کی یائے متکلم کی طرف تو اس کے آخر کو [illegible]

[illegible]

[illegible] جب کہ یہ تثنیہ کا نہ ہو اور اگر یا ہو تو اس کا ادغام کیا جائے گا [illegible]

اور [illegible] دیا جائے گا ساکنین کے [illegible]

[illegible]

(کبھی کبھی) اور جب قطع کردیا جائے ان اسماء کو (اضافت سے) تو کہا جائیگا اخ اور اب اور حم اور ھن اور فا کا فتحہ زیادہ فصیح ہے ان دونوں (کسرہ اور ضمہ) سے اور آیا ہے حم مثل ید اور خب اور دلو اور عصا کے مطلقا اور ھن ید کی طرح آیا ہے مطلقا اور ذو مضاف نہیں ہوتا ضمیر کی طرف اور نہ ہی اسے اضافت سے قطع کیا جاتا ہے۔

تشریح: قوله وَإِذَا أُضِيفَ الْاِسْمُ الصَّحِيْحُ الخ | اس عبارت سے مصنف یائے متکلم کی طرف اضافت کے قواعد بیان کرتے ہیں پہلا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی اسم صحیح یا جاری مجری صحیح کی اضافت یاء متکلم کی طرف کردی جائے تو اس اسم کا آخر یاء کی مناسبت سے مکسور ہوگا اور خود یاء کو ساکن اور مفتوح دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں فتحہ اس لئے [illegible] خف الحرکات ہے اور سکون اسلئے کہ اس میں بھی تخفیف پائی جاتی ہے۔

[illegible] میں صحیح وہ کلمہ ہے کہ جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے زید اور جاری مجری صحیح وہ ہے جس [illegible] واو ظبی اور اسے صحیح کے قائم مقام اس لئے کیا جاتا ہے کہ حرف جب سکون [illegible] حرکت کی وجہ سے جو ثقل پیدا ہوتا ہے سکون کی [illegible] کے معارض آکر اسے ختم کردیتی ہے۔

قوله فَإِنْ كَانَ آخِرُهٗ الخ | دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ [illegible] تو اکثر عرب الف کو باقی رکھتے ہیں جیسے عصای اور رحای لیکن ہذیل [illegible] میں ادغام کریں گے جیسے عصی اور رحی ہاں الف تثنیہ کا ادغام نہ ہوگا جیسے غلامای تاکہ [illegible]

قوله وَإِنْ كَانَ يَاءً أُدْغِمَتْ الخ | اور تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ کسی اسم کے آخر میں یاء [illegible] حرف اضافت ہو تو یا کو یا میں ادغام کردیں گے جیسے قاضی کو قاضی پڑھیں گے۔

قوله وَإِنْ كَانَ وَاوًا قُلِبَتْ يَاءً الخ | چوتھا قاعدہ یہ ہے کسی اسم کے آخر میں واو ہو اور یاء متکلم [illegible] ہو تو واو کو یاء سے بدل کر یاء متکلم میں ادغام کردیں گے جیسے مسلمون کی یاء متکلم کی طرف [illegible] نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہوجائے گا [illegible] یاء میں ادغام کریں گے تو یہ مسلمی [illegible] قبل [illegible] مسلمی ہوگیا اور یاء متکلم مفتوح ہوگی التقاء ساکنین سے بچتے ہوئے۔

قوله وَاَمَّا الْاَسْمَاءُ السِّتَّةُ الخ | اسمائے ستہ مکبرہ میں سے اب اور اخ جب یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں تو جمہور کے ہاں محذوف حرف واپس نہ آئے گا کہ اب اصل میں ابو تھا اور اخ اصل میں اخو تھا تو اضافت کی صورت میں ابی اور اخی کہیں گے ابوی اور اخوی نہ کہیں گے مبرد کے نزدیک محذوف یعنی واؤ واپس آجائیگا اور اسے یاء سے بدل کر یا میں مدغم کیا جائے گا تو ابی اور اخی ہو جائے گا جمہور کی دلیل یہ ہے کہ کثرت استعمال مقتضی تخفیف ہے اسلئے آخری حرف جو محذوف ہو کر نسیا منسیا ہو چکا ہے اضافت کے وقت واپس نہ آنا چاہیے۔

قوله وَتَقُوْلُ حَمِيْ وَهَنِيْ الخ | حم اور ھن اصل میں حمو اور ہنو تھے اضافت الی یاء متکلم کے وقت محذوف کو واپس لائے بغیر بالاتفاق حمی اور ہنی کہا جائیگا حم عورت کے سسرالی رشتہ دار یعنی دیور کو کہتے ہیں اور ہن شرمگاہ کو اس لئے مصنفؒ نے وتقول مؤنث کا صیغہ استعمال کیا۔

قوله وَيُقَالُ فِيَّ فِي الْاَكْثَرِ الخ | فم اصل میں فوہ تھا ہ کو حذف کر دیا گیا فوره گیا واؤ کو یاء سے بدل کر یاء میں ادغام کر دیا اور یاء کی مناسبت سے ماقبل کو کسرہ دیا فی ہو گیا اور یہی اکثر نحاۃ کا مذہب ہے بعض نحوی واؤ کو میم سے بدلتے ہیں کہ دونوں قریب المخرج ہیں اور فمی پڑھتے ہیں لیکن راجح مذہب جمہور کا ہے۔

قوله وَاِذَا قُطِعَتْ الخ | جب اسمائے ستہ مکبرہ میں اضافت ختم کر دی جائے تو اعراب کی تینوں وجوہ ان پر وارد ہوں گی جیسے جاء اخ وحم وھذا ھن اور ھذا فم، فم میں تین لغات ہیں (۱) بفتح الفاء فَمٌ (۲) بکسر الفاء فِمٌ (۳) بضم الفاء فُمٌ لیکن ضمہ اور کسرہ سے فتحہ زیادہ فصیح ہے کیونکہ فتحہ اخف الحرکات ہے۔

قوله وَجَاءَ حَمٌ الخ | لفظ حم میں چند لغات ہیں (۱) مطلق ید کی طرح پڑھا جائے یعنی حالت اضافت وعدم اضافت دونوں میں محذوف واپس نہ آئے (۲) مطلقا خبء کی طرح پڑھا جائے یعنی حالت اضافت وعدم اضافت دونوں میں مہموز پڑھا جائے حمؤ (۳) مطلق دلو کی طرح پڑھا جائے یعنی دونوں حالتوں میں واو کے ساتھ پڑھا جائے حمو (۴) مطلق عصا کی مثل پڑھا جائے یعنی اس کا اعراب تقدیری ہو حالت اضافت وعدم اضافت میں اور حالت اضافت میں اس کے آخر میں الف بڑھا کر یوں پڑھا جائے حمای حماک۔

قوله وَجَاءَ هَنٌ الخ | ھن میں ایک لغت یہ بھی ہے کہ حالت اضافت وغیر اضافت میں ید کی طرح پڑھا جائے یعنی جیسے ید میں حرف محذوف واپس نہیں آتا ھن میں بھی نہ آئے گا اور حالت رفع نصب جر تینوں حرکتیں اسپر جاری ہوں

قوله وَذُوْ لَا يُضَافُ الخ | اسماء ستہ مکبرہ میں ذو ہے یہ ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا اس لئے کہ ذو کی اصل وضع یہ ہے کہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو اور ضمیر اسم جنس نہیں تو ضمیر کی طرف اضافت کی صورت میں خلاف وضع لازم آئے گا اور یہ بغیر اضافت کے بھی مستعمل نہیں ہوتا۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا جب کہ اللھم صل علی محمد وذویہ میں ذو ضمیر کی طرف مضاف ہے اسی طرح ایک شعر ہے ولکنی اریدبہ الذوینا اس میں بھی ذو کی اضافت ضمیر کی طرف ہو رہی ہے

جواب: ان مثالوں میں ذو کا ضمیر کی طرف مضاف ہونا شاذ ہے عام استعمال میں یہ اسم جنس کی طرف ہی مضاف ہوتا ہے ضمیر کی طرف نہیں۔ تمت مجرورات بحمد اللہ تعالیٰ۔

محمد اصغر علی عفی عنہ

فاضل دار العلوم فیصل آباد

پاکستان

التّوابع

اَلتَّوَابِعُ كُلُّ ثَانٍ بِإِعْرَابِ سَابِقِهِ مِنْ جِهَةٍ وَّاحِدَةٍ اَلنَّعْتُ تَابِعٌ يَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِىْ مَتْبُوْعِهِ مُطْلَقًا وَفَائِدَتُهُ تَخْصِيْصٌ اَوْ تَوْضِيْحٌ وَقَدْيَكُوْنُ لِمُجَرَّدِ الثَّنَاءِ اَوِ الذَّمِّ اَوِ التَّوْكِيْدِ نَحْوُ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ وَلَا فَصْلَ بَيْنَ اَنْ يَكُوْنَ مُشْتَقًّا اَوْغَيْرَهُ اِذَاكَانَ وَضْعُهُ لِغَرَضِ الْمَعْنٰى عُمُوْمًا نَحْوُ تَمِيْمِيٍّ وَذِىْ مَالٍ اَوْ خُصُوْصًا مِثْلُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَىِّ رَجُلٍ وَمَرَرْتُ بِهٰذَا الرَّجُلِ وَبِزَيْدٍ هٰذَا وَتُوْصَفُ النَّكِرَةُ بِالْجُمْلَةِ الْخَبَرِيَّةِ وَيَلْزَمُ الضَّمِيْرُ۔

ترجمه: توابع ہر وہ دوسرا (اسم) ہے جو اپنے سابقہ اسم کے ساتھ اعراب میں موافق ہو ایک ہی جہت سے صفت وہ تابع ہے جو اپنے متبوع میں موجود معنیٰ پر دلالت کرے مطلقا اور اس کا فائدہ تخصیص ہے یا توضیح اور کبھی صفت محض تعریف یا مذمت یا تاکید کیلئے بھی ہوتی ہے جیسے نفخة واحدة اور اس سے کوئی فرق نہیں آتا کہ صفت مشتق ہو یا غیر مشتق جب کہ اسکی وضع معنی کی غرض کے لئے ہو تمام استعمالات میں جیسے تمیمی اور ذو مال یا بعض استعمالات میں جیسے مررت برجل ای رجل اور مررت بهذا الرجل اور بزید هذا اور نکرہ کی صفت جملہ خبریہ لائی جاتی ہے اور (اس وقت جملہ میں) ضمیر لازمی ہے۔

تشریح: قوله اَلتَّوَابِعُ الخ | توابع تابع کی جمع ہے جیسے کو اہل کاہل کی جمع ہے یہ وصفیت سے اسمیت کی طرف منقول ہے تابع کسی کلمے میں موجود وہ دوسرا اسم ہے جو پہلے اسم کے ایک ہی جہت سے اعراب میں موافق ہو یعنی اگر پہلا اسم بنا بر فاعلیت کے مرفوع ہو تو دوسرا بھی فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو جیسے جاءنی زیدُ العاقل میں العاقل زید کا تابع ہے اور جیسے زید فاعلیت کی بنا پر مرفوع ہے العاقل بھی فاعلیت کی بنا پر مرفوع ہے اور اگر پہلا اسم مفعولیت کی بنا منصوب ہو تو دوسرا بھی مفعولیت کی بنا پر ہی منصوب ہو جیسے رایت رجلا عاقلا اسی طرح مجرور کو سمجھ لیں جیسے مررت ... قل ...

فوائد قیود: کل ثان بمنزلہ جنس کے ہے ہر دوسرے اسم کو شامل ہے جیسے توابع 'مبتدا' کی خبر اور باب ظننت کا مفعول ثانی اور اِنّ وغیرہ کی خبر جب باعراب سابقہ کہا تو اس سے مبتدا کی خبر اور باب کے مفعول ثانی کے سوا سب خارج ہو گئے کیونکہ ان پر سابقہ اسم کا اعراب نہیں ہوتا اور جب من جہۃ سے مبتدا کی خبر اور باب ظننت اور اعطیت کا مفعول ثانی بھی خارج ہو گیا کیونکہ یہ پچھلے اسم کے ساتھ اعراب میں شرکت کرتے ہیں مگر ایک جہت سے نہیں کیونکہ مبتدا اور خبر میں عامل معنوی یعنی تجرید مختلف حیثیتوں سے عمل کرتا ہے مبتدا میں مسند الیہ ہونے کی حیثیت سے اور خبر میں مسند ہونے کی حیثیت سے اس لئے ان کا اعراب من جہۃ واحدۃ نہیں ہے اور باب ظننت میں مفعول اول مظنون فیہ ہونے کی حیثیت سے اور مفعول ثانی مظنون ہونے کی حیثیت سے منصوب ہوتا ہے اسی طرح باب اعطیت میں مفعول اول معطیٰ لہ ہونے کی حیثیت سے اور ثانی معطیٰ ہونے کی حیثیت سے منصوب ہوتا ہے اس لیے ان کا اعراب من جہۃ واحدۃ نہیں ہے۔

فائدہ: توابع کی پانچ قسمیں ہیں (۱) صفت (۲) عطف بحرف (۳) بدل (۴) تاکید (۵) عطف بیان۔

قولہ اَلنَّعْتُ تابع الخ یہاں سے صاحب کافیہ صفت کی تعریف بیان کرتے ہیں کہ صفت وہ تابع ہے جو اپنے متبوع میں موجود معنی پر بغیر کسی قید کے دلالت کرے بعض نحویوں نے اس کی تعریف یوں کی ہے کہ صفت وہ تابع ہے جو متبوع کی اچھی یا بری حالت کو ظاہر کرے جیسے جاءنی رجل عالم اس مثال میں عالم نے رجل کی علمی حالت کو ظاہر کیا ہے۔

قولہ وَفَائِدَتُہٗ تَخْصِیْصُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ صفت کے فوائد بیان کرتے ہیں صفت کے بہت سے فائدے ہیں

(۱) تخصیص، جب کہ نکرہ کی صفت ہو جیسے جاءنی رجل عالم اس میں تخصیص ہو گی کہ میرے پاس عالم آدمی آیا ہے جاہل نہیں (۲) توضیح، جب کہ معرفہ کی صفت لائی جائے جیسے جاءنی زید التاجر لفظ تاجر نے موصوف کی وضاحت کر دی (۳) اور کبھی محض مدح وثنا کیلئے ہوتی ہے جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۴) اور کبھی مذمت کیلئے جیسے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم اس میں الرجیم صفت شیطان کی مذمت بیان کرنے کے لئے لائی گئی ہے (۵) اور کبھی محض تاکید کے لئے صفت لائی جاتی ہے جیسے نفخۃ واحدۃ نفخۃ میں تاء وحدت پر دلالت کرتی ہے لیکن واحدۃ کو محض تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

قوله وَلَا فَصْلَ الخ بعض نحاۃ کا کہنا ہے کہ صفت کے لئے مشتق ہونا ضروری ہے اور اگر کبھی غیر مشتق ہو تو اسے مشتق کی تاویل میں کرتے ہیں مصنفؒ فرماتے ہیں کہ صفت مشتق بھی ہو سکتی ہے اور غیر مشتق بھی بشرطیکہ وہ متبوع کے معنی پر دلالت کرے، پھر اس صفت میں کبھی عموم ہوتا ہے یعنی متبوع کے معنی پر اسکی دلالت تمام استعمالات میں پائی جائیگی جیسے لفظ تمیمی ہر اس شخص پر دلالت کرتا ہے جو ہو تمیم سے تعلق رکھتا ہو اور جیسے لفظ ذومال ہر مال والے پر دلالت کرتا ہے۔

قوله اَوْ خُصُوْصًا الخ اسکا عطف عموما پر ہے مطلب یہ ہے کہ اس غیر مشتق کی وضع متبوع کے معنی پر دلالت کرنے میں بطریق خصوص ہو یعنی بعض مواضع میں متبوع کے معنی پر دلالت کرے جیسے مررت برجل اَیّ رجل میں اَیّ رجل کمال آدمیت پر دلالت کرتا ہے لہذا وہ رجل کی صفت ہے اسی طرح مررت بھذا الرجل میں ہذا ذات مبہم پر دلالت کرتا ہے اور الرجل ذات معین پر اور ذات معین کی خصوصیت بمنزلہ ایسے معنی کے ہے جو ذات مبہم میں پائے جاتے ہیں اس اعتبار سے الرجل کو ھذا کی صفت بنانا درست ہے اور مررت بزید ھذا میں چونکہ ہذا اس معنی پر دلالت کرتا ہے جو زید میں پائے جاتے ہیں اس لئے ھذا کو زید کی صفت بنانا صحیح ہے۔

قوله وَتُوْصَفُ النَّكِرَةُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ کبھی نکرہ کی صفت جملہ خبریہ بھی ہوتی ہے لیکن جملہ خبریہ میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو نکرہ کی طرف لوٹے جیسے جاءنی رجل ابوہ عالم اس مثال میں ابوہ عالم جملہ خبریہ ہے اور اس میں ضمیر ہے جو نکرہ کی طرف لوٹتی ہے تاکہ موصوف اور صفت میں ربط پیدا ہو جائے۔

فائدہ: جملہ خبریہ کی قید سے جملہ انشائیہ نکل گیا کیونکہ جملہ انشائیہ صفت نہیں بن سکتا اس لئے کہ وہ صدق وکذب کے ساتھ متصف نہیں ہوتا۔

وَتُوْصَفُ بِحَالِ الْمَوْصُوْفِ وَبِحَالِ مُتَعَلِّقِهٖ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنٍ غُلَامُهٗ فَالْاَوَّلُ يَتْبَعُهٗ فِي الْاِعْرَابِ وَ التَّعْرِيْفِ وَالتَّنْكِيْرِ وَالْاِفْرَادِ وَالتَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ وَالتَّذْكِيْرِ وَالتَّانِيْثِ وَالثَّانِيْ يَتْبَعُهٗ فِي الْخَمْسَةِ الْاُوَلِ وَفِي الْبَوَاقِيْ كَالْفِعْلِ وَمِنْ ثَمَّ حَسُنَ قَامَ رَجُلٌ قَاعِدٌ غِلْمَانُهٗ وَضَعُفَ قَاعِدُوْنَ غِلْمَانُهٗ وَيَجُوْزُ قُعُوْدٌ غِلْمَانُهٗ وَالْمُضْمَرُ لَا يُوْصَفُ وَلَا يُوْصَفُ بِهٖ وَالْمَوْصُوْفُ اَخَصُّ اَوْ مُسَاوٍ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يُوْصَفْ ذُو اللَّامِ اِلَّا بِمِثْلِهٖ اَوْ بِالْمُضَافِ اِلٰى مِثْلِهٖ وَاِنَّمَا الْتُزِمَ وَصْفُ بَابِ هٰذَا بِذِي اللَّامِ لِلْاِبْهَامِ وَمِنْ ثَمَّ ضَعُفَ مَرَرْتُ بِهٰذَا الْاَبْيَضِ وَحَسُنَ بِهٰذَا الْعَالِمِ۔

ترجمہ: اور وصف بیان کیا جاتا ہے (صفت کے ذریعے) موصوف کے حال کا اور موصوف کے متعلق کے حال کا جیسے مررت برجل حسن غلامہ پس پہلی قسم (صفت بحال الموصوف) موصوف کے تابع ہوتی ہے اعراب اور تعریف اور تنکیر اور افراد اور تثنیہ اور جمع اور تذکیر اور تانیث میں اور دوسری قسم تابع ہوتی ہے اس (موصوف) کے پہلی پانچ میں اور باقی میں فعل کی طرح ہے اور اسی وجہ سے (کہ قسم ثانی باقی پانچ میں فعل کی طرح ہے) قام رجل قاعد غلمانہ کی مثال حسن ہے اور قاعدون غلمانہ ضعیف ہے اور جائز ہے قعود غلمانہ کی مثال اور ضمیر نہ موصوف ہوتی ہے اور نہ اس کے ساتھ صفت لائی جاسکتی ہے اور موصوف اخص ہوگا یا مساوی ہوگا اسی وجہ سے صفت نہیں لائی جائے گی معرف باللام کی مگر اس کی مثل کے ساتھ یا اس کی مثل کی طرف مضاف کے ساتھ اور بے شک باب ھذا کے وصف کا ذی اللام کے ساتھ التزام کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے ضعیف ہے مررت بھذا الابیض اور حسن ہے مررت بھذ االعالم۔

تشریح: قولہ وَتُوْصَفُ بِحَالِ الْمَوْصُوْفِ الخ یہاں سے مصنف صفت کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں (۱) صفت بحال الموصوف (۲) صفت بحال متعلقہ صفت بحال الموصوف یہ ہے کہ اس سے ایسے معنی پر دلالت ہو جو موصوف میں پائے جاتے ہیں جیسے جاء نی رجل عالم اور صفت بحال متعلقہ وہ ہے جو اس معنی پر دلالت کرے جو موصوف

کے متعلق میں پائے جاتے ہیں جیسے جاءنی رجل ابوہ عالم اس مثال میں عالم ابوہ کی صفت ہے جو رجل کے متعلق ہے اور مررت برجل حسن غلامہ اس مثال میں حسن غلام کی صفت ہے جو رجل کے متعلق ہے۔

قولہ فَالْاَوَّلُ یَتْبَعُہٗ الخ | صفت بحال الموصوف کی اپنے موصوف کے ساتھ دس چیزوں میں مطابقت ضروری ہے اعراب یعنی (۱) رفع (۲) نصب (۳) جر میں (۴) تعریف (۵) تنکیر (۶) تذکیر (۷) تانیث میں (۸) افراد میں (۹) تثنیہ (۱۰) جمع میں ہر ترکیب میں چار کا پایا جانا ضروری ہے اعراب میں سے ایک کا اور افراد تثنیہ جمع میں سے ایک کا اور تعریف و تنکیر میں سے ایک کا اور تذکیر و تانیث میں سے ایک کا۔

قولہ وَالثَّانِیْ یَتْبَعُہٗ الخ | اور دوسری قسم یعنی صفت بحال متعلقہ اپنے موصوف کے ساتھ دس چیزوں میں سے پہلی پانچ میں مطابقت ہوگی یعنی رفع نصب جر اور تعریف تنکیر اور ایک ترکیب میں دو کا پایا جانا ضروری ہے اعراب میں سے ایک کا اور تعریف تنکیر میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے۔

قولہ وَفِی الْبَوَاقِیْ الخ | دوسری قسم میں پہلی پانچ میں مطابقت ضروری ہے باقی پانچ یعنی افراد تثنیہ جمع تذکیر تانیث میں صفت فعل کی طرح ہوگی یعنی جیسے فعل کا فاعل اسم ظاہر ہونے کی صورت میں فعل کو ہر حال میں مفرد ذکر کیا جاتا ہے خواہ فاعل تثنیہ یا جمع ہی کیوں نہ ہو اسی طرح صفت کا فاعل اسم ظاہر ہو تو صفت مفرد لائی جائے گی خواہ صفت کا فاعل تثنیہ ہو یا جمع اور جیسے فاعل کے مذکر ہونے کی صورت میں فعل مذکر اور فاعل کے مونث ہونے کی صورت میں فعل مؤنث لایا جاتا ہے اسی طرح فاعل کے مذکر ہونے کی صورت میں صفت مذکر اور مونث کی صورت میں صفت کو مونث لایا جاتا ہے اسی وجہ سے قام رجل قاعد غلمانہ کہنا بہتر ہے اس مثال میں غلمان فاعل چونکہ اسم ظاہر ہے اس لئے جمع ہونے کے باوجود اسکی صفت قاعد مفرد ہے لیکن قام رجل قاعدون غلمانہ یعنی صفت کو جمع ذکر کرنے کے ساتھ یہ مثال ضعیف ہے کیونکہ فاعل ظاہر ہے اور قام رجل قعود غلمانہ کہنا جائز ہے اگرچہ قاعدہ کے مطابق اسے بھی ضعیف ہونا چاہیے تھا کہ صفت یعنی قعود جمع ہے لیکن اس کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ یہ جمع مکسر ہے اور جمع مکسر مفرد کے حکم میں ہوتی ہے اس لئے یہ حکماً مفرد ہی ہے جمع نہیں۔

قولہ اَلْمُضْمَرُ لَا یُوْصَفُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ ضمیر نہ موصوف بن سکتی ہے نہ صفت موصوف اس وجہ سے نہیں بن سکتی کہ صفت سے مقصود معرفہ کی توضیح ہے اور ضمیر متکلم اور مخاطب اقسام

معرفہ میں سب سے اعرف واوضح ہیں لہذا ان دونوں کو توضیح کی ضرورت نہیں اور ضمیر غائب کو ان دونوں پر قیاس کر لیا گیا ہے لہذا ثابت ہوا کہ ضمیر موصوف نہیں بن سکتی اور نہ ہی ضمیر صفت بن سکتی ہے کیونکہ صفت وہ ہے جو اس معنی پر دلالت کرے جو موصوف میں پائے جاتے ہیں اور ضمیر چونکہ ذات پر دلالت کرتی ہے اور اس معنی پر دلالت نہیں کرتی جو موصوف میں پائے جاتے ہیں اس لئے ضمیر صفت بھی نہیں بن سکتی۔

قوله اَلْمَوْصُوْفُ اَخَصُّ الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ موصوف کا صفت سے اخص ہونا ضروری ہے اور کم از کم یہ ہے کہ موصوف صفت کے مساوی ہو موصوف کا صفت سے زیادہ معرفہ اور اخص ہونا اس لیے ضروری ہے کیونکہ موصوف مقصود اصلی ہوتا ہے لہذا ضروری ہے کہ موصوف صفت سے اکمل اور اخص ہو اگر اکمل اور اخص نہ ہو تو کم از کم مساوی ہو اگر موصوف صفت سے اخص بھی نہیں اور مساوی بھی نہیں تو فرع کی اصل پر فوقیت لازم آئے گی اور یہ صحیح نہیں۔

قوله وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يُوْصَفْ الخ اور اس وجہ سے کہ موصوف اخص یا مساوی ہوتا ہے معرف باللام کی صفت یا تو معرف باللام ہی آئے گی اسلئے کہ معرف باللام معرفہ کی تمام اقسام میں سے کمتر ہے اگر اس کی صفت دیگر معرفوں کے ساتھ لائی جائے تو تابع کی متبوع پر فوقیت لازم آئے گی اور یہ صحیح نہیں یا پھر اس اسم کے ساتھ ہوگی جو اس جیسا معرفہ یعنی معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے جاء رجل صاحب القوم۔

قوله وَاِنَّمَا الْتُزِمَ وَصْفُ الخ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض: جیسے معرف باللام کی صفت معرف باللام اور مضاف الی المعرف باللام دونوں طرح لانا صحیح ہے اسی طرح اسم اشارہ کی صفت بھی معرف باللام اور مضاف الی المعرف باللام لانا صحیح ہونا چاہیے کیونکہ معرف باللام اور مضاف الی المعرف باللام مرتبے میں مساوی ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اسم اشارہ کی صفت صرف معرف باللام ہی لاسکتے ہیں مضاف الی المعرف باللام نہیں لاسکتے۔

جواب: اسم اشارہ میں ابہام ہے اور مضاف الی المعرف باللام بھی مبہم ہوتا ہے وہ اپنا ابہام تو اضافت کے سبب دور کر لیتا ہے لیکن دوسرے کے ابہام کو کیسے دور کرے گا بقول کسے "او خویشتن گم است کرا رہبری کند" اور بقول شخصے "خفتہ را خفتہ کے کند بیدار"

قوله وَمِنْ ثَمَّ ضَعُفَ الخ | اور چونکہ اسم اشارہ کی صفت معرف باللام سے مقصود ابہام کو دور کرنا ہے اس لئے اگر یہ فائدہ حاصل نہ ہو تو معرف باللام کے ساتھ صفت لانا صحیح نہیں ہوگا جیسے مررت بھذا الابیض کہنا صحیح نہیں کیونکہ اس میں ابہام ہے کہ سفید کیا چیز ہے سفید آدمی ہے یا کپڑا ہے یا کوئی اور چیز ہے جب کہ مررت بھذا العالم کہنا صحیح ہے کیونکہ اس میں ابہام باقی نہیں رہا۔

اَلْعَطْفُ تَابِعٌ مَقْصُوْدٌ بِالنِّسْبَةِ مَعَ مَتْبُوْعِهٖ وَيَتَوَسَّطُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَتْبُوْعِهٖ اَحَدُ الْحُرُوْفِ الْعَشَرَةِ وَسَيَاْتِيْ مِثْلُ قَامَ زَيْدٌ وَّعَمْرٌو وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ اُكِّدَ بِمُنْفَصِلٍ مِثْلُ ضَرَبْتُ اَنَا وَزَيْدٌ اِلَّا اَنْ يَقَعَ فَصْلٌ فَيَجُوْزُ تَرْكُهٗ مِثْلُ ضَرَبْتُ الْيَوْمَ وَزَيْدٌ وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ اُعِيْدَ الْخَافِضُ نَحْوُ مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ وَالْمَعْطُوْفُ فِيْ حُكْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجُزْ فِيْ مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ اَوْ قَائِمًا وَلَا ذَاهِبٌ عَمْرٌو اِلَّا الرَّفْعُ وَاِنَّمَا جَازَ الَّذِيْ يَطِيْرُ فَيَغْضَبُ زَيْدٌ الذُّبَابُ لِاَنَّهَا فَاءُ السَّبَبِيَّةِ وَاِذَا عُطِفَ عَلٰى عَامِلَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ لَمْ يَجُزْ خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ اِلَّا فِيْ نَحْوِ فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو خِلَافًا لِسِيْبَوَيْهِ۔

ترجمہ: عطف بحرف وہ تابع ہے جو مقصود بالنسبۃ ہو اپنے متبوع کے ساتھ اور اس تابع اور متبوع کے درمیان دس حروف میں سے کوئی حرف ہو اور عنقریب (اسکا بیان) آئے گا جیسے قام زید و عمرو اور جب عطف کیا جائے ضمیر مرفوع متصل پر تو اس کی تاکید منفصل کے ساتھ لائی جائے گی جیسے ضربت انا و زید مگر یہ کہ فاصلہ واقع ہو تو اس (تاکید) کا چھوڑنا جائز ہے جیسے ضربت الیوم و زید اور جب ضمیر مجرور پر عطف کیا جائے تو جار دوبارہ لایا جائے گا جیسے مررت بک و بزید اور معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اسی وجہ سے جائز نہیں ما زید بقائم او قائما و لا ذاھب عمرو میں مگر رفع اور بلا شبہ جائز ہے الذی یطیر فیغضب زید الذباب کیونکہ فا سببیت کیلئے ہے اور جب عطف کیا جائے دو مختلف عاملوں پر تو جائز نہیں یہ بات فراء کے خلاف ہے مگر فی الدار زید و الحجرۃ عمرو کی مثل میں یہ سیبویہ کے خلاف ہے۔

تشریح : قوله اَلعَطفُ تَابِعٌ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ عطف بحرف کی تعریف کرتے ہیں عطف بحرف وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے ساتھ مقصود بالنسبۃ ہو یعنی جو نسبت متبوع کی طرف ہو رہی ہے وہی تابع کی طرف ہو اور تابع اور متبوع کے درمیان حروف عاطفہ میں سے کوئی ایک ہو جیسے جاءنی زید و عمرو حروف عطف کا بیان آگے آئے گا

فائدہ : حروف عطف دس ہیں واو' فاء' ثم' حتیٰ' اما' او' ام' لا' بل' لکن

کسی نے ان کو شعر میں یوں بیان کیا

اگر حروف عطف خواہی بے خلل
یاد گیر این نظم و برخوان دہ محل
واو فاء ثم حتی نیز او
با ام اما و لکن لا و بل

قوله وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الْمَرْفُوْعِ الخ | ضمیر مرفوع متصل پر جب کسی اسم کا عطف کیا جائے خواہ وہ ضمیر مرفوع مستتر ہو یا بارز تو ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لانا ضروری ہے جیسے ضربت انا و زید مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لانا اس لئے ضروری ہے کہ ضمیر مرفوع متصل کلمہ کا جزء بن گئی ہے اگر بغیر تاکید کے اس پر عطف کیا جائے گا تو کلمہ کے جزء پر مستقل کلمہ کا عطف لازم آئے گا اور یہ ناجائز ہے لیکن جب مرفوع متصل اور معطوف کے درمیان فصل واقع ہو جائے تو پھر ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لانا ضروری نہیں کیونکہ فاصلہ قائم مقام تاکید کے ہو جائیگا جیسے ضربت الیوم و زید اس مثال میں الیوم فاصلہ ہے جو تاکید کے قائم مقام ہے۔

قوله وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ الخ | اور جب ضمیر مجرور پر کسی اسم کا عطف کیا جائے تو جار کا اعادہ ضروری ہوگا جیسے مررت بک و بزید اور وجہ یہ ہے کہ جار اور ضمیر مجرور شدت اتصال کی وجہ سے ایک کلمے کی طرح بن گئے ہیں اگر جار کو دوبارہ ذکر نہ کریں تو مستقل کلمے کا عطف کلمے کے جزء پر کرنا لازم آئے گا اور یہ ناجائز ہے

فوائد قیود : عطف بحرف کی تعریف میں لفظ تابع بمنزلہ جنس کے ہے اور جب مقصود بالنسبۃ کہا تو اس سے صفت تاکید عطف بیان نکل گئے کیونکہ یہ مقصود بالنسبۃ نہیں ہوتے بلکہ صرف ان کا متبوع مقصود ہوتا ہے اور جب مع متبوعہ کہا تو اس سے بدل بھی خارج ہو گیا کیونکہ وہ اپنے متبوع کے بغیر مقصود ہوتا ہے متبوع صرف توطیہ اور تمہید کے لئے ذکر ہوتا ہے۔

قولہ وَالْمَعْطُوْفُ فِيْ حُكْمِ الخ | معطوف ہمیشہ معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جو چیز معطوف علیہ کے لئے جائز ہوگی وہ معطوف کیلئے بھی جائز ہوگی اور جو معطوف علیہ کیلئے ممتنع ہوگی وہ معطوف کیلئے بھی ممتنع ہوگی اسی وجہ سے مازید بقائم او قائماولاذاھب عمرو میں ذاھب کا جر اور نصب دونوں ناجائز ہیں صرف رفع جائز ہے اگر اسے مجرور یا منصوب پڑھیں تواس کا عطف بقائم یا قائما پر ہوگا اور یہ دونوں طرح پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ قائما میں ھو ضمیر ہے جو زید کی طرف راجع ہے لیکن ذاھب میں ضمیر نہیں جو زید کی طرف راجع ہو ضمیر اس لئے نہیں کیونکہ اس کا فاعل عمرو موجود ہے حالانکہ اگر معطوف علیہ میں ضمیر ہے تو معطوف میں بھی ضمیر کا ہونا ضروری ہے اس لئے ذاھب کو مجرور یا منصوب پڑھنا صحیح نہیں اور رفع والی صورت صحیح ہے اس صورت میں ترکیب یوں ہوگی ذاھب خبر مقدم عمرو مبتدا مؤخر اس صورت میں جملے کا جملے پر عطف ہو جائے گا۔

قولہ وَاِنَّمَا جَازَ الَّذِيْ الخ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض: آپ کا قاعدہ مذکورہ عرب کے اس قول الذی یطیر فیغضب زیدن الذباب میں زیدن الذباب سے ٹوٹ جاتا ہے کہ یطیر میں ضمیر ہے جو موصول کی طرف راجع ہے اور یغضب کا عطف یطیر پر ہے مگر یہ ضمیر سے خالی ہے جب کہ مذکورہ قاعدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معطوف میں بھی ضمیر کا ہونا ضروری ہے ورنہ عطف جائز نہیں ہوگا اور یہاں بغیر ضمیر کے عطف جائز قرار دے رہے ہیں۔

جواب: ۱ فیغضب میں فا عاطفہ نہیں بلکہ برائے سببیت ہے لہذا مذکورہ قاعدہ پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ کلام عطف میں ہے اور یہ عطف کی قسم سے نہیں۔

جواب: ۲ یہاں سببیت اور عطف دونوں کیلئے ہے اور معطوف کا حکم بعینہ معطوف علیہ والا اس وقت ہوتا ہے جب فاء محض عاطفہ ہو تو دونوں فعلوں میں ضمیر کی ضرورت ہوتی ہے اور یہاں چونکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس فاء میں سببیت کا معنی بھی ہے اور سببیت دو جملوں کو ایک حکم میں کر دیتا ہے تو دونوں میں ایک ہی ضمیر کافی ہے جو دونوں کے لئے موصول سے رابطہ بنے گی لہٰذا یہ مثال ذکر کرنا صحیح ہے۔

قولہ وَاِذَا عُطِفَ عَلٰی عَامِلَيْنِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ ایک حرف عطف کے ذریعے دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف جمہور کے ہاں فی الدار زید والحجرۃ عمرو جیسی

مثال کے علاوہ کہیں جائز نہیں اور فراء مطلقا جواز کے قائل ہیں اور اس مثال سے استدلال کرتے ہیں کہ جب یہ مثال صحیح ہے تو باقی کو اسپر قیاس کرتے ہوئے صحیح ہونا چاہیے جمہور کا کہنا ہے کہ یہ مثال سماعی ہے اس پر کسی دوسری قسم کی مثال کو قیاس کرنا درست نہیں ہے اور فی الدار والی مثال سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جہاں حرف جار مقدم ہو اس کے بعد اسم مرفوع ہو یا منصوب۔

قولہ خِلَافًا لِسِیبَوَیہِ الخ سیبویہ مطلقا ناجائز کہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ فی الدار زید و الحجرة عمرو والی مثال میں جیسے دار میں فی حرف جار عامل ہے اسی طرح والحجرة عمرو میں بھی فی مقدر ہے جیسے زید میں ابتداء عامل ہے اسی طرح عمرو میں بھی ابتداء عامل ہے تو عبارت یوں ہوگی فی الدار زید وفی الحجرة عمرو تو یہ عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہوگا اور دو مختلف عاملوں کے دو مختلف معمولوں پر عطف نہ ہوا۔

اَلتَّاكِيْدُ تَابِعٌ يُقَرِّرُ اَمْرَالْمَتْبُوْعِ فِى النِّسْبَةِ اَوِ الشُّمُوْلِ وَهُوَ لَفْظِيٌّ وَمَعْنَوِيٌّ فَاللَّفْظِيُّ تَكْرِيْرُ اللَّفْظِ الْاَوَّلِ نَحْوُ جَاءَ نِىْ زَيْدٌزَيْدٌ وَيَجْرِىْ فِى الْاَلْفَاظِ كُلِّهَا وَالْمَعْنَوِيُّ بِاَلْفَاظٍ مَحْصُوْرَةٍ وَهِىَ نَفْسُهٗ وَعَيْنُهٗ وَكِلَاهُمَا وَكُلُّهٗ وَاَجْمَعُ وَاَكْتَعُ اَبْتَعُ وَاَبْصَعُ فَالْاَوَّلَانِ يَعُمَّانِ بِاخْتِلَافِ صِيْغَتِهِمَا وَضَمِيْرِهِمَا تَقُوْلُ نَفْسُهٗ وَنَفْسُهَا وَاَنْفُسُهُمَا وَاَنْفُسُهُمْ وَ اَنْفُسُهُنَّ وَالثَّانِى لِلْمُثَنّٰى تَقُوْلُ كِلَاهُمَا وَكِلْتَاهُمَا وَالْبَاقِىْ لِغَيْرِ الْمُثَنّٰى بِاخْتِلَافِ الضَّمِيْرِ فِىْ كُلِّهٖ وَكُلِّهَا وَكُلِّهِمْ وَكُلِّهِنَّ وَالصِّيَغِ فِى الْبَوَاقِىْ تَقُوْلُ اَجْمَعُ وَجُمَعَاءُ وَاَجْمَعُوْنَ وَجُمَعُ وَلَا يُؤَكَّدُ بِكُلٍّ وَاَجْمَعَ اِلَّا ذُوْ اَجْزَاءٍ يَصِحُّ اِفْتِرَاقُهَا حِسًّا اَوْ حُكْمًا مِثْلُ اَكْرَمْتُ الْقَوْمَ كُلَّهُمْ وَاشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ كُلَّهٗ بِخِلَافِ جَاءَ زَيْدٌ كُلُّهٗ وَاِذَا اُكِّدَ الضَّمِيْرُ الْمَرْفُوْعُ الْمُتَّصِلُ بِالنَّفْسِ وَ الْعَيْنِ اُكِّدَ بِمُنْفَصِلٍ مِثْلُ ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسُكَ وَاَكْتَعُ وَاَخَوَاهُ اَتْبَاعٌ لِاَجْمَعَ فَلَا تَتَقَدَّمُ عَلَيْهِ وَذِكْرُهَا دُوْنَهٗ ضَعِيْفٌ۔

ترجمہ : تاکید وہ تابع ہے جو پختہ کرتا ہے متبوع کے حال کو نسبت میں یا شمول میں اور وہ (تاکید) لفظی اور معنوی کی طرف تقسیم ہوتی ہے پس تاکید لفظی لفظ اول کو مکرر لانا ہے جیسے جاء نی زید زید اور جاری ہوتی ہے تمام الفاظ

میں اور تاکید معنوی الفاظ محصورہ کے ساتھ مخصوص ہے وہ الفاظ نفسُ عینُ کلا ھما کلہ اجمعُ اکتعُ ابتعُ ابصعُ ہیں پس پہلے دو (نفس، عین) عام ہیں ان کے صیغوں اور ضمیروں کے بدلنے کے ساتھ جیسے تو کہے نفسہ اور نفسہا اور انفسہما اور انفسھم اور انفسھن اور دوسری قسم (یعنی کلاھما) تثنیہ کیلئے آتی ہے جیسے تو کہے ... اور کلتاھما اور باقی غیر مثنی کے لئے آتے ہیں ضمیر کے بدلنے کے ساتھ کلہ، کلھا اور کلھم اور کلھن میں اور باقیوں میں صرف صیغوں کے بدلنے کے ساتھ تو کہے اجمع اور جمعاء اور اجمعون اور جُمَعُ اور کل اور اجمع کے ساتھ تاکید نہیں لائی جاتی مگر ایسے ذو اجزاء کی جن کا افتراق حسا یا حکما صحیح ہو جیسے اکرمت القوم کلھم اور اشتریت العبد کلہ بخلاف جاء زید کلہ کے اور جب تاکید لائی جائے ضمیر مرفوع متصل کی اور نفس اور عین کے ساتھ تو اس (ضمیر متصل) کی تاکید منفصل کے ساتھ کی جائے گی جیسے ضربت انت نفسک اور اکتع اور اسکے دو ہم مثل (ابتع ابصع) اجمع کے تابع ہیں پس یہ اس (اجمع) پر مقدم نہیں ہو سکتے اور اجمع کے بغیر ان کا ذکر کرنا ضعیف ہے۔

تشریح : قولہ اَلتَّاكِيْدُ تَابِعٌ الخ یہاں سے صاحب کافیہ تاکید کی تعریف کرتے ہیں تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کے حال کو پختہ کردے نسبت میں یا شمول میں تاکہ سننے والے کو کوئی شک باقی نہ رہے جیسے جاء زید زید اس میں دوسرا زید تاکید کیلئے ہے اسنے پہلے زید کی نسبت کو خوب ثابت کر دیا ہے جو جاء کی طرف ہو رہی ہے کہ زید کے آنے میں کوئی شک نہیں رہا جیسے جاء القوم کلھم اس مثال میں کلھم تاکید ہے اس نے قوم کے شامل ہونے کو خوب ثابت کیا ہے کہ ساری قوم آگئی ہے ایک بھی باقی نہیں رہا تاکید کی دو قسمیں ہیں ۱- لفظی ۲- معنوی ۔

فوائد قیود : مصنفؒ کے قول التاکید تابع کے تحت تمام توابع داخل ہیں اور جب یقرر امر المتبوع کہا تو اس سے عطف بحرف اور بدل نکل گئے کیونکہ یہ متبوع کے حال کو پختہ نہیں کرتے اور جب فی النسبۃ کہا تو اس سے صفت اور عطف بیان نکل گئے کیونکہ حال متبوع کی تقریر نہیں کرتے بلکہ ذات متبوع کی تعیین کرتے ہیں۔

قولہ فَاللَّفْظِيُّ تَكْرِيْرُ اللَّفْظِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ تاکید لفظی کی تعریف کرتے ہیں تاکید لفظی وہ تابع ہے جو لفظ اول کو مکرر لانے سے حاصل ہوتی ہے جیسے جاءنی زید زید اور یہ تمام الفاظ میں جاری ہوتی ہے خواہ وہ اسم ہو یا نہ اور خواہ وہ مفرد ہو یا نہ بخلاف تاکید اصطلاحی کے کہ یہ صرف اسماء میں جاری ہوتی ہے اور ممکن ہے اس جگہ الفاظ سے مراد اسماء ہوں اسوقت صاحب کافیہ کا یہ قول تاکید اصطلاحی کے مطابق ہو جائے گا۔

وقولہ اَلْمَعْنَوِيُّ بِاَلْفَاظٍ مَحْصُوْرَةٍ الخ یہاں سے تاکید معنوی کو بیان کرتے ہیں تاکید معنوی

چند الفاظ کے ساتھ خاص ہے یہ آٹھ الفاظ ہیں نفس، عین، کلا، کل، اجمع، اکتع، ابتع، ابصع۔

قوله فَالْاَوَّلَانِ الخ | تاکید معنوی کے الفاظ میں سے پہلے دو یعنی نفس اور عین عام ہیں مفرد تثنیہ جمع مذکر و مونث سب کے لئے استعمال ہوتے ہیں البتہ متبوع کے لحاظ سے ان کے صیغے اور ضمیریں بدلتے رہیں گے اگر متبوع مفرد ہے تو ضمیر کو بھی مفرد لایا جائیگا جیسے جاء نی زید نفسہ وعینہ جاء تنی ھند نفسھا وعینھا اور اگر متبوع تثنیہ ہو تو ضمیر بھی تثنیہ لائی جائے گی جیسے جاء زیدان انفسھما واعینھما اور جاء تنی الہندان انفسہما واعینھما اور اگر متبوع جمع ہے تو ضمیر بھی جمع کی لائی جائیگی جیسے جاء زیدون انفسھم و اعینھم وجاء تنی الھندات انفسھن واعینھن۔

قوله وَالثَّانِیْ لِلْمُثَنّٰی الخ | اور دوسری قسم یعنی کلاھما اور کلتاھما دونوں تثنیہ کیلئے ہیں کلاھما تثنیہ مذکر کے لئے آتا ہے جیسے جاء الرجلان کلاھما اور کلتاھما مؤنث کے لئے جیسے جاء تنی المرأتان کلتاھما۔

قوله وَالْبَاقِیْ لِغَیْرِ الْمُثَنّٰی | اور تاکید معنوی کے باقی جتنے الفاظ ہیں وہ سب تثنیہ کے علاوہ یعنی واحد اور جمع کے لئے استعمال ہوتے ہیں مگر لفظ کل میں ضمیروں کے بدلنے کے ساتھ جیسے اشتریت العبد کلہ اور اشتریت الجاریۃ کلھا اور جاء نی القوم کلھم اور جاء تنی النساء کلھن اور کل کے علاوہ باقی الفاظ میں صیغے بدلیں گے جیسے اشتریت العبد اجمع اکتع ابتع ابصع اور اشتریت الجاریۃ جمعاء کتعاء بتعاء بصعاء اور جمع مذکر میں اس طرح کہا جائے گا جاء نی القوم اجمعون اکتعون ابتعون ابصعون اور جمع مؤنث میں اس طرح جاء تنی النسوۃ جمع کتع بتع بصع۔

قوله وَلَا یُؤَکَّدُ بِکُلٍّ وَّاَجْمَعَ الخ | صاحب کافیہ یہاں ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ کل اور اجمع کے ساتھ اس چیز کی تاکید لائی جائے گی جس کے اجزاء ہوں چاہے وہ اجزا حسی ہوں جیسے اکرمت القوم کلھم چاہے وہ اجزاء حکمی ہوں جیسے اشتریت العبد کلہ اور جس کے اجزاء نہ حسی ہوں اور نہ حکمی اس کی کل اور اجمع کے ساتھ تاکید لانا جائز نہیں لہذا جاء زید کلہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس کے اجزاء نہ حسی ہیں اور نہ حکمی۔

قوله وَاِذَا اُکِّدَ الضَّمِیْرُ الْمَرْفُوْعُ الخ | یہاں سے مصنفؒ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ جب ضمیر مرفوع کی تاکید نفس اور عین کے ساتھ لائی جائے تو پہلے ضمیر مرفوع متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لانا ضروری ہے اگر ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید نہیں لائیں گے تو بعض جگہوں میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آئے گا جیسے زید اکرمنی ھو نفسہ اس مثال میں ضمیر متصل کی تاکید نفس کے ساتھ لائی گئی تو درمیان میں ھو ضمیر منفصل کی تاکید لائی

گئی اور اگر تاکید نہ لائیں اور یوں کہیں زید اکرمنی نفسہ تو کوئی سمجھے گا کہ نفسہ اکرم کا فاعل ہے اور بعض مثالیں ایسی ہیں جہاں التباس نہیں ہوتا جیسے ضربت انت نفسک ان کو بھی طرداً للباب زید اکرمنی ھو نفسہ جیسی مثالوں پر محمول کیا جائیگا

قولہ اَکْتَعَ وَاَخَوَاتِہٖ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اکتع اور اس کی دو مثل یعنی اکتع ابتع اور ابصع یہ الفاظ اجمع کے تابع ہیں یعنی تابع ہو کر استعمال ہوتے ہیں اصالۃ مذکور نہیں ہوتے اور یہ اجمع پر مقدم نہیں ہو سکتے اور ان کا اجمع کے بغیر ذکر کرنا ضعیف ہے۔

اَلْبَدَلُ تَابِعٌ مَقْصُوْدٌ بِمَا نُسِبَ اِلَی الْمَتْبُوْعِ دُوْنَہٗ وَھُوَ بَدَلُ الْکُلِّ وَالْبَعْضِ وَالْاِشْتِمَالِ وَالْغَلَطِ فَالْاَوَّلُ مَدْلُوْلُہٗ مَدْلُوْلُ الْاَوَّلِ وَالثَّانِیْ جُزْئُہٗ وَ الثَّالِثُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْاَوَّلِ مُلَابَسَۃٌ بِغَیْرِھِمَا وَالرَّابِعُ اَنْ تَقْصِدَ اِلَیْہِ بَعْدَ اَنْ غَلِطْتَ بِغَیْرِہٖ وَیَکُوْنَانِ مَعْرِفَتَیْنِ وَنَکِرَتَیْنِ وَمُخْتَلِفَتَیْنِ وَاِذَا کَانَ نَکِرَۃً مِنْ مَعْرِفَۃٍ فَالنَّعْتُ مِثْلُ بِالنَّاصِیَۃِ نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ وَیَکُوْنَانِ ظَاھِرَیْنِ وَمُضْمَرَیْنِ وَمُخْتَلِفَیْنِ وَلَا یُبْدَلُ ظَاھِرٌ مِنْ مُضْمَرٍ بَدَلَ الْکُلِّ اِلَّا مِنَ الْغَائِبِ نَحْوُ ضَرَبْتُہٗ زَیْدًا عَطْفُ الْبَیَانِ تَابِعٌ غَیْرُ صِفَۃٍ یُوْضِحُ مَتْبُوْعَہٗ مِثْلُ اَقْسَمَ بِاللّٰہِ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ وَفَصْلُہٗ مِنَ الْبَدَلِ لَفْظًا فِیْ مِثْلِ اَنَا ابْنُ التَّارِکِ الْبَکْرِیِّ بِشْرٍ

ترجمہ: بدل وہ تابع ہے جو اس چیز کے ساتھ مقصود ہو جس کی نسبت متبوع کی طرف کی گئی ہے نہ کہ وہ (متبوع) اور وہ بدل الکل ہے اور (بدل) البعض اور (بدل) الاشتمال اور (بدل) الغلط ہے پس پہلا (بدل الکل) اسے کہتے ہیں کہ اس کا مدلول اول کا مدلول ہو اور دوسرا (بدل البعض) اس (مبدل منہ) کا جزء ہو اور تیسرا (بدل الاشتمال) اسکے اور اول کے درمیان ایک تعلق ہو یعنی (بدل اور مبدل منہ کے درمیان کچھ لگاؤ ہو) ان دونوں (کلیۃ اور جزئیۃ) کے علاوہ اور چوتھا (بدل الغلط) یہ ہے کہ تم قصد کرو اسکی طرف بعد اس کے کہ تم نے اس کے غیر کے ساتھ غلطی کی ہے اور وہ (بدل اور مبدل منہ) دونوں معرفہ ہوتے ہیں اور دونوں نکرہ ہوتے ہیں اور دونوں مختلف ہوتے ہیں اور جب (بدل) نکرہ ہو معرفہ سے پس صفت لانا ضروری ہوگا جیسے بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ اور دونوں (بدل اور مبدل منہ) اسم ظاہر ہوں گے

اور ضمیر ہوں گے اور دونوں مختلف ہوں گے (اسم) ظاہر (اسم). ضمیر سے بدل الکل کے طور پر بدل نہیں ہو سکتا مگر (ضمیر) غائب سے جیسے ضربتہ زیدا- عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت کے علاوہ ہو جو اپنے متبوع کو واضح کر دے جیسے اقسم باللہ ابو حفص عمر اور اس کا فرق ہے بدل سے لفظی طور پر جیسے انا ابن التارک البکری بشر کی مثل میں-

تشریح :قوله اَلْبَدَلُ تَابِعٌ الخ یہاں سے صاحب کافیہ بدل کی تعریف کرتے ہیں بدل وہ تابع ہے جو مقصود بالنسبت ہو اور متبوع مقصود نہ ہو یعنی متبوع کی طرف جس چیز کی نسبت کی جارہی ہے تابع کی طرف بھی اس چیز کی نسبت ہو رہی ہو مگر اس نسبت سے بدل مقصود ہے مبدل منہ مقصود نہیں بدل کی چار قسمیں ہیں (۱) بدل الکل (۲) بدل البعض (۳) بدل الاشتمال (۴) بدل الغلط-

قوله وَهُوَ بَدَلُ الْكُلِّ الخ بدل الکل وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول بعینہ متبوع کا مدلول ہو یعنی جس پر متبوع دلالت کر رہا ہے بعینہ اس پر بدل بھی دلالت کر رہا ہے بعض نحویوں نے یہ تعریف کی ہے کہ بدل الکل وہ بدل ہے کہ اسکا اور مبدل منہ کا مصداق ایک ہو جیسے جاءنی زید اخوک اس مثال میں زید مبدل منہ ہے اور اخوک بدل ہے اور دونوں کا مصداق ایک ہے-

قوله وَبَدَلُ الْبَعْضِ الخ بدل البعض وہ ہے کہ جس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا جزء ہو بعض نے تعریف یوں کی ہے بدل البعض وہ بدل ہے جو اپنے مبدل منہ کا ایک حصہ ہو جیسے ضرب زید راسہ اس مثال میں راسہ زید سے بدل ہے اور زید کا ایک حصہ اور جزء ہے-

قوله بَدَلُ الْاِشْتِمَالِ الخ بدل الاشتمال وہ ہے کہ اس کے اور مبدل منہ کے درمیان کلیت وبعضیت کے علاوہ کوئی اور تعلق اور لگاؤ ہو یعنی مبدل منہ اور بدل کے درمیان علاقہ عینیت بعضیت کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہو جیسے سلب زید ثوبہ اس مثال میں ثوبہ زید سے بدل ہے اور اس کا زید سے نہ علاقہ کلیت ہے نہ جزئیت بلکہ اس کا زید سے لگاؤ ہے

قوله وَبَدَلُ الْغَلَطِ الخ بدل غلط وہ بدل ہے کہ مبدل منہ کو غلط ذکر کرنے کے بعد اسکا قصد کیا جائے بعض نحویوں نے اسکی یوں تعریف کی ہے کہ بدل الغلط وہ بدل ہے کہ غلط لفظ نکل جانے کے بعد اس کو ذکر کیا جائے جیسے مررت برجل حمار کہ میں ایک مرد کے پاس سے گذرا نہیں بلکہ ایک گدھے کے پاس سے پہلے سبقت لسانی کی وجہ سے لفظ رجل زبان سے نکل گیا پھر غلطی کے تدارک کے طور پر صحیح اور مقصود لفظ حمار کو ذکر کیا-

قولہ وَيَكُوْنَانِ مَعْرِفَتَيْنِ الخ اس عبارت سے مصنفؒ ایک قاعدہ ذکر کرتے ہیں کہ کبھی بدل اور مبدل منہ دونوں معرفہ ہوتے ہیں جیسے ضرب زید اخوک اور کبھی دونوں نکرہ ہوتے ہیں جیسے جاءنی رجل غلام لک اور کبھی دونوں مختلف ہوتے ہیں یعنی ایک معرفہ اور دوسرا نکرہ جیسے بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ میں مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہے یا اس کے برعکس کہ بدل معرفہ اور مبدل منہ نکرہ جیسے جاءنی رجل غلام زید۔

قولہ وَاِذَا كَانَ نَكِرَةً مِّنْ مَّعْرِفَةٍ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ جب بدل نکرہ ہو اور مبدل منہ معرفہ ہو تو اس وقت نکرہ کی صفت لانا ضروری ہے اسلئے کہ نکرہ معرفہ سے کم درجہ کا ہے لہذا نکرہ کی صفت لائیں گے تاکہ مقصود (بدل) غیر مقصود (مبدل منہ) سے کم درجے کا نہ ہو تو صفت لا کر تخصیص کریں گے تاکہ نکارت کا کچھ نقص زائل ہو جائے جیسے بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ اس مثال میں ناصیۃ بدل ہے اور نکرہ ہے اور مبدل منہ معرفہ ہے تو نکرہ کی صفت کاذبۃ لائے ہیں۔

قولہ وَيَكُوْنَانِ ظَاهِرَيْنِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ کبھی بدل اور مبدل منہ دونوں اسم ظاہر ہوتے ہیں جیسے جاءنی زید ابوک اور کبھی دونوں ضمیر ہوتے ہیں جیسے الزیدون لقیتھم ایاھم اور کبھی دونوں مختلف ہوتے ہیں اس میں دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ مبدل منہ اسم ظاہر اور بدل ضمیر ہو جیسے ضربت زیدا ایاہ اور دوسری صورت مبدل منہ ضمیر اور بدل اسم ظاہر ہو جیسے اخوک ضربتہ زیدا۔

قولہ وَلَا يُبْدَلُ ظَاهِرٌ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اسم ظاہر کو ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب سے بدل الکل نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ ضمیر متکلم اور مخاطب اعرف المعارف ہیں اور مقصود بدل ہوتا ہے اور اگر ضمیر متکلم اور مخاطب سے بدل بنایا جائے تو اعلی کا ادنی ہونا لازم آتا ہے اس لئے متکلم اور مخاطب سے بدل بنانا صحیح نہیں البتہ ضمیر غائب سے بدل بنانا صحیح ہے اگرچہ وہ معرفہ ہے مگر کم درجے میں ہے جیسے ضربتہ زیدا اسمیں زیدا کو ضمیر غائب سے بدل بنایا گیا ہے۔

قولہ عَطْفُ الْبَيَانِ تَابِعٌ الخ یہاں سے صاحب کافیہ عطف بیان کی تعریف کرتے ہیں عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت تو نہیں ہوتا لیکن اپنے متبوع کو واضح کر دیتا ہے بعض نحویوں نے اس کی یوں تعریف کی ہے کہ عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت کی طرح ذات متبوع کے کسی معنی کو تو بیان نہ کرے البتہ اپنے متبوع کے مصداق کو واضح اور

روشن کردے جیسے اقسم باللہ ابو حفص عمرؓ ابو حفص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے مگر غیر مشہور ہونے کی وجہ سے صرف ابو حفص کہنے سے اسکا مصداق واضح نہیں ہوتا عمرؓ عطف بیان لانے سے اسکا مصداق واضح ہو گیا۔

فائدہ : ایک اعرابی سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میرا گھر دور ہے لیکن میری اونٹنی دبلی اور کمزور ہو گئی ہے اسکی پیٹھ زخمی اور اسکے پاؤں میں سوراخ ہو گئے ہیں آپ مجھے اونٹنی عنایت فرمائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گمان کیا کہ یہ اعرابی جھوٹ بول رہا ہے اور اونٹنی دینے سے انکار کر دیا یہ سن کر اعرابی چلا گیا اور اپنی اونٹنی کے پیچھے پتھریلی زمین پر چلتا ہوا جا رہا تھا اور یہ شعر پڑھ رہا تھا

اَقۡسَمَ بِاللّٰہِ اَبُوۡحَفۡصٍ عُمَرُ مَا مَسَّھَا مِنۡ نَقَبٍ وَلَادَبَرٍ

اِغۡفِرۡ لَہُ اَللّٰھُمَّ اِنۡ کَانَ فَجَرَ

یعنی ابو حفص عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی قسم کھائی کہ اس اونٹنی کو پاؤں کے سوراخ نے چھوا ہے اور نہ پیٹھ کے زخم نے اے اللہ اگر عمرؓ نے جھوٹی قسم کھائی ہے تو اسے بخش دے اتفاقاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے سے آرہے تھے تو اس کا کلام سنا اور فرمایا اللھم صدّق صدّق اے اللہ اس اعرابی کے قول کو سچا کر دے پھر حضرت عمرؓ نے اسکا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اپنی اونٹنی سے سامان اتارو اور اس نے سامان نیچے اتارا تو واقعۃً وہ بیمار اور کمزور تھی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس دیہاتی کو اپنا اونٹ دیا اور زاد راہ اور پہننے کے لئے کپڑے دے کر رخصت کیا۔

فوائد قیود :جب تابع کہا تو اسمیں تمام توابع داخل ہیں اور جب غیر صفۃ کہا تو اس سے صفت نکل گئی اور جب یوضح متبوعہ کہا تو اس سے عطف بحرف بدل اور تاکید خارج ہو گئی۔

قولہ وَفَصۡلُہٗ مِنَ الۡبَدَلِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ عطف بیان اور بدل میں لفظاً اور معناً فرق ہے لفظی فرق تو مصنف نے بیان کر دیا ہے معناً فرق یہ ہے کہ عطف بیان میں متبوع مقصود بالنسبت ہوتا ہے تابع صرف وضاحت کے لئے ہوتا ہے جب کہ بدل میں تابع مقصود بالنسبت ہوتا ہے مبدل منہ صرف توطیہ و تمہید کیلئے ہوتا ہے۔

اعتراض : مصنفؒ نے جب لفظی فرق بیان کر دیا تو معنوی فرق بھی بیان کرنا چاہیے تھا صرف لفظی فرق پر اکتفاء کیوں کیا

جواب : معنوی فرق واضح اور ظاہر تھا تعریفوں سے سمجھ میں آجاتا ہے اور لفظی فرق چونکہ واضح نہیں تھا اس لئے مصنفؒ لفظی فرق کے درپے ہوئے۔

قوله فِيْ مِثْلِ اَنَا ابْنُ التَّارِکِ الخ یعنی عطف بیان اور بدل میں لفظی فرق انا ابن التارک الخ جیسی مثالوں سے واضح ہوتا ہے اور مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں عطف بیان کا متبوع ایسا معرف باللام ہو جس کی طرف ایک صیغہ صفت معرف باللام کی اضافت کی گئی ہو جیسے اس مثال میں بشر عطف بیان ہے اور البکری معرف باللام اسکا متبوع ہے اس کی طرف اضافت کی گئی ہے صیغہ صفت معرف باللام التارک کی اگر ہم بشر کو عطف بیان مانیں تو کوئی قباحت لازم نہیں آتی لیکن اگر بشر کو البکری کا بدل قرار دیں تو قباحت لازم آئے گی اس لئے کہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے گویا بشر کے شروع میں بھی التارک کو لگانا جائز ہوگا تو عبارت یوں ہوگی التارک بشر اور یہ ناجائز ہے اس لئے کہ یہ ترکیب الضارب زید والی ترکیب کے مثل ہے اور ماقبل میں اسکا ناجائز ہونا معلوم ہو چکا ہے کیونکہ اس میں اضافت کی وجہ سے تخفیف نہیں ہوئی بلکہ الضارب سے تنوین الف لام کی وجہ سے حذف ہوئی ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے ورنہ فک اضافت کے وقت تنوین واپس آجاتی حالانکہ واپس نہیں آتی (تو اضافت کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا اسلئے یہ ترکیب ممتنع ہے) تو تکرار عامل یہاں منع ہوا چنانچہ بدل بنانا بھی منع ہے بخلاف عطف بیان کے کہ وہ تکرار عامل کا تقاضا نہیں کرتا عبارت صرف التارک البکری ہوگی جو کہ الضارب الرجل کے مثل ہے اور ماقبل اس کا جواز معلوم ہو چکا ہے اس لئے عطف بیان بنانا صحیح ہے، اس شعر کا قائل مرار اسدی ہے۔

فائدہ : پورا شعر یوں ہے اَنَا ابْنُ التَّارِکِ الْبِکْرِیِّ بِشْرٍ عَلَیْهِ الطَّیْرُ تَرْقُبُهٗ وُقُوْعًا

اس شعر میں التارک قاتل اور مصیر کے معنی میں ہے البکر شہر کا نام ہے اور یاء اسمیں نسبت کی ہے البکری سے مراد یعنی پہلوان ہے...... جسکا نام بشر ہے۔

ترجمہ : میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو بکری بشر کو قتل کرنیوالا ہے یا بنا دینے والا ہے بکری بشر کو، حال یہ ہے کہ پرندے اسکے اردگرد واقع ہوکر اس کی روح نکلنے کا انتظار کر رہے ہیں۔

ترکیب : اگر مراد لفظ ہو تو یہ لفظ مثل کا مضاف الیہ ہوگا تقدیراً مجرور ہوگا اور اگر مراد معنی شعر ہوں تو ترکیب یوں ہوگی انا ضمیر مرفوع منفصل محلاً مرفوع مبتدا ابن لفظاً مرفوع مضاف التارک صیغہ صفت ھو ضمیر فاعل مستتر البکری لفظاً مجرور محلاً منصوب مفعول بہ متبوع بشر مجرور عطف بیان البکری متبوع تابع مل کر مفعول بہ اول التارک کا علی حرف جر ہ ضمیر مجرور جار مجرور مل کر ظرف مستقر متعلق ثبت فعل کے الطیر ذوالحال ترقب فعل ھی ضمیر اس میں مستتر ذوالحال ہ ضمیر مفعول بہ ترقب کا وقوعا جمع واقعۃ حال ذوالحال حال مل کر فاعل

یعنی پرندے اسکے اردگرد واقع ہوکر اسکی روح نکلنے کا انتظار کر رہے ہیں اس لیے کہ انسان میں جبتک روح باقی ہو پرندے اسکے قریب نہیں آسکتے۔

ترقب فعل کا ترقب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر حال الطیر سے ذوالحال حال مل کر فاعل ثبت کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مفعول بہ ثانی التارک کا، التارک صیغہ صفت اپنے فاعل اور دو مفعولوں سے مل کر مضاف الیہ ابن کا، مضاف اور مضاف الیہ مل کر خبر، مبتدا اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

تمت بالخیر بحث التوابع بحمد اللہ تعالیٰ۔

محمد اصغر علی عفی عنہ
مدرس
جامعہ اسلامیہ عربیہ
مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد
فیصل آباد
فاضل
دار العلوم فیصل آباد
پاکستان

المبنی

اَلْمَبْنِیُّ مَا نَاسَبَ مَبْنِیَّ الْاَصْلِ اَوْ وَقَعَ غَیْرَ مُرَکَّبٍ وَاَلْقَابُهٗ ضَمٌّ وَفَتْحٌ وَکَسْرٌ وَ وَقْفٌ وَحُکْمُهٗ اَنْ لَّا یَخْتَلِفَ آخِرُهٗ لِاِخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ وَهِیَ الْمُضْمَرَاتُ وَ اَسْمَاءُ الْاِشَارَةِ وَالْمَوْصُوْلَاتُ وَالْمُرَکَّبَاتُ وَالْکِنَایَاتُ وَ اَسْمَآءُ الْاَفْعَالِ وَ الْاَصْوَاتِ وَبَعْضُ الظُّرُوْفِ اَلْمُضْمَرُ مَا وُضِعَ لِمُتَکَلِّمٍ اَوْ مُخَاطَبٍ اَوْ غَائِبٍ تَقَدَّمَ ذِکْرُهٗ لَفْظًا اَوْ مَعْنًی اَوْ حُکْمًا وَهُوَ مُتَّصِلٌ اَوْ مُنْفَصِلٌ فَالْمُنْفَصِلُ الْمُسْتَقِلُّ بِنَفْسِهٖ وَالْمُتَّصِلُ غَیْرُ الْمُسْتَقِلِّ بِنَفْسِهٖ وَهُوَ مَرْفُوْعٌ وَمَنْصُوْبٌ وَمَجْرُوْرٌ فَالْاَوَّلَانِ مُتَّصِلٌ وَمُنْفَصِلٌ وَالثَّالِثُ مُتَّصِلٌ فَقَطْ فَذٰلِکَ خَمْسَةُ اَنْوَاعٍ اَلْاَوَّلُ ضَرَبْتُ وَضَرَبْتُ اِلٰی ضَرَبْنَ وَضُرِبْنَ وَالثَّانِیْ اَنَا اِلٰی هُنَّ وَالثَّالِثُ ضَرَبَنِیْ اِلٰی ضَرَبَهُنَّ وَاِنَّنِیْ اِلٰی اِنَّهُنَّ وَالرَّابِعُ اِیَّایَ اِلٰی اِیَّاهُنَّ وَالْخَامِسُ غُلَامِیْ وَلِیْ اِلٰی غُلَامِهِنَّ وَلَهُنَّ۔

ترجمه : مبنی وہ (اسم) ہے جو مبنی الاصل کے مشابہ ہو یا وہ غیر مرکب واقع ہو اور اسکے القاب ضمہ اور فتحہ اور کسرہ اور وقف ہیں' اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے بدلنے کی وجہ سے نہیں بدلتا اور وہ (مبنی) یہ ہیں مضمرات' اسماء اشارہ (اسمائے) موصولہ' مرکبات' کنایات اور اسماء افعال ((اسماء) اصوات اور بعض ظروف' ضمیر وہ (اسم) ہے جسے وضع کیا گیا ہو متکلم یا مخاطب یا غائب (پر دلالت کرنے) کے لئے اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو لفظاً یا معناً یا حکماً اور وہ (ضمیر) متصل ہو گی یا منفصل پس منفصل وہ ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے مستقل ہوتی ہے اور متصل اپنی ذات کے اعتبار سے غیر مستقل ہوتی ہے اور وہ (ضمیر) مرفوع اور منصوب اور مجرور ہو گی پس پہلی دو متصل اور منفصل ہوتی ہیں اور تیسری صرف متصل ہوتی ہے پس یہ پانچ قسمیں ہیں پہلی قسم (مرفوع متصل) ضربتُ اور ضربتَ سے لے کر ضَرَبْنَ اور ضُرِبْنَ تک اور دوسری قسم (مرفوع منفصل) انا سے ھن تک تیسری قسم (منصوب متصل) ضَرَبَنِیْ سے ضَرَبَهُنَّ اور اِنَّنِیْ سے اِنَّهُنَّ تک چوتھی قسم (منصوب منفصل) اِیَّایَ سے اِیَّاهُنَّ تک پانچویں قسم (مجرور متصل) غلامی اور لی سے غلامِهِنَّ اور لَهُنَّ تک۔

اسم مبنی کی تعریف

تشریح: اَلْمَبْنِیُّ مَا نَاسَبَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ اسم کی پہلی قسم معرب کو بیان کرنے کے بعد دوسری قسم مبنی کو بیان کرتے ہیں مبنی وہ اسم ہے جو مبنی الاصل کے مشابہ ہو مبنی الاصل تین چیزیں ہیں (۱) فعل ماضی (۲) امر حاضر معروف (۳) تمام حروف اور مبنی کی دوسری قسم یہ ہے کہ جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے الف باء تاء اور زید عمرو وبکر وغیرہ جب ان میں سے کوئی مرکب ہو جائے تو وہ معرب بن جائے گا لہذا مبنی کی یہ دوسری قسم مبنی بالفعل اور معرب بالقوۃ ہے۔

قوله وَ اَلْقَابُهٗ الخ | اور اس کے القاب متحرک ہونے کی صورت میں ضمہ اور فتحہ اور کسرہ اور حالت سکون میں وقف ہے اور مبنی کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے بدلنے کی وجہ سے بدلتا نہیں جیسے جاء ھٰذا اور رایت ھٰذا اور مرت بھٰذا اس مثال میں ھذا مبنی ہے جو عامل کی وجہ سے بدلا نہیں کسی نے فارسی کے شعر میں یوں کہا ہے

مبنی آن باشد کہ ماند بر قرار
معرب آن باشد کہ گردد بار و بار

قوله وَهِيَ مُضْمَرَاتُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ مبنی کی قسمیں بیان کرتے ہیں مبنی کی آٹھ قسمیں ہیں

(۱) مضمرات (۲) اسماء اشارہ (۳) اسماء موصولہ (۴) مرکبات (۵) اسماء کنایات (۶) اسماء افعال (۷) اسماء اصوات (۸) بعض ظروف۔

اعتراض: یہاں پر اعتراض ہوتا ہے صاحب کافیہ کو ھی کی بجائے ھو کہنا چاہیے تھا کیونکہ مبنی مذکر ہے لہذا ضمیر اور مرجع میں مطابقت نہیں ضمیر مونث کی ہے اور مرجع مذکر۔

جواب: ضمیر مبتدا کو مذکر اور مونث لانے میں خبر کی رعایت ہوتی ہے نہ کہ مرجع کی تو یہاں بھی خبر کی رعایت رکھی گئی ہے کہ مضمرات یہ خبر ہے اور مونث ہے لہذا ھی ضمیر مؤنث لائے خبر کے مؤنث ہونے کا لحاظ رکھتے ہوئے۔

قوله مَا وُضِعَ لِمُتَكَلِّمٍ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ضمیر کی تعریف کرتے ہیں ضمیر اس اسم کو کہتے ہیں جو متکلم یا مخاطب یا غائب پر دلالت کرے جس کا ذکر پہلے لفظا یا معنا یا حکما ہو چکا ہو' لفظا سے مراد یہ ہے کہ حقیقتا اسکا ذکر پہلے ہو چکا ہو جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ غُلَامَهٗ یا تقدیرا اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو جیسے ضَرَبَ غُلَامَهٗ زَيْدٌ یا اس کا ذکر معنا پہلے ہو چکا ہو اور وہ بعینہ لفظوں سے سمجھا جائے جیسے اِعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی اس میں ھو ضمیر کا مرجع عدل ہے جو اعدلوا سے سمجھا جارہاہے' یا سیاق کلام سے سمجھا جائے جیسے ولابویہ لکل واحد منھما السدس اس لئے کہ میراث کا ذکر مورث پر التزاما دلالت کرتا ہے یا حکما اسکا ذکر ہو چکا ہو جیسے قل ھو اللہ احد۔

قوله وَهُوَ مُتَّصِلٌ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ضمیر کی قسمیں بیان کرتے ہیں کہ ضمیر کی دو قسمیں ہیں (۱) ضمیر متصل (۲) ضمیر منفصل'(۱) ضمیر منفصل وہ ہے جو بذاتہ مستقل ہو کلمے کی محتاج نہ ہو تاکہ اس کا جزء بنے (۲) ضمیر متصل، ضمیر متصل وہ ہے جو بذاتہ مستقل نہ ہو بلکہ کسی دوسرے عامل کی محتاج ہو جو اس سے پہلے ہو تاکہ اسکے ساتھ مل کر اس کا جزء بن جائے۔

قوله وَهُوَ مَرْفُوْعٌ وَمَنْصُوْبٌ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ضمیر کی باعتبار اعراب کے قسمیں بیان کرتے ہیں ضمیر کی باعتبار اعراب کے تین قسمیں ہیں (۱) مرفوع (۲) منصوب (۳) مجرور، ان تینوں میں سے پہلی دو یعنی مرفوع اور منصوب یہ متصل اور منفصل دونوں ہوتی ہیں، یعنی مرفوع متصل اور مرفوع منفصل، منصوب متصل منصوب منفصل اور تیسری قسم ضمیر مجرور یہ صرف متصل ہوتی ہے اس لئے کہ اس کے اتصال سے کوئی چیز مانع نہیں اور ضمیر میں اصل اتصال ہے اس لیے یہ صرف متصل ہوتی ہے۔

قوله فَذٰلِكَ خَمْسَةُ اَنْوَاعٍ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ضمیر کی قسمیں بیان کرتے ہیں ضمیر کی پانچ قسمیں ہیں (۱) ضمیر مرفوع متصل (۲) ضمیر مرفوع منفصل (۳) ضمیر منصوب متصل (۴) ضمیر منصوب منفصل (۵) ضمیر مجرور متصل۔

(۱) ضمیر مرفوع متصل ماضی معروف ضربتُ ضربنا ضربتَ ضربتما ضربتم ضربتِ ضربتما ضربتن ضرب ضربا ضربوا ضربتْ ضربتا ضربن ماضی مجہول علی ھذا القیاس

(۲) ضمیر مرفوع منفصل انا نحن انتَ انتما انتم انتِ انتما انتن ھو ھما ھم ھی ھما ھن۔

(۳) منصوب متصل بالفعل ضربنی ضربنا ضربك ضربكما ضربكم ضربكِ ضربكما ضربكن ضربه ضربهما ضربهم ضربها ضربهما ضربهن اوراسی طرح اننی سے انهن تک ۔

(۴) منصوب منفصل، ایای ایانا ایاكَ ایاكما ایاكم ایاكِ ایاكما ایاكن ایاه ایاهما ایاهم ایاها ایاهما ایاهن

(۵) ضمیر مجرور متصل اس میں دوصورتیں ہیں (۱) متصل بالاسم غلامی غلامنا غلامكَ غلامكما غلامكم غلامكِ غلامكما غلامكن غلامه غلامهما غلامهم غلامها غلامهما غلامهن ۔

(۲) مجرور بحرف جر، لی لنا لَكَ لكما لكم لَكِ لكما لكن له لهما لهم لها لهما لهن ۔

فَالْمَرْفُوْعُ الْمُتَّصِلُ خَاصَّةً يَسْتَتِرُ فِي الْمَاضِي لِلْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ وَالْمُضَارِعُ لِلْمُتَكَلِّمِ مُطْلَقاً وَالْمُخَاطَبِ وَالْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ فِي الصِّفَةِ مُطْلَقاً وَلَا يَسُوْغُ الْمُنْفَصِلُ اِلَّا لِتَعَذُّرِ الْمُتَّصِلِ وَ ذَالِکَ بِالتَّقْدِيْمِ عَلٰى عَامِلِهٖ اَوْ بِالْفَصْلِ لِغَرَضٍ اَوْ بِالْحَذْفِ اَوْ بِكَوْنِ الْعَامِلِ مَعْنَوِيًّا اَوْ حَرْفًا وَالضَّمِيْرُ مَرْفُوْعٌ اَوْ بِكَوْنِهٖ مُسْنَدًا اِلَيْهِ صِفَةً جَرَتْ عَلٰى غَيْرِ مَنْ هِيَ لَهٗ مِثْلُ اِيَّاکَ ضَرَبْتُ وَمَا ضَرَبَکَ اِلَّا اَنَا وَاِيَّاکَ وَالشَّرَّ وَاَنَا زَيْدٌ وَمَا اَنْتَ قَائِمًا وَ هِنْدٌ زَيْدٌ ضَارِبَتُهٗ هِيَ وَاِذَا اجْتَمَعَ ضَمِيْرَانِ وَلَيْسَ اَحَدُهُمَا مَرْفُوْعًا فَاِنْ كَانَ اَحَدُهُمَا اَعْرَفَ وَقَدَّمْتَهٗ فَلَکَ الْخِيَارُ فِي الثَّانِيْ نَحْوُ اَعْطَيْتُكَهٗ وَاَعْطَيْتُکَ اِيَّاهُ وَضَرَبِيْکَ وَضَرْبِيْ اِيَّاکَ وَاِلَّا فَهُوَ مُنْفَصِلٌ نَحْوُ اَعْطَيْتُهٗ اِيَّاهُ اَوْ اِيَّاکَ وَالْمُخْتَارُ فِيْ خَبَرِ بَابِ كَانَ الْاِنْفِصَالُ وَالْاَكْثَرُ لَوْلَا اَنْتَ اِلٰى آخِرِهٖ وَ عَسَيْتَ اِلٰى آخِرِهَا وَجَاءَ لَوْلَاکَ وَعَسَاکَ اِلٰى آخِرِهِمَا۔

ترجمہ : پس مرفوع متصل خاص طور پر مستتر ہوتی ہے ماضی (مذکر) غائب میں اور (مونث) غائبہ میں اور مضارع متکلم میں مطلقا اور مخاطب اور غائب اور غائبہ میں اور صفت میں مطلقا ،اور نہیں جائز ضمیر منفصل مگر (ضمیر) متصل کے

متعذر ہونے کی وجہ سے' اور یہ (متصل کا متعذر ہونا) اس وقت ہے جب (ضمیر) مقدم ہو اپنے عامل پر یا فاصلہ واقع ہو کسی غرض کے لئے یا حذف کی وجہ سے (یعنی اسکا عامل محذوف ہو) یا عامل معنوی ہو یا (عامل) حرف ہو' حال یہ کہ ضمیر مرفوع ہو یا ضمیر کی طرف ایسی صفت مسند ہو جو ذات کے غیر پہ جاری ہو جس کی یہ صفت ہو جیسے ایاك ضربتُ اور ما ضربك الا انا اور ایاک والشر اور انا زید اور ما انت قائما اور ھند زید ضاربته ھی اور جب دو ضمیریں جمع ہوں اور ان میں سے کوئی ایک مرفوع نہ ہو پس اگر ان میں سے ایک زیادہ معرفہ ہو اور تو نے اس کو مقدم کیا ہو پس تجھے اختیار ہے ضمیر ثانی میں (متصل لانے میں یا منفصل لانے میں) جیسے اعطیتکه واعطیتك ایاه وضربیك وضربی ایاك وگرنہ پس وہ ضمیر منفصل ہو گی جیسے اعطیته ایاہ یا (اعطیته) ایاک اور باب کان کی خبر میں ضمیر منفصل لانا مختار ہے اور اکثر استعمال میں (لولا کے بعد ضمیر منفصل ہوتی ہے) لولا انت آخر تک اور عسیت آخر تک اور آیا ہے بعض لغات میں لولاک اور عساک آخر تک۔

تشریح : فَالْمَرْفُوْعُ الْمُتَّصِلُ خَاصَّةً الخ | صاحب کافیہ نے پہلے ضمیر کی تعریف اور اس کی قسمیں بیان کیں اور یہاں یہ بیان کرتے ہیں کہ کہاں کہاں ضمیر مستتر ہوتی ہے ماضی کے دو صیغوں میں مستتر ہوتی ہے یعنی ضرب واحد مذکر غائب میں ھو اور ضربت واحد مونث غائب میں ھی ضمیر مستتر ہوتی ہے بشرطیکہ کسی اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہو اور مضارع کے پانچ صیغوں میں ضمیر مستتر ہوتی ہے بشرطیکہ کسی اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہو واحد متکلم جیسے اَضْرِبُ میں انا اور جمع متکلم جیسے نَضْرِبُ میں نحن' اور واحد مذکر حاضر جیسے تَضْرِبُ میں انت' اور واحد مذکر غائب جیسے یَضْرِبُ میں ھو' اور واحد مونث غائب جیسے تَضْرِبُ میں ھی' اور صفت کے تمام صیغوں میں ضمیر مستتر ہوتی ہے اور صفت میں عموم ہے چاہے اسم فاعل ہو یا اسم مفعول یا اسم تفضیل یا صفت مشبہ چاہے مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع' یا مونث یا مذکر ہو جیسے ضارب میں ھو اور ضاربان میں ھما اور ضاربون میں ھم اور ضاربة میں ھی اور ضاربتان میں ھما اور ضاربات میں ھن۔

قوله وَلَا يَسُوْغُ الْمُنْفَصِلُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ ضمیر منفصل اس وقت لانا جائز ہے جب ضمیر متصل کا لانا متعذر ہو' کیونکہ ضمیر کو اختصار کے لئے وضع کیا گیا ہے اور متصل میں اختصار زیادہ پایا جاتا ہے اس لیے اصل یہ ہے کہ ضمیر متصل ہو ہاں اگر متصل لانا ممکن نہ ہو پھر ضمیر منفصل لائی جائے گی۔

قوله وَذٰلِكَ بِالتَّقْدِيْمِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ چھ جگہیں بیان کرتے ہیں جہاں پر ضمیر متصل کو لانا

متعذر ہے لہذا ضمیر منفصل لائی جائے گی (۱) پہلی جگہ جب ضمیر کو اس کے عامل پر مقدم کیا جائے حصر پیدا کرنے کے لئے تو وہاں ضمیر منفصل لائی جائے گی جیسے اِیَّاکَ نَعْبُدُ اور اِیَّاکَ ضَرَبْتُ اگر ضمیر کو اس کے عامل کے ساتھ متصل کیا جائے نعبدک اور ضربتک کہا جائے تو جو حصر مقصود ہے وہ حاصل نہیں ہوگا۔

قوله اَوْ بِالْفَصْلِ لِغَرَضٍ الخ (۲) دوسری جگہ کہ ضمیر اور اس کے عامل کے درمیان فصل لایا گیا ہو تخصیص یا کسی اور غرض کیلئے جیسے ماضربک الا انا کہ نہیں مارا تجھ کو مگر میں نے ہی اسمیں تخصیص پیدا ہو رہی ہے اگر ضمیر متصل ذکر کی جائے تو یہ غرض فوت ہو جائے گی۔

قوله اَوْ بِالْحَذْفِ الخ (۳) تیسری جگہ کہ ضمیر کے عامل کو حذف کر دیا گیا ہو تو وہاں ضمیر منفصل کو ذکر کیا جائے گا کیونکہ متصل اکیلی استعمال نہیں ہوتی جیسے اِیَّاکَ وَالشَّرَّ اصل میں اِتَّقِ نَفْسَکَ وَالشَّرَّ تھا یہاں اتق کو حذف کر دیا اور اس کے ساتھ نفس کو بھی حذف کر دیا گیا اور ضمیر متصل الگ استعمال نہیں ہوتی ضمیر متصل کو منفصل کے ساتھ تبدیل کر دیا گیا۔

قوله اَوْ یَکُوْنُ الْعَامِلُ مَعْنَوِیًّا الخ (۴) چوتھی جگہ یہاں سے صاحب کافیہ چوتھی جگہ بیان کرتے ہیں جب ضمیر کا عامل معنوی ہو تو وہاں بھی ضمیر منفصل کو ذکر کیا جائے گا جیسے انا زید اس میں عامل معنوی ابتدا ہے

قوله اَوْ حَرْفًا وَالضَّمِیْرُ مَرْفُوْعٌ الخ (۵) پانچویں جگہ جب ضمیر کا عامل حرف ہو اور ضمیر مرفوع ہو تو وہاں بھی ضمیر منفصل کو ذکر کیا جائے گا کیونکہ ضمیر مرفوع کا اتصال فعل کے ساتھ ہوتا ہے حرف کے ساتھ نہیں ہوتا جیسے ماانت قائما اسمیں عامل ما حرف ہے اور ضمیر مرفوع ہے۔

قَوْلُهٗ اَوْ بِکَوْنِهٖ مُسْنَدًا اِلَیْهِ الخ (۶) چھٹی جگہ کسی صفت کی اسناد ضمیر کی طرف کی گئی ہو جو ذات کے غیر پر جاری ہو جس کی یہ صفت ہے تو اس وقت ضمیر منفصل لائی جائے گی اگر ضمیر کو صفت سے منفصل کر کے نہ لایا جائے تو بعض صورتوں میں التباس لازم آئے گا جیسے ھند زید ضاربته ھی اگر ھی ضمیر کا ذکر نہ کریں تو معلوم نہیں ہوگا کہ ھند فاعل ہے یا زید جب ھی کو ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ فاعل ھند ہے زید نہیں۔

قوله وَاِذَا اجْتَمَعَ ضَمِیْرَانِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ جب دو ضمیریں جمع ہوں اور ان میں سے کوئی بھی مرفوع متصل نہ ہو لیکن ان دونوں میں سے ایک اعرف ہو یعنی متکلم یا مخاطب

کی ضمیر ہو اور وہ اعرف دوسری سے مقدم بھی ہو تو دوسری ضمیر میں اختیار ہوگا چاہے اس کو متصل لائیں جیسے اعطیتکه وضربیك یا منفصل لائیں جیسے اعطیتک ایاہ اور ضربی ایاک اگر دونوں ضمیروں میں سے کوئی بھی اعرف نہ ہو یا اعرف مقدم نہ ہو تو پھر ضمیر ثانی صرف منفصل لائی جائے گی جیسے اعطیته ایاه اور اعطیته ایاك۔

قوله وَالْمُخْتَارُ فِي خَبَرِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ کان وغیرہ کی خبر اگر ضمیر لائیں تو اسے منفصل لانا اولی ہے کیونکہ اس کی مشابہت مبتدا کی خبر کے ساتھ زیادہ ہے اور مبتدا کی خبر جب ضمیر ہو تو اسے منفصل لانا واجب ہوتا ہے اگرچہ ضمیر متصل کو بھی ذکر کیا جا سکتا ہے کیونکہ کان کی خبر بمنزلہ مفعول کے ہے اور ضمیر مفعول متصل ہوتی ہے لہذا متصل لانا بھی جائز ہے لیکن منفصل لانا اولی ہے کیونکہ افعال ناقصہ کی خبر اصل میں مبتدا کی خبر ہے اور مبتدا کی خبر میں جب ضمیر ہو تو انفصال واجب ہے پس اصل کی رعایت رکھتے ہوئے اگر انفصال واجب نہ ہو تو کم از کم مختار اور اولی ہونا چاہیے جیسے کنت ایاہ۔

قوله وَالْاَكْثَرُ لَوْ لَا اَنْتَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ لولا کے بعد اکثر استعمال میں ضمیر مرفوع منفصل ہوتی ہے کیونکہ لولا کے بعد مبتدا محذوف الخبر ہے جیسے لولا انت سے لولا نحن تک۔

قوله وَعَسَيْتَ اِلٰى آخِرِهَا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اکثر استعمال میں عسی کے بعد ضمیر متصل ہوتی ہے اس لئے کہ عسی اکثر نحویوں کے نزدیک فعل ہے اور اس کے بعد اس کی ضمیر فاعل ہے اور ضمیر فاعل فعل کے ساتھ متصل ہوتی ہے جیسے عسیت سے عسینا۔

قوله وَجَآءَ لَوْلَاكَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ لولا کے ساتھ ضمیر مجرور کا اتصال بھی ثابت ہے کیونکہ لولا وجود اول کے سبب سے انتفاء ثانی کے لئے آتا ہے لولا زید اصل میں لولا وجود زید تھا وجود کو حذف کر دیا اور لولا کو اسکے قائم مقام کر دیا اور ضمیر کی طرف مضاف کر دیا اور یہ ضمیر مجرور ہوگی بعض نحوی کہتے ہیں کہ لولا حرف جر ہے اور اس کے بعد ضمیر مجرور متصل ہے اور عساک میں عسی کے ساتھ ضمیر منصوب متصل ہے کیونکہ عسی کو لعل کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ دونوں کے معنی امید اور لالچ کے ہیں لہذا جو ضمیر عسی کے بعد ہوگی وہ اسمیت کی بنا پر منصوب ہوگی لولاک سے لولانا تک اور عساک سے عسانا تک۔

وَنُوْنُ الْوِقَايَةِ مَعَ الْيَاءِ لَازِمَةٌ فِي الْمَاضِيْ وَفِي الْمُضَارِعِ عَرِيًّا عَنْ نُوْنِ الْاِعْرَابِ وَ اَنْتَ مَعَ النُّوْنِ فِيْهِ وَلَدُنْ وَاِنَّ وَاَخَوَاتِهَا مُخَيَّرٌ وَيُخْتَارُ فِيْ لَيْتَ وَمِنْ وَعَنْ وَقَدْ وَقَطْ وَعَكْسُهَا لَعَلَّ وَيُتَوَسَّطُ بَيْنَ الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ قَبْلَ الْعَوَامِلِ وَبَعْدَهَا صِيْغَةُ مَرْفُوْعٍ مُنْفَصِلٍ مُطَابِقٍ لِلْمُبْتَدَأِ وَيُسَمّٰى فَصْلًا لِيُفَصِّلَ بَيْنَ كَوْنِهٖ خَبَرًا وَنَعْتًا وَشَرْطُهٗ اَنْ يَكُوْنَ الْخَبَرُ مَعْرِفَةً اَوْ اَفْعَلَ مِنْ كَذَا مِثْلُ كَانَ زَيْدٌ هُوَ اَفْضَلَ مِنْ عَمْرٍو وَلَا مَوْضِعَ لَهٗ عِنْدَ الْخَلِيْلِ وَبَعْضُ الْعَرَبِ يَجْعَلُهٗ مُبْتَدَأً وَمَا بَعْدَهٗ خَبَرُهٗ وَيَتَقَدَّمُ قَبْلَ الْجُمْلَةِ ضَمِيْرٌ غَائِبٌ يُسَمّٰى ضَمِيْرَ الشَّانِ وَالْقِصَّةِ يُفَسِّرُ بِالْجُمْلَةِ بَعْدَهٗ يَكُوْنُ مُنْفَصِلًا وَمُتَّصِلًا مُسْتَتِرًا وَبَارِزًا عَلٰى حَسَبِ الْعَوَامِلِ نَحْوُ هُوَ زَيْدٌ قَائِمٌ وَكَانَ زَيْدٌ قَائِمٌ وَاِنَّهٗ زَيْدٌ قَائِمٌ وَحَذْفُهٗ مَنْصُوْبًا ضَعِيْفٌ اِلَّا مَعَ اَنْ اِذَا خُفِّفَتْ فَاِنَّهٗ لَازِمٌ۔

ترجمہ :اور نون وقایہ یائے (متکلم) کے ساتھ ماضی اور مضارع میں لازمی ہے جب کہ وہ نون اعرابی سے خالی ہو اور تجھے اختیار ہے نون وقایہ کے اس (مضارع) میں لانے یا نہ لانے میں نون اعرابی کے ہوتے ہوئے' اور لدن اور ان اور اس کے ہم شکلوں میں اختیار ہے (نون وقایہ لانے یا نہ لانے میں) اور مختار ہے (نون وقایہ کا لانا) لیت اور من اور عن اور قد اور قط میں' اور اس (لیت) کا عکس ہے لعل میں' اور مبتدا اور خبر کے درمیان عوامل سے پہلے اور اس (عوامل) کے بعد لایا جائے گا ضمیر مرفوع منفصل کو' جو مبتداء کے مطابق ہوگی نام رکھا جائے گا اسکا فصل' تاکہ فرق کرے اسکے خبر یا صفت ہونے کے درمیان' اور اس کی شرط (مرفوع منفصل لانے میں) یہ ہے کہ خبر معرفہ ہو یا وہ اسم تفضیل ہو جو من کے ساتھ مستعمل ہو' جیسے کان زید ھو افضل من عمرو' اور خلیل نحوی کے نزدیک اسکا محل من الاعراب نہیں ہوگا اور بعض اہل عرب نے اسے مبتداء بنایا ہے اور اسکے مابعد کو اس کی خبر' اور مقدم ہوتی ہے جملے سے پہلے ضمیر غائب' اسکا نام رکھا جاتا ہے اور ضمیر شان اور ضمیر قصہ' اور تفسیر کرتا ہے اس کا مابعد والا جملہ' (ضمیر شان اور قصہ) منفصل ہوگی اور متصل مستتر متصل بارز ہوگی عوامل کے مطابق جیسے ھو زید قائم وکان زید قائم وانہ زید قائم اور اس (ضمیر شان) کو حذف کرنا منصوب ہونے کی حالت میں ضعیف ہے مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہو (جب وہ ان) مخففہ من المثقلہ ہو پس بیشک لازم ہے (ضمیر شان کو حذف کرنا)۔

تشریح وَ نُوْنُ الْوِقَایَۃِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں جب فعل ماضی کے آخر میں یائے متکلم ہو تو اس وقت فعل ماضی اور یائے متکلم کے درمیان نون وقایہ کا لانا ضروری ہے تاکہ نون وقایہ کی وجہ سے ماضی کی آخری حرکت محفوظ رہ سکے کیونکہ یائے متکلم چاہتی ہے کہ میرا ما قبل مکسور ہو اور ماضی فتحہ پر مبنی ہوتی ہے تو نون وقایہ کیوجہ سے ماضی کی حرکت محفوظ رہے گی وقایہ کا معنی ہے بچانا اور یہ نون ماضی کے آخر کو کسرہ سے بچاتا ہے اسلئے اسے نون وقایہ کہتے ہیں۔

قوله وَفِی الْمُضَارِعِ عَرِیًّا الخ | اور نون وقایہ کا مضارع کے ان صیغوں میں بھی داخل ہونا لازمی ہے جو کہ نون اعرابی سے خالی ہیں کیونکہ جب مضارع کے آخر میں یائے متکلم لگے گی تو نون وقایہ کی وجہ سے مضارع کی حرکت اعرابیہ محفوظ رہے گی اور مضارع کے جن صیغوں میں نون اعرابی ہے تو وہاں نون کو لانے یا نہ لانے میں اختیار ہے ایسے ہی لدن اور اِنَّ اور اس کے ہم مثلوں میں نون وقایہ کو لانے یا نہ لانے میں اختیار ہے۔

قوله وَيُخْتَارُ فِی لَيْتَ الخ | لیت، مِن وعَن، قد اور قطّ میں نون کا لانا مختار ہے لیت میں نون وقایہ کا لانا اس لئے مختار ہے کہ اس کی مشابہت فعل کے ساتھ ہے جس طرح نون وقایہ ماضی کی حرکت کو بچاتا ہے اسی طرح لیت کی حرکت کو بھی بچاتا ہے جیسے لیتنی اور مِن عَن قد اور قط میں نون وقایہ کو لانا اسلیے مختار ہے تاکہ ان کا سکون باقی رہے اور لعل میں لیت کے برعکس ہے یعنی لعل میں نون کا نہ لانا مختار ہے اس لئے کہ لعل کا لام مشدد نون کے قریب المخرج ہے اگر نون وقایہ لائیں گے تو یہ فصیح کلام کے خلاف ہو جائے گا قریب المخرج حروف کے جمع ہونے کی وجہ سے۔

قوله وَيَتَوَسَّطُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں بعض اوقات مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر مرفوع منفصل لائی جاتی ہے چاہے عامل سے پہلے لائی جائے جیسے زید ھو القائم یا عامل کے بعد جیسے کنت انت الرقیب پھر وہ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا کے مطابق لائی جائے گی افراد تثنیہ جمع تذکیر و تانیث اور متکلم اور غائب اور مخاطب میں اور اس کا نام ضمیر فصل ہے کیونکہ یہ خبر اور صفت کے درمیان فرق کرتی ہے تاکہ خبر کا صفت کیساتھ التباس لازم نہ آئے۔

قوله وَ شَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ الْخَبَرُ مَعْرِفَةً الخ | ضمیر فصل لانے کی شرط یہ ہے کہ خبر معرفہ ہو اگر خبر معرفہ نہیں بلکہ نکرہ ہے تو اس وقت ضمیر منفصل نہیں لائی جائے گی کیونکہ معرفہ کی شکل میں تو خبر کا صفت کے ساتھ

التباس لازم آتا ہے لیکن اگر خبر نکرہ ہو تو پھر اس کا صفت کے ساتھ التباس لازم نہیں آتا یا یہ کہ خبر اسم تفضیل مِن کے ساتھ ہو تو پھر ضمیر منفصل لائی جائے گی جیسے کان زید ھوافضل مِن عمرو-

قوله وَلَا مَوْضِعَ لَهُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک اختلاف بیان کرتے ہیں کہ خلیل نحوی کے نزدیک ضمیر مرفوع منفصل کا کوئی محل من الاعراب نہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ حرف بصورت ضمیر ہے لہذا افضل اس مثال میں منصوب ہوگا کیونکہ وہ کان کی خبر ہے اور بعض عرب ضمیر منفصل کو مبتدا کہتے ہیں اور اسکے مابعد کو خبر' تو افضل اس مثال میں مرفوع ہوگا کیونکہ وہ مبتدا کی خبر ہے-

قوله وَيَتَقَدَّمُ قَبْلَ الْجُمْلَةِ الخ | یہاں سے بیان کرتے ہیں کہ جملہ اسمیہ اور فعلیہ سے پہلے ایک ضمیر غائب ہوتی ہے اور اگر وہ ضمیر مذکر کی ہو تو ضمیر شان کہتے ہیں جیسے ھو زید قائم' اور قل ھو اللہ احد' اگر وہ 'ضمیر مونث کی ہو تو اس کو ضمیر قصہ کہتے ہیں جیسے ھی زینب جالسۃ' اس ضمیر غائب کی تفسیر اس کے بعد والا جملہ کر رہا ہے-

قوله يَكُوْنُ مُنْفَصِلًا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ ضمیر شان اور قصہ ضمیر منفصل ہوگی جیسے ھو زید قائم 'یا وہ ضمیر متصل اور مستتر ہوگی جیسے کان زید قائما کان میں ھو ضمیر ہے جو متصل بھی ہے اور مستتر بھی 'یا وہ ضمیر بارز ہوگی عامل کے مطابق جیسے انہ زید قائم-

قوله وَحَذْفُهُ مَنْصُوْبًا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ ضمیر شان کو حذف کرنا جائز ہے جب کہ وہ مرفوع ہو اور جب ضمیر شان منصوب ہو تو اسے حذف کرنا ضعیف ہے اس لیے کہ وہ فضلہ ہے اور فضلہ کا حذف جائز ہے مگر حذف کرنا ضعیف ہے اس لئے کہ حذف کرنے کے بعد پتہ نہیں چلے گا کہ ضمیر شان تھی یا نہیں مگر جب ضمیر مذکور ان مفتوح کے ساتھ ہو جو مخففہ من المثقلہ ہے تو اس وقت اس ضمیر شان کو حذف کرنا بغیر کسی ضعف کے لازمی ہے-

اَسْمَاءُ الْاِشَارَةِ مَا وُضِعَ لِمُشَارٍ اِلَيْهِ وَهِيَ ذَا لِلْمُذَكَّرِ وَلِمُثَنَّاهُ ذَانِ وَذَيْنِ وَلِلْمُؤَنَّثِ تَا وَ ذِيْ وَتِهْ وَذِهْ وَتِهِيْ وَذِهِيْ وَلِمُثَنَّاهُ تَانِ وَتَيْنِ وَلِجَمْعِهِمَا أُوْلَاءِ مَدًّا وَّقَصْرًا وَيَلْحِقُهَا حَرْفُ التَّنْبِيْهِ وَيَتَّصِلُ بِهَا حَرْفُ الْخِطَابِ وَهِيَ خَمْسَةٌ فِيْ خَمْسَةٍ فَيَكُوْنُ خَمْسَةٌ وَّعِشْرِيْنَ وَهِيَ ذَاكَ اِلٰى ذَاكُنَّ وَذَانِكَ اِلٰى ذَانِكُنَّ وَكَذٰلِكَ الْبَوَاقِيْ وَيُقَالُ ذَا لِلْقَرِيْبِ وَذٰلِكَ لِلْبَعِيْدِ وَذَاكَ لِلْمُتَوَسِّطِ وَتِلْكَ وَ تَانِّكَ وَذَانِّكَ مُشَدَّدَتَيْنِ وَاُوْلٰٓئِكَ مِثْلُ ذٰلِكَ وَ اَمَّا ثَمَّ وَهُنَا وَهِنَّا فَلِلْمَكَانِ خَاصَّةً۔

ترجمه :اسم اشارہ وہ ہے کہ جو وضع کیا گیا ہو مشار الیہ کے لیے وہ یہ ہیں ذا(واحد) مذکر کے لیے اور تثنیہ مذکر کے لئے ذان اور ذین اور مونث کیلئے تا اور ذی اور تی اور تہ اور ذہ اور تھی اور ذھی اور تثنیہ کے لئے تان و تین اور ان دونوں (مذکر اور مونث) کی جمع کے لئے اولاء مد اور (اولی) قصر کے ساتھ آتا ہے اور اس (اسم اشارہ) کے ساتھ لاحق ہوتا ہے حرف تنبیہ اور متصل ہوتا ہے اس (اسم اشارہ) کے ساتھ حرف خطاب' اور یہ حروف خطاب پانچ ہیں' پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے پچیس ہو جائیں گے' اور وہ ذاک سے ذاکن تک اور ذانک سے ذانکن تک اسی طرح باقی اور کہا جاتا ہے کہ ذا قریب کے لئے ہے اور ذالک بعید کے لئے ہے اور ذک متوسط کے لئے' اور تلک اور تانک اور ذانک اس حال میں کہ دونوں مشدد ہوں اور اولائک (اور یہ چاروں کلمے) ذالک کی طرح ہیں (بعید کا فائدہ دینے میں) اور بہر حال ثم اور ھُنَا اور ھِنَّا یہ مکان کے لئے خاص طور پر ہیں۔

تشریح :اَسْمَاءُ الْاِشَارَةِ الخ | صاحب کافیہ مبنی کی قسمیں ذکر کر رہے تھے ان میں سے ایک اسم اشارہ ہے اسم شارہ وہ اسم ہے جو کسی چیز کی طرف اشارہ کرنے کے وقت استعمال کیا جائے جن الفاظ سے اشارہ کیا جائے انہیں اسم اشارہ کہا جاتا ہے اور جس کی طرف اشارہ کیا جائے اسے مشار الیہ کہتے ہیں جیسے ھذ اکتاب اس مثال میں ھذا اسم اشارہ اور کتاب مشار الیہ اور اسماء اشارہ یہ ہیں ذا' یہ واحد مذکر کے لئے آتا ہے اور ذان' حالت رفعی میں تثنیہ کیلیے آتا ہے اور حالت

نصبی اور جری میں ذین' تثنیہ مذکر کے لئے آتا ہے اور واحد مونث میں تاوذی وتی وتہ وذہ وتھی وذھی' اور تان' تثنیہ مونث کے لئے آتا ہے حالت رفعی میں تین تثنیہ مؤنث کے لئے آتا ہے حالت نصبی اور جری میں اور اولاء مد اور اولیٰ الف مقصورہ کے ساتھ جمع مذکر اور جمع مؤنث دونوں کے لئے۔

قولہ وَيَلْحِقُهَا حَرْفُ التَّنْبِيْهِ الخ اسم اشارہ کے شروع میں ھاء تنبیہ لگا دیتے ہیں کیونکہ اشارہ سے مقصود مخاطب پر تنبیہ کرنا ہوتا ہے اسلئے ھاء تنبیہ اسم اشارہ کے شروع میں لگا دیتے ہیں تاکہ مخاطب مقصود سے غافل نہ رہے جیسے ذا سے ھذا اور ذان سے ھذان وغیرہ اور اسم اشارہ کے آخر میں حرف خطاب بھی لگا دیا جاتا ہے تاکہ وہ مخاطب کے مفرد اور تثنیہ مذکر و مونث ہونے پر دلالت کرے' اور حرف خطاب پانچ ہیں کَ کُمَا کُمْ کِ کُنَّ اور اسم اشارہ بھی پانچ ہیں ذا' ذان' تا' تان' اولاء تو پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے پچیس قسمیں بن گئیں' وہ اس طرح کہ ہر اسم اشارہ کے ساتھ پانچ ضمیریں ملائی جائیں ذاک سے ذاکن تک پانچ' اور ذانک سے ذانکن تک دس ہو گئیں اور تاک سے تاکن تک یہ پندرہ ہو گئیں اور تانک سے تانکن تک یہ بیس ہو گئیں اور اولئک سے اولائکن تک یہ پچیس ہو گئیں۔

قولہ وَيُقَالُ ذَا لِلْقَرِيْبِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ ذا اسم اشارہ مشار الیہ قریب کے لئے بولا جاتا ہے اور ذالک مشار الیہ بعید کے لئے بولا جاتا ہے اور ذاک مشار الیہ متوسط کے لئے بولا جاتا ہے اور تلک اور تانک' ذلک جب کہ ان میں نون مشدد ہو اور اولائک' یہ چاروں کلمات ذالک کی طرح مشار الیہ بعید کے لئے بولے جاتے ہیں اور ثَمَّ اور ھنا خاص طور پر مکان کی طرف اشارہ کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

اَلْمَوْصُوْلُ مَا لَا يَتِمُّ جُزْءً اِلَّا بِصِلَةٍ وَعَائِدٍ وَصِلَتُهُ جُمْلَةٌ خَبَرِيَّةٌ وَالْعَائِدُ ضَمِيْرٌ لَهُ وَصِلَةُ الْاَلِفِ وَاللَّامِ اِسْمُ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ وَهِيَ الَّذِيْ وَالَّتِيْ وَاللَّذَانِ وَاللَّتَانِ بِالْاَلِفِ وَالْيَاءِ وَالْاُوْلٰى وَالَّذِيْنَ وَاللَّائِيْ وَاللَّاءِ وَاللَّايِ وَاللَّاتِيْ وَاللَّوَاتِيْ وَمَنْ وَمَا وَاَيٌّ وَاَيَّةٌ وَذُوْ الطَّائِيَّةُ وَذَا بَعْدَ مَا لِلْاِسْتِفْهَامِ وَالْاَلِفُ وَاللَّامُ وَالْعَائِدُ الْمَفْعُوْلُ يَجُوْزُ حَذْفُهُ وَاِذَا اَخْبَرْتَ بِالَّذِيْ صَدَّرْتَهَا وَجَعَلْتَ مَوْضِعَ الْمُخْبَرِ عَنْهُ ضَمِيْرًا لَهَا وَاَخَّرْتَهُ خَبَرًا عَنْهُ فَاِذَا اَخْبَرْتَ عَنْ زَيْدٍ ضَرَبْتُ زَيْدًا قُلْتَ الَّذِيْ ضَرَبْتُهُ زَيْدٌ وَكَذٰلِكَ الْاَلِفُ وَاللَّامُ فِي الْجُمْلَةِ الْفِعْلِيَّةِ خَاصَّةً لِيَصِحَّ بِنَاءُ اِسْمِ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ فَاِنْ تَعَذَّرَ اَمْرٌ مِنْهَا تَعَذَّرَ الْاِخْبَارُ۔

ترجمہ: موصول وہ اسم ہے جو جزء تام نہیں بنتا مگر صلہ اور عائد کے ساتھ اور اس کا صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور عائد ضمیر ہوتی ہے اس (موصول) کے لیے اور الف لام کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے اور وہ (اسم موصول) یہ ہیں الذی التی اللذان اور اللتان الف اور یاء کے ساتھ اور الاولی اور الذین اور اللائی اور اللاء اور اللای اور اللاتی اور اللواتی اور من اور ما اور ای اور ایۃ اور ذو قبیلہ طے کی لغت میں اور ذا جو ما استفہامیہ کے بعد ہو (موصول ہوتا ہے) اور الف لام (اسم فاعل اور اسم مفعول پر ہو وہ بھی موصول ہوتا ہے) اور ضمیر (جو صلہ میں موصول کی طرف لوٹتی ہے) جب کہ وہ مفعول واقع ہو اسے حذف کرنا جائز ہے اور جب تو خبر دے (کسی کے جزء سے) الذی کے ذریعے تو الذی کو جملہ ثانیہ کے شروع میں لا اور تو بنا مخبر عنہ کی جگہ ایک ضمیر اسکی طرف (جو الذی کی طرف عائد ہو) مخبر عنہ کو اپنی جگہ سے موخر کردے اس حال میں کہ وہ (الذی) کی خبر ہو اور جب تو (الذی کے ذریعے) زید کے بارے میں خبر دے جو کہ ضربت زیدا میں ہے تو یوں کہے الذی ضربتہ زید اور ایسے ہی (الذی کی خبر دینے کی طرح ہے) الف لام جو خاص کر کے جملہ فعلیہ میں واقع ہو تا کہ صحیح ہو اسم فاعل یا اسم مفعول کی بناء اگر متعذر ہو ان میں سے کوئی امر (شرطوں میں سے) متعذر ہو گا خبر دینا۔

تشریح: قوله اَلْمَوْصُوْلُ الخ | اسم موصول وہ اسم ہے جو جملے کا پورا جز بغیر صلے اور عائد کے نہیں بنتا اور اس کا صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے جس میں ضمیر ہوتی ہے جو موصول کی طرف لوٹنے والی ہوتی ہے جیسے جَاءَ الَّذِی اَبُوْهُ عَالِمٌ۔

قوله وَصِلَةُ الْاَلِفِ وَاللَّامِ الخ | الف لام بمعنی الذی کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے جیسے الضارب 'الذی ضرب کے معنی میں ہے اور المضروب 'الذی ضُرِبَ کے معنی میں ہے اسم فاعل اور اسم مفعول پر جو الف لام ہوتا ہے وہ الذی کے معنی میں ہوتا ہے اور اسم موصول یہ ہیں الذی واحد مذکر کے لئے 'اور التی واحد مونث کے لئے اور اللذان تثنیہ مذکر کے لئے' حالت رفعی میں 'اور اَلَّذَیْنِ تثنیہ مذکر کے لئے حالت نصبی اور جری میں 'اور اللتان تثنیہ مونث کے لئے حالت رفعی میں 'اور اللتین تثنیہ مونث کے لیے حالت نصبی اور جری میں 'اور جمع مذکر کے لئے الاولی اور الذین آتے ہیں 'اور اللاء اور اللای اور اللاتی اور اللواتی جمع مونث کے لئے آتے ہیں 'من اور ما یہ دونوں الذی کے معنی میں ہیں اور یہ دونوں مذکر اور مونث کے لئے آتے ہیں لیکن ان میں فرق یہ ہے کہ من ذوی العقول کیلئے آتا ہے اور ما غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے 'لیکن کبھی کبھی مجازا ایک دوسرے کے لئے استعمال ہوتے ہیں 'اور ایّ مذکر کے لئے آتا ہے اور اَیَّةٌ مونث کے لئے آتا ہے۔

فائدہ : ایٌ اور ایّۃٌ دو حال سے خالی نہیں مضاف ہوں گے یا مضاف نہیں ہوں گے، اگر مضاف نہ ہوں تو پھر دو حال سے خالی نہیں ان کا صدر صلہ مذکور ہو گا یا مذکور نہیں ہو گا اور اگر ای اور ایۃ مضاف ہوں تو پھر دو حال سے خالی نہیں صدر صلہ مذکور ہو گا یا صدر صلہ مذکور نہیں ہو گا، اگر صدر صلہ مذکور نہ ہو تو پھر مبنی ہوں گے باقی تین حالتوں میں معرب ہوں گے اور ذو بنی طے کی لغت میں اسم موصول ہے جو الذی کے معنی میں ہوتا ہے جیسے کہ شاعر کے قول میں

فَاِنَّ الْمَاءَ مَاءُ اَبِیْ وَجَدِّیْ وَبِئْرِیْ ذُوْ حَفَرْتُ وَذُوْ طَوَیْتُ

اس میں ذو حفرت اور ذو طویت میں ذو الذی کے معنی میں ہے ای الذی حفرتہ والذی طویتہ،

شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ پس بے شک چشمہ میرے باپ اور دادا کا چشمہ ہے اور کنواں میرا ہے جس کو میں نے کھودا ہے اور جس کا میں نے منڈیر بنایا ہے۔

جب ذو الذی کے معنی میں ہو گا تو مبنی ہو گا اور اگر صاحب کے معنی میں ہو تو معرب ہو گا۔

قولہ وَذَا بَعْدَ مَا لِلْاِسْتِفْهَامِ الخ اور وہ ذا جو ما استفہامیہ کے بعد ہو موصول ہوتا ہے جیسے ماذا صَنَعْتَ ای ما الذی صنعت اور وہ الف لام جو اسم فاعل اور اسم مفعول پر ہوتا ہے وہ بھی موصول ہوتا ہے اور اپنے مدخول کے اعتبار سے الذی یا التی یا الذان یا اللتان یا الذین یا الاتی کے معنی میں آتا ہے۔

قولہ وَالْعَائِدُ الْمَفْعُوْلُ الخ اور صلے میں جو ضمیر موصول کی طرف لوٹتی ہے جب وہ ضمیر مفعول واقع ہو تو اسے کلام سے حذف کرنا جائز ہے اس لئے کہ وہ فضلہ ہے اور فضلہ کا حذف کرنا جائز ہوتا ہے جیسے اللہ تعالی کا قول اللہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر اصل میں یشاءہ تھا ضمیر مفعول کو جو مَن موصول کی طرف لوٹنے والی تھی حذف کر دیا لیکن جب حذف مذکور پر کوئی مانع موجود ہو تو اس وقت ضمیر مفعول کو حذف کرنا جائز نہیں۔

قولہ وَاِذَا اَخْبَرْتَ الخ یہاں سے صاحب کافیہ اخبار بالذی کے باب کا ذکر کرتے ہیں جب الذی کے ذریعے کسی جملہ کے جز سے خبر دینا مقصود ہو تو تین شرطوں کے ساتھ خبر دینا صحیح ہو گا (۱) شرط یہ ہے کہ الذی کو جملہ کے شروع میں لگائیں (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ جملہ میں مخبر عنہ کی جگہ ایک ضمیر لائیں گے جو الذی کی طرف عائد ہو (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ مخبر عنہ کو اپنی جگہ سے موخر کر کے الذی سے خبر لائیں گے جیسے جب تم الذی کے ذریعے زید

سے جو ضربت زیدا میں ہے خبر دینا چاہو تو شروع میں الذی لگاؤ اور مخبر عنہ کی جگہ پر ضمیر کو ذکر کرو الذی ضربتہ ہو گیا اور زید کو اس کی جگہ سے مؤخر کر کے الذی کی خبر بناؤ تو الذی ضربتہ زید بن گیا۔

قولہ وَكَذٰلِكَ الْاَلِفُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ الذی کی خبر کی طرح الف لام کے ذریعے اس اسم سے خبر دے سکتے ہیں جو کہ خاص کر کے جملہ فعلیہ میں واقع ہے اسلئے کہ الف لام کا صلہ اسم فاعل یا اسم مفعول ہوتا ہے جو فعل سے ہی بنایا جاتا ہے مثلا قام زید میں زید کے متعلق الف لام کے ذریعے خبر دیں گے تو یوں کہیں گے القائم زید۔

قولہ فَاِنْ تَعَذَّرَ اَمْرٌ مِّنْهَا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جو اوپر تین شرطیں بیان کیں اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط متعذر ہو تو پھر اخبار مذکورہ متعذر ہو جائیں گے۔

وَمِنْ ثَمَّ اِمْتَنَعَ فِیْ ضَمِیْرِ الشَّانِ وَ الْمَوْصُوْفِ وَالصِّفَةِ وَالْمَصْدَرِ الْعَامِلِ وَ الْحَالِ وَالضَّمِیْرِ الْمُسْتَحِقِّ لِغَیْرِهَا وَالْاِسْمِ الْمُشْتَمِلِ عَلَیْهِ وَمَا الْاِسْمِیَّةُ مَوْصُوْلَةٌ وَاِسْتِفْهَامِیَّةٌ وَشَرْطِیَّةٌ وَ مَوْصُوْفَةٌ وَتَامَّةٌ بِمَعْنٰی شَیْءٍ وَصِفَةٌ وَ مَنْ كَذٰلِكَ اِلَّا فِی التَّامَّةِ وَالصِّفَةِ وَ اَیٌّ وَاَیَّةٌ كَمَنْ وَهِیَ مُعْرَبَةٌ وَحْدَهَا اِلَّا اِذَا حُذِفَ صَدْرُ صِلَتِهَا وَفِیْ مَاذَا صَنَعْتَ وَجْهَانِ اَحَدُهُمَا مَا الَّذِیْ وَجَوَابُهٗ رَفْعٌ وَالْاٰخَرُ اَیُّ شَیْءٍ وَجَوَابُهٗ نَصْبٌ۔

ترجمہ: اسی وجہ سے ممتنع ہے ضمیر شان میں اور موصوف اور صفت میں اور اسی طرح مصدر عامل میں اسی طرح حال سے بھی اور اس ضمیر سے بھی جو اس (الذی) کے غیر کی طرف راجع ہے (الذی کے ذریعے خبر دینا ممتنع ہے) اور وہ اسم جو اس (ضمیر) پر مشتمل ہو (اس کی الذی کے ذریعے خبر دینا صحیح نہیں اور ما اسمیہ موصولہ اور استفہامیہ اور شرطیہ اور موصوفہ اور تامہ بمعنی شی کے اور صفتیہ ہوگا اور مَن اسی طرح ہے مگر تامہ اور صفتیہ میں اور ای اور ایۃ مَن کی طرح ہے اور یہ معرب ہے اکیلا مگر جب حذف کر دیا جائے ان کا صدر صلہ اور ماذا صنعت میں دو صورتیں ہیں ان میں سے ایک یہ (ما استفہامیہ) ہے الذی کے معنی میں اور اس کا جواب رفع ہے اور دوسرا اشی کے معنی میں اور اس کا جواب نصب ہے۔

تشریح :وَمِنْ ثَمّ اِمْتَنَعَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مذکورہ شرطوں کا پایا جانا اگر متعذر ہو تو پھر جملے کے بارے میں الذی کے ساتھ خبر دینا متعذر ہوگا اس وجہ سے ضمیر شان کی الذی کے ساتھ خبر دینا صحیح نہیں کیونکہ ضمیر شان صدارت کلام کو چاہتی ہے اگر اسے خبر بنائیں گے تو الذی سے موخر ہو جائے گی اور صدارت کلام ختم ہو جائے گی اسی طرح وہ موصوف جو بغیر صفت کے ہو یا صفت بغیر موصوف کے ہو اس کی بھی الذی کے ذریعے خبر دینا صحیح نہیں کیونکہ جب صفت نہیں ہوگی تو ضمیر ہوگی اس صورت میں ضمیر کا صفت ہونا لازم آئے گا اسی طرح صفت بغیر موصوف کے ہو تو اس کی بھی الذی کے ذریعے خبر دینا صحیح نہیں تو اس صورت میں ضمیر کا موصوف ہونا لازم آئے گا حالانکہ یہ باطل ہے کیونکہ ضمیر نہ موصوف ہوتی ہے نہ صفت۔

قوله وَالْمَصْدَرِ الْعَامِلِ الخ | اسی طرح مصدر عامل سے بغیر معمول کے الذی کے ساتھ خبر دینا ممتنع ہے اس لئے کہ مصدر عامل اپنے معمول سے مقدم ہوتا ہے اگر مؤخر کریں گے تو یہ عمل نہیں کرے گا کیونکہ یہ عامل ضعیف ہے مابعد میں عمل کرتا ہے اور ماقبل میں عمل نہیں کرتا اسی طرح حال کی الذی کے ساتھ خبر دینا صحیح نہیں کیونکہ حال نکرہ ہوتا ہے جب اس کی الذی کے ساتھ خبر دی جائیگی تو نکرہ کا معرفہ ہونا لازم آئے گا۔

قوله وَالضَّمِيرِ الْمُسْتَحِقِّ الخ | اسی طرح اس جملے کی بھی الذی کے ساتھ خبر دینا صحیح نہیں جس میں ضمیر ہو اور وہ ضمیر الذی کے علاوہ کسی اور کی طرف لوٹ رہی ہو جیسے زید ضربتہ میں ہ ضمیر سے بذریعہ الذی کے خبر دینا اور الذی زید ضربتہ کہنا جائز نہیں اسلئے کہ اگر ضمیر کو موصول کی طرف عائد کریں گے تو زید مبتدا بغیر عائد کے رہ جائے گا اور اس ضمیر سے جس کا وہ مستحق ہے محروم ہو جائے گا اور اگر زید کی طرف راجع کریں گے تو موصول بغیر عائد کے رہ جائے گا اور اس اسم کے بارے میں الذی کے ساتھ خبر دینا صحیح نہیں جو اس ضمیر پر مشتمل ہو جو کہ کلمہ الذی کے غیر کی طرف لوٹ رہی ہو جیسے زید ضَرَبْتُ غُلَامَهُ میں غلامہ سے بذریعہ الذی کے خبر دینا اور الذی زید ضربت غلامہ کہنا جائز نہیں اس لئے اگر ضمیر کو موصول کی طرف عائد کریں گے تو زید مبتدا بغیر عائد کے رہ جائے گا اور اگر زید کی طرف راجع کریں گے تو موصول بلا عائد رہ جائیگا۔

قوله وَمَا الْاِسْمِيَّةُ مَوْصُوْلَةٌ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ ما اسمیہ چھ معنوں کیلئے آتا ہے (۱) ما موصولہ ہوگا جیسے اَعْجَبَنِیْ مَا صَنَعْتَ (۲) ما استفہام کے معنی میں ہوگا

جیسے وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى (۳) ما شرطیہ ہوگا جیسے ما تَصْنَعْ اَصْنَعْ (۴) اور ما موصوفہ ہوگا جیسے مَرَرْتُ بِمَا مُعْجَبٌ لَكَ (۵) ما تامہ بمعنی شی کے ہوگا جیسے فَنِعِمَّا هِيَ (۶) ما صفیہ ہوگا جیسے اِضْرِبْهُ ضَرْبًا مَّا -

قوله وَمَنْ كَذٰلِكَ الخ | **فائدہ**: یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں اسم موصول میں سے ایک مَن ہے جو جمیع اقسام مذکور میں لفظ ما کی طرح ہے لیکن لفظ من تامہ اور صفت نہیں ہوتا۔

قوله اَيٌّ وَاَيَّةٌ كَمَنْ الخ | ای اور ایۃ ثبوت امور اربعہ اور تامہ اور صفت نہ ہونے میں من کی طرح ہیں جس طرح من موصولہ استفہامیہ شرطیہ اور موصوفہ ہوتا ہے اسی طرح ای اور ایۃ بھی موصولہ اور استفہامیہ اور شرطیہ اور موصوفہ ہوتے ہیں ان سب میں صرف ای اور ایۃ تمام صورتوں میں معرب ہوتا ہے لیکن ایک صورت میں مبنی ہوں گے جب ان کے صدر صلہ کو حذف کردیا جائے جیسے اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا اصل میں ھو اشد تھا اس مثال میں صدر صلہ کو حذف کردیا ہے۔

قوله وَفِيْ مَاذَا صَنَعْتَ وَجْهَانِ الخ | ماذا صنعت میں دو وجہیں ہیں (۱) یہ کہ ما استفہامیہ ہو اور ذا الذی کے معنی میں ہو ای ما الذی صنعتہ یعنی وہ کیا چیز ہے جسے تو نے کیا پس ما مبتدا ہوگا اور اس کا مابعد خبر اور اس وقت اس کا جواب مرفوع ہوگا مثلا جس وقت ماذا صنعت کہیں گے تو اسکے جواب میں خیر کہا جائیگا دوسرا یہ ہے کہ ما استفہامیہ ہو ای شی کے معنی میں اس فعل سے جو اس کے بعد مذکور ہو وہ محلا منصوب ہوگا اسوقت اس کا جواب نصب کے ساتھ آئے گا ای شی صنعت تو جواب میں کہا جائے گا خیرًا ای صنعتُ خیرًا -

اَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ مَا كَانَ بِمَعْنَى الْاَمْرِ اَوِ الْمَاضِيْ نَحْوُ رُوَيْدَ زَيْدًا. اَيْ اَمْهِلْهُ وَهَيْهَاتَ ذٰلِكَ اَيْ بَعُدَ وَفَعَالِ بِمَعْنَى الْاَمْرِ مِنَ الثُّلَاثِيْ قِيَاسٌ كَنَزَالِ بِمَعْنٰى اِنْزِلْ وَفَعَالِ مَصْدَرًا مَعْرِفَةً كَفَجَارِ وَصِفَةً مِثْلُ يَا فَسَاقِ مَبْنِيٌّ لِمُشَابِهَتِهٖ لَهٗ عَدْلًا وَزِنَةً وَفَعَالِ عَلَمًا لِلْاَعْيَانِ مُؤَنَّثًا كَقَطَامِ وَغَلَابِ مَبْنِيٌّ فِي الْحِجَازِ وَمُعْرَبٌ فِيْ تَمِيْمٍ اِلَّا مَا كَانَ فِيْ آخِرِهٖ رَاءٌ نَحْوُ حَضَارِ۔

ترجمہ: اسمائے افعال وہ اسم ہیں جو بمعنی امر یا بمعنی ماضی کے ہوں جیسے روید زیدا بمعنی امهله تو اسے چھوڑ اور هیهات ذلک ای بَعُدَ یعنی وہ دور ہوا اور فعال (کا وزن) امر کے معنی میں ثلاثی مجرد سے قیاسی طور پر ہوگا جیسے نزال بمعنی انزل اور جو مصدر فعال کے وزن پر ہو اور معرفہ ہو جیسے فجار اور صفت ہو (مؤنث کے لئے) جیسے یا فساق (بمعنی فاسقة) یہ مبنی ہیں بوجہ ان کے مشابہ ہونے کے اس کے (فعل کے) عدل اور وزن میں اور فعال کا وزن علم ہو خاص مؤنث کا جیسے قطام اور غلاب یہ مبنی ہیں اہل حجاز (کے استعمال میں) اور معرب ہیں بنو تمیم (کے استعمال) میں مگر یہ کہ اس کے آخر میں را ہو جیسے حضار۔

تشریح: اَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ مبنی کی اقسام میں سے اسماء افعال کو بیان کرتے ہیں اسماء افعال وہ اسم ہیں جن میں فعل کا معنی پایا جائے لیکن ہوں وہ اسم چاہے امر حاضر کا معنی پایا جائے جیسے روید زیدا ای امهله چاہے ماضی کا معنی پایا جائے جیسے هیهات ذلک ای بعد دور ہوا۔

اعتراض: آپ نے اسمائے افعال کی یہ تعریف کی کہ جس میں ماضی اور امر حاضر کا معنی پایا جاتا ہے ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں کہ ہے تو وہ اسماء افعال میں سے لیکن اس میں ماضی اور امر کا معنی نہیں پایا جاتا بلکہ مضارع کا معنی پایا جاتا ہے جیسے اتجز اس میں مضارع کا معنی پایا جاتا ہے۔

جواب: اتجز اگرچہ مضارع ہے لیکن یہ تجزت ماضی کے معنی میں ہے لہذا اسماء افعال یا امر کے معنی میں ہوں گے یا ماضی کے معنی میں ہوں گے۔

قوله فَعَالِ بِمَعْنَى الْاَمْرِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ تمام اسماء افعال میں سے ایک فعال کا وزن ہے جو امر کے معنی میں ہوتا ہے جیسے نزال بمعنی انزل اور تراك بمعنی اترک —

قوله فَعَالِ مَصْدَرًا الخ | جو مصدر فعال کے وزن پر ہو اور مصدر معرفہ سے معدول ہو وہ بھی مبنی ہے جیسے فجار بمعنی فجور کے اور وہ فعال بھی مبنی ہے جو صفت مؤنث سے معدول ہو جیسے فساق فاسقة سے معدول ہے اور لکاع لاکعة سے معدول ہے فساق اور لکاع کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں فعال بمعنی امر کے ساتھ عدل اور وزن میں مشابہت رکھتے ہیں۔

قوله وَفَعَالِ عَلَمًا الخ: اور وہ فعال کا وزن جو ذات مؤنث کا علم ہو جیسے قطام اور غلاب اہل حجاز کے نزدیک مبنی ہے کیونکہ یہ فعال بمعنی امر کے ساتھ عدل اور وزن میں مشابہ ہے اور بنو تمیم کے نزدیک یہ فعال معرب ہے لیکن وہ فعال جس کے آخر میں را ہو تو وہ بنی تمیم کے نزدیک بھی مبنی ہے کیونکہ راحرف مکرر ثقیل ہے اگر اس پر مختلف اعراب جاری کریں گے تو یہ اور ثقیل ہو جائے گا۔

اَلْاَصْوَاتُ كُلُّ لَفْظٍ حُكِيَ بِهٖ صَوْتٌ اَوْ صُوِّتَ بِهِ الْبَهَائِمُ فَالْاَوَّلُ كَغَاقِ وَالثَّانِيْ كَنَخَّ اَلْمُرَكَّبَاتُ كُلُّ اِسْمٍ مُرَكَّبٌ مِنْ كَلِمَتَيْنِ لَيْسَ بَيْنَهُمَا نِسْبَةٌ فَاِنْ تَضَمَّنَ الثَّانِيْ حَرْفًا بُنِيَا كَخَمْسَةَ عَشَرَ وَحَادِيْ عَشَرَ وَاَخَوَاتِهَا اِلَّا اِثْنَيْ عَشَرَ وَاِلَّا اُعْرِبَ الثَّانِيْ كَبَعْلَبَكَّ وَبُنِيَ الْاَوَّلُ عَلَى الْاَصَحِّ۔

ترجمہ: اسماء اصوات ہر وہ لفظ ہے جس کے ذریعے کسی کی آواز کی حکایت کی گئی ہو یا (وہ الفاظ ہیں) جن کے ذریعے جانوروں کو آواز دی جاتی ہے پس پہلی (کی مثال) جیسے غاق اور دوسری (کی مثال) جیسے نخ 'مرکب ہر وہ اسم ہے جو دو کلموں سے مرکب ہو جن کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو اگر دوسرا اسم حرف کو متضمن ہو تو دونوں مبنی ہو جائیں گے جیسے خمسة عشر اور حادی عشر اور اس کے ہم مثل مگر اثنی عشر وگرنہ دوسرا اسم معرب کردیا جائے گا جیسے بعلبک پہلا جزء مبنی ہوگا اصح لغت پر۔

تشریح: الاصوات کل لفظ الخ یہاں سے صاحب کافیہ مبنیات میں سے اسماء اصوات بیان کرتے ہیں اسمائے اصوات ان الفاظ کو کہتے ہیں جن کے ذریعے کسی کی آواز نقل کی جائے جیسے غاق سے کوے کی آواز کو نقل کرتے ہیں یا اسماء اصوات وہ الفاظ ہیں جن سے کسی جانور کو آواز دی جائے جیسے نخ اس سے اونٹ کو بٹھاتے ہیں اسمائے اصولت کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ترکیب میں واقع نہیں ہوتے اگر ترکیب میں واقع بھی ہوں ان میں تصرف نہیں کرتے تاکہ حکایت مقصودہ باقی رہے۔

قولہ اَلْمُرَکَّبَاتُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ مبنیات میں سے مرکبات کو بیان کرتے ہیں مرکب وہ اسم ہے جو ایسے دو کلموں سے مرکب ہو جن کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو نسبت میں عموم ہے یعنی ترکیب اضافی اور اسنادی اور توصیفی نہ ہو۔

قولہ فَاِنْ تَضَمَّنَ الثَّانِیْ الخ اگر دوسرا جزء کسی حرف کو متضمن ہو تو دونوں جز مبنی ہو جائیں گے پہلا جزء اس لئے کہ وہ جزء ثانی کا محتاج ہے لہذا جزء اول احتیاج میں حرف کے ساتھ مشابہ ہے اور دوسرا جزء اس لئے کہ وہ حرف کو متضمن ہے اور حرف مبنی الاصل ہے جیسے خمسۃ عشر اور حادی عشر اور اسکے ہم مثل تسعۃ عشر وغیرہ یہ سب مبنی ہیں اس لئے کہ انکا دوسرا جزء حرف کو متضمن ہے لیکن اثنا عشر اور اثنتا عشر ان دونوں کا صرف دوسرا جزء مبنی ہے اور پہلا جزء معرب ہے اور معرب اس وجہ سے کہ وہ مضاف کے مشابہ ہے اور ترکیب اضافی مبنی ہونے کو واجب نہیں کرتی۔

قولہ وَاِلَّا اُعْرِبَ الثَّانِیْ الخ فائدہ: یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر دوسرا جزء کسی حرف کو متضمن نہ ہو تو وہ معرب ہوگا جیسے بعلبک اور پہلا جزء فصیح لغت میں مبنی ہوگا اس میں تین مذاہب ہیں

(۱) پہلا جزء مبنی اور دوسرا معرب ہوگا جیسے جاء بعلبک (۲) دونوں جزؤں کو معرب قرار دیا جائے اور پہلا اسم دوسرے اسم کی طرف مضاف ہوگا اور مضاف الیہ غیر منصرف ہوگا (۳) دونوں جزؤں کو معرب قرار دیا جائے اور پہلا اسم دوسرے کی طرف مضاف اور دوسرا اسم منصرف ہوگا۔

اَلْكِنَايَاتُ كَمْ وَكَذَا لِلْعَدَدِ وَكَيْتَ وَذَيْتَ لِلْحَدِيْثِ فَكَمِ الْاِسْتِفْهَامِيَّةُ مُمَيِّزُهَا مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ وَالْخَبَرِيَّةُ مَجْرُوْرٌ مُفْرَدٌ وَمَجْمُوْعٌ وَتَدْخُلُ مِنْ فِيْهِمَا وَلَهُمَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَكِلَاهُمَا يَقَعُ مَرْفُوْعًا وَمَنْصُوْبًا وَمَجْرُوْرًا فَكُلُّ مَا بَعْدَهُ فِعْلٌ غَيْرُ مُشْتَغِلٍ عَنْهُ بِضَمِيْرِهِ كَانَ مَنْصُوْبًا مَعْمُوْلًا عَلٰى حَسَبِهِ وَكُلُّ مَا قَبْلَهُ حَرْفُ جَرٍّ اَوْ مُضَافٌ فَمَجْرُوْرٌ وَاِلَّا فَمَرْفُوْعٌ مُبْتَدَأٌ اِنْ لَمْ يَكُنْ ظَرْفًا وَخَبَرٌ اِنْ كَانَ ظَرْفًا وَكَذٰلِكَ اَسْمَاءُ الْاِسْتِفْهَامِ وَالشَّرْطِ وَفِيْ مِثْلِ ع كَمْ عَمَّةٍ لَكَ يَا جَرِيْرُ وَخَالَةٍ ثَلٰثَةُ اَوْجُهٍ وَقَدْ يُحْذَفُ فِيْ مِثْلِ كَمْ مَالُكَ وَكَمْ ضَرَبْتَ۔

ترجمہ :(اسمائے) کنایات وہ کم اور کذا ہیں جو عدد کے لئے آتے ہیں اور کیت اور ذیت یہ بات اور کلام سے کنایہ کے لئے آتے ہیں پس کم استفہامیہ اسکی تمیز منصوب مفرد ہوتی ہے اور کم خبریہ (اس کی تمیز) مجرور مفرد اور جمع ہوتی ہے اور ان دونوں میں مِنْ داخل ہوتا ہے اور ان دونوں (کم استفہامیہ اور خبریہ) کے لئے صدارت کلام ہوتی ہے اور یہ دونوں مرفوع اور منصوب اور مجرور واقع ہوتے ہیں پس ہر کم جس کے بعد ایسا فعل ہو جو اس سے اعراض نہ کرتا ہو اس کی ضمیر کی وجہ سے تو کم منصوب ہوگا اور معمول ہوگا اس (عامل) کے مطابق اور ہر وہ کم جس سے پہلے حرف جر ہو یا مضاف ہو پس کم مجرور ہوگا ورنہ پس (کم) مرفوع مبتدا ہوگا اگر ظرف نہ بن رہا ہو اور خبر ہوگا اگر ظرف بن رہا ہو ایسے ہی (کم کی طرح) اسماء استفہام اور شرط اور کم عمۃ لک یا جریر وخالۃ کی مثل میں تین وجہیں ہیں اور کبھی حذف کیا جاتا ہے (کم کی تمیز کو) کم مالک اور کم ضربت کی مثل میں۔

تشریح: اَلْکِنَایَاتُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ مبنیات میں سے کنایات کو ذکر کر رہے ہیں کنایہ وہ اسم ہے جو شی مبہم پر دلالت کرے یعنی کسی شی کو ایسے لفظ سے تعبیر کرے جو دلالت کرنے میں صریح نہ ہو کم اور کذا یہ دونوں عدد سے کنایہ کرنے کے لئے آتے ہیں اور کیت اور ذیت یہ بات سے اور کلام سے کنایہ کے لئے آتے ہیں کم کی دو قسمیں ہیں (۱) کم استفہامیہ جیسے کم درہما عندک (۲) کم خبریہ جیسے کم رجل عندی میرے پاس اتنے آدمی ہیں اور کیت اور ذیت مبہم بات بتانے کے لئے آتے ہیں جیسے سمعتُ کیت وکیت میں نے ایسا اور ایسا سنا اور قلت ذیت وذیت میں نے ایسے ایسے کہا۔

قولہ فَکَمِ الْاِسْتِفْہَامِیَّۃُ الخ | فائدہ : یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ کم استفہامیہ کی تمیز منصوب اور مفرد ہوتی ہے جیسے کم دینارا عندک اور کم خبریہ کی تمیز کبھی مفرد مجرور ہوتی ہے جیسے کم رجل عندی اور کبھی مجرور جمع ہوتی ہے جیسے کم رجال عندی۔

قولہ وَتَدْخُلُ مِنْ فِیْہِمَا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز کے شروع میں کبھی من بیانیہ بھی داخل کر دیتے ہیں اسوقت ان کی تمیز مجرور ہوگی استفہامیہ کی مثال جیسے کَمْ مِنْ رَجُلٍ ضَرَبْتَ اور کم خبریہ کی مثال جیسے کَمْ مِنْ قَرْیَۃٍ اَہْلَکْنَاہَا اور کم استفہامیہ اور کم خبریہ یہ دونوں صدارت کلام کا تقاضا کرتے ہیں تاکہ کلام کا استفہام یا خبر کی قبیل سے ہونا شروع ہی سے معلوم ہو جائے اس لئے اس کا صدارت کلام میں ہونا ضروری ہے۔

قوله وَكِلَاهُمَا يَقَعُ مَرْفُوْعًا الخ کم استفہامیہ اور کم خبریہ میں سے ہر ایک کبھی محلا مرفوع ہو گا اور کبھی محلا منصوب اور کبھی محلا مجرور ہو گا جس طرح عامل تقاضا کرے اگر عامل مفعول بہ کا تقاضا کرے تو کم مفعول بہ ہو گا جیسے کم رجلا ضربت کم رجل ملکت اور اگر عامل مفعول مطلق کا تقاضا کرے تو یہ مفعول مطلق ہو گا جیسے کم ضربۃ ضربت اور اگر ظرف کا تقاضا کرے تو یہ ظرف ہو گا جیسے کَم یوماً صُمتُ۔

قوله فَكُلُّ مَا بَعْدَهُ فِعْلٌ الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں ہر وہ کم استفہامیہ یا خبریہ جسکے بعد ایسا فعل واقع ہو جو کم کی ضمیر میں عمل نہیں کرتا ہو تو ایسا کم فعل مذکور کے عامل کے موافق منصوب ہوتا ہے یعنی کبھی مفعول فیہ ہو کر منصوب ہوتا ہے جیسے کَمْ یَوْمًا سِرتُ اور کبھی مفعول بہ ہو کر منصوب ہوتا ہے جیسے کم رجلا اکرمتُ جس طرح فعل مذکورہ کا تقاضا ہو گا اسی طرح کم میں عمل کرے گا۔

قوله وَكُلُّ مَا قَبْلَهُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ کم استفہامیہ یا خبریہ سے پہلے حرف جر ہو یا مضاف ہو تو وہ کم محلاً مجرور ہو گا جیسے بکم درهمًا اشتریت تو یہاں کم حرف جر کی وجہ سے محلاً مجرور ہے و غلام کم رجلٍ اکرمتُ یہاں کم مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے محلاً مجرور ہے۔

قوله وَإِلَّا فَمَرْفُوْعٌ مُبْتَدَأٌ الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ کم محلاً مرفوع اس وقت ہو گا جب کہ کم سے پہلے نہ حرف جر ہو نہ مضاف ہو جو مجرور ہونے کی علامتیں ہیں وہ بھی نہ ہوں تو اسوقت کم مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو گا بشرطیکہ ظرف نہ ہو جیسے کم رجلا اخوتک اور اگر ظرف ہو تو خبر ہونے کی وجہ مرفوع ہو گا جب کہ وہ ظرف ہو جیسے کم یوما سفرک۔

قوله وَكَذَالِكَ. اَسْمَاءُ الْاِسْتِفْهَامِ الخ **فائدہ:** یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں جس طرح کم خبریہ محلا مرفوع ہوتا ہے بنابر مبتداء اور خبر ہونے کے اور منصوب اور مجرور ہوتا ہے اسی طرح اسمائے استفہام اور شرط میں چار وجہیں ہیں منصوب کی مثال مَن ضَربتَ ومَن تضرِبُ اَضرِبُ اور مرفوع کی مثال بنا پر مبتدا ہونے کے جیسے مَنْ ضَرَبْتَہٗ اور مَنْ تَضرِبْہٗ اَضرِبْہٗ اور من قام اور مجرور کی مثال اگر اس سے پہلے حرف یا اضافت ہو جیسے بِمَنْ مَرَرْتَ اور غُلَامَ مَنْ ضَرَبْتَ وَغُلَامَ مَنْ تَضرِبْہٗ اَضرِبْہٗ۔

قولہ وَفِيْ مِثْلِ كَمْ عَمَّةٍ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ کم عمۃ کی مثل میں تین وجوہ جائز ہیں اور اس مثل سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جو کم خبریہ اور استفہامیہ کا احتمال رکھتی ہو اور اس کی تمیز ذکر اور حذف کا احتمال رکھتی ہو (۱) پہلی وجہ عمۃ کو مرفوع پڑھیں تو اس وقت یہ مبتداء ہوگا (۲) دوسری وجہ اسے منصوب پڑھیں تو یہ تمیز ہوگی کم استفہامیہ کی اور کم استفہامیہ کی تمیز منصوب ہوتی ہے (۳) تیسری وجہ اسے مجرور پڑھیں تو اسوقت یہ کم خبریہ کی تمیز ہوگی اور کم خبریہ کی تمیز مجرور ہوتی ہے جیسے کم عمۃ اسی طرح خالۃ کو بھی تین طرح پڑھ سکتے ہیں مرفوع منصوب اور مجرور۔

فائدہ: یہ شعر فرزدق کا ہے اور اس میں جریر کی مذمت بیان کرتا ہے پورا شعر اس طرح ہے

كَمْ عَمَّةٌ لَکَ يَا جَرِيْرُ وَخَالَةٌ فَدْعَاءُ قَدْ حَلَبَتْ عَلَيَّ عِشَارِيْ

اے جریر! تیری کتنی پھوپھیاں اور خالائیں ہیں جو مڑے ہوئے ہاتھوں والی ہیں جنہوں نے میری دس ماہ کی حاملہ اونٹنیوں کا دودھ دوہا ہے ہاتھوں کے مڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حاملہ اونٹنیوں کا دودھ دوھنا بہت بڑی مشقت کا کام ہے تو یہ کنایہ ہے کہ وہ حقیر اور مشقت کا کام کرتی ہیں اور عمۃ کو جب کم خبریہ کی تمیز بنائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ جریر کی بہت ساری خالائیں اور پھوپھیاں فرزدق کی خدمت کرتی رہی ہیں اور کم استفہامیہ کی تمیز ہو تو پھر جریر سے سوال کرتا ہے کہ کتنی تیری خالائیں اور پھوپھیاں ہیں جو میری خدمت کرتی رہی ہیں گویا اس قدر ہیں کہ فرزدق کو انکی تعداد یاد نہیں ہے اس وجہ سے سوال کر رہا ہے۔

ترکیب: كَمْ عَمَّةٍ لَکَ يَا جَرِيْرُ وَخَالَةٍ فَدْعَاءَ قَدْ حَلَبَتْ عَلَيَّ عِشَارِيْ

کم استفہامیہ ممیز' عمۃ موصوف' لک جار مجرور ظرف مستقر متعلق کائنۃ کے ہو کر صفت عمۃ کی' موصوف صفت مل کر معطوف علیہ' واو حرف عطف' خالۃ موصوف' فدعاء صفت' موصوف صفت سے مل کر معطوف' معطوف معطوف علیہ مل کر تمیز کم استفہامیہ کی' کم استفہامیہ اپنی تمیز سے مل کر مرفوع محلا مبتدا' قد حرف تحقیق حلبت فعل ہی ضمیر درو مستتر فاعل راجع بسوئے کم عمۃ' علیّ جار مجرور مل کر ظرف لغو متعلق حلبت' عشاری مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ حلبت کا فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر محلا مرفوع' مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا' یا حرف ندا بمعنی ادعو جریر مبنی بر علامت رفع منادی مفعول بہ فعل محذوف ادعو کا' ادعو فعل' یا فاعل

اپنے مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ معترضہ ہوا۔

قوله وَقَدْ يُحْذَفُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کم کی تمیز کو قرینے کے پائے جانے کے وقت کبھی کبھی حذف بھی کر دیتے ہیں جیسے کَمْ مَالُكَ اس میں حذف تمیز کا قرینہ یہ ہے کہ مالک یہ معرفہ ہے اور کم معرفہ پر داخل نہیں ہوتا لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں تمیز محذوف ہے اَیْ کَمْ دِرْهَماً مَالُكَ اور کَمْ ضَرَبْتُ میں حذف تمیز کا قرینہ یہ ہے کہ کم فعل پر داخل نہیں ہوتا اور یہاں کم فعل پر داخل ہو رہا ہے معلوم ہوا کہ کم ضربت میں تمیز محذوف ہے ای کَمْ مَرَّةً ضَرَبْتُ

اَلظُّرُوْفُ مِنْهَا مَا قُطِعَ عَنِ الْاِضَافَةِ كَقَبْلُ وَبَعْدُ وَ اُجْرِیَ مَجْرَاهُ لَا غَيْرَ وَلَيْسَ غَيْرَ وَ حَسْبُ وَمِنْهَا حَيْثُ وَلَا يُضَافُ اِلَّا اِلَى الْجُمْلَةِ فِي الْاَكْثَرِ وَمِنْهَا اِذَا وَهِيَ لِلْمُسْتَقْبِلِ وَفِيْهَا مَعْنَى الشَّرْطِ وَلِذٰلِكَ اُخْتِيْرَ بَعْدَهَا الْفِعْلُ وَقَدْ تَكُوْنُ لِلْمُفَاجَاةِ فَيَلْزَمُ الْمُبْتَدَأُ بَعْدَهَا وَمِنْهَا اِذْ لِلْمَاضِيْ وَيَقَعُ بَعْدَهَا الْجُمْلَتَانِ وَمِنْهَا اَيْنَ وَاَنّٰى لِلْمَكَانِ اِسْتِفْهَامًا وَ شَرْطًا وَمَتٰى لِلزَّمَانِ فِيْهِمَا وَاَيَّانَ لِلزَّمَانِ اِسْتِفْهَامًا وَكَيْفَ لِلْحَالِ اِسْتِفْهَامًا۔

ترجمہ : ظروف میں سے بعض وہ ہیں جو اضافت سے قطع کئے گئے ہوں جیسے قبل اور بعد اور ان کے قائم مقام کیا گیا ہے لا غیر لیس غیر اور حسب کو اور ان میں ایک حیث ہے اور اس کی اضافت نہیں کی جاتی مگر جملے کی طرف اکثر اور ان میں سے ایک اذا ہے اور یہ مستقبل کے لئے آتا ہے اور اس میں شرط کا معنی ہوتا ہے اس لئے مختار ہے اس کے بعد فعل کا لانا اور کبھی یہ مفاجات کے لئے آتا ہے اور اس کے بعد مبتدا کا ہونا لازمی ہے اور ان میں سے ایک اذ ہے اور یہ ماضی کیلئے آتا آتا ہے اور اس کے بعد دو جملے ہوتے ہیں اور ان میں سے این اور انی ہیں اور یہ مکان کے لیے آتے ہیں بمعنی استفہام اور شرط کے اور متی زمان کے لئے آتا ہے ان دونوں میں (یعنی شرط اور استفہام میں) اور ایان یہ زمان کے لئے آتا ہے استفہام کے معنی میں، اور کیف یہ حال کے لئے آتا ہے استفہام کے معنی میں۔

تشریح : اَلظُرُوْفُ مِنْهَا الخ یہاں سے صاحب کافیہ مبنیات میں سے اسمائے ظروف کو بیان کرتے ہیں اسمائے ظروف میں بعض وہ ہیں جو اضافت سے قطع کیے گئے ہوں اس طرح کہ ان کا مضاف الیہ حذف کردیا گیا ہو جیسے قبل اور بعد قبل اور بعد کی تین حالتیں ہیں ان کا مضاف الیہ مذکور ہوگا یا محذوف' اگر ان کا مضاف الیہ مذکور ہو تو اس وقت معرب ہوں گے اگر ان کا مضاف الیہ محذوف ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو ان کا مضاف الیہ نسیا منسیا محذوف ہوگا یا منویا محذوف ہوگا اگر ان کا مضاف الیہ نسیا منسیا محذوف ہو تو اس وقت معرب ہوں گے اگر مضاف الیہ منویا محذوف ہو تو اسوقت مبنی علی الضم ہوں گے مبنی اس لئے ہوں گے کہ یہ مضاف الیہ کے محتاج ہونے میں حرف کے مشابہ ہیں اور حرف مبنی الاصل ہے تو حرف کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے یہ بھی مبنی بن جائیں گے اور لا غیر اور لیس غیر اور حسب یہ بھی قبل اور بعد کے قائم مقام ہوتے ہیں جس طرح قبل اور بعد مقطوع عن الاضافت ہوتے ہیں اسی طرح یہ بھی مقطوع عن الاضافت ہوتے ہیں۔

قوله وَمِنْهَا حَيْثُ الخ اسمائے ظروف میں سے ایک حیث ہے اور حیث اکثر جملے کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے اِجْلِسْ حَيْثُ جَلَسَ زَيْدٌ یا اِجْلِسْ حَيْثُ زَيْدٌ جَالِسٌ

قوله وَمِنْهَا اِذَا الخ اسماء ظروف میں سے ایک اذا ہے اور یہ مستقبل کے لیے آتا ہے اور اگر ماضی پر داخل ہو تو اسے بھی مستقبل کے معنی میں کردیتا ہے جیسے اذا جاء نصر اللہ اور کبھی اذا شرط کے معنی کا فائدہ دیتا ہے اور جب اسمیں شرط کا معنی پایا جاتا ہے تو اسکے بعد فعل کا لانا مختار ہے کیونکہ فعل کی شرط کے ساتھ مناسبت ہے جیسے اُعْطِيْكَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ اور کبھی اذا مفاجات کے لئے آتا ہے تو اسوقت اس میں شرط کا معنی نہیں ہوتا ہے اور اسکے بعد مبتدا کا ہونا لازمی ہے تا کہ اذا مفاجاتیہ اور شرطیہ میں فرق ہو جائے جیسے خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ وَاقِفٌ

قوله وَمِنْهَا اِذْ الخ اسماء ظروف میں سے ایک اذ ہے اور یہ ماضی کے لئے آتا ہے اگرچہ مستقبل پر داخل ہو اور اس کے بعد جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں آسکتے ہیں جملہ اسمیہ کی مثال جیسے جئتك اذالشمس طالعة اور جملہ فعلیہ کی مثال جیسے اٰتِيْتُكَ اِذْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ۔

قوله وَمِنْهَا اَيْنَ وَاَنّٰى الخ اسماء ظروف میں سے این انی ہیں جو مکان کے لئے آتے ہیں بمعنی استفہام کے اور بمعنی شرط کے' استفہام کی مثال جیسے این زیدٌ اور انّی زیدٌ' اور شرط کی مثال جیسے اَيْنَ تَكُنْ اَكُنْ اور اَنّٰى تَجْلِسْ اَجْلِسْ۔

قوله وَمَتٰی لِلزَّمَانِ الخ | اسمائے ظروف میں سے ایک مَتیٰ ہے یہ زمان کے ساتھ خاص ہے اور یہ کبھی استفہام کے لئے آتا ہے جیسے متی القتال اور کبھی شرط کے لئے آتا ہے جیسے متی تخرج اخرج۔

قوله وَاَیَّانَ لِلزَّمَانِ الخ | اسمائے ظروف میں سے ایک ایان ہے جو زمانے کے لئے آتا ہے اور ایان حرف استفہام کے ساتھ خاص ہے اور اس میں شرط کا معنی نہیں پایا جاتا جیسے اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْن۔

قوله وَکَیْفَ الخ | اسمائے ظروف میں سے ایک کیف ہے اور کیف یہ حالت دریافت کرنے کے لئے آتا ہے جیسے کیف انت تیرا کیا حال ہے۔

وَ مُذْ وَمُنْذُ بِمَعْنٰی اَوَّلِ الْمُدَّةِ فَیَلِیْهِمَا الْمُفْرَدُ الْمَعْرِفَةُ وَبِمَعْنَی الْجَمِیْعِ فَیَلِیْهِمَا الْمَقْصُوْدُ بِالْعَدَدِ وَقَدْ یَقَعُ الْمَصْدَرُ اَوِ الْفِعْلُ اَوْ اَنَّ اَوْ اِنَّ فَیُقَدَّرُ زَمَانٌ مُّضَافٌ وَهُوَ مُبْتَدَأٌ وَخَبَرُهُ مَا بَعْدَهُ خِلَافًا لِلزَّجَاجِ وَمِنْهَا لَدٰی وَلَدُنْ وَقَدْ جَآءَ لَدْنِ وَلَدِنْ وَلُدْنِ وَلَدْ وَلُدْ وَلَدُ وَمِنْهَا قَطُّ لِلْمَاضِی الْمَنْفِیِّ وَعَوْضُ لِلْمُسْتَقْبِلِ الْمَنْفِی وَ الظُّرُوْفُ الْمُضَافَةُ اِلَی الْجُمْلَةِ وَ اِذْ یَجُوْزُ بِنَاءُ هَا عَلَی الْفَتْحِ وَکَذٰلِکَ مِثْلُ وَغَیْرُ مَعَ مَا وَ اَنْ وَاَنَّ۔

ترجمه: مذ ومنذ یہ اول مدت بیان کرنے کے لئے آتے ہیں پس متصل ہوتا ہے ان دونوں کیساتھ مفرد معرفہ اور بمعنی پوری مدت کے لیے بھی آتے ہیں پس متصل ہوتا ہے ان کے ساتھ مقصود بالعدد' اور کبھی (مذ اور منذ کے بعد) مصدر یا فعل یا اَنَّ اِنَّ واقع ہوتے ہیں پس (لفظ مذ اور منذ کے بعد) لفظ زمان مضاف مقدر ہوتا ہے اور وہ (مذ اور منذ) مبتدا ہوتے ہیں اور اس کے بعد اس کی خبر ہوتی ہے لیکن یہ بات زجاج نحوی کے خلاف ہے' اور ان میں سے ایک لدی اور لدن ہیں اور ان میں چند لغات اور بھی ہیں لدن ولدن ولدن ولد ولد ولد' اور ان میں سے ایک قط ہے جو ماضی منفی کیلئے آتا ہے اور عوض مستقبل منفی کے لئے آتا ہے' اور وہ ظروف جو مضاف ہوں جملے اور اذ کی طرف ان کا مبنی بر فتحہ ہونا جائز ہے اور ایسے ہی مثل اور غیر جب کہ مع اور اَنْ اور اَنَّ کے ساتھ ہوں۔

تشریح : وَمُذْ وَمُنْذُ بِمَعْنَى أَوَّلِ الْمُدَّةِ الخ مذ اور منذ یہ دو معنی کے لئے لائے جاتے ہیں (۱) اول مدت بتانے کیلیے لائے جاتے ہیں جب کہ اسکے مابعد مفرد معرفہ بغیر فصل کے واقع ہو جیسے مارایتہ مذ یوم الجمعۃ کہ میں نے اسے جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا (۲) کبھی مذ منذ پوری مدت بتانے کے لئے لائے جاتے ہیں اس صورت میں مذ اور منذ کے متصل وہ زمانہ ہوتا ہے جو مقصود بالعدد ہو اگر یہ سوال کا جواب بن سکتے ہوں جیسے کوئی پوچھے کم مدۃ مارایت زیداً کہ تم نے زید کو کتنی مدت سے نہیں دیکھا تو اس کے جواب میں کہا جائے گا ما رایتہ مذ او منذ یومان او ثلثة ایام -

فائدہ : مذ اور منذ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں قلت بناء میں حروف کے مشابہ ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کو حروف مبنیہ کے ساتھ مشابہت حاصل ہے اور حروف مبنیہ غایت پر دلالت کرتے ہیں کہ جس طرح حروف غایات کو اضافت سے قطع کیا جاتا ہے اس طرح مذ اور منذ کو بھی اضافت سے قطع کر لیا جاتا ہے -

اعتراض : یہاں پر اعتراض ہوتا ہے کہ پہلے مذ کو کیوں ذکر کیا منذ کو کیوں نہیں ذکر کیا مذ کو پہلے ذکر کرنے کی وجہ کیا ہے ؟

جواب : مذ یہ منذ سے خفیف ہے اسمیں حروف کم ہیں اور جو چیز خفیف ہوتی ہے اسے پہلے ذکر کیا جاتا ہے اسلئے مذ کو مقدم کیا -

قوله وَقَدْ يَقَعُ الْمَصْدَرُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ مذ اور منذ کے بعد کبھی مصدر اور فعل واقع ہوتا ہے اور کبھی اَنْ مخففہ اور اَنَّ مثقلہ واقع ہوتا ہے تو ان صورتوں میں مذ اور منذ کے بعد لفظ زمان مقدر ہو گا مصدر کی مثال جیسے ما فرحت مذ ذھابک اور فعل کی مثال ما فرحتُ مذ ذھبتَ اور اَنَّ کی مثال جیسے ما فرحت مذ انّک ذاھب اور اَنْ کی مثال جیسے مَا فرحتُ مُذ اَن ذھبتَ مذ اور منذ کے بعد لفظ زمان کی مثال جیسے ما فرحت مذ ذھابک ای مذ زمان ذھابک -

قوله وَهُوَ مُبْتَدَأٌ وَخَبَرُهُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ مذ اور منذ کی ترکیب بیان کرتے ہیں ، جمہور فرماتے ہیں کہ مذ اور منذ مبتدا ہیں اور ان کے مابعد اسکی خبر ہو گی لیکن زجاج نحوی فرماتے ہیں کہ مذ اور منذ خبر مقدم ہیں اور ان کا مابعد مبتدا مؤخر ہے دلیل یہ دیتے ہیں کہ مذ اور منذ دونوں نکرہ ہوتے ہیں اور نکرہ مبتدا نہیں بن سکتا اس لئے

اسے خبر مقدم بنائیں گے لیکن جمہور اس کا جواب دیتے ہیں کہ مذ اور منذ نکرہ معرفہ کی تاویل میں ہو کر مبتدا بن جاتے ہیں۔

قوله وَمِنْهَا لَدَى وَلَدُنْ الخ ظروف مبنیہ میں سے لدی اور لدن ہیں یہ عند کے معنی میں ہیں لیکن عند اور لدی اور لدن میں فرق یہ ہے کہ عند میں شی کا قبضہ اور ملک میں ہونا کافی ہے ہر وقت پاس رہنا ضروری نہیں جیسے المال عند زید اسوقت کہیں گے جب مال زید کی ملکیت میں ہو خواہ وہ بنک میں ہو یا اس کے پاس ہو اور لدی اور لدن میں ملکیت کافی نہیں بلکہ پاس ہونا ضروری ہے چنانچہ المال لدی زید اس وقت کہیں گے جب مال زید کے پاس موجود ہو لہذا عند عام ہے اور لدی اور لدن خاص ہیں اور اس میں اور بھی لغات ہیں لَدْ نِ اور لَدِنْ لُدْنِ اور لَدْ اور لُدْ اور لَدْ

قوله مِنْهَا قَطُّ لِلْمَاضِي الْمَنْفِي الخ اسمائے ظروف میں سے ایک قَطُّ ہے یہ ماضی منفی کی تاکید کے لئے آتا ہے استغراق نفی کا فائدہ دیتا ہے جیسے ما رایتہ قط اور قَطُّ میں کئی لغات ہیں (۱) قَطُّ قاف کے فتحہ اور طا مشددہ کے ضمہ کے ساتھ (۲) قُطُّ قاف اور طاء مشددہ کے ضمہ کے ساتھ (۳) قُطِّ قاف کے ضمہ اور طاء مشددہ کے کسرہ کے ساتھ (۴) قُطَّ قاف کے ضمہ اور طاء مشددہ کے فتحہ کے ساتھ (۵) قَطُ قاف کے فتحہ اور طاء مخففہ کے ضمہ کے ساتھ (۶) قُطُ قاف اور طاء مخففہ کے ضمہ کے ساتھ۔

قوله وَعَوْضُ الخ یہ مستقبل منفی کی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے لَا اَضْرِبُهٗ عَوْضُ میں اسے کبھی نہیں ماروں گا اور چونکہ عوض کا مضاف الیہ محذوف منوی ہے اس لئے یہ مبنی ہوگا۔

قوله وَالظُّرُوْفُ الْمُضَافَةُ اِلَى الْجُمْلَةِ الخ وہ ظروف جو جملہ کی طرف کبھی مضاف ہوتے ہیں یا اذ کی طرف مضاف ہوتے ہیں ان کا فتحہ پر مبنی ہونا جائز ہے جیسے یَوْمَ یَنْفَعُ الصَّادِقِیْنَ صِدْقُهُمْ یوم یہ ظرف میں سے ہے اور جملے کی طرف مضاف ہے اس لئے فتحہ پر مبنی ہے اسی طرح وَمِنْ خِزْیِ یَوْمِئِذٍ اس مثال میں یوم ظروف میں سے ہے اس لئے یہ مبنی بر فتحہ ہے لفظ یَجُوْزُ سے معلوم ہوتا ہے کہ ظروف جب جملہ یا اذ کی طرف مضاف ہوں تو ان کو معرب بھی پڑھ سکتے ہیں پس پہلی مثال میں یوم کو مبتدا کی خبر ہونے کی بنا پر مرفوع پڑھ سکتے ہیں اور دوسری مثال میں یوم کو خِزْیِ کا مضاف الیہ ہونے کی بنا پر مجرور پڑھ سکتے ہیں۔

قوله وَكَذٰلِكَ مِثْلُ وَغَيْرُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان فرمارہے ہیں کہ مثل اور غیر کے بعد جب ما اور اَنْ مصدریہ اور اَنَّ واقع ہو تو اسمائے ظروف کی طرح انہیں مبنی بر فتحہ پڑھنا اور معرب پڑھنا بھی جائز ہے

مثل اور غیر جملے کی طرف مضاف ہونے میں ظروف مذکورہ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اس لئے ان کا مبنی بر فتحہ ہونا جائز ہے جیسے مثل مَا اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ اور ان کا معرب ہونا بھی جائز ہے۔

اَلْمَعْرِفَةُ وَالنَّكِرَةُ اَلْمَعْرِفَةُ مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ بِعَيْنِهٖ وَهِيَ الْمُضْمَرَاتُ وَالْاَعْلَامُ وَالْمُبْهَمَاتُ وَ مَا عُرِّفَ بِاللَّامِ اَوِ النِّدَآءِ وَ الْمُضَافُ اِلٰى اَحَدِهَا مَعْنًى اَلْعَلَمُ مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ بِعَيْنِهٖ غَيْرُ مُتَنَاوِلٍ غَيْرَهٗ بِوَضْعٍ وَّاحِدٍ وَاَعْرَفُهَا الْمُضْمَرُ الْمُتَكَلِّمُ ثُمَّ الْمُخَاطَبُ اَلنَّكِرَةُ مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ لَا بِعَيْنِهٖ۔

ترجمہ : معرفہ اور نکرہ : معرفہ وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو شئ معین کیلئے اور یہ مضمرات اور اعلام اور مبہمات ہیں اور جسے معرفہ بنایا گیا ہو لام کے ساتھ (یعنی معرف باللام) اور ندا اور جو ان میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو اضافت معنویہ کے ساتھ علم وہ ہے جو وضع کیا گیا ہو شئ معین کے لیے جو اس کے غیر کو ایک وضع سے شامل نہ ہو اور معرفہ میں سے زیادہ معرفہ ضمیر متکلم پھر مخاطب ہے اور نکرہ وہ ہے جو غیر معین شی کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

تشریح : اَلْمَعْرِفَةُ وَالنَّكِرَةُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ معرفہ اور نکرہ کی بحث شروع کرتے ہیں معرفہ اسے کہتے ہیں جو معین شی کے لئے وضع کیا گیا ہو یعنی کسی ایسی چیز کیلئے وضع کیا گیا ہو جو متکلم اور مخاطب کے نزدیک معین اور معلوم ہو جیسے زید و خالد۔

قولہ وَهِيَ الْمُضْمَرَاتُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ معرفہ کی سات قسمیں بیان کرتے ہیں (۱) مضمرات جیسے اَنَا نَحْنُ اَنْتَ اَنْتُمَا وغیرہ (۲) اعلام یعنی جو کسی خاص شہر یا خاص آدمی یا کسی خاص چیز کا نام ہو جیسے زید دھلی زمزم (۳) اسمائے اشارہ یعنی وہ اسم جس سے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جائے جیسے هٰذَا قَلَمٌ وذَالِكَ الْكِتَابُ (۴) اسم موصول یعنی وہ اسم جو صلے کے ساتھ مل کر جملے کا پورا جزء بنے جیسے جَاءَ الَّذِيْ اَبُوْهُ عَالِمٌ۔

فائدہ : صاحب کافیہ نے اسمائے اشارہ اور اسماء موصولہ کو اکٹھا بیان کر کے ان کا نام مبھمات رکھ دیا اس لئے کہ اسم اشارہ بغیر مشار الیہ کے مخاطب کے نزدیک مبہم ہوتا ہے اسی طرح اسم موصول بغیر صلہ کے مخاطب کے نزدیک مبہم

ہوتا ہے اس لئے ان کا نام مبھمات رکھ دیا ہے (۵) معرف باللام یعنی وہ اسم نکرہ جس پر الف لام داخل کر کے معرفہ بنا دیا گیا ہو جیسے اَلرَّجُلُ اَلْفَرَسُ (٦) معرفہ بالنداء یعنی وہ اسم جو پکارنے کی وجہ سے معرفہ بن جائے جیسے یا رَجُلُ (۷) وہ اسم جو ان پانچوں قسموں میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو ضمیر کی طرف مضاف ہو جیسے غلامہ علم کی طرف مضاف ہو جیسے سَاكِنُ دِهْلِی اسم اشارہ کی طرف مضاف ہو جیسے كِتَابُ هذا اسم موصول کی طرف مضاف ہو جیسے غُلَامُ الَّذِی عِنْدَكَ معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے قَلَمُ الرَّجُلِ -

قوله اَلْعَلَمُ مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ الخ یہاں سے صاحب کافیہ علم کی تعریف کرتے ہیں علم وہ اسم ہے جو کسی شی معین کے لئے وضع کیا گیا ہو اور وہ اس وضع کے اعتبار سے غیر کو شامل نہ ہو جیسے زید جب معین شخص کا نام رکھ دیا جائے تو اسوقت وضع خاص کے اعتبار سے غیر کو شامل نہیں ہوگا۔

قوله وَاَعْرَفُهَا الْمُضْمَرُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ معرفوں میں سب سے زیادہ کامل اور اکمل ضمیر متکلم ہے چاہے واحد متکلم ہو جیسے اَنَا چاہے جمع متکلم ہو جیسے نَحْنُ اور اس کے بعد زیادہ معرفہ مخاطب ہے جیسے اَنْتَ اَنْتُمَا وغیرہ اس کے بعد ضمیر غائب اور اس کے بعد علم -

قوله اَلنَّكِرَةُ مَا وُضِعَ الخ یہاں سے صاحب کافیہ نکرہ کی تعریف کرتے ہیں کہ نکرہ اس اسم کو کہتے ہیں جو غیر معین شی کیلئے وضع کیا گیا ہو جیسے رَجُلٌ فَرَسٌ وغیرہ -

اَسْمَاءُ الْعَدَدِ مَا وُضِعَ لِكَمِّيَّةِ اٰحَادِ الْاَشْيَآءِ اُصُوْلُهَا اِثْنَتَا عَشَرَةَ كَلِمَةً وَاحِدٌ اِلٰى عَشَرَةٍ وَمِائَةٌ وَ اَلْفٌ تَقُوْلُ وَاحِدٌ اِثْنَانِ وَاحِدَةٌ اِثْنَتَانِ وَ ثِنْتَانِ وَثَلٰثَةٌ اِلٰى عَشَرَةٍ وَثَلٰثٌ اِلٰى عَشَرٍ وَ اَحَدَ عَشَرَ اِثْنَا عَشَرَ اِحْدٰى عَشَرَةَ اِثْنَتَا عَشَرَةَ وَ ثِنْتَا عَشَرَةَ وَثَلٰثَةَ عَشَرَ اِلٰى تِسْعَةَ عَشَرَ وَثَلٰثَ عَشَرَةَ اِلٰى تِسْعَ عَشَرَةَ وَتَمِيْمٌ تُكَسِّرُ الشِّيْنَ فِي الْمُؤَنَّثِ وَعِشْرُوْنَ وَاَخَوَاتُهَا فِيْهِمَا وَاحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ وَاِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ ثُمَّ بِالْعَطْفِ بِلَفْظِ مَا تَقَدَّمَ اِلٰى تِسْعَةٍ وَّتِسْعِيْنَ وَمِائَةٌ وَّاَلْفٌ مِائَتَانِ وَاَلْفَانِ فِيْهِمَا ثُمَّ بِالْعَطْفِ عَلٰى مَا تَقَدَّمَ وَفِيْ ثَمَانِيَ عَشَرَةَ فَتْحُ الْيَاءِ وَجَازَ اِسْكَانُهَا وَشَذَّ حَذْفُهَا بِفَتْحِ النُّوْنِ -

ترجمہ : اسماء عدد (اسم عدد) وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو اشیاء کے افراد کی مقدار پر دلالت کرنے کے لئے اور اس کے اصول بارہ کلمے ہیں واحد سے عشر تک اور مائۃ اور الف' جیسے تو کہے (واحد اور اثنان میں موافق قیاس) واحد اور اثنان اور واحدۃ واثنتان وثنتان اور (تین سے لے کر دس تک خلاف قیاس) ثلثۃ سے عشرۃ تک اور ثلث سے عشر تک (اور گیارہ اور بارہ موافق قیاس) جیسے اَحَدَ عَشَرَ اور اِثْنَا عَشَرَ اور اِحْدیٰ عَشْرَۃَ اور اِثْنَتَا عَشْرَۃَ (اور تیرہ سے لے کر انیس تک خلاف قیاس) جیسے ثَلَاثَۃَ عَشَرَ سے تِسْعَۃَ عشر تک ثلث عشرۃ سے تسع عشرۃ تک اور بنو تمیم (عشرۃ) میں شین کو کسرہ دیتے ہیں مؤنث میں اور عشرون اور اسکے ہم مثل ان دونوں (مذکر اور مؤنث) میں برابر استعمال ہوتے ہیں (اکیس بائیس موافق قیاس ہیں) جیسے احد وعشرون اور احدی وعشرون' پھر عطف ہوگا اسی لفظ کے ساتھ جو گزرا تسعۃ وتسعین تک اور مائۃ اور الف ومائتان اور الفان ان دونوں میں (مذکر اور مونث میں برابر ہیں) پھر عطف کریں گے اسکے مطابق جو گزرا اور ثمانی عشرۃ میں یاء کے فتحہ کے ساتھ اور اسکا سکون بھی جائز ہے اور اس کو حذف کر کے نون کے فتحہ کے ساتھ پڑھنا شاذ ہے۔

تشریح : اَسْمَآءُ الْعَدَدِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ اسمائے عدد کے استعمال کا طریقہ بتا رہے ہیں پہلے اسماء عدد کی تعریف کرتے ہیں اسم عدد وہ اسم ہے جسے چیزوں کے افراد کی مقدار بیان کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہو جیسے ثلاثۃ رجال اس مثال میں ثلاثۃ اسمائے عدد میں سے ہے اور رجل کے تین افراد پر دلالت کرتا ہے۔

قولہ اُصُوْلُهَا اِثْنَتَا عَشَرَۃَ كَلِمَةً الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ اسمائے عدد کے اصول بارہ کلمے ہیں' واحد سے لے کر عشر تک اور مائۃ والف اب باقی اعداد انہی بارہ کلموں سے بنیں گے۔

قولہ تَقُوْلُ وَاحِدٌ اِثْنَانِ الخ | یہاں صاحب کافیہ تفصیل بیان کر رہے ہیں کہ ایک سے لے کر دو عدد تک موافق قیاس یعنی اگر معدود مذکر ہے تو عدد بھی مذکر ہوگا جیسے رجل واحد رجلان اثنان اور اگر معدود مونث ہے تو عدد بھی مونث ہوگا جیسے اِمرأۃ واحدۃ اِمرأتان اثنتان۔

قولہ ثَلٰثَةٌ اِلٰی عَشَرَةٍ الخ | تین سے لے کر دس تک اعداد خلاف قیاس آتے ہیں یعنی اگر معدود مذکر ہے تو عدد مؤنث آئے گا جیسے ثلثۃ رجال عشرۃ رجال اور اگر معدود مؤنث ہے تو عدد مذکر آئیگا جیسے ثلث نسوۃ عشر نسوۃ۔

قولہ اَحَدَ عَشَرَ اِثْنَا عَشَرَ الخ | گیارہ اور بارہ میں اسم عدد موافق قیاس آتا ہے اگر معدود مذکر ہوگا تو عدد بھی مذکر ہوگا جیسے احد عشر رجلا اثنا عشرة رجلا اور اگر معدود مؤنث ہے تو عدد بھی مؤنث ہوگا جیسے احدی عشرة امراة اثنتا عشرة امراة

قولہ وَثَلٰثَةَ عَشَرَ الخ | تیرہ سے لے کر انیس تک اگر معدود مذکر ہے تو عدد کا پہلا جزء خلاف قیاس مؤنث اور دوسرا جزء موافق قیاس یعنی مذکر لایا جائیگا جیسے ثلثة عشر رجلا تسعۃ عشر رجلا وغیرہ اور اگر معدود مونث ہے تو عدد کا پہلا جز خلاف قیاس مذکر اور دوسرا جز موافق قیاس یعنی مونث لایا جائیگا جیسے ثلث عشرة امراۃ خمس عشرة امراة تسع عشرہ امراۃ وغیرہ۔

قولہ وَتَمِیْمٌ تُکَسِّرُ الشِّیْنَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ بنو تمیم عشرۃ کی شین کو کسرہ دیتے ہیں دلیل یہ دیتے ہیں کہ اگر عَشَرَةَ پڑھو گے تو اربع فتحات کا پے در پے جمع ہونا لازم آئے گا جس کی وجہ سے ثقل پیدا ہو جائیگا ثقل سے بچنے کے لئے عشرۃ کے شین کو کسرہ کے ساتھ استعمال کرتے ہیں لیکن اہل حجاز اسے دو طرح استعمال کرتے ہیں ایک یہ کہ شین کو ساکن کرتے ہیں جیسے عَشْرَةَ اور کبھی ساکن نہیں کرتے بلکہ شین کے فتحہ کے ساتھ پڑھتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس میں پے در پے چار فتحوں کا جمع ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ عشر علیحدہ کلمہ ہے اور ۃ علیحدہ کلمہ ہے تو چار فتحوں کا ایک کلمے میں جمع ہونا لازم نہیں آتا لہذا ثقل بھی نہیں۔

قولہ عِشْرُوْنَ وَاَخَوَاتُهَا الخ | عشرون ثلاثون سے لے کر تسعون تک مذکر اور مونث دونوں کیلئے اسم عدد برابر استمال ہوتے ہیں جیسے عشرون رجلا عشرون امراۃ تسعون رجلا تسعون امراة وغیرہ۔

قولہ اَحَدٌ وَعِشْرُوْنَ الخ | اکیس بائیس اکتیس بتیس اسی طرح اکانوے بانوے تک اسم عدد کا استعمال موافق قیاس ہوتا ہے اگر معدود مذکر ہے تو عدد بھی مذکر ہوگا جیسے اَحَدٌ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً اثنان وعشرون رجلا اگر معدود مؤنث ہو تو عدد بھی مؤنث ہوگا جیسے اِحْدیٰ وَعِشْرُوْنَ اِمْرَاَةً اِثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اِمْرَاَةً۔

قولہ ثُمَّ بِالْعَطْفِ بِلَفْظِ مَا تَقَدَّمَ الخ | تئیس سے لے کر انتیس تک اسی طرح تینتیس سے لے کر انتالیس تک اسی طرح چلتے چلتے ترانوے سے لے ننانوے تک پہلا عدد خلاف قیاس اور دوسرا عدد اپنی حالت پر رہے گا یعنی اگر

معدود مذکر ہے تو پہلا عدد خلاف قیاس مؤنث ہوگا اور دوسرا اپنی حالت پر ہوگا جیسے ثَلٰثَةٌ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً سے تِسْعَةٌ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً تک اور ثلثة وثلاثون رجلا سے تسعة وثلاثون رجلاً تک اسی طرح چلتے چلتے ثلاثة وتسعون رجلا سے تسعة وتسعون رجلا تک اور اگر معدود مؤنث ہے تو پہلا عدد خلاف قیاس مذکر اور دوسرا اپنی حالت پر رہے گا جیسے ثلث وعشرون امراة سے تِسْعٌ وعشرون امراة تک اسی طرح چلتے چلاتے ثلث وتسعون امراة سے لے کر تسع و تسعون امراة تک۔

فائدہ :بائیس کے بعد دہائیوں کا عطف اکائیوں پر ہوگا اسی طریقے سے جیسے ننانوے تک اسمائے عدد کے استعمال کا طریقہ گذرا۔

قولہ مِائَةٌ وَ اَلْفٌ الخ مائة والف اور ان دونوں کا تثنیہ مائتان اور الفان مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے برابر استعمال ہوتا ہے جیسے مائة رجل ومائة امراة اور الف رجل والف امراة 'مائتا رجل و مائتا امراة' الفا رجل والفا امراة پھر جب مائة اور الف پر عدد زائد ہوگا تو اس پر زائد کا عطف اسی طریقے سے ہوگا مثلا واحد اور اثنان میں موافق قیاس تھا تو مائة کے ساتھ ملائیں گے تو یوں کہیں گے مائة وواحد ومائة واثنان اسی طرح تین سے لے کر نو تک خلاف قیاس مائة وثلثة رجال ومائة وثلث نسوة وغیرہ آگے جتنی بھی گنتی بنانی ہو تو مذکورہ اعداد پر قیاس کر کے بناتے جاؤ۔

قولہ وَفِیْ ثَمَانِیَ عَشَرَةَ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ثمانی عشرة پر دو اعراب بیان کرتے ہیں پہلا اعراب یاء پر فتحہ پڑھا جائے گا جیسے ثَمَانِیَ عَشَرَةَ اور دوسرا اعراب یہ ہے کہ یاء کے سکون کے ساتھ پڑھا جائے گا جیسے ثَمَانِیْ عَشَرَةَ لیکن یاء کو حذف کر کے نون کو فتحہ کے ساتھ پڑھنا شاذ ہے۔

وَ مُمَیِّزُ الثَّلٰثَةِ اِلَی الْعَشَرَةِ مَخْفُوْضٌ مَجْمُوْعٌ لَفْظًا اَوْ مَعْنًی اِلاَّ فِیْ ثَلٰثِ مِائَةٍ اِلٰی تِسْعِ مِائَةٍ وَكَانَ قِيَاسُهَا مِئَاتٍ اَوْ مِئِيْنَ وَمُمَیِّزُ اَحَدَ عَشَرَ اِلٰی تِسْعَةٍ وَّتِسْعِیْنَ مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ وَمُمَیِّزُ مِائَةٍ وَاَلْفٍ وَتَثْنِیَتِهِمَا وَجَمْعِهٖ مَخْفُوْضٌ مُفْرَدٌ وَ اِذَا كَانَ الْمَعْدُوْدُ مُؤَنَّثًا وَاللَّفْظُ مُذَكَّرًا اَوْ بِالْعَكْسِ فَوَجْهَانِ وَلَا يُمَيَّزُ وَاحِدٌ وَّاثْنَانِ اِسْتِغْنَاءً بِلَفْظِ التَّمْيِيْزِ عَنْهُمَا مِثْلُ رَجُلٌ وَرَجُلَانِ لِاِفَادَةِ النَّصِّ الْمَقْصُوْدِ بِالْعَدَدِ۔

ترجمہ: اور ثلثۃ سے لے کر عشرۃ تک کی تمیز مجرور جمع واقع ہوتی ہے چاہے لفظا (جمع ہو) یا معنا مگر ثلاثۃ مائۃ سے تسع مائۃ تک (تمیز مجرور مفرد ہوتی ہے) قیاس کے مطابق (اس کی تمیز) مئات یا مئین آنی چاہیے تھی احد عشر سے تسعۃ و تسعین تک کی تمیز منصوب مفرد ہوتی ہے اور مائۃ اور الف کی تمیز اور ان کے تثنیہ اور جمع کی تمیز مجرور مفرد ہوتی ہے اور جب معدود (معنی کے اعتبار سے) مؤنث ہو اور لفظوں کے اعتبار سے مذکر ہو یا اس کا عکس ہو تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں اور واحد اور اثنان کی تمیز نہیں آتی کیونکہ ممیز کا لفظ ان کی تمیز سے مستغنی کر دیتا ہے جیسے رجل اور رجلان بوجہ فائدہ دینے کے نص مقصود بالعدد کا۔

تشریح: قولہ مُمَیِّزُ الثَّلٰثَۃِ الخ پہلے صاحب کافیہ نے اسمائے عدد کے استعمال کے طریقے بیان کئے ہیں' اب یہاں سے اسماء عدد کی تمیز بیان کرتے ہیں کہ ثلثۃ سے لے کر عشر تک تمیز مجرور جمع ہوتی ہے چاہے لفظا جمع ہو جیسے ثلثۃ رجال یا معنًی جیسے ثلثۃ رھط ان کی تمیز کا مجرور ہونا اس لئے کہ اکثر استعمال میں عدد مضاف الیہ ہوتے ہیں اور اس کا جمع ہونا اس لئے ہے کہ ثلثۃ سے لے کر عشر تک جمع قلت ہے پس مناسب یہ ہے کہ تمیز کو جمع لایا جائے تاکہ عدد اور معدود میں مطابقت رہے۔

قولہ اِلَّا فِیْ ثَلٰثِ مِائَۃٍ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک استثناء کرتے ہیں کہ ثلث سے لے کر تسعۃ تک تمیز مائۃ آ رہی ہو تو وہ تمیز مفرد اور مجرور ہوگی جیسے ثلث مائۃ تسع مائۃ قیاس کے مطابق تو تمیز مئات اور مئین آنی چاہیے تھی لیکن خلاف قیاس یہ تمیز مفرد مجرور آتی ہے۔

قولہ وَ مُمَیِّزُ اَحَدَ عَشَرَ اِلٰی تِسْعَۃٍ الخ احد عشر سے تسعۃ و تسعین کی تمیز منصوب اور مفرد ہوتی ہے جیسے احد عشر رجلا احدی عشرۃ امراۃ تسعۃ وتسعون رجلا وتسع وتسعون امراۃ اور مائۃ اور الف کی تمیز اور مائۃ اور الف کی تثنیہ یعنی مائتان اور الفان کی تمیز اور الف کی جمع الاف کی تمیز مجرور مفرد ہوتی ہے جیسے مائۃ رجل مائۃ امراۃ الف رجل الف امراۃ مائتا رجل مائتا امراۃ الفا رجل الفا امراۃ ثلثۃ الاف رجل ثلثۃ الاف امراۃ۔

قولہ وَ اِذَا کَانَ الْمَعْدُوْدُ مُؤَنَّثًا الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ معدود جب مؤنث ہو اور وہ لفظ جس سے اسکو تعبیر کیا جائے مذکر ہو جیسے لفظ شخص سے کسی مؤنث کو تعبیر کیا جائے یا اس کا برعکس ہو کہ معدود تو مذکر ہو لیکن وہ لفظ جس سے اس کو تعبیر کیا جائے مؤنث ہو جیسے نفس جو کہ مؤنث ہے کسی مذکر کو تعبیر کریں تو عدد میں دونوں

وجہیں جائز ہیں تذکیر و تانیث' اول کی مثال جیسے لفظ شخص کہ اس سے کسی مؤنث کو تعبیر کیا جائے پس باعتبار لفظ کے ثلاثۃ اشخص کہیں گے اسلئے کہ لفظ مذکر ہے اور باعتبار معنی کے ثلث اشخص کہیں گے اور دوسرے کی مثال جیسے لفظ نفس جو کہ مؤنث ہے کسی مذکر کو تعبیر کریں تو باعتبار معنی کے ثلثۃ انفس کہیں گے اور باعتبار لفظ کے ثلث انفس کہیں گے اس لئے کہ باعتبار لفظ کے یہ مونث سماعی ہے۔

وَلَا يُمَيَّزُ وَاحِدٌ وَاِثْنَانِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ واحد اور اثنان کی تمیز نہیں آتی کیونکہ تمیز اسکی لائی جاتی ہے جس میں ابہام ہو اور واحد اور اثنان خود اپنے مقصود پر دلالت کرتے ہیں اس لئے ان میں تمیز کی ضرورت نہیں جیسے عندی رجل وعندی رجلان یہ عبارت خود مقصود پر دلالت کرتی ہے۔

وَتَقُوْلُ فِي الْمُفْرَدِ مِنَ الْمُتَعَدِّدِ بِاِعْتِبَارِ تَصْيِيْرِهٖ الثَّانِي وَالثَّانِيَةِ اِلَى الْعَاشِرِ وَالْعَاشِرَةِ لَاغَيْرُ وَبِاِعْتِبَارِ حَالِهٖ اَلْاَوَّلُ وَالثَّانِي وَالْاُوْلٰى وَالثَّانِيَةُ اِلَى الْعَاشِرِ وَالْعَاشِرَةِ وَالْحَادِيْ عَشَرَ وَالْحَادِيَةِ عَشْرَةَ وَالثَّانِي عَشَرَ وَالثَّانِيَةِ عَشْرَةَ اِلَى التَّاسِعِ عَشَرَ وَالتَّاسِعَةِ عَشْرَةَ وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ فِي الْاَوَّلِ ثَالِثُ اِثْنَيْنِ اَيْ مُصَيِّرُهُمَا ثَلٰثَةً مِنْ ثَلَّثْتُهُمَا وَفِي الثَّانِي ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ اَيْ اَحَدُهَا وَتَقُوْلُ حَادِيْ عَشَرَ اَحَدَ عَشَرَ عَلَى الثَّانِي خَاصَّةً وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ حَادِيْ اَحَدَ عَشَرَ اِلٰى تَاسِعِ تِسْعَةَ عَشَرَ فَتُعْرِبُ الْاَوَّلَ۔

ترجمہ: اور تو کہے مفرد متعدد میں اس کی تصییر کا اعتبار کرتے ہوئے الثانی اور الثانیۃ العاشر اور العاشرۃ تک نہ کہ اس کے علاوہ میں (تصییر کا اعتبار ہوگا) اور اسکے حال کا اعتبار کرتے ہوئے (یوں کہیں گے) الاول اور الثانی (مذکر میں) اور الاولی اور الثانیۃ (مونث میں) سے عاشر اور عاشرۃ تک اور حادی عشر (مذکر میں) حادیۃ عشرۃ (مؤنث میں) الثانی عشر (مذکر میں) الثانیۃ عشرۃ (مؤنث میں) تاسع عشر (مذکر میں) تاسعۃ عشرۃ (مؤنث میں) تک اسی وجہ سے کہا گیا اولی (تصییر) میں ثالث اثنین یعنی ان دو کو تین کرنے والا انکے قول ثلثتھما سے لیا گیا ہے (یعنی میں نے دو کو تین بنا دیا) اور دوسرے (حال) میں ثالث ثلثۃ یعنی تین میں سے تیسرا اور تو کہے حادی عشر اور احد عشر ثانی (حال) کے اعتبار سے خاص طور پر اور اگر تو چاہے تو کہے حادی احد عشر سے تاسع تسعۃ عشر تک پس پہلا جزء معرب ہو جائیگا۔

تشریح: قوله وَتَقُولُ فِي الْمُفْرَدِ الخ صاحب کافیہ جب عدد اور اسکی تمیز کے بیان سے فارغ ہوئے اب یہاں سے حال اور تصییر کو بیان کرتے ہیں اس مقام کی تفصیل یوں ہے جب کسی عدد کا اعداد میں سے انتخاب کرنا چاہیں تو اسکی دو صورتیں ہیں عدد کے درجے کا اس میں لحاظ ہوگا یا نہیں اگر عدد کا درجہ ملحوظ نہ ہو تو یہ نہ حال ہے اور نہ تصییر اور اگر عدد کے درجے کا لحاظ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں نسبت ماتحت کا لحاظ ہوگا یا نہیں اگر نسبت ماتحت ملحوظ ہو تو یہ تصییر ہوگا اگر نسبت ماتحت ملحوظ نہ ہو تو یہ حال ہے۔

تصییر کی تعریف: تصییر اسے کہتے ہیں جس میں عدد کے درجے کا لحاظ ہو اور ماتحت کی نسبت کا بھی لحاظ ہو جیسے ثالث اثنین یعنی واحد جو دو کو تین کرنے والا یعنی دو کا عدد تین کے مرتبے کو اسوقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس میں کوئی اور عدد نہ ملایا جائے یہ عدد واحد ایسا ہے کہ اس نے دو کو تین کے مرتبے میں پہنچادیا یا تصییر کی تعریف یوں سمجھ لیں کہ اگر پہلا عدد دوسرے عدد کی طرف مضاف ہو اور مضاف اسم فاعل کے وزن پر ہو اور مضاف بڑا عدد ہو اور مضاف الیہ یعنی چھوٹا عدد ہو تو یہ تصییر ہے جیسے ثالث اثنین میں ثالث 'اثنین کی طرف مضاف ہے اور مضاف یعنی ثالث اسم فاعل کے وزن پر ہے اور بڑا عدد بھی ہے اور مضاف الیہ یعنی اثنین چھوٹا عدد ہے۔

حال کی تعریف: حال اسے کہتے ہیں جس میں عدد کے درجے کا لحاظ ہو لیکن ماتحت نسبت کا لحاظ نہ ہو جیسے ثالث ثلثة یعنی تین کا تیسرا یعنی واحد تین کا تیسرا ہے۔

خلاصہ: اگر پہلے عدد سے دوسرے عدد میں زیادتی ہو تو اس کو تصییر کہتے ہیں اور اگر پہلے عدد سے دوسرے عدد میں زیادتی نہ ہو تو اسے حال کہتے ہیں۔

قوله وَتَقُولُ فِي الْمُفْرَدِ الخ اور تو کہے واحد میں متعدد سے باعتبار تصییر کے یعنی جب عدد کا استعمال معدودات میں کیا جائے تو اس وقت واحد من المتعدد میں اس اعتبار سے کہ وہ واحد عدد انقص کو ایک مرتبہ زائد کر دیتا ہے الثانی اور الثانیہ کہتے ہیں۔ الثانی مذکر کیلئے اس اعتبار سے کہ واحد کے ملنے کے ساتھ وہ دو بن چکا ہے تو معنی بن جائے گا کہ واحد نے دوسرے عدد کے ساتھ ملنے سے اثنین بنادیا الثانیۃ مؤنث میں اسی قیاس پر اسی طرح عاشر مذکر میں یعنی عدد واحد نے تسعۃ کو عشرۃ بنادیا اور اسی طرح عاشرۃ مؤنث میں کہ واحد نے تسعۃ کو عشرۃ بنادیا پس یہ تصییر اثنین سے کم میں جاری نہیں ہوگی اور عشرہ سے زیادہ میں جاری نہیں ہوگی اسلئے کہ عشرہ کے بعد مرکبات میں اسم فاعل بنانا مشکل ہے اس

لئے یہ صرف دس تک ہوگی۔

قولہ وَبِاعْتِبَارِ حَالِهِ الخ | اس کا عطف باعتبار تصییر پر ہے یعنی واحد من المتعدد کو باعتبار حال کے مذکر کے لئے الاول اور الثانی اور مؤنث کے لئے الاولی اور الثانیۃ کہتے ہیں اسی طرح عاشر سے عاشرۃ تک اور حادیۃ عشرۃ مؤنث میں اور الثانیۃ عشرۃ مذکر میں تاسع عشرۃ تک اور ثانیۃ عشرۃ کا مؤنث میں تاسعۃ عشرۃ تک ان تمام مثالوں میں ماتحت عدد کا لحاظ نہیں کہ ماتحت اوپر والے کے ساتھ مل کر اس کو زائد کردے جیسے ثالث ثلثۃ یعنی تین سے تیسرا اس میں ماتحت عدد کا لحاظ نہیں کیا۔

قولہ وَمِنْ ثَمَّ قِيلَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ جب اعتبار تصییر اور اعتبار حال میں اختلاف ہے تو اس وجہ سے عدد کی طرف ان کی اضافت کرنے میں بھی اختلاف ہے تصییر کی صورت میں عدد کے ماتحت کی طرف اضافت کرتے ہوئے یوں کہیں گے ثالث اثنین یعنی دو کو تین کرنے والا عدد اور یہ لیا گیا ثَلَّثْتُهُمَا سے ای صیرت الاثنین ثلثۃ یعنی میں نے دو کو تین بنادیا۔

قولہ وَفِي الثَّانِي ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ الخ | اور حال میں اس کے مساوی کو مافوق عدد کی طرف اضافت کردے جیسے کہے ثالث ثلثۃ یعنی تین کا تیسرا یا یوں کہے ثالث خمس یعنی پانچ کا تیسرا عدد۔

قولہ وَتَقُولُ حَادِيْ عَشَرَ الخ | حال میں تو کہے گا حادی عشر احد عشر یعنی گیارہ میں سے گیارھواں کیونکہ حال میں مرکب اول کی اضافت مرکب ثانی کی طرف جائز ہے اور تصییر میں مرکب اول کی اضافت مرکب ثانی کی طرف جائز نہیں اس میں خاص حال کا اعتبار ہے تصییر کا اعتبار نہیں کیونکہ تصییر عشر سے تجاوز نہیں کرتا اور اگر چاہے تو یوں کہہ دے حادی احد عشر یعنی گیارہ میں سے گیارھواں کہ اس میں مرکب اول حادی عشر سے دوسرا جزء عشر کو حذف کردیا کیونکہ مرکب ثانی میں اس کا ذکر ہے اس طرح تاسع تسعۃ عشر کہ یعنی پہلے مرکب میں سے عشرہ کو حذف کردیا کیونکہ دوسرے مرکب میں عشرۃ کا ذکر ہے یعنی معنی یہ ہوگا انیس میں سے انیسواں اس صورت میں مرکب اول کا جزء اول معرب بن جائیگا کیونکہ اس کا مبنی ہونا وسط کلمہ میں واقع ہونے کی وجہ سے تھا جب مرکب اول کا جزء ثانی ساقط ہوگیا تو ترکیب ختم ہوگئی تو جزء اول وسط کلمہ میں نہ رہا لہذا معرب ہوگیا۔

اَلْمُذَكَّرُ وَالْمُؤَنَّثُ (المؤنث) مَا فِيهِ عَلَامَةُ التَّانِيْثِ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا وَ الْمُذَكَّرُ بِخِلَافِهٖ وَعَلَامَةُ التَّانِيْثِ اَلتَّاءُ وَ الْاَلِفُ مَقْصُوْرَةً اَوْ مَمْدُوْدَةً وَهُوَ حَقِيْقِيٌّ وَلَفْظِيٌّ فَالْحَقِيْقِيُّ مَا بِاِزَائِهٖ ذَكَرٌ مِّنَ الْحَيَوَانِ كَامْرَأَةٍ وَّنَاقَةٍ وَاللَّفْظِيُّ بِخِلَافِهٖ كَظُلْمَةٍ وَعَيْنٍ وَاِذَا اُسْنِدَ الْفِعْلُ اِلَيْهِ فَالتَّاءُ وَ اَنْتَ فِيْ ظَاهِرِ غَيْرِ الْحَقِيْقِيِّ بِالْخِيَارِ وَحُكْمُ ظَاهِرِ الْجَمْعِ غَيْرَ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ مُطْلَقًا حُكْمُ ظَاهِرِ غَيْرِ الْحَقِيْقِيِّ وَضَمِيْرُ الْعَاقِلِيْنَ غَيْرَ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ فَعَلَتْ وَفَعَلُوْا وَالنِّسَاءُ وَالْاَيَّامُ فَعَلَتْ وَفَعَلْنَ۔

ترجمہ: مذکر اور مؤنث کے بیان میں مؤنث وہ (اسم) ہے جس میں علامت تانیث لفظا یا تقدیرا موجود ہو اور مذکر وہ اسم ہے جو اسکے خلاف ہو اور تانیث کی علامت تاء اور الف مقصورہ یا الف ممدودہ ہے اور وہ (مؤنث) حقیقی اور لفظی ہے پس حقیقی وہ ہے جس کے مقابلہ میں جاندار مذکر ہو جیسے امراۃ وناقۃ اور مؤنث لفظی اسے کہتے ہیں جو اس کے خلاف ہو یعنی اس کے مقابلے میں جاندار مذکر نہ ہو جیسے ظلمۃ اور عین اور جب فعل کی اسناد اس (مؤنث) کی طرف ہو پس (فعل میں) تاء واجب ہے یعنی فعل کو مؤنث لایا جائیگا اور تجھے اختیار ہے فاعل ظاہر مؤنث غیر حقیقی میں اور (فعل کو مذکر بھی لا سکتے ہیں اور مؤنث بھی) اور فاعل ظاہر جمع مذکر سالم کے علاوہ کا حکم مطلقاً ہے فاعل ظاہر مونث غیر حقیقی کی طرح (جب فعل کی اسناد) ضمیر کی طرف ہو جو ضمیر عاقل کی ہو جمع مذکر سالم کے علاوہ (تو وہاں مفرد بھی ذکر کر سکتے ہیں اور جمع بھی) جیسے فعلت اور فعلوا اور النساء اور ایام فعلت اور فعلن۔

تشریح: قوله اَلْمُذَكَّرُ وَالْمُؤَنَّثُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ اسم کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں مذکر اور مؤنث مؤنث وہ اسم ہے جس میں تانیث کی علامت لفظا موجود ہو جیسے طلحۃ یا تقدیرا جیسے ارض کہ دراصل ارضۃ تھا کیونکہ اس کی تصغیر اریضیۃ آتی ہے اور کسی اسم کی اصل معلوم کرنی ہو تو اسکی تصغیر نکالی جاتی ہے۔

قوله وَالْمُذَكَّرُ بِخِلَافِهٖ | یہاں سے صاحب کافیہ مذکر کی تعریف بیان کرتے ہیں کہ مذکر وہ اسم ہے جو مؤنث کے خلاف ہو یعنی جس میں تانیث کی علامت نہ لفظی طور پر پائی جائے نہ تقدیری طور پر جیسے رجل وفرس۔

اعتراض : یہاں پر اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے اسم کی تقسیم میں مذکر کو پہلے کیوں ذکر کیا مونث کو پہلے کیوں نہیں ذکر کیا مذکر کو مقدم کرنے کی وجہ ترجیح کیا ہے۔

جواب : مذکر چونکہ اصل ہے اور مؤنث تابع ہے اور اصل تابع سے مقدم ہوا کرتا ہے اس لئے مذکر کو پہلے ذکر کیا

اعتراض : یہاں اعتراض ہوتا ہے کہ جب آپ نے تقسیم میں مذکر کو مقدم کیا ہے تو تعریف میں بھی مذکر کو مقدم کرنا چاہیے تھا آپ نے تعریف میں مؤنث کو مقدم کیوں کیا حالانکہ یہ تابع ہے۔

جواب : امؤنث کی تعریف وجودی ہے کیونکہ مؤنث اسے کہتے ہیں جس میں علامت تانیث پائی جائے اور مذکر کی تعریف عدمی ہے مذکر اسے کہتے ہیں جس میں علامت تانیث موجود نہ ہو اور قاعدہ ہے کہ وجودی چیز عدمی پر مقدم ہوتی ہے اس وجہ سے صاحب کافیہ نے مونث کی تعریف کو مقدم کیا۔

جواب (۲) مذکر کی تعریف کا سمجھنا مؤنث کی تعریف پر موقوف ہے اور موقوف علیہ مقدم ہوتا ہے اسلئے مؤنث کی تعریف کو مقدم کیا۔

جواب (۳) صاحب کافیہ چونکہ اختصار کے درپے ہیں مؤنث کی تعریف پہلے ذکر کر کے پھر المذکر خلافہ کہا اسمیں اختصار بھی ہے اور جامعیت بھی۔

قوله وَعَلَامَةُ التَّانِيثِ اَلتَّاءُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ تانیث کی علامتیں بیان کرتے ہیں تانیث کی تین علامتیں ہیں (۱) تاء خواہ حقیقۃً ہو جیسے طلحۃ وامراۃ وناقۃ وغرفۃ یا حکماً ہو جیسے عقرب اس میں چوتھا حرف تاء تانیث کے حکم میں ہے (۲) الف مقصورہ جیسے حبلی صغری کبری (۳) الف ممدودہ جیسے حمراء صحراء بیضاء۔

قوله وَهِيَ حَقِيقِيٌّ وَلَفْظِيٌّ الخ یہاں سے صاحب کافیہ مؤنث کی دوقسمیں بیان کرتے ہیں جو باعتبار ذات کے ہیں (۱) مؤنث حقیقی (۲) مؤنث لفظی (۱) مؤنث حقیقی وہ ہے کہ جس کے مقابلے میں جاندار مذکر ہو خواہ علامت تانیث اس میں موجود ہو یا نہ ہو جیسے امراۃ اس کے مقابلے میں رجل ہے اور ناقۃ اسکے مقابلے میں جمل ہے۔

(۲) مؤنث لفظی وہ ہے کہ جو حقیقی کے خلاف ہے یعنی اس کے مقابلے میں جاندار مذکر نہ ہو جیسے ظلمۃ اسکے مقابلے میں جاندار مذکر نہیں ہے یہ مؤنث لفظی حقیقی کی مثال ہے اور عین اس کے مقابلے میں بھی جاندار مذکر نہیں ہے یہ مؤنث

لفظی تقدیری کی مثال ہے کیونکہ تاء تانیث عین میں مقدر ہے کیونکہ اس کی تصغیر عیینۃ آتی ہے۔

قوله وَاِذَا اُسْنِدَ الْفِعْلُ اِلَیْهِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ کچھ قواعد بیان کرتے ہیں

قاعدہ نمبر (۱) جب فعل کی اسناد مؤنث حقیقی کی طرف ہو تو اس وقت فعل مؤنث لانا لازمی ہے جیسے ضَرَبَتْ هِنْدٌ عَمْرًوا

قاعدہ نمبر (۲) اور اگر فعل کی اسناد اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کی طرف ہو یعنی فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو اور مونث غیر حقیقی ہو تو اس صورت میں اختیار ہے خواہ فعل کو مذکر ذکر کیا جائے جیسے طَلَعَ الشَّمْسُ یا مؤنث لایا جائے جیسے طَلَعَتِ الشَّمْسُ

قاعدہ نمبر (۳) اگر فعل کی اسناد کی جائے جمع کی طرف جمع مذکر سالم کے علاوہ چاہے جمع مکسر ہو یا سالم ہو الف تا کے ساتھ تو (یعنی جمع مونث سالم) اسکا حکم اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کی طرح ہے یعنی فعل کو مذکر لائیں گے جیسے جَاءَ الرِّجَالُ یا مونث لائیں گے جیسے جَاءَتِ الرِّجَالُ –

قاعدہ نمبر (۴) جب فعل کا فاعل ضمیر ہو جمع مذکر سالم کے علاوہ تو وہ ضمیر یا تو مستتر ہو گی جو بتاویل جماعت کے لوٹے گی جیسے اَلرِّجَالُ جَاءَتْ یا وہ ضمیر ظاہر ہو گی جیسے الرِّجَالُ جَاؤُا یعنی فعل کا فاعل ضمیر ہو اور وہ ضمیر مذکر سالم کے علاوہ ہو تو فعل واحد مؤنث بھی لا سکتے ہیں جیسے اَلرِّجَالُ قَامَتْ اور جمع مذکر بھی لا سکتے ہیں جیسے اَلرِّجَالُ قَامُوْا اسی طرح اَلنِّسَاءُ فَعَلَتْ اور اَلنِّسَاءُ فَعَلْنَ اور اسی طرح اَلْاَیَّامُ خَلَتْ اور اَلْاَیَّامُ مَضَیْنَ –

اَلْمُثَنّٰی مَا لَحِقَ اٰخِرَهٗ اَلِفٌ اَوْ یَاءٌ مَفْتُوْحٌ مَا قَبْلَهَا وَنُوْنٌ مَكْسُوْرَةٌ لِيَدُلَّ عَلٰی اَنَّ مَعَهٗ مِثْلَهٗ مِنْ جِنْسِهٖ فَالْمَقْصُوْرُ اِنْ كَانَتْ اَلِفُهٗ عَنْ وَاوٍ وَهُوَ ثُلَاثِیٌّ قُلِبَتْ وَاوًا وَاِلَّا فَبِالْيَاءِ وَ الْمَمْدُوْدُ اِنْ كَانَتْ هَمْزَتُهٗ اَصْلِيَّةً ثَبَتَتْ وَاِنْ كَانَتْ لِلتَّانِيْثِ قُلِبَتْ وَاوًا وَاِلَّا فَالْوَجْهَانِ وَيُحْذَفُ نُوْنُهٗ لِلْاِضَافَةِ وَحُذِفَتْ تَاءُ التَّانِيْثِ فِیْ خُصْيَانِ وَاِلْيَانِ۔

ترجمه : تثنیہ وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف یا یاء ما قبل مفتوح ہو اور نون مکسور لاحق کیا گیا ہو تا کہ وہ دلالت کرے کہ اسکے ساتھ اس کی مثل اس کی جنس میں سے دوسرا بھی ہے پس اسم مکسور میں اگر الف واو سے بدلا ہوا ہو

اور وہ ثلاثی ہو تو وہ الف واؤ سے بدل دیا جائیگا وگرنہ یاء سے (بدل دیا جائیگا) اور الف ممدودہ اگر اسکا ہمزہ اصلی ہو تو وہ باقی رہے گا اور اگر وہ (ہمزہ) تانیث کیلئے تھا تو وہ واو سے بدل جائیگا وگرنہ پس دو وجہیں جائز ہیں اور حذف کر دیا جاتا ہے اس کا نون اضافت کی وجہ سے اس طرح تائے تانیث بھی حذف کر دی جائیگی خصیان اور الیان میں۔

تشریح: قوله اَلْمُثَنّٰی مَا لَحِقَ آخِرُہٗ اَلِفٌ الخ یہاں سے صاحب کافیہ تثنیہ کی تعریف کرتے ہیں کہ تثنیہ وہ ہے جو دو پر دلالت کرے اور اسکے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اسم مفرد کے آخر میں حالت رفعی میں الف اور نون مکسور لگا دیا جائے جیسے رجل سے رجلان یا حالت نصبی اور جری میں یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسور لگا دیا جائے جیسے رجل سے رجلین اور مقصود اس سے اس بات پر دلالت کرنا ہے کہ اس مفرد کے ساتھ اسکی جنس میں سے ایک اور بھی ہے جیسے رجلان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رجل کے ساتھ ایک دوسرا رجل بھی ہے۔

قوله فَالْمَقْصُوْرُ اِنْ کَانَتْ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ جب اسم مقصور کا الف واو سے بدلا ہو اور وہ ثلاثی ہو تو جب اس کی تثنیہ بنائیں گے تو اسکے الف کو واو سے بدل دیں گے کیونکہ جو اصل واو تھا وہ واو واپس آجائے گی جیسے عصا سے عصوان اور اگر اس کا الف یاء سے بدلا ہوا ہو جیسے ملہی تو تثنیہ میں وہ الف یاء سے بدل جائیگا جیسے ملہی سے ملہیان یا وہ الف کسی سے بدلا ہوا نہ ہو تو تثنیہ کے وقت وہ بھی الف یاء سے بدل دیا جائے گا جیسے حباری سے حباریان یا وہ ثلاثی ہو مگر اس کا الف یاء سے بدلا ہوا ہو جیسے رحی تو تثنیہ کے وقت وہ الف یاء سے بدل جائے گا جیسے رحی سے رحیان۔

قوله وَالْمَمْدُوْدُ اِنْ کَانَتْ الخ یہاں سے مصنفؒ بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی اسم ممدود کے آخر میں ہمزہ اصلی ہو تو تثنیہ بناتے وقت وہ ہمزہ باقی رہیگا جیسے قراء سے قرءان اگر وہ ہمزہ تانیث کے لئے ہو تو تثنیہ بناتے وقت وہ واو سے بدل جائے گا جیسے حمراء سے حمراون اور صحراء سے صحراوان اگر اسکا ہمزہ نہ اصلی ہو نہ تانیث کا تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں یا تو ہمزہ باقی رکھا جائے گا یا واو سے بدل دیا جائیگا جیسے کساء سے کساءان اور کساوان۔

قوله وَيُحْذَفُ نُوْنُهٗ الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ جب تثنیہ کی اضافت کی جائے گی تو اضافت کے وقت نون گر جائے گا جیسے غلاما زید اور خصیۃ اور الیۃ کو جب تثنیہ بنائیں گے تو تائے تانیث حذف ہو جائیگی جیسے خصیان اور الیان، انکے علاوہ میں تثنیہ بناتے وقت تائے تانیث باقی رہے گی جیسے شجرۃ سے شجرتان، ثمرۃ سے ثمرتان

اَلْمَجْمُوْعُ مَا دَلَّ عَلٰى آحَادٍ مَقْصُوْدَةٍ بِحُرُوْفِ مُفْرَدِهٖ بِتَغْيِيْرٍ مَّا فَنَحْوُ تَمْرٍ وَرَكْبٍ لَيْسَ بِجَمْعٍ عَلَى الْاَصَحِّ وَنَحْوُ فُلْكٍ جَمْعٌ وَهُوَ صَحِيْحٌ وَمُكَسَّرٌ فَالصَّحِيْحُ لِمُذَكَّرٍ وَّلِمُؤَنَّثٍ فَالْمُذَكَّرُ مَا لَحِقَ اٰخِرَهٗ وَاوٌ مَضْمُوْمٌ مَا قَبْلَهَا اَوْ يَاءٌ مَكْسُوْرٌ مَا قَبْلَهَا وَنُوْنٌ مَفْتُوْحَةٌ لِيَدُلَّ عَلٰى اَنَّ مَعَهٗ اَكْثَرَ مِنْهُ فَاِنْ كَانَ آخِرُهٗ يَاءٌ قَبْلَهَا كَسْرَةٌ حُذِفَتْ مِثْلُ قَاضُوْنَ وَ اِنْ كَانَ آخِرُهٗ مَقْصُوْرًا حُذِفَتِ الْاَلِفُ وَبَقِيَ مَا قَبْلَهَا مَفْتُوْحًا مِثْلُ مُصْطَفَوْنَ وَشَرْطُهٗ اِنْ كَانَ اِسْمًا فَمُذَكَّرٌ عَلَمٌ يَعْقِلُ وَ اِنْ كَانَ صِفَةً فَمُذَكَّرٌ يَعْقِلُ وَاَنْ لَّا يَكُوْنَ اَفْعَلَ فَعْلَاءَ مِثْلُ اَحْمَرَ حَمْرَاءَ وَلَا فَعْلَانَ فَعْلٰى نَحْوُ سَكْرَانَ سَكْرٰى وَلَا مُسْتَوِيًا فِيْهِ مَعَ الْمُؤَنَّثِ مِثْلُ جَرِيْحٍ وَّصَبُوْرٍ وَلَا بِتَاءِ التَّانِيْثِ مِثْلُ عَلَّامَةٍ وَتُحْذَفُ نُوْنُهٗ بِالْاِضَافَةِ وَقَدْ شَذَّ نَحْوُ سِنِيْنَ وَاَرَضِيْنَ۔

ترجمہ: جمع وہ اسم ہے کہ ایسے افراد پر دلالت کرے جو حروف مفردہ سے مقصود ہوں (جو بنایا گیا ہو) معمولی تغیر کے ساتھ پس تمر اور رکب کی مثل جمع نہیں ہے اور فلک کی مثل جمع ہے اور وہ (جمع کی دو قسمیں ہیں) جمع مکسر اور جمع صحیح پس صحیح مذکر اور مونث دونوں کیلئے ہوتی ہے پس جمع مذکر صحیح وہ ہے جس کے آخر میں واو ما قبل مضموم ہو اور یاء ما قبل مکسور ہو اور نون مفتوح ہو تا کہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے ساتھ اور بھی بہت سے افراد ہیں پس اگر اسکے آخر میں یاء ہو ما قبل کسرہ ہو تو یاء کو حذف کر دیا جائیگا جیسے قاضون اور اگر اس کے آخر میں الف مقصورہ ہو تو الف کو حذف کر دیا جائے گا اور ما قبل مفتوح باقی رہے گا جیسے مصطفون اور اس (یعنی جمع صحیح) کی شرط یہ ہے کہ اگر وہ اسم ہو تو مذکر علم ہو ذوی العقول ہو اگر وہ صفت ہو تو مذکر ذوی العقول ہو اور یہ کہ افعل کا وزن نہ ہو جس کی مونث فعلاء کے وزن پر آتی ہو جیسے احمر سے حمراء اور فعلان کے وزن پر نہ ہو جس کی مونث فعلی کے وزن پر آتی ہو جیسے سکران سے سکریٰ اور اس صفت میں مذکر مونث کے ساتھ برابر نہ ہو جیسے جریح اور صبور (اور صفت کے آخر میں) تائے تانیث نہ ہو جیسے علامۃ

اور حذف ہو جاتی ہے اسکی نون اضافت کی وجہ سے اور تحقیق شاذ ہے سنین اور ارضین کی مثل میں۔

تشریح :قولہ اَلْمَجْمُوْعُ مَا دَلَّ الخ | جمع وہ اسم ہے جو ایسے افراد پر دلالت کرے جو حروف مفردہ سے مقصود ہوتے ہیں اور مفرد میں کچھ تغیر کے ساتھ بعض نحویوں نے جمع کی تعریف یوں کی ہے جمع وہ ہے جو دو سے زیادہ افراد پر دلالت کرے اور واحد میں کچھ تغیر کرنے سے جمع کا صیغہ بن جاتا ہے جیسے مسلمون مؤمنون لیکن تمر اور رکب اصح مذہب پر یہ جمع نہیں ہیں اگرچہ یہ جمع پر دلالت کرتے ہیں لیکن جمع کی تعریف ان میں پائی نہیں جاتی ہے بلکہ تمر اسم جنس ہے اس کا اطلاق قلیل اور کثیر پر ہوتا ہے اور رکب جمع نہیں بلکہ اسم جمع ہے اور فلک یہ جمع ہے اگرچہ اسکا مفرد بھی فلک ہی آتا ہے لیکن یہ جمع اس بنا پر ہے کہ اس میں تغیر اور تبدل ہوا ہے یہ تغیر خواہ حقیقتا ہو جیسے مسلمون اور رجال خواہ حکماً ہو جیسے فلک بروزن قفل بنایا جائے تو مفرد ہے اور فلک بروزن اسد ہو تو جمع کا معنی دیتا ہے۔

قولہ وَصَحِیْحٌ وَمُکَسَّرٌ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ جمع کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں (۱) جمع صحیح اس کا نام جمع سالم بھی ہے (۲) جمع مکسر، جب واحد سے جمع بنایا جائے تو واحد کی بنا باقی رہے گی یا نہیں رہے گی اگر واحد کی بنا باقی رہے تو اسے جمع صحیح کہتے ہیں اور اگر واحد کی بنا باقی نہ رہے تو اسے جمع مکسر کہتے ہیں جمع صحیح یہ وہ ہے کہ جب اسے واحد سے جمع بنایا جائے تو واحد کا صیغہ اس میں سلامت رہے جیسے مسلمون جمع سالم کی دو قسمیں ہیں (۱) جمع مذکر سالم (۲) جمع مؤنث سالم جمع مذکر سالم وہ جمع ہے جس کے آخر میں واو ماقبل مضموم اور نون مفتوح ہو جیسے مسلمون یا یائے ماقبل مکسور اور نون مفتوح ہو جیسے مسلمین تاکہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے ساتھ اور بھی بہت سے افراد ہیں اور جمع مؤنث سالم وہ ہے جس کے آخر میں الف اور تاء ہو جیسے مسلمات وغیرہ ۔

قولہ فَاِنْ کَانَ آخِرُہٗ یَاءً الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر کسی اسم کے آخر میں یاء ما قبل مکسور ہو تو جب اسے جمع بنایا جائے گا تو وہ یاء گر جائے گی جیسے قاضی سے قاضون اور اگر کسی اسم کے آخر میں الف مقصورہ ہو تو جب اس کی جمع صحیح بنائیں گے تو الف التقاء ساکنین کی وجہ سے گر جائے گا اور ما قبل مفتوح باقی رکھا جائے گا تاکہ اس بات پر دلالت کرے کہ الف محذوف ہے جیسے مصطفیٰ سے مصطفون اور مرتضیٰ سے مرتضون۔

قوله وَشَرْطُهُ اِنْ كَانَ اِسْمًا الخ صاحب کافیہ نے پہلے جمع کی قسمیں اور قواعد بیان کئے اور اب یہاں سے اسکی شرطیں بیان فرمارہے ہیں تفصیل اس طرح ہے کہ جمع مذکر سالم یا تو اسم ہوگی یا صفت اگر اسم ہو تو شرط یہ ہے کہ وہ مذکر ذوی العقول کا علم ہو اگر ذوی العقول کا علم نہ ہو تو جمع نہ بن سکے گا اور جمع مذکر سالم صفت ہو تو اس کی بھی چند شرائط ہیں (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ مذکر ذوی العقول میں سے ہو (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ اگر وہ جمع اسم مذکر صفت ہو تو اس افعل کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فعلاء کے وزن پر آتی ہے جیسے احمر اس کی مؤنث حمراء آتی ہے لہذا اس کی جمع مذکر نہیں آئے گی (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ اگر اسم مذکر کی صفت ہو تو اس فعلان کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فعلی کے وزن پر آتی ہے جیسے سکران کہ اس کی مؤنث سکری آتی ہے لہذا سکران کی جمع واو نون کے ساتھ نہ آئے گی (۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ اسم صفت ایسا نہ ہو کہ جس میں مذکر و مؤنث دونوں برابر ہوں جیسے رجل جریح صبور وامراۃ جریح وصبور لہذا ایسے اسم صفت کی جمع واو نون کے ساتھ نہ آئے گی (۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ اس اسم صفت کے آخر میں تاء تانیث نہ ہو اگر اس کے آخر میں تاء تانیث ہو جیسے علامۃ تو اس کی جمع واو نون کے ساتھ نہ آئے گی۔

قوله وَتُحْذَفُ نُوْنُهُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ نون جمع اضافت کے وقت حذف کر دیا جاتا ہے جیسے مسلموا مصر اصل میں مسلمون مصر تھا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔

قوله وَقَدْ شَذَّ نَحْوُ سِنِيْنَ الخ یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض: آپ نے جمع مذکر سالم کی شرط لگائی ہے کہ اسم مذکر ہو اور ذوی العقول کا علم ہو جب کہ ارضین وسنین یہ مثالیں مذکر ذوی العقول کا علم نہیں بلکہ ارضون ارضۃ کی جمع ہے اور سنون سنۃ کی جمع ہے تو ان کی جمع واو نون کے ساتھ کیوں آتی ہے۔

جواب ۱: سنین اور ارضین کی جمع واو نون کے ساتھ آنا شاذ ہے۔

جواب ۲: واو نون اعراب کے لئے نہیں بلکہ ارضون میں تو تاء تانیث مقدرہ کا عوض ہے اور سنون میں اعلال کا عوض ہے۔

اَلْمُؤَنَّثُ مَا لَحِقَ اٰخِرَهُ اَلِفٌ وَتَاءٌ وَبِشَرْطِهٖ اِنْ كَانَ صِفَةً وَلَهٗ مُذَكَّرٌ فَاَنْ يَكُوْنَ مُذَكَّرُهٗ بِالْوَاوِ وَالنُّوْنِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ مُذَكَّرٌ فَاَنْ لَّا يَكُوْنَ مُجَرَّدًا كَحَائِضٍ وَاِلَّا جُمِعَ مُطْلَقًا جَمْعُ التَّكْسِيْرِ مَا تَغَيَّرَ بِنَاءُ وَاحِدِهٖ كَرِجَالٍ وَاَفْرَاسٍ جَمْعُ الْقِلَّةِ اَفْعُلٌ وَاَفْعَالٌ وَاَفْعِلَةٌ وَفِعْلَةٌ وَالصَّحِيْحُ وَمَا عَدَا ذَالِكَ جَمْعُ كَثْرَةٍ۔

ترجمہ: مؤنث وہ ہے جس کے آخر میں الف اور تاء کو لاحق کیا گیا ہو اگر وہ صفت کا صیغہ ہو تو اسکی شرط یہ ہے کہ اسکا مذکر ہو اور اس مذکر کی جمع واو نون کے ساتھ ہو اور اگر اس کا مذکر نہ ہو تو پھر شرط یہ ہے کہ وہ تائے تانیث سے خالی نہ ہو جیسے حائض ورنہ (یعنی اگر مونث صفت نہ ہو بلکہ اسم ہو) اس کی جمع مطلقا آئے گی جمع مکسر وہ ہے کہ اس کے واحد کی بنا بدل جائے جیسے رجال اور افراس اور جمع قلت (اس کے اوازان یہ ہیں) افعل افعال افعلة فعلة اور صحیح اور جو ان کے علاوہ ہوں سب جمع کثرت ہے۔

قولہ اَلْمُؤَنَّثُ مَا لَحِقَ الخ یہاں سے صاحب کافیہ جمع مونث سالم کو بیان کرتے ہیں جمع مونث سالم وہ ہے کہ جس کے آخر میں الف اور تاء ہو جیسے مسلمات مؤمنات صالحات وغیرہ جمع مونث سالم کی شرط یہ ہے کہ جب اس کا مفرد اسم صفت ہو تو اس کی جمع مذکر سالم واو نون کے ساتھ آتی ہو اور اگر جمع مذکر نہیں آئیگی تو جمع مونث سالم بھی نہیں آئے گی اگر اس کی جمع مذکر نہیں آتی تو شرط یہ ہے کہ وہ تائے تانیث سے خالی نہ ہو جیسے حائض اس کی جمع مونث نہیں آتی کیونکہ اسکے آخر میں تائے تانیث نہیں ہے اگر اسم صفت نہ ہو بلکہ اسم محض ہو تو اسوقت شرط کا اعتبار کئے بغیر جمع الف تاء کے ساتھ آئے گی جیسے ہندات وغیرہ۔

قولہ جَمْعُ التَّكْسِيْرِ الخ صاحب کافیہ نے پہلے جمع کی دو قسمیں بیان کی تھیں جمع سالم جمع مکسر جمع سالم کی بات ختم ہو چکی ہے اب یہاں سے جمع مکسر کی تعریف کرتے ہیں جمع مکسر وہ ہے کہ جس میں واحد کی بنا سلامت نہ رہے جیسے رجل سے رجال اور فرس سے افراس وغیرہ ذالک۔

قوله وجمع القلة الخ | جمع قلت وہ ہے جو دس سے کم پر بولی جائے اور اسکے چار وزن ہیں اَفْعُلٌ اَفْعَالٌ اَفْعِلَةٌ فِعْلَةٌ اَفْعُلٌ جیسے اکلب جمع کلب کی افعال جیسے اقوال جمع قول کی اور افعلة جیسے اطعمة جمع طعام کی اور فعلة جیسے غلمة جمع ہے غلام کی، اور جمع کثرت وہ ہے جو مذکورہ اوزان کے ماسوا ہیں اور جمع قلت کے اوزان کے علاوہ سب جمع کثرت ہیں اور جمع کثرت کا اطلاق دس اور دس سے زیادہ پر ہوتا ہے۔

(حاشیہ: اور جمع مذکر و مؤنث صحیح بغیر الف لام کے جمع قلت میں داخل ہے جیسے زیدون، مسلمات)

اَلْمَصْدَرُ اِسْمٌ لِلْحَدَثِ الْجَارِیْ عَلَی الْفِعْلِ وَهُوَ مِنَ الثُّلَاثِیِّ الْمُجَرَّدِ سِمَاعٌ وَمِنْ غَیْرِهٖ قِیَاسٌ وَیَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهٖ مَاضِیًا وَغَیْرَهٗ اِذَا لَمْ یَكُنْ مَفْعُوْلًا مُطْلَقًا وَلَا یَتَقَدَّمُ مَعْمُوْلُهٗ عَلَیْهِ وَلَا یُضْمَرُ فِیْهِ وَلَا یَلْزَمُ ذِكْرُ الْفَاعِلِ وَیَجُوْزُ اِضَافَتُهٗ اِلَی الْفَاعِلِ وَقَدْ یُضَافُ اِلَی الْمَفْعُوْلِ وَاِعْمَالُهٗ بِاللَّامِ قَلِیْلٌ فَاِنْ كَانَ مُطْلَقًا فَالْعَمَلُ لِلْفِعْلِ وَاِنْ كَانَ بَدَلًا مِنْهُ فَوَجْهَانِ۔

ترجمه: مصدر وہ اسم ہے جو حدوث پر دلالت کرے اور وہ فعل پر جاری ہوتا ہے (یعنی مصدر سے فعل مرتب ہوتے ہیں) اور وہ ثلاثی مجرد سے سماعی ہے اور غیر ثلاثی سے قیاسی ہے اور یہ اپنے فعل والا عمل کرتا ہے خواہ وہ ماضی کے معنی میں ہو یا اس کے علاوہ ہو (مصدر مذکور اس وقت عمل کرے گا) جب وہ مفعول مطلق نہ ہو اور مصدر کا معمول اس پر مقدم نہیں ہو سکتا اور نہ ہی معمول اس میں مضمر ہو سکتا ہے اور لازم نہیں فاعل کا ذکر کرنا اور جائز ہے مصدر کی اضافت فاعل کی طرف اور کبھی (مصدر) مفعول کی طرف مضاف ہوتا ہے اور اس (مصدر) کا عمل لام کے ساتھ قلیل ہے اور اگر وہ (مصدر) مفعول مطلق ہو تو عمل صرف فعل کے لئے ہوگا اور اگر (مفعول مطلق) فعل کا بدل ہو تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں۔

تشریح: قوله اَلْمَصْدَرُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ مصدر کی تعریف کرتے ہیں مصدر وہ اسم ہے جو حدوث پر دلالت کرے یعنی کسی کام کا کرنا یا ہونا وغیرہ اس میں پایا جائے مصدر تمام افعال کا مشتق منہ ہے یعنی اس سے ہی سب افعال بنتے ہیں اور ثلاثی مجرد کے مصدر کے اوزان سماعی ہیں اور سیبویہ کے نزدیک مصدر ثلاثی مجرد کے تیس اوزان ہیں اور غیر ثلاثی مجرد کے مصدر کے اوزان قیاسی ہیں۔

قوله وَيَعْمَلُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ مصدر کا عمل بیان کرتے ہیں کہ مصدر اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے جس طرح فعل لازمی اور متعدی ہوتا ہے اسی طرح مصدر بھی لازمی و متعدی ہوتا ہے خواہ مصدر بمعنی ماضی کے ہو جیسے اُذْكُرْ ضَرْبِيْ زَيْدًا أَمْسِ یا بمعنی حال یا استقبال کے ہو جیسے ضَرْبِيْ زَيْدً اَلْآنَ اَوْ غَداً بہر صورت فعل والا عمل کرے گا مگر شرط عمل یہ ہے کہ وہ مصدر مفعول مطلق نہ ہو کیونکہ مصدر کے مفعول مطلق ہونے کی صورت میں فعل کا ذکر ضروری ہے اور فعل کے ہوتے ہوئے مفعول مطلق عمل نہیں کر سکتا کیونکہ مصدر عامل ضعیف ہے اور فعل قوی عامل ہے اس لئے فعل کا عمل راجح ہوگا۔

قوله وَلَا يَتَقَدَّمُ مَعْمُوْلُهٗ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ مصدر کا معمول مصدر پر مقدم نہیں ہو سکتا کیونکہ مصدر عامل ضعیف ہے معمول کے مقدم ہونے کی صورت میں عمل نہ کر سکے گا اور نہ ہی مصدر کا معمول مصدر میں ضمیر ہو سکتا ہے کیونکہ اگر مصدر مفرد میں ضمیر فاعل مفرد مانو گے تو مفرد پر قیاس کرتے ہوئے تثنیہ اور جمع میں بھی ضمیر تثنیہ و جمع ماننی پڑے گی اور دو تثنیہ اور دو جمع ہونا لازم آئے گا ایک فاعل تثنیہ وجمع دوسرا مصدر تثنیہ و جمع کیونکہ مصدر بھی باعتبار ذات کے تثنیہ و جمع ہوتا ہے اس لئے اس میں ضمیر نہیں مان سکتے۔

قوله وَلَا يَلْزَمُ الخ مصدر میں فاعل کا ذکر کرنا ضروری نہیں نہ اسم ظاہر لا کر نہ ہی ضمیر کے ذریعے بخلاف فعل کے کہ وہاں فاعل کا ذکر ضروری ہے وجہ یہ ہے کہ فعل اسم فاعل صفت مشبہ وغیرہ کا نفس مفہوم فاعل کے تصور پر موقوف ہوتا ہے جب کہ مصدر میں یہ بات نہیں اس لئے اسمیں فاعل کا ذکر ضروری نہیں بخلاف فعل کے اسمیں ضمیر لانا جائز ہوتا ہے کیونکہ اسمیں تثنیہ و جمع باعتبار فاعل کے ہوتا ہے نہ کہ باعتبار نفس فعل کے۔

قوله وَيَجُوْزُ اِضَافَتُهٗ الخ مصدر کی اضافت فاعل و مفعول دونوں کی طرف کرنا بھی جائز ہے جیسے اَعْجَبَنِيْ دَقُّ الْقَصَّارِ الثَّوْبَ اس مثال میں دق مصدر کی اضافت القصار کی طرف ہو رہی ہے جو کہ دق کا فاعل ہے اور ضَرْبُ اللِّصِّ الْجَلَّادُ اس میں ضرب مصدر کی اضافت لص کی طرف ہو رہی ہے جو کہ مفعول ہے ضرب کا البتہ فاعل کی طرف اضافت نسبت مفعول کے زیادہ ہوتی ہے اور جب مصدر پر الف لام داخل ہو تو اسکا عمل قلیل ہوتا ہے کیونکہ مصدر کے عمل کا مدار اس پر ہے کہ جہاں مصدر عمل کرے وہاں فعل اور اَنْ مصدریہ کو فرض کیا جاتا ہے اور الف لام کے داخل ہونے کی صورت میں فعل اور اَنْ کو فرض کرنا ممکن نہیں ہے تو چاہیے تھا کہ اس کا عمل مطلقاً ممنوع ہوتا لیکن یہ مانع ضعیف ہے اُس لئے تقلیل عمل کا قول لیا گیا ہے۔

قولہ فَاِنْ كَانَ مُطْلَقًا الخ | اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو عمل نہیں کرے گا جیسا کہ گزرا لیکن اگر وہ مصدر مفعول مطلق فعل کا بدل ہے یعنی مفعول مطلق فعل محذوف کا قائم مقام ہے تو دونوں صورتیں جائز ہیں فعل بھی عمل کر سکتا ہے کیونکہ وہ عمل میں اصل ہے اور مصدر بھی کیونکہ یہ فعل کا قائم مقام ہے پھر مصدر کے عمل کی بھی دو صورتیں ہیں بعض کے نزدیک فعل کا نائب ہو کر عمل کرے گا اور بعض کے نزدیک بالاستقلال اور بالاصالہ عمل کرے گا کیونکہ وہ فعل کے مثل ہے۔

اِسْمُ الْفَاعِلِ مَا اشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لِمَنْ قَامَ بِهٖ بِمَعْنَى الْحُدُوْثِ وَصِيْغَتُهٗ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ عَلٰى فَاعِلٍ وَمِنْ غَيْرِهٖ عَلٰى صِيْغَةِ الْمُضَارِعِ بِمِيْمٍ مَّضْمُوْمَةٍ وَكَسْرِ مَا قَبْلَ الْاٰخِرِ نَحْوُ مُدْخِلٍ وَ مُسْتَغْفِرٍ وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهٖ بِشَرْطِ مَعْنَى الْحَالِ اَوِ الْاِسْتِقْبَالِ وَ الْاِعْتِمَادِ عَلٰى صَاحِبِهٖ اَوِ الْهَمْزَةِ اَوْ مَا فَاِنْ كَانَ لِلْمَاضِيْ وَجَبَتِ الْاِضَافَةُ مَعْنًى خِلَافًا لِلْكِسَائِيِّ فَاِنْ كَانَ لَهٗ مَعْمُوْلٌ اٰخَرُ فَبِفِعْلٍ مُقَدَّرٍ نَحْوُ زَيْدٌ مُعْطِيْ عَمْرٍو دِرْهَمًا اَمْسِ فَاِنْ دَخَلَتِ اللَّامُ اِسْتَوَى الْجَمِيْعُ وَمَا وُضِعَ مِنْهُ لِلْمُبَالَغَةِ كَضَرَّابٍ وَضَرُوْبٍ وَمِضْرَابٍ وَعَلِيْمٍ وَ حَذِرٍ مِثْلُهٗ وَ الْمُثَنّٰى وَالْمَجْمُوْعُ مِثْلُهٗ وَيَجُوْزُ حَذْفُ النُّوْنِ مَعَ الْعَمَلِ وَالتَّعْرِيْفِ تَخْفِيْفًا

ترجمہ: اسم فاعل (وہ اسم) ہے جو فعل سے مشتق ہو (تاکہ دلالت کرے) اس ذات پر جس کے ساتھ فعل قائم ہے بمعنی حدوث کے اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے فاعل کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے مضارع کے صیغہ پر آتا ہے میم مضموم لگانے کے ساتھ اور آخر سے ماقبل کسرہ دینے کے ساتھ جیسے مُدْخِلٌ اور مُسْتَغْفِرٌ اور یہ اپنے فعل (معروف) والا عمل کرتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ اسم فاعل حال یا استقبال کے معنی میں ہو اور (اس شرط کے ساتھ کہ) اسم فاعل نے ذوالحال پر اعتماد کیا ہو یا ہمزہ استفہام یا حرف نفی پر پس اگر اسم فاعل بمعنی ماضی ہو تو معنیٰ اضافت کرنا واجب ہے اور یہ بات کسائی نحوی کے خلاف ہے جب اس (اسم فاعل) کا (مضاف الیہ کے علاوہ) کوئی معمول ہو تو (وہ معمول ہوگا) فعل مقدر کا جیسے زَيْدٌ مُعْطِيْ عَمْرٍو درهماً اَمْسِ اگر اسم فاعل پر الف لام داخل ہو تو اس وقت

تمام برابر ہیں (خواہ زمانہ ماضی ہو یا مضارع یا حال اسم فاعل عمل کرے گا) اور وہ اسماء جو اس (اسم فاعل) سے مبالغہ کے لئے وضع کئے گئے ہوں جیسے ضَرَّابٌ ضُرُوْبٌ مِضْرَابٌ عَلِيْمٌ حَذِرٌ وغیرہ عمل کرنے میں اسم فاعل کی طرح ہیں اور تثنیہ وجمع شروط و عمل میں اسم فاعل کی طرح ہیں اور جائز ہے (اسم فاعل کے) نون کو حذف کرنا عمل کے ساتھ اور لام تعریف کے ساتھ تخفیف کی غرض سے (جب کہ اسم فاعل عامل ہو اور معرفہ ہو)۔

تشریح: قوله اِسْمُ الْفَاعِلِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ اسم فاعل کو ذکر کرتے ہیں اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو تا کہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل قائم ہو بطریق حدوث اور تجدد کے ۔

فوائد قیود: مصنفؒ نے لفظ ما کہا تو اس میں مشتق و غیر مشتق سب داخل تھے جب کہا ما اشتق تو اس سے غیر مشتق نکل گئے اور اسم مفعول اور صفت مشبہ اسماء زمان اور مکان اور اسم آلہ اور اسم تفضیل سب داخل تھے جب کہا من قام بہ تو اس سے اسم مفعول اسم آلہ اسم زمان و مکان نکل گئے کیونکہ ان کے ساتھ فعل قائم نہیں ہوتا جب بمعنی الحدوث کہا تو اس سے صفت مشبہ اور اسم تفضیل بھی نکل گئے کیونکہ ان کا معنی حدوثی نہیں ہوتا۔

قوله وَصِيْغَتُهُ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ الخ | اسم فاعل ثلاثی مجرد سے فاعل کے وزن پر آتا ہے جیسے نصر سے نَاصِرٌ ضَرَبَ سے ضَارِبٌ اور غیر ثلاثی مجرد کے ہر باب سے فعل مضارع کے وزن پر آتا ہے لیکن تھوڑے سے تغیر کے ساتھ وہ اس طرح کہ علامت مضارع گرا کر شروع میں میم مضموم لگا دیں اور آخر میں سے ماقبل کو کسرہ دیدیں جیسے يُدْخِلُ سے مُدْخِلٌ اور يَسْتَغْفِرُ سے مُسْتَغْفِرٌ۔

قوله وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ اسم فاعل کے عمل کو ذکر کرتے ہیں کہ اسم فاعل اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے خواہ وہ فعل لازمی ہو یا متعدی اپنے فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دیتا ہے اور اسم فاعل دو شرطوں کے ساتھ عمل کرتا ہے۔ (۱) اسم فاعل حال یا استقبال کے معنی میں ہو (۲) اسم فاعل نے ان چھ چیزوں میں سے کسی ایک چیز پر اعتماد کیا ہو یعنی اس سے پہلے مندرجہ ذیل چھ چیزوں میں سے کوئی ایک ہو۔

(۱) ذوالحال ہو جیسے جَاءَ نِيْ زَيْدٌ رَاكِباً غُلَامُهُ فَرَسًا (۲) ھمزہ استفہام ہو جیسے اَضَارِبٌ زَيْدٌ عَمْرًوا (۳) یا مانافیہ ہو جیسے مَا قَائِمٌ زَيْدٌ (۴) یا مبتدا ہو جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ (۵) یا موصوف ہو جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَارِبٍ اَبُوْهُ بَكْرًا (۶) موصول ہو جیسے جَاءَ نِيْ الْقَائِمُ اَبُوْهُ ـ

قولہ فَإِنْ كَانَ لِلْمَاضِي الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اگر اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہو تو اس وقت اسم فاعل جمہور کے نزدیک عمل نہیں کرے گا کیونکہ اس کے عمل کی شرط ان کے نزدیک یہ ہے کہ اسم فاعل حال یا استقبال کے معنی میں ہو اگر یہ شرط مفقود ہے تو جب اسم فاعل عمل نہیں کرے گا تو اس وقت اضافت معنوی واجب ہو گی لیکن کسائی کے نزدیک اس صورت میں بھی اضافت معنوی واجب نہیں ہو گی بلکہ اسم فاعل خواہ ماضی کے معنی ہو پھر بھی عمل کرے گا لہذا اگر اضافت کریں گے تو اضافت لفظی ہو گی۔

قولہ فَإِنْ كَانَ لَهُ مَعْمُولٌ الخ | یعنی اگر اسم فاعل کے لئے اس کے اسم کے علاوہ جس کی طرف وہ مضاف ہے اور بھی کوئی معمول ہو تو اس کا منصوب ہونا فعل مقدر کے سبب سے ہو گا اسم فاعل اسے نصب نہیں دیگا جیسے زَيْدٌ مُعْطِي عَمْرٍو دِرْهَمًا امس اس میں معطی صیغہ اسم فاعل کے مضاف الیہ کے سوا دوسرا معمول بھی موجود ہے یعنی درھما لہذا اس کا نصب معطی کے مفعول ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ یہاں ایک فعل مقدر ہے یعنی اعطی وہ اسکے لئے ناصب ہے کیونکہ جب یہ کہا گیا کہ زید عمرو کو گذشتہ کل دینے والا تھا اس پر سوال ہوا کہ کیا دیا اس کے جواب میں کہا دِرْهَمًا أَيْ أَعْطَى دِرْهَمًا

قولہ فَإِنْ دَخَلَتِ اللَّامُ الخ | لیکن اگر اسم فاعل پر الف لام داخل ہو تو اسم فاعل بہر صورت عمل کرے گا خواہ اسمیں حال یا استقبال کا معنی ہو خواہ ماضی کا جیسے مَرَرْتُ بِالضَّارِبِ أَبُوهُ زَيْداً أَمْسِ —

قولہ وَمَا وُضِعَ مِنْهُ لِلْمُبَالَغَةِ الخ | ہر وہ اسم فاعل جو مبالغہ کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے ضَرَّابٌ ضَرُوبٌ مِضْرَابٌ عَلِيمٌ حَذِرٌ وغیرہ عمل اور شرطوں میں اسم فاعل کی طرح ہیں یعنی جو عمل اور شرائط عمل اسم فاعل کے لئے ہیں وہی مبالغہ کیلئے بھی ہیں اور اسی طرح مبالغہ کے تثنیہ اور جمع کا صیغہ عمل اور شرائط عمل میں اسم فاعل کے مفرد کی طرح ہے۔

قولہ وَيَجُوزُ حَذْفُ النُّونِ الخ | اسم فاعل کے تثنیہ اور جمع سے نون کا حذف جائز ہے جب دو شرطیں پائی جائیں (۱) یہ کہ وہ عامل ہو (۲) معرفہ ہو اور یہ حذف تخفیف کی غرض سے ہوتا ہے۔

اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ مَا اشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لِمَنْ وَقَعَ عَلَيْهِ وَصِيغَتُهُ مِنَ الثُّلَاثِي الْمُجَرَّدِ عَلَى مَفْعُوْلٍ وَمِنْ غَيْرِهِ عَلَى صِيغَةِ الْفَاعِلِ بِفَتْحِ مَا قَبْلَ الْآخِرِ كَمُسْتَخْرَجٍ وَأَمْرُهُ فِي الْعَمَلِ وَ الْاِشْتِرَاطِ كَأَمْرِ الْفَاعِلِ مِثْلُ زَيْدٌ مُعْطًى غُلَامُهُ دِرْهَمًا اَلصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ مَا اشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لَازِمٍ لِمَنْ قَامَ بِهِ عَلَى مَعْنَى الثُّبُوْتِ وَصِيغَتُهَا مُخَالِفَةٌ لِصِيغَةِ الْفَاعِلِ عَلَى حَسَبِ السِّمَاعِ كَحَسَنٍ وَ صَعْبٍ وَشَدِيدٍ وَ تَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهَا مُطْلَقًا۔

ترجمہ: اسم مفعول وہ (اسم) ہے جو مشتق ہو (موضوع ہے) اس ذات کے لیے جس پر فعل واقع ہو اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مفعول کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کے صیغے کی طرح آتا ہے لیکن آخر سے ما قبل فتحہ لگانے کے ساتھ اور اسم مفعول کا حکم عمل میں اور شرطوں میں اسم فاعل کے حکم کی طرح ہے جیسے زَیْدٌ مُعْطیً غُلَامُہٗ دِرْھَمًا صفت مشبہ وہ (اسم) ہے جو فعل لازم سے مشتق ہو (تاکہ دلالت کرے) اس ذات پر جس کے ساتھ فعل قائم ہو ثبوت کے معنی میں اور اس کے صیغے اسم فاعل کے صیغوں کے خلاف ہیں سماع کے مطابق ہیں جیسے حَسَنٌ صَعْبٌ اور شَدِیْدٌ اور اپنے فعل جیسا عمل کرتی ہے مطلقاً

تشریح: قولہ اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ مَا اشْتُقَّ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ اسم مفعول کو ذکر کرتے ہیں اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو اور فعل اسپر واقع ہو رہا ہو اور ثلاثی مجرد سے اسم مفعول مَفْعُوْلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے نَصَرَ سے مَنْصُوْرٌ اور ضَرَبَ سے مَضْرُوْبٌ اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کے وزن پر آتا ہے مگر اسم مفعول میں آخر سے ما قبل مفتوح ہوتا ہے جیسے یَسْتَخْرِجُ سے مُسْتَخْرَجٌ اور یَسْتَنْصِرُ سے مُسْتَنْصَرٌ۔

قولہ وَاَمْرُہٗ فِی الْعَمَلِ الخ | اسم مفعول اسم فاعل کی طرح عمل کرتا ہے انہی شرائط کے ساتھ جو اسم فاعل میں بیان ہوئیں پہلی شرط یہ ہے کہ اسم مفعول حال اور استقبال کے معنی میں ہو دوسری شرط یہ ہے کہ اسم مفعول سے قبل مبتدا یا موصوف یا موصول یا ذوالحال یا ہمزہ استفہام یا حرف نفی ہو جیسے زَیْدٌ مُعْطیً غُلَامُہٗ دِرْھَمًا۔

قولہ اَلصِّفَۃُ الْمُشَبَّھَۃُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ صفت مشبہ کو ذکر کرتے ہیں صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہو تاکہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل قائم ہو ثبوت کے معنی میں۔

قولہ وَصِیْغَتُھَا الخ | صفت مشبہ کا صیغہ اسم فاعل کے صیغے کے مخالف ہے صفت مشبہ کا اسم فاعل سے چار طرح فرق ہے (۱) صفت مشبہ فعل لازم سے مشتق ہوتی ہے اور اسم فاعل مطلقا فعل سے خواہ لازم ہو یا متعدی (۲) صفت مشبہ کے اوزان سماعی ہیں اور اسم فاعل کے صیغے قیاسی ہیں اور اسم فاعل کے صیغے فاعل کے وزن پر آتے ہیں جب کہ صفت مشبہ کے صیغے فاعل کے وزن پر نہیں آتے (۳) اسم فاعل اس وقت عمل کرتا ہے جب کہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو صفت مشبہ میں خواہ ماضی کا معنی ہو یا حال واستقبال کا ہر صورت میں عمل کرتی ہے (۴) صفت مشبہ میں دوام اور استمرار ہوتا ہے اور اسم فاعل حدوث پر دلالت کرتا ہے۔

قولہ وَصِیْغَتُھَا مُخَالِفَۃٌ الخ | صفت مشبہ کے تین اوزان ہیں (۱) فَعَلٌ جیسے حَسَنٌ (۲) فَعْلٌ جیسے

صعب (۳) فَعِیْلٌ جیسے شَدِیْدٌ صفت مشبہ مطلقاً اپنا فعل والا عمل کرتی ہے یعنی بغیر شرط زمانہ ماضی حال اور استقبال کے

وَتَقْسِيْمُ مَسَائِلِهَا اَنْ تَكُوْنَ الصِّفَةُ بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدَةً وَمَعْمُوْلُهَا مُضَافًا اَوْ بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدًا عَنْهُمَا فَهٰذِهِ سِتَّةٌ وَالْمَعْمُوْلُ فِىْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهَا مَرْفُوْعٌ وَمَنْصُوْبٌ وَمَجْرُوْرٌ فَصَارَتْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ فَالرَّفْعُ عَلَى الْفَاعِلِيَّةِ وَالنَّصْبُ عَلَى التَّشْبِيْهِ بِالْمَفْعُوْلِ فِى الْمَعْرِفَةِ وَعَلَى التَّمْيِيْزِ فِى النَّكِرَةِ وَالْجَرُّ عَلَى الْاِضَافَةِ وَتَفْصِيْلُهَا حَسَنٌ وَجْهُهٗ ثَلٰثَةٌ وَكَذٰلِكَ حَسَنُ الْوَجْهِ وَحَسَنٌ وَجْهٌ اَلْحَسَنُ وَجْهٍ اَلْحَسَنُ الْوَجْهُ اَلْحَسَنُ وَجْهٌ اِثْنَانِ مِنْهَا مُمْتَنِعَانِ مِثْلُ اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ اَلْحَسَنُ وَجْهٍ وَاخْتُلِفَ فِىْ حَسَنُ وَجْهِهٖ وَالْبَوَاقِىْ مَا كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرٌ وَاحِدٌ مِنْهَا اَحْسَنُ وَمَا كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرَانِ حَسَنٌ وَمَالَا ضَمِيْرَ فِيْهِ قَبِيْحٌ وَمَتٰى رَفَعْتَ بِهَا فَلَا ضَمِيْرَ فِيْهَا فَهِىَ كَالْفِعْلِ وَاِلَّا فَفِيْهَا ضَمِيْرُ الْمَوْصُوْفِ فَتُؤَنَّثُ وَتُثَنّٰى وَتُجْمَعُ وَاِسْمَا الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ غَيْرَ الْمُتَعَدِّيَيْنِ مِثْلُ الصِّفَةِ فِيْمَا ذُكِرَ۔

ترجمہ: اس (صفت مشبہ) کے مسائل کی تقسیم (اٹھارہ قسمیں بنتی ہیں) وہ اس طرح کہ صفت مشبہ یا معرف باللام ہوگی یا معرف باللام سے خالی ہوگی (ہر تقدیر پر) اسکا معمول مضاف ہوگا یا معرف باللام یا دونوں سے خالی ہوگا پس یہ چھ قسمیں بن گئیں ان میں سے ہر ایک کا معمول مرفوع ہوگا یا منصوب یا مجرور ہوگا پس (چھ کو تین سے ضرب دینے سے اٹھارہ صورتیں بن گئیں) پس رفع فاعلیت کی بنا پر ہوگا اور نصب مفعول کے ساتھ مشابہت کی بنا پر ہوگا معرفہ میں اور نکرہ ہونے کی صورت میں نصب تمیز ہونے کی بناء پر ہوگا اور جر اضافت کی بناء پر اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ حَسَنٌ وَجْهُهٗ اسی طرح حَسَنُ الْوَجْهِ اور حَسَنٌ وَجْهٍ اور الحسن وجہہ اور اَلْحَسَنُ الْوَجْهِهٖ اور اَلْحَسَنُ وَجْهٍ ان میں دو صورتیں ممتنع ہیں اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ اور اَلْحَسَنُ وَجْهٍ اور اختلاف کیا گیا ہے حَسَنُ وَجْهِهٖ میں اور باقی صورتیں جن میں ایک ضمیر ہے ان صورتوں میں سے وہ احسن ہیں اور جن میں دو ضمیریں ہوں وہ حسن ہیں اور جس صورت میں ضمیر نہیں وہ قبیح ہے اور جب رفع دیا جائے گا (صفت مشبہ) کی وجہ سے تو اس میں ضمیر نہیں ہوگی پس یہ فعل کی طرح ہوگی ورنہ اس میں ضمیر موصوف ہوگی پس (صفت مشبہ) مؤنث لایا جائے گا اور تثنیہ اور جمع لایا جائے گا اور اسم فاعل اور اسم مفعول جب متعدی نہ ہوں تو صفت مشبہ کی طرح ہیں ان تمام صورتوں میں جو ذکر کی گئیں ہیں۔

تشریح :قوله وَتَقْسِيمُ مَسَائِلِهَا الخ | یہاں سے مصنف "صفت مشبہ کی تقسیم کرتے ہیں صفت مشبہ یا تو معرف باللام ہو گی یا نہ اور ہر تقدیر پر اسکا معمول مضاف ہو گا جو معرف باللام ہو گا یا مضاف ہو گا یا دونوں سے خالی ہو گا یعنی نہ معرف باللام ہو گا نہ مضاف تو تین کو دو سے ضرب دینے سے چھ قسمیں حاصل ہوئیں پھر ان چھ قسموں میں ہر ایک مرفوع ہو گی یا منصوب یا مجرور ہو گی تو چھ کو تین سے ضرب دینے سے اٹھارہ قسمیں حاصل ہو گئیں

تفصیل :(۱) صفت مشبہ معرف باللام سے خالی ہو اور اس کا معمول مضاف ہو اور اس پر تین اعراب پڑھے جائیں جیسے حَسَنُ وَجْهِهٖ (۲) صفت مشبہ معرف باللام سے خالی ہو اور اس کا معمول معرف باللام ہو اور اس پر تین اعراب پڑھے جائیں جیسے حَسَنُ الْوَجْهِ (۳) مشبہ معرف باللام سے خالی ہو اور اس کا معمول بھی معرف باللام اور اضافت سے خالی ہو اور اسپر تین اعراب ہوں گے حَسَنُ وَجْهٍ (۴) صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف ہو اور اس پر تین اعراب پڑھے جائیں جیسے اَلْحَسَنُ الْوَجْهِهٖ (۵) صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول بھی معرف باللام ہو اور اس پر تین اعراب ہیں جیسے اَلْحَسَنُ الْوَجْهِ (۶) صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول معرف باللام اور مضاف نہ ہو اور تینوں اعراب اس پر ہوں جیسے اَلْحَسَنُ وَجْهٍ۔

قوله فَالرَّفْعُ عَلَى الْفَاعِلِيَّةِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ صفت مشبہ کے معمول میں رفع فاعلیت کی بناپر ہو گا اور اسکا نصب جب کہ اسکا معمول معرفہ ہو مفعول کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے ہو گا نہ کہ مفعولیت کی بناپر، کیونکہ فعل لازم مفعول کو نہیں چاہتا اور صفت مشبہ کا معمول جب نکرہ ہو تو اس پر نصب تمیز ہونے کی بناپر ہو گا۔

قوله اِثْنَانِ مِنْهَا الخ | ان مذکورہ اٹھارہ صورتوں میں سے دو ممتنع ہیں یعنی جب صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف ہو تو یہ صورت ممتنع ہے جیسے اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اضافت کیوجہ سے تخفیف حاصل نہیں ہوئی الحسن میں جو تنوین حذف ہوتی ہے وہ اضافت کی وجہ سے نہیں بلکہ الف لام کی وجہ سے ہوئی ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف ہو نہ معرف باللام ہو جیسے الحسن وجہٖ یہ صورت ممتنع ہے کیونکہ اس میں معرفہ کی نکرہ کی طرف اضافت ہو رہی ہے حالانکہ نکرہ کی معرفہ کی طرف اضافت ہوتی ہے نہ اس کے برعکس لہذا یہ ممتنع ہے۔

قولہ وَ اخْتُلِفَ فِیْ حَسَنِ وَجْهِهٖ الخ | صفت مشبہ معرف باللام نہ ہو اور اس کا معمول مضاف ہو جیسے حَسَنُ وَجْهِهٖ اس ترکیب کی صحت میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک صحیح ہے اور بعض غیر صحیح کہتے ہیں صحیح نہ ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس صورت میں اضافۃ الشیٔ الی نفسہ کی خرابی لازم آتی ہے اس لئے حسن اور وجہ دونوں ایک ہیں کیونکہ جو حسن ہے وہ وجہ ہی ہے اور اضافت الشیٔ الی نفسہ باطل ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں اضافت لفظی ہے اور اضافت لفظی کا فائدہ تخفیف فی اللفظ ہے جو یہاں حاصل نہیں ہو رہا کیونکہ مضاف الیہ سے ضمیر حذف نہیں ہوئی اور جو صحیح کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اضافت الشی الی نفسہ کی خرابی لازم نہیں آتی ہے کیونکہ حسن عام ہے الوجہ سے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں فی الجملہ تخفیف حاصل ہو رہی ہے کہ مضاف سے تنوین حذف ہو گی۔

قولہ وَالْبَوَاقِیْ مَاکَانَ فِیْهِ الخ | اور باقی پندرہ صورتوں میں سے بعض احسن ہیں بعض حسن اور بعض قبیح ہیں جس صورت میں ایک ضمیر ہے وہ احسن ہے اس لیے کہ اسمیں ضمیر بقدر حاجت ہے اور خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ کی مصداق ہے اور جن صورتوں میں دو ضمیریں ہیں وہ حسن ہیں یعنی ایک ضمیر صفت مشبہ میں دوسری ضمیر اس کے معمول میں ہے تو یہ حسن ہے احسن نہیں، حسن اس لئے ہے کہ بقدر حاجت ضمیر موجود ہے اور احسن اس لئے نہیں کہ احتیاج سے زائد پر مشتمل ہے اور جن صورتوں میں کوئی ضمیر نہیں وہ قبیح ہیں اس لیے کہ ضمیر نہ ہونے کی وجہ سے مقصود فوت ہو جائے گا کیونکہ صفت کو موصوف کے ساتھ ربط دینے کیلئے ضمیر کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ ان میں موجود نہیں۔

قولہ وَمَتٰی رَفَعَتْ بِهَا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ جب صفت مشبہ اپنے معمول کو رفع دے تو وہ فعل کے حکم میں ہو گی اور فاعل اس وقت لفظوں میں ہو گا ضمیر نہیں مان سکتے اگر ضمیر مانیں گے تو تعدد فاعل لازم آئیگا اور اگر صفت مشبہ اپنے معمول کو رفع نہ دے تو اس وقت فاعل اسمیں ضمیر ہو گا اور صفت مشبہ تذکیر و تانیث تثنیہ وجمع میں اپنے موصوف کے مطابق ہو گی جیسے هِنْدٌ حَسَنَةٌ وَجْهٍ حَسَنَةٌ وَجْهًا تثنیہ کی مثال جیسے اَلزَّیْدَانِ حَسَنَا وَجْهٍ یا حَسَنَانِ وَجْهًا اور جمع کی مثال جیسے الزیدون حسنوا وجہٍ یا الزیدون حسنون وجھا

قولہ وَاِسْمَا الْفَاعِلِ وَ الْمَفْعُوْلِ الخ | اسم فاعل اور اسم مفعول جب متعدی نہ ہوں تو یہ صفت مشبہ کی طرح ہیں لہذا ان کی بھی صفت مشبہ کی طرح اٹھارہ صورتیں بنیں گی بعض صورتیں احسن ہوں گی بعض حسن اور بعض قبیح ہوں گی۔

اِسْمُ التَّفْضِيْلِ مَا اشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لِمَوْصُوْفٍ بِزِيَادَةٍ عَلٰى غَيْرِهٖ وَهُوَ اَفْعَلُ وَشَرْطُهٗ اَنْ يُبْنٰى مِنْ ثُلَاثِيٍّ مُجَرَّدٍ لِيُمْكِنَ مِنْهُ وَلَيْسَ بِلَوْنٍ وَلَا عَيْبٍ لِاَنَّ مِنْهُمَا اَفْعَلُ لِغَيْرِهٖ مِثْلُ زَيْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ فَاِنْ قُصِدَ غَيْرُهٗ تُوُصِّلَ اِلَيْهِ بِاَشَدَّ مِثْلُ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ اِسْتِخْرَاجًا وَّ بَيَاضًا وَعَمًى وَقِيَاسُهٗ لِلْفَاعِلِ ۔ جَآءَ لِلْمَفْعُوْلِ نَحْوُ اَعْذَرُ وَاَلْوَمُ وَاَشْغَلُ وَ اَشْهَرُ وَيُسْتَعْمَلُ عَلٰى اَحَدِ ثَلٰثَةِ اَوْجُهٍ مُضَافًا بِمِنْ اَوْمُعَرَّفًا بِاللَّامِ فَلَايَجُوْزُ زَيْدٌ الْاَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَلَا زَيْدٌ اَفْضَلُ اِلَّا اَنْ يُّعْلَمَ فَاِذَا اُضِيْفَ فَلَهٗ مَعْنَيَانِ اَحَدُهُمَا وَهُوَالْاَكْثَرُ اَنْ تُقْصَدَ بِهِ الزِّيَادَةُ عَلٰى مَنْ اُضِيْفَ اِلَيْهِ يَشْتَرِطُ اَنْ يَكُوْنَ مِنْهُمْ مِثْلُ زَيْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ فَلَايَجُوْزُ يُوْسُفُ اَحْسَنُ اِخْوَتِهٖ لِخُرُوْجِهٖ عَنْهُمْ بِاِضَافَتِهِمْ اِلَيْهِ وَالثَّانِيْ اَنْ تُقْصَدَ زِيَادَةٌ مُطْلَقَةٌ وَيُضَافُ لِلتَّوْضِيْحِ فَيَجُوْزُ يُوْسُفُ اَحْسَنُ اِخْوَتِهٖ

ترجمه :اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو (تا کہ دلالت کرے) موصوف پر کچھ زیادتی کے ساتھ اپنے غیر کے مقابلے میں اور وہ افعل کے وزن پر ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ بنایا جاتا ہے ثلاثی مجرد سے تاکہ ممکن ہو اس سے بنانا (اور اس کے غیر سے ممکن نہیں) اور (شرط) یہ ہے کہ اسمیں لون وعیب کا معنی نہ ہو اس لئے کہ ان دونوں سے (لون اور عیب سے) افعل کا صیغہ غیر اسم تفضیل کیلئے آتا ہے جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ اور اگر قصد کیا جائے اس کے غیر کا (غیر ثلاثی مجرد اور لون وعیب سے اسم تفضیل بنانے کا) تو اس کی طرف پہنچا جائے گا اشد کے ساتھ جیسے هو اشد منه استخراجا و بیاضا وعمی اسم تفضیل کا قیاس یہ ہے کہ فاعل کے لئے ہو اور کبھی مفعول کے لئے بھی آتا ہے جیسے اَعْذَرُ وَاَلْوَمُ اَشْغَلُ وَاَشْهَرُ اسم تفضیل استعمال ہوتا ہے تین طریقوں میں سے ایک طریقے پر اضافت کے ساتھ یا من کے ساتھ یا الف لام کے ساتھ پس جائز نہیں ہے زَیْدُنِ اَلْاَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو اور نہ ہی جائز ہے زَیْدُنِ الْاَ فْضَلُ مگر یہ کہ قرائن سے معلوم کیا جائے جب اسم تفضیل کی اضافت کی جائے پس اس کے لئے دو معنی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اکثر ہے کہ ارادہ کیا جائے (اسم تفضیل) کے ساتھ زیادتی کا اس پر جس کی

طرف اضافت کی گئی ہے پس شرط یہ ہے کہ ان میں سے ہو جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ پس جائز نہیں ہے کہ یُوْسُفُ اَحْسَنُ اِخْوَتِہٖ بوجہ اسکے نکلنے کے ان (بھائیوں) سے بوجہ ان کی اضافت کے اس کی طرف دوسرا معنی یہ ہے کہ قصد کیا جائے زیادتی کا اور اضافت کی جائے توضیح کے لئے پس جائز ہے یوسف احسن اخوتہ –

تشریح: قولہ اِسْمُ التَّفْضِیْلِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ اسم تفضیل کی تعریف کرتے ہیں اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو اور اس ذات پر دلالت کرے جس میں بنسبت دوسری چیز کے کسی زیادتی کا معنی پایا جائے اور اس کا وزن افعل ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ثلاثی مجرد سے بنایا جائے اس لئے کہ ثلاثی مجرد کے غیر سے افعل کا صیغہ بنانا ممکن نہیں اور ثلاثی مجرد بھی ایسا ہو جس میں لون اور عیب کا معنی نہ پایا جائے جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ اگر لون اور عیب سے بھی افعل کا صیغہ بنایا جائے تو التباس پیدا ہو جائے گا اس لئے کہ جس میں لون اور عیب کا معنی ہو اس کا صیغہ افعل غیر اسم تفضیل کے لئے آتا ہے جس میں زیادتی کا معنی معتبر نہیں ہوتا جیسے اَحْمَرُ اور اَصْفَرُ –

قولہ فَاِنْ قُصِدَ غَیْرُہٗ الخ | اگر غیر ثلاثی مجرد یا لون وعیب سے بنانا مقصود ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ لفظ اشد یا اس کے ہم مثل کو ذکر کر کے اس فعل کے مصدر کو بطور تمیز کے ذکر کریں جیسے اشد منہ استخراجا و بیاضا و عمی –

قولہ وَقِیَاسُہٗ لِلْفَاعِلِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان فرما رہے ہیں کہ اسم تفضیل میں قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ فاعل کے معنی کی زیادتی بیان کرے کبھی مفعول کے معنی کی زیادتی بیان کرنے کے لئے بھی آتا ہے جیسے اعذر بمعنی زیادہ معذور اور الوم بمعنی زیادہ ملامت کیا ہوا اور اشغل بمعنی زیادہ مشغول –

قولہ وَیُسْتَعْمَلُ عَلٰی اَحَدِ ثَلٰثَۃٍ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان فرمارہے ہیں کہ اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ضرور ہوگا یا اضافت کے ساتھ جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ یا اسم تفضیل کا استعمال من کے ساتھ ہوگا جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو اور یا پھر الف لام کیساتھ ہوگا جیسے جاءنی زَیْدُنِ الْاَفْضَلُ –

قولہ فَلَا یَجُوْزُ زَیْدُنِ الْاَفْضَلُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اگر اسم تفضیل کے تین طریقوں میں سے دو طریقے ایک مثال میں جمع ہو جائیں یا تین طریقوں میں سے کوئی طریقہ بھی نہ پایا جائے تو یہ صحیح نہیں جیسے زَیْدُنِ الْاَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو اس مثال میں اسم تفضیل کے دو طریقے پائے جا رہے ہیں ایک

الف لام دوسرا من لہذا یہ مثال صحیح نہیں ہے اور زَیْدٌ اَفْضَلُ بھی صحیح نہیں کیونکہ اسمیں تین طریقوں میں سے ایک طریقہ بھی نہیں پایا جارہا۔ لیکن جب مفضل کی فضیلت مفضل علیہ پر قرائن سے معلوم ہو رہی ہو جیسے اللہ اکبر اسمیں مفضل کی فضیلت مفضل علیہ پر قرائن کے ساتھ معلوم ہو رہی ہے اَیْ اَکْبَرُ مِنْ کُلِّ کَبِیْرٍ اس لئے یہ مثال ذکر کرنا صحیح ہے اگرچہ اسم تفضیل کے طرق ثلثہ میں سے ایک بھی نہیں پایا جارہا۔

قولہ فَاِذَا اُضِیْفَ فَلَہٗ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ جب اسم تفضیل اضافت کے ساتھ استعمال ہو تو اس وقت اسم تفضیل کے دو معنی ہوں گے (۱) اسم تفضیل کی فاعل کے مضاف الیہ پر زیادتی مقصود ہو اور یہی معنی اکثر استعمال ہوتا ہے اور جب اسم تفضیل اس معنی میں مستعمل ہو تو ضروری ہے کہ مفضل مفضل علیہ کی جنس سے ہو جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ اس مثال میں زید مفضل ہے اور مفضل علیہ یعنی الناس میں داخل ہے اگر مفضل مفضل علیہ کے مفہوم میں داخل نہ ہو تو یہ معنی صحیح نہ ہوگا جیسے یُوْسُفُ اَحْسَنُ اِخْوَتِہٖ اسمیں یوسف مفضل اخوۃ سے یعنی مفضل علیہ کے مفہوم سے خارج ہے اور نہ وہ یوسف علیہ السلام کے حسن اور نبوت میں داخل ہے۔

(۲) دوسرا معنی یہ ہے کہ مطلق زیادتی کا قصد کیا جائے اور مضاف الیہ پر زیادتی مقصود نہ ہو اس صورت میں اسم تفضیل کی اضافت صرف توضیح کے لئے ہوگی نہ کہ مضاف الیہ پر فضیلت کیلئے پس اس وقت یُوْسُفُ اَحْسَنُ اِخْوَتِہٖ کی مثال جائز ہوگی یعنی جب مقابل پر زیادتی مقصود نہیں بلکہ مطلق زیادتی مقصود ہے تو یہ مثال جائز ہوگی اور اس میں مفضل کا مفضل علیہ میں دخول شرط نہیں۔

وَیَجُوْزُ فِی الْاَوَّلِ الْاِفْرَادُ وَ الْمُطَابَقَۃُ لِمَنْ ھُوَ لَہٗ وَ اَمَّا الثَّانِیْ وَالْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْمُطَابَقَۃِ وَالَّذِیْ بِمِنْ مُفْرَدٌ مُذَکَّرٌ لَا غَیْرُ وَلَا یَعْمَلُ فِیْ مُظْھَرٍ اِلَّا اِذَا کَانَ صِفَۃً لِشَیْءٍ وَھُوَ فِی الْمَعْنٰی لِمُسَبَّبٍ مُفَضَّلٍ بِاِعْتِبَارِ الْاَوَّلِ عَلٰی نَفْسِہٖ بِاِعْتِبَارِ غَیْرِہٖ مَنْفِیًّا مِثْلُ مَا رَاَیْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِیْ عَیْنِہِ الْکُحْلُ مِنْہُ فِیْ عَیْنِ زَیْدٍ لِاَنَّہٗ بِمَعْنَی الْحَسَنِ مَعَ اَنَّھُمْ لَوْ رَفَعُوْا لَفَصَلُوْا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ مَعْمُوْلِہٖ بِاَجْنَبِیٍّ وَھُوَ الْکُحْلُ وَلَکَ اَنْ تَقُوْلَ اَحْسَنَ فِیْ عَیْنِہِ الْکُحْلُ مِنْ عَیْنِ زَیْدٍ فَاِنْ قَدَّمْتَ ذِکْرَ الْعَیْنِ قُلْتَ مَا رَاَیْتُ کَعَیْنِ زَیْدٍ اَحْسَنَ فِیْھَا الْکُحْلُ مِثْلُ وَلَا اَرٰی فِیْ قطعۃ مَرَرْتُ عَلٰی وَادِی السِّبَاعِ وَلَا اَرٰی کَوَادِی السِّبَاعِ حِیْنَ یُظْلِمُ وَادِیًا اَقَلَّ بِہٖ رَکْبٌ اَتَوْہُ تَاَیَّۃً وَاَخْوَفَ اِلَّا مَا وَقَی اللّٰہُ سَارِیًا۔

ترجمہ: اور جائز ہے اول صورت میں اسم تفضیل کو مفرد لانا اور اسم تفضیل کو مطابق لانا اس اسم کے جسکے لئے اسم تفضیل ہے بہر حال دوسری صورت اور معرف باللام تو ان میں مطابقت ضروری ہے اور جو (اسم تفضیل) من کے ساتھ ہو تو اسم تفضیل کو مفرد مذکر لایا جائیگا نہ اسکے علاوہ اور اسم تفضیل عمل نہیں کرتا اسم ظاہر میں مگر یہ کہ اسم تفضیل کسی شی کی صفت ہو اور وہ معنی میں مسبب مفضل کے لئے ہو اول اعتبار سے اور اپنے نفس پر ہو غیر کے اعتبار سے اس حال میں کہ اسم تفضیل منفی ہو جیسے مارأیت رجلا احسن فی عینه الکحل منه فی عین زید اسلئے کہ احسن حسن کے معنی میں ہے اس کے باوجود اگر وہ رفع دیں تو فاصلہ کر دیں گے احسن اور اس کے معمول کے درمیان اجنبی کے ساتھ اور وہ الکحل ہے اور تجھے اختیار ہے اسطرح کہنے کا احسن فی عینه الکحل منه فی عین زید اور اگر تو مقدم کر دے عین کے ذکر کو تو یوں کہے ما رأیت کعین زید احسن فیھا الکحل اور جیسے لاری شاعر کے قول میں (ترجمہ) میں درندوں کی طرح وادی پر گذرا اور حال یہ ہے کہ میں نہیں دیکھتا ہوں وادی سباع کی مانند جب کہ اس کو تاریکی احاطہ کرتی ہے کوئی وادی کہ سواروں کا وہاں ٹھہرنا وادی سباع میں ٹھہرنے سے زیادہ کم ہو اور سواروں کا وہاں خوف زدہ ہونا وادی سباع میں خوف زدہ ہونے سے زیادہ ہو مگر جب کہ خدا تعالی کسی رات کو چلنے والی جماعت کی حفاظت فرمائے۔

تشریح: قوله وَيَجُوزُ فِي الْاَوَّلِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اسم تفضیل جب اضافت کے ساتھ استعمال ہو تو اس وقت اسم تفضیل کو مفرد بھی لا سکتے ہیں اور ماقبل اسم کے مطابق بھی خواہ ماقبل تثنیہ ہو یا جمع جیسے زَيْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ اور اَلزَّيْدَانِ اَفْضَلَا الْقَوْمِ، اَلزَّيْدُوْنَ اَفضلوا الْقَوْمِ

اور اسم تفضیل کو مفرد لانے کی مثالیں جیسے زید افضل القوم، الزیدان افضل القوم اور الزیدون افضل القوم، اگر اسم تفضیل میں مطلق زیادتی کا معنی ہے یا الف لام کے ساتھ ہے تو مطابقت ضروری ہے اسم تفضیل کو تثنیہ وجمع لایا جائے گا اور مطابقت کے لئے کوئی چیز مانع نہیں۔

قوله وَالَّذِيْ بِمِنْ الخ اور جب اسم تفضیل من کے ساتھ استعمال ہو تو اس وقت اسم تفضیل مفرد مذکر ہوتا ہے جیسے زَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو کیونکہ لفظ من شدت اتصال کی وجہ سے اسم تفضیل کا جزء بن چکا ہے اگر اسم تفضیل کو مونث یا جمع لائیں گے تو علامت تانیث یا جمع کا وسط کلمہ میں ہونا لازم آئیگا اور یہ محال ہے اور اگر علامت تانیث

یا جمع من کے داخل ہونے کے بعد ہو تو بھی یہ جائز نہیں اس لئے کہ من حقیقت میں دوسرا کلمہ ہے اگر من کے بعد علامت لگائیں گے تو ایک کلمہ کی علامت کا دوسرے کلمہ میں پایا جانا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں۔

قوله وَلَا يَعْمَلُ فِي مَظْهَرِ الخ | اسم تفصیل اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا کیونکہ اسم ظاہر قوی ہے اور اسم تفصیل عامل ضعیف ہے ضعیف قوی میں عمل نہیں کر سکتا بخلاف اس کے کہ اسم تفصیل کے بعد ضمیر واقع ہو تو اسم تفصیل ضمیر اسم میں عمل کرے گا کیونکہ ضمیر ضعیف ہے اور ضعیف ضعیف میں عمل کر سکتا ہے۔

قوله اِلَّا اِذَا كَانَ صِفَةً لِشَيْءٍ الخ | اس عبارت میں مصنف ایک فائدہ بیان فرمارہے ہیں کہ اسم تفصیل اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا لیکن جب تین شرطیں پائی جائیں (۱) اسم تفصیل صورۃ کسی شی کی صفت ہو (۲) اسم تفصیل کا متعلق ایک اعتبار سے مفضل اور دوسرے باعتبار سے مفضل علیہ بن رہا ہو (۳) اسم تفصیل حرف نفی کے بعد واقع ہو اگر یہ تین شرطیں پائی جائیں گی تو اسم تفصیل اسم ظاہر میں عمل کر سکتا ہے جیسے مَا رَاَيْتُ رَجُلاً اَحْسَنَ فِي عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِي عَيْنِ زَيْدٍ اس مثال میں اسم تفصیل اسم ظاہر میں عمل کر رہا ہے اور مذکورہ بالا تینوں شرائط پائی جارہی ہیں اس طرح کہ احسن اسم تفصیل ہے اور رجلا کی صفت ہے اور حقیقت میں الکحل کی صفت ہے جو رجلا کا متعلق ہے الکحل یہ اسم تفضیل کے متعلق ہے ایک اعتبار سے مفضل ہے اور ایک اعتبار سے مفضل علیہ ہے یعنی باعتبار عین زید کے مفضل علیہ اور باعتبار عین رجل کے مفضل اور اسم تفصیل حرف نفی کے بعد واقع ہے تینوں شرطوں کے پائے جانے کیوجہ سے اسم تفصیل اسم ظاہر میں عمل کر رہا ہے اس لئے ان شرائط کی وجہ سے اسم تفصیل بفعل کے معنی میں ہو جائے گا اور کحل کو احسن کا معمول بنائیں گے یہ فاعلیت کی بنا پر مرفوع ہو گا اور دوسری وجہ اس مثال میں احسن افعل التفضیل کے کحل اسم ظاہر میں عمل کرنے کی یہ ہے کہ اگر کحل کو احسن کا معمول نہ بنائیں بلکہ احسن کو خبر ہونے کی وجہ سے رفع دیں اور الکحل مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو اور مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ رجل کی صفت ہو تو اس وقت احسن اور اس کے معمول یعنی منہ کے درمیان کحل فاصل ہو جائیگا اور وہ اجنبی ہے اور اجنبی کا فاصلہ جائز نہیں لیکن جب احسن کو نصب اور کحل کو رفع دیں تو چونکہ کحل اس صورت میں احسن کا فاعل ہو گا لہذا اجنبی نہ ہوا اس لئے اسم تفصیل کا معمول اس مثال میں اسم ظاہر ہی ہو گا۔

وقوله وَلَکَ اَنْ تَقُوْلَ الخ یعنی اس عبارت میں اختصار کے لئے اَحْسَنُ فِیْ عَیْنِہٖ الْکُحْلُ مِنْ عَیْنِ زَیْدٍ کہنا بھی جائز ہے پس من عَیْنِ زَیْدٍ کو مِنْہُ فِیْ عَیْنِ زَیْدٍ کے قائم مقام کر سکتے ہیں اور زیادہ اختصار مقصود ہو توذکر عین کو مقدم کر کے مَا رَاَیْتُ کَعَیْنِ زیدٍ اَحْسَنَ فِیْهَا الْکُحْلُ بھی کہہ سکتے ہیں اور معنی وہی ہوگا کہ میں نے زید کی آنکھ کی مانند کوئی خوبصورت سرمگین آنکھ نہیں دیکھی۔

قوله مِثْلُ وَاَلا اَرٰی فِیْ قطعة الخ یہاں لفظ مثل منصوب ہے مصدر محذوف کی صفت ہونے کی بناپر عبارت یوں ہو جائیگی مارایت کعین زید احسن فیھا الکحل قولا یماثل قول الشاعر مطلب یہ بن جائے گا مارایت کعین زید احسن فیھا الکحل والی مثال مثل اس قول شاعر کے ہے اسلئے کہ شاعر نے اس جگہ مفضل علیہ کو مقدم کیا اور محل استشہاد یہ ہے کہ شعر لاارای کوادی السباع الخ ہے کہ وادی السباع جو مفضل علیہ ہے اس کو اقل اسم تفضیل پر مقدم کیا اصل میں یوں ہونا چاہیے تھا کہ لااری وادیا اقل بہ رکب منھم فی وادی السباع ۔

شان ورود : کہا گیا ہے کہ وادی سباع نہر فرات پرواقع شہر رَقَّہ میں ہے وائل بن قاسط نامی ایک شخص اس وادی میں چل رہا تھا اس کا گذر اسماء بنت وریم نامی عورت پر ہوا تو جب اس نے اسماء کو خیموں میں تنہا پایا تو اس نے اس سے خواہش پوری کرنے کا ارادہ کیا تو اس عورت نے کہا اگر تو نے ایسا اقدام کیا تو میں اپنے درندوں کو بلالوں گی اس نے کہا اس وادی میں مجھے تیرے علاوہ کوئی نظر نہیں آتا اس عورت نے کہا اچھا دیکھ پھر اس نے آواز لگائی تو کتے بھیڑیے چیتے اور ریچھ وغیرہ جانوروں کو بلایا تو آن کی آن میں وہ سارے تلواریں سونتے ہوئے آگئے تو اسنے کہا یہ تو درندوں کی وادی معلوم ہوتی ہے پھر اس نے یہ شعر کہے (اشعار کا ترجمہ عبارت کے ذیل میں گذر چکا ہے) ۔

ترکیب : مَرَرْتُ عَلٰی وَادِی السِّبَاعِ وَلاَ اَرٰی کَوَادِی السِّبَاعِ حِیْنَ یَظْلِمُ وَادِیًا
اَقَلَّ بِہٖ رَکْبٌ اَتَوْہُ تَاَیَّةً وَاَخْوَفَ اِلاَّ مَا وَقَی اللّٰہُ سَارِیًا

مررت فعل انا ضمیر بارز فاعل ، علی حرف جر وادی السباع مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور جار مجرور ظرف لغو متعلق مررت کے ہوا مررت فعل بافاعل اپنے متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واو حرف عطف لا اری فعل انا ضمیر فاعل کاف حرف جر برائے تشبیہ وادی السباع مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور جار مجرور ظرف لغو متعلق ولااری کے ہوا حین مضاف یظلم فعل ھو ضمیر مستتر فاعل راجع بسوئے وادی فعل اپنے فاعل سے مل کر مضاف

مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ ہوا الارای کاؤادیا موصوف اقل صیغہ اسم تفضیل بہ جار مجرور ظرف لغو متعلق ہوئے اقل کے رکب موصوف اتوہ فعل واو ضمیر بارز فاعل ہ ضمیر مفعول بہ منصوب محلا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صفت موصوف صفت مل کر ممیّز تایۃ تمیز ممیّز تمیز مل کر اقل کا فاعل اقل فعل بافاعل اپنے متعلق ظرف سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف اخوف صیغہ اسم تفضیل ہو ضمیر مستتر فاعل الا حرف استثناء ما مصدریہ وقی فعل لفظ اللہ فاعل ساریا اسم فاعل مفعول بہ وقی فعل و فاعل اپنے مفعول بہ سے مل کر مضاف الیہ وقت مضاف محذوف کا مضاف مضاف الیہ مل کر مستثنی مفعول فیہ اخوف کا اخوف اسم تفضیل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف معطوف علیہ معطوف سے مل کر صفت وادیا کی وادیا موصوف صفت مل کر لااری کا مفعول لااری فعل بافاعل اپنے متعلق اور مفعول بہ سے مل کر معطوف ، مررت معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

تمت بحث المبنی بحمد اللہ تعالیٰ

الفعل

اَلْفِعْلُ مَا دَلَّ عَلٰى مَعْنًى فِىْ نَفْسِهٖ مُقْتَرِنٍ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلٰثَةِ وَ مِنْ خَوَاصِّهٖ دُخُوْلُ قَدْ وَ السِّيْنِ وَسَوْفَ وَالْجَوَازِمِ وَلُحُوْقُ تَاءِ التَّانِيْثِ سَاكِنَةً وَنَحْوُ تَاءِ فَعَلْتَ اَلْمَاضِىْ مَا دَلَّ عَلٰى زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِكَ مَبْنِىٌّ عَلَى الْفَتْحِ مَعَ غَيْرِ الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَحَرِّكِ وَ الْوَاوِ اَلْمُضَارِعُ مَا اَشْبَهَ الْاِسْمَ بِاَحَدِ حُرُوْفِ نَاَيْتُ لِوُقُوْعِهٖ مُشْتَرَكًا وَتَخْصِيْصُهٗ بِالسِّيْنِ اَوْ سَوْفَ فَالْهَمْزَةُ لِلْمُتَكَلِّمِ مُفْرَدًا وَالنُّوْنُ لَهٗ مَعَ غَيْرِهٖ وَالتَّاءُ لِلْمُخَاطَبِ مُطْلَقًا وَ لِلْمُؤَنَّثِ وَالْمُؤَنَّثَيْنِ غَيْبَةً وَ الْيَاءُ لِلْغَائِبِ غَيْرِهِمَا وَحُرُوْفُ الْمُضَارِعَةِ مَضْمُوْمَةٌ فِى الرُّبَاعِىْ وَ مَفْتُوْحَةٌ فِيْمَا سِوَاهُ وَلَا يُعْرَبُ مِنَ الْفِعْلِ غَيْرُهٗ اِذَا لَمْ يَتَّصِلْ بِهٖ نُوْنُ التَّاكِيْدِ وَلَا نُوْنُ جَمْعِ مُؤَنَّثٍ۔

ترجمہ : فعل وہ (کلمہ) ہے جو دلالت کرے معنی مستقل پر اور مقترن ہو تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ اور اس کے خاصوں میں سے قد اور سین اور سوف اور حروف جوازم کا داخل ہونا اور تائے تانیث ساکنہ کا لاحق ہونا اور تاء فعلت کی مثل کا داخل ہونا ہے، ماضی وہ ہے جو دلالت کرے اس زمانے پر جو تیرے زمانے سے پہلے ہو اور یہ فتحہ پر مبنی ہوتی ہے ضمیر مرفوع متحرک اور واو کے علاوہ کے ساتھ اور مضارع وہ ہے جو اسم کے مشابہ ہو اور نایت کے حروف میں سے کسی ایک کے ساتھ ملتبس ہو بوجہ واقع ہونے اس کے (اسم کے ساتھ) حال اور استقبال میں مشترک .... اور بوجہ اس کے خاص ہونے سین یا سوف کے ساتھ پس ہمزہ متکلم مفرد کیلئے آتا ہے اور نون اس کے لئے (متکلم کیلئے) اس کے غیر کے ساتھ اور تاء حاضر کے لئے ہے مطلقاً اور تاء واحد مؤنث اور تثنیہ غائب کیلئے آتی ہے اور یاء غائب کیلئے آتی ہے ان دونوں (واحد مونث غائب تثنیہ مؤنث غائب) کے علاوہ اور حروف مضارع مضموم ہوتے ہیں رباعی میں اور مفتوح ہوتے ہیں اس (رباعی) کے ماسوا اور نہیں معرب ہوتا افعال میں سے کوئی سوائے اس (مضارع) کے جب کہ متصل نہ ہو اس کے ساتھ نون تاکید اور نون جمع مؤنث۔

تشریح: قوله اَلْفِعْلُ مَا دَلَّ الخ | صاحب کافیہ اسم کی اقسام سے فارغ ہونے کے بعد کلمہ کی تیسری قسم یعنی فعل کی اقسام بیان کرتے ہیں فعل وہ کلمہ ہے جو معنی مستقل پر دلالت کرے اور تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقترن ہو جیسے ضَرَبَ یَضْرِبُ اور نَصَرَ اور یَنْصُرُ وغیرہ -

فوائد قیود : فعل کی تعریف میں لفظ ما عام ہے اسم فعل حرف سب کو شامل ہے اور دَلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِهٖ سے حرف نکل گیا اور مقترن باحد الازمنہ الثلثہ کی قید سے اسم نکل گیا۔

قوله وَمِنْ خَوَاصِّهٖ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ فعل کے خواص بیان کرتے ہیں فعل کے خاصوں میں سے ایک خاصہ قد کا داخل ہونا ہے قد تحقیق فعل کیلئے آتا ہے اور جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے جیسے قد نصر اور جب مضارع پر داخل ہو تو تقلیل کے معنی میں کر دیتا ہے اور دوسرا خاصہ سین کا داخل ہونا ہے جیسے سیضرب اور تیسرا خاصہ سوف کا داخل ہونا ہے جیسے سوف یضرب اور چوتھا خاصہ حروف جازمہ کا داخل ہونا ہے جیسے لم یضرب لما یضرب لیضرب لایضرب ان تضرب اضرب اور پانچواں خاصہ تائے تانیث ساکنہ کا داخل ہونا ہے جیسے ضربت چھٹا خاصہ ضمیر مرفوع متصل بارز کا داخل ہونا ہے جیسے ضربتَ ضربتِ ضربتُ۔

قوله اَلْمَاضِيْ مَا دَلَّ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ فعل کی تین قسمیں بیان کرتے ہیں (۱) فعل ماضی (۲) فعل مضارع (۳) امر،

فعل ماضی وہ فعل ہے جو گذرے ہوئے زمانے پر دلالت کرے اور یہ ماضی مبنی علی الفتح ہوتی ہے جیسے ضرب بشر طیکہ اسکے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک نہ ہو جیسے ضربتُ ضربتِ ضربتَ وغیرہ کیونکہ اس صورت میں ماضی کا آخر ساکن ہوگا اگر ساکن نہ کیا جائے تو ایک کلمے میں پے در پے چار حرکات کا جمع ہونا لازم آتا ہے اور یہ ناجائز ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ فعل ماضی ضمیر واو سے خالی ہو کیونکہ جب فعل ماضی میں واو ہوگا تو واو کی مناسبت سے وہ مبنی علی الضم ہو جائے گا جیسے ضَرَبُوْا۔

قوله اَلْمُضَارِعُ مَا اَشْبَهَ الْاِسْمَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ فعل مضارع کی تعریف کرتے ہیں مضارع اسم فاعل کا صیغہ ہے مضارع کو مضارع اسلئے کہتے ہیں کہ مضارع کا معنی مشابہ ہے اور یہ اسم کے ساتھ حال واستقبال کے معنی میں مشابہ ہوتا ہے، مضارع وہ فعل ہے کہ اس کے شروع میں حروف نَاَیْتُ میں سے کوئی ایک حرف ہو اور یہ اسم کے ساتھ حال اور استقبال میں اور سین اور سوف کے ساتھ خاص ہونے میں مشابہت رکھتا ہے جیسے اسم فاعل وغیرہ قرائن کے واسطے سے مستقبل کے ساتھ خاص ہوجاتا ہے اسی طرح فعل مضارع سین اور سوف کے واسطے سے مستقبل کے ساتھ خاص ہوجاتا ہے، اور حروف نایت سے مراد علامت مضارع ہے۔

قوله فَالْهَمْزَةُ لِلْمُتَكَلِّمِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حروف نَاَیْتُ میں سے کونسا حرف کس صیغے کے ساتھ استعمال ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ حروف نایت میں سے همزہ واحد متکلم کے لئے آتا ہے جیسے اَضْرِبُ اور نون تثنیہ جمع متکلم کے لئے آتا ہے خواہ مذکر ہو یا مونث جیسے نَضْرِبُ اور تاء حاضر اور واحد تثنیہ مؤنث غائب کے لئے آتا ہے حاضر خواہ مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع اور خواہ مذکر ہو یا مونث جیسے تَضْرِبُ تَضْرِبَانِ تَضْرِبُوْنَ اور تَضْرِبِیْنَ تَضْرِبَانِ تَضْرِبْنَ اور واحد مونث غائب کی مثال جیسے تَضْرِبُ اور تثنیہ مونث کی مثال جیسے تَضْرِبَانِ اور حروف نایت میں سے یاء واحد و تثنیہ و جمع مذکر غائب اور جمع مونث غائب کیلئے آتی ہے۔

قوله وَحُرُوْفُ الْمُضَارِعَةِ مَضْمُوْمَةٌ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ علامت مضارع رباعی میں مضموم ہوگی جیسے یُبَعْثِرُ تُبَعْثِرُ اور رباعی کے علاوہ علامت مضارع مفتوح ہوتی ہے جیسے یضرب یستنصر۔

قوله وَلَا يُعْرَبُ مِنَ الْفِعْلِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ تمام فعلوں میں سے فعل مضارع معرب ہوتا ہے فعل مضارع کے علاوہ فعلوں سے کوئی معرب نہیں ہوتا فعل مضارع کے معرب

ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فعل مضارع کو اسم کے ساتھ مشابہت تامہ حاصل ہے اور اسم میں اصل معرب ہونا ہے اس بنا پر جو مشابہ اسم ہو گا وہ بھی معرب ہو گا لیکن فعل مضارع کے معرب ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ نون تاکید یعنی ثقیلہ اور خفیفہ اور نون جمع مونث سے خالی ہو اس لئے کہ مذکورہ نون کے اتصال کیوقت فعل مضارع کے معرب و مبنی میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک مبنی ہوتا ہے اس لئے کہ نون تاکید بوجہ شدت اتصال کے بمنزلہ جزء کلمہ کے ہے پس اگر نون تاکید کے قبل اعراب جاری کریں گے تو اعراب کا دخول وسط کلمہ میں لازم آئے گا اور اگر نون تاکید پر اعراب جاری کریں گے تو چونکہ وہ دوسرا کلمہ ہے لہذا دوسرے کلمہ پر اعراب کا داخل ہونا لازم آئے گا اور یہ دونوں امر ناجائز ہیں اور یہی حال نون جمع مونث کا ہے۔

وَاِعْرَابُهٗ رَفْعٌ وَّنَصْبٌ وَّجَزْمٌ فَالصَّحِيْحُ الْمُجَرَّدُ عَنْ ضَمِيْرٍ بَارِزٍ مَرْفُوْعٍ لِلتَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ وَلِمُخَاطَبِ الْمُؤَنَّثِ بِالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ وَ السُّكُوْنِ مِثْلُ يَضْرِبُ وَلَنْ يَّضْرِبَ وَلَمْ يَضْرِبْ وَالْمُتَّصِلُ بِهٖ ذَالِکَ بِالنُّوْنِ وَحَذْفِهَا مِثْلُ يَضْرِبَانِ وَيَضْرِبُوْنَ وَتَضْرِبِيْنَ وَالْمُعْتَلُّ بِالْوَاوِ وَالْيَاءِ بِالضَّمَّةِ تَقْدِيْرًا وَ الْفَتْحَةِ لَفْظًا وَ الْحَذْفِ وَ الْمُعْتَلُّ بِالْاَلِفِ بِالضَّمَّةِ وَ الْفَتْحَةِ تَقْدِيْرًا وَ الْحَذْفِ وَ يَرْتَفِعُ اِذَا تَجَرَّدَ عَنِ النَّاصِبِ وَالْجَازِمِ نَحْوُ يَقُوْمُ زَيْدٌ وَيَنْتَصِبُ بِاَنْ وَلَنْ وَاِذَنْ وَكَيْ وَبِاَنْ مُقَدَّرَةٍ بَعْدَ حَتّٰى وَلَامِ كَيْ وَلَامِ الْجُحُوْدِ وَ الْفَاءِ وَالْوَاوِ وَاَوْ فَاَنْ مِثْلُ اُرِيْدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَيَّ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ وَالَّتِيْ تَقَعُ بَعْدَ الْعِلْمِ هِيَ الْمُخَفَّفَةُ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ وَ لَيْسَتْ هٰذِهٖ نَحْوُ عَلِمْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ وَاَنْ لَّا يَقُوْمَ وَالَّتِيْ تَقَعُ بَعْدَ الظَّنِّ فَفِيْهَا الْوَجْهَانِ۔

ترجمہ: اور اس (مضارع) کا اعراب رفع اور نصب اور جزم ہے پس صحیح جو خالی ہو اس ضمیر بارز مرفوع سے جو تثنیہ اور جمع اور واحد مؤنث حاضر کے لئے ہے (اس کا اعراب) ضمہ فتحہ اور سکون کے ساتھ آتا ہے جیسے یضرب

اور لن یضرب اور لم یضرب اور وہ (فعل مضارع) جو متصل ہو اس (ضمیر بارز) کے ساتھ (اس کا اعراب) نون اور اس کے حذف کرنے کے ساتھ ہے جیسے یضربان اور یضربون اور تضربین اور جو (فعل مضارع) معتل ہو واو اور یاء کے ساتھ (اسکا اعراب) ضمہ تقدیری اور فتحہ لفظی اور حذف کے ساتھ آتا ہے اور (مضارع) معتل بالالف (کا اعراب) ضمہ تقدیری اور فتحہ تقدیری اور حذف کے ساتھ ہے اور فعل مضارع مرفوع ہوتا ہے جب کہ خالی ہو عامل ناصب اور جازم سے جیسے یقوم زید اور منصوب ہوتا ہے ان لن اور اذن اور کی کے ساتھ اور ان کے ساتھ جو مقدر ہو حتی لام کی اور لام جحود اور فاء اور واو اور او کے ساتھ پس ان کی مثال جیسے ارید ان تحسن الی او اذ، تصوموا خیر لکم اور وہ (ان جو علم کے بعد واقع ہوتا ہے وہ مخففہ من المثقلہ ہوتا ہے اور یہ (ان مصدریہ) نہیں ہوتا جیسے علمت ان سیقوم وان لا یقوم اور وہ (ان) جو واقع ہو ظن کے بعد تو اس میں دو وجہیں ہیں۔

تشریح : قوله وَاِعْرَابُهٗ رَفْعٌ وَنَصْبٌ وَجَزْمٌ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ فعل مضارع کا اعراب بیان کرتے ہیں فعل مضارع کے اعراب تین ہیں (۱) رفع (۲) نصب (۳) جزم ، رفع اور نصب یہ اعراب اسم میں بھی آتے ہیں فعل میں بھی اور جزم فعل کے ساتھ خاص ہے اسم میں نہیں آتا جیسے جر اسم کے ساتھ خاص ہے فعل میں نہیں پایا جاتا۔

قوله فَالصَّحِيْحُ الْمُجَرَّدُ عَنْ ضَمِيْرٍ بَارِزٍ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ فعل مضارع کے اعراب کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ فعل مضارع جب صحیح ہو تثنیہ مذکر اور تثنیہ مونث اور جمع مذکر اور جمع مؤنث اور واحد مؤنث حاضر کی ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو ایسے مضارع کا اعراب حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ جیسے ھو یضربُ حالت نصب میں فتحہ کے ساتھ جیسے لن یضرب اور حالت جزم میں سکون کے ساتھ جیسے لم یضرب اور فعل مضارع جب ضمیر بارز مرفوع کے ساتھ متصل ہو تو اسکا اعراب حالت رفع میں نون کے ساتھ جیسے ھما یضربان ھم یضربون انت تضربین اور حالت نصب اور جزم میں نون کو حذف کرنے کے ساتھ جیسے لن یضربا اور لم یضربا۔

قوله وَالْمُعْتَلُّ بِالْوَاوِ وَالْيَآءِ الخ | اور فعل مضارع جب کہ معتل ہو خواہ وہ معتل واوی ہو یا یائی ہو تو اس کا اعراب حالت رفع میں ضمہ تقدیری کے ساتھ جیسے یدعو یرمی اور حالت نصب میں فتحہ لفظی کے ساتھ جیسے یدعو لن یرمی اور حالت جزم میں واو اور یاء کو حذف کرنے کے ساتھ جیسے لم یدع لم یرم۔

قولہ وَالْمُعْتَلُّ بِالْاَلِفِ الخ | اور فعل مضارع جب معتل الفی ہو تو اس کا اعراب حالت رفع میں ضمہ تقدیری کے ساتھ جیسے ھو یرضیٰ اور حالت نصب میں فتحہ تقدیری کے ساتھ جیسے لن یرضیٰ اور حالت جزمی میں الف کو حذف کرنے کے ساتھ جیسے لم یرض۔

قولہ وَیَرْتَفِعُ اِذَا تَجَرَّدَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ فعل مضارع کے عامل رافع میں نحویوں کا اختلاف ہے کوفی نحوی کہتے ہیں فعل مضارع اسوقت مرفوع ہوگا جب فعل مضارع عامل ناصب اور جازم سے خالی ہو اور یہی صاحب کافیہ کا مذہب ہے جیسے یقوم زید' بعض نحوی یہ کہتے ہیں کہ فعل مضارع کا اسم کی جگہ میں ہونا فعل مضارع کے مرفوع ہونے کا سبب ہے جیسے زید یضرب چونکہ زید ضارب کی جگہ واقع ہے لہذا اسے اسم کا وہ اعراب دیا گیا جو قوی ہے۔

قولہ وَیَنْتَصِبُ بِاَنْ وَلَنْ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ وہ جگہیں بیان کرتے ہیں جہاں فعل مضارع منصوب ہوگا فعل مضارع اس وقت منصوب ہوگا جب اس پر حروف ناصبہ داخل ہوں حروف ناصبہ چار ہیں (۱) اَن جیسے ارید ان تقومَ یہ ان فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے اس لئے اس کو ان مصدریہ کہتے ہیں (۲) لن جیسے لن یذھبَ خالد یہ نفی تاکید کے لئے آتا ہے (۳) کی جیسے اسلمت کی ادخل الجنۃَ (۴) اذن جیسے اذن اشکرکَ۔

قولہ بِاَنْ مُقَدَّرَۃٍ الخ | یہاں سے مصنفؒ بیان کرتے ہیں کہ چھ حروف کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے (۱) حتی کے بعد ان مقدر ہوتا ہے جیسے مررت حتی ادخل البلدَ (۲) لام کی کے بعد ان مقدر ہوتا ہے جیسے اسلمت لادخلَ الجنۃَ (۳) لام جحد کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے جیسے ما کان اللہ لیعذبھم (۴) فاء کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے جو فاء امر نہی نفی استفہام تمنی عرض کے جواب میں ہو جیسے زرنی فاکرمکَ (۵) اور واو کے بعد ان مقدر ہوتا ہے جیسے لاتاکل السمکَ وتشربَ اللبنَ (۶) او کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے جیسے لالزمنک او تعطینی حقی۔

قولہ فَاَنْ مِثْلُ اُرِیْدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَیَّ الخ | فعل مضارع پر جب اَنْ داخل ہو تو فعل مضارع منصوب ہوتا ہے منصوب ہونے کی دو صورتیں ہیں یا تو نصب فتحہ کے ساتھ ہوگا جیسے ارید ان تحسنَ الی یا نون کو حذف کرنے کے ساتھ ہوگا جیسے ان تصوموا خیر لکم اصل میں تصومون تھا۔

قوله وَالَّتِیْ تَقَعُ بَعْدَ الْعِلْمِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اَنْ جب علم کے بعد واقع ہو اس وقت یہ مخففہ من المثقلہ ہوتا ہے یعنی اصل میں اَنَّ تھا جو حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے اس کی تشدید کو ختم کر دیا گیا تو اَنْ ہو گیا تو اس وقت یہ فعل مضارع کو رفع دے گا مخففہ نصب نہیں دے گا کیونکہ اس وقت وہ اَنْ نہیں ہوتا جو فعل مضارع کو نصب دیتا ہے جیسے عَلِمْتُ اَنْ سَیَقُوْمُ وَاَنْ لَّا یَقُوْمُ اور جو اَنْ ظن کے بعد واقع ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔

(۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ اَنْ مخففہ من المثقلہ ہو اس وقت یہ فعل مضارع کو نصب نہیں دے گا بلکہ یہ رفع دیگا اور اس وقت ظن بمعنی جانب راجح ہو گا (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ اَنْ مصدریہ ہو اس وقت یہ نصب دے گا اور اس وقت ظن بمعنی عدم یقین اور خیال ہو گا۔

قوله وَلَنْ مِثْلُ لَنْ اَبْرَحَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ جب لن فعل مضارع پر داخل ہو تو اس کا معنی مستقبل نفی کی تاکید ہو گا جیسے لن ابرح۔

قوله وَاِذَنْ اِذَا لَمْ یَعْتَمِدْ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اذن فعل مضارع کو اس وقت نصب دے گا جب اس میں دو شرطیں پائی جائیں (۱) اذن کا مابعد ماقبل پر اعتماد نہ رکھتا ہو یعنی اذن کا مابعد ماقبل کا معمول نہ بن رہا ہو۔

(۲) فعل مستقبل کے معنی میں ہو حال کے معنی میں نہ ہو جیسے اذن تدخل الجنۃ اس شخص کے جواب میں کہا جائے جس نے کہا اسلمت اگر یہ دونوں شرطیں نہ پائی جائیں تو اسوقت یہ اذن نصب نہیں دے گا بلکہ اذن کا مابعد مرفوع ہو گا۔

قوله وَاِذَا وَقَعَتْ بَعْدَ الْوَاوِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ جب اذن واو اور فاء کے بعد واقع ہو تو اس وقت اذن کے مابعد میں دو وجہیں جائز ہیں رفع اور نصب، رفع تو اس لئے اذن کا مابعد ماقبل پر اعتماد رکھتا ہو تو اس میں اذن کے نصب دینے کی شرط اول منتفی ہے اور نصب اس بنا پر جائز ہے کہ جب حرف عطف سے قطع نظر کرتے ہوئے فعل اپنے فاعل کے ساتھ افادہ میں مستقل ہے تو گویا کہ اپنے ماقبل پر اعتماد نہیں رکھتا اس بنا پر نصب جائز ہو گا۔

وَكَيْ مِثْلُ اَسْلَمْتُ كَيْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَمَعْنَاهَا السَّبَبِيَّةُ وَحَتّٰى اِذَا كَانَ مُسْتَقْبِلًا بِالنَّظْرِ اِلٰى مَا قَبْلَهَا بِمَعْنٰى كَيْ اَوْ اِلٰى مِثْلُ اَسْلَمْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَكُنْتُ سِرْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ الْبَلَدَ وَاَسِيْرُ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ فَاِنْ اَرَدْتَ الْحَالَ تَحْقِيْقًا اَوْحِكَايَةً كَانَتْ حَرْفَ اِبْتِدَاءٍ فَتُرْفَعُ وَتَجِبُ السَّبَبِيَّةُ مِثْلُ مَرِضَ حَتّٰى لَا يَرْجُوْنَهٗ وَمِنْ ثَمَّ اِمْتَنَعَ الرَّفْعُ فِيْ كَانَ سَيْرِيْ حَتّٰى اَدْخُلَهَا فِي النَّاقِصَةِ وَاَسِرْتَ حَتّٰى تَدْخُلَهَا وَجَازَ فِي التَّامَّةِ كَانَ سَيْرِيْ حَتّٰى اَدْخُلُهَا وَاَيُّهُمْ سَارَ حَتّٰى يَدْخُلُهَا وَلَامُ كَيْ مِثْلُ اَسْلَمْتُ لِاَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَلَامُ الْجُحُوْدِ لَامُ تَاكِيْدٍ بَعْدَ النَّفْيِ لِكَانَ مِثْلُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ الْفَاءُ بِشَرْطَيْنِ اَحَدُهُمَا السَّبَبِيَّةُ وَالثَّانِيْ اَنْ يَكُوْنَ قَبْلَهَا اَمْرٌ اَوْ نَهْيٌ اَوْ اِسْتِفْهَامٌ اَوْنَفْيٌ اَوْ تَمَنٍّ اَوْعَرْضٌ وَالْوَاوُ بِشَرْطَيْنِ الْجَمْعِيَّةُ وَ اَنْ يَكُوْنَ قَبْلَهَا مِثْلُ ذَالِكَ وَ اَوْبِشَرْطِ مَعْنٰى اِلٰى اَنْ اَوْ اِلَّا اَنْ وَالْعَاطِفَةُ اِذَا كَانَ الْمَعْطُوْفُ عَلَيْهِ اِسْمًا وَيَجُوْزُ اِظْهَارُ اَنْ مَعَ لَامِ كَيْ وَ الْعَاطِفَةِ وَيَجِبُ مَعَ لَا فِي اللَّامِ عَلَيْهَا۔

ترجمہ: اور کی (کی مثال) جیسے اسلمت کی ادخل الجنۃ اور اسکا معنی سببیت کا ہوتا ہے اور حتی جب کہ اس کا (مدخول) اس کے ماقبل کے لحاظ سے زمانہ مستقبل میں ہو تو حتی کی یاالی کے معنی میں ہوتا ہے جیسے اسلمت حتی ادخل الجنۃ وکنت سرت حتی ادخل البلد واسیر حتی تغیب الشمس پس اگر تو (حتی کے مابعد سے) حال کا ارادہ کرے بطور تحقیق کے یابطور حکایت کے تو یہ حرف ابتدا ہوگا پس یہ رفع دے گا اور سببیت کا معنی واجب ہوگا جیسے مرض حتی لا یرجونہ اور اس وجہ سے ممتنع ہے رفع دینا کان سیری حتی ادخلھا ناقصہ میں (جب کہ کان ناقصہ ہو) اور اسرت حتی تدخلھا اور جائز ہے تامہ میں کان سیری حتی ادخلھا اور ایھم سار حتی یدخلھا اور لام کی جیسے اسلمت لادخل الجنۃ اور لام جحد لام تاکید ہوتا ہے کان کی نفی کے بعد جیسے وماکان اللہ لیعذبھم اور فاء (جس کے بعد ان مقدرہ ہوتا ہے) مشروط ہے دو شرطوں کے ساتھ ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ سببیت کے معنی پر دلالت کرے اور دوسری اس فاء سے پہلے امر یا نہی یا استفہام یا نفی یا تمنی یا عرض ہو واو کے بعد

(ان مقدر ہوتا ہے) مشروط ہے دو شرطوں کے ساتھ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ واؤ معیت کے معنی میں ہو (دوسری شرط یہ ہے) کہ اس واو سے پہلے اس کی مثل ہو (کہ مذکورہ چھ چیزوں میں سے ایک ہو) اور او کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ او الی ان یا الا ان کے معنی میں ہو اور حروف عاطفہ (کے بعد ان مقدر ہوتا ہے) جب کہ معطوف علیہ اسم ہو اور جائز ہے اَنْ کو ظاہر کرنا لام کی اور حروف عاطفہ کے ساتھ اور واجب ہے (ان کو ظاہر کرنا) لائے نفی کے ساتھ لام میں۔

تشریح: قوله وَكَیْ مِثْلُ اَسْلَمْتُ كَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ الخ اور کَیْ کے بعد فعل مضارع منصوب ہوتا ہے جیسے اسلمت کی ادخل الجنۃ اور کی میں سببیت کا معنی ہوتا ہے یعنی کَیْ کا ما قبل مابعد کے لئے سبب ہوتا ہے جیسے مثال مذکورہ میں اسلام لانا دخول جنت کے لئے سبب ہے یہ کوفیوں کا مذہب ہے اور بصری یہ کہتے ہیں کہ یہ حرف جر ہے اور کَیْ کے بعد جو فعل مضارع منصوب ہوتا ہے یہ کی کے بعد ان مقدر ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے صاحب کافیہ نے کوفیوں کا مذہب اختیار کیا ہے کہ کی حرف جر نہیں ہے بلکہ ناصبہ ہے۔

قوله وَحَتّٰی اِذَا كَانَ مُسْتَقْبِلًا الخ حتی کا مدخول ما قبل کے لحاظ سے زمانہ مستقبل میں ہو تو اس وقت یہ کَیْ یا الی کے معنی میں ہوگا جیسے اسلمت حتی ادخل الجنۃ یہاں پر حتی کَیْ کے معنی میں ہے اور حتی کا مدخول یعنی دخول جنت ما قبل کے لحاظ سے مستقبل کے معنی میں ہے اور کنت سرت حتی ادخل البلد الخ یہاں حتی کَیْ کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے اور حتی کَیْ بمعنی الی کے ہو تو معنی یوں ہوا کہ میں چلا حتی کہ شہر میں داخل ہوا اس میں متکلم کا مقصود غایت اور انتہا ہے اگر بمعنی کی ہو تو معنی یہ ہوگا کہ میں چلا تا کہ شہر میں داخل ہو جاؤں اور اسیر حتی تغیب الشمس اس مثال میں حتی الی کے معنی میں ہے کہ میں چلا یہاں تک کہ سورج غروب ہوا یعنی سورج غروب ہونے تک میں چلتا رہا۔

قوله فَاِنْ اَرَدْتَ الْحَالَ الخ حتی کے مابعد سے جب حال کا ارادہ مقصود ہو بطور تحقیق کے یا بطور حکایت کے اسوقت حتی ابتدائیہ اور استنافیہ ہوگا جارہ اور عاطفہ نہیں ہوگا اور حتی کے مابعد کا کلام مستقل مرفوع ہوگا اور حتی کا ما قبل مابعد کے لئے سبب ہوگا جیسے مرض حتی لا یرجونہ اس مثال میں حتی کے مابعد سے حقیقۃ حال مراد ہے اور حتی کے ما قبل یعنی مرض مابعد یعنی نا امیدی کا سبب ہے تو اس جگہ حتی کا مابعد مرفوع ہوگا اور حتی ابتدائیہ ہوگا۔

قوله وَمِنْ ثَمَّ اِمْتَنَعَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کررہے ہیں کہ جب یہ بات واضح ہو چکی کہ حتی کے بعد سے حال مقصود ہو حقیقۃً یا حکماً تو اس وقت ابتدائیہ ہوگا اور حتی کے مابعد جملہ مستقلہ اور مستانفہ ہوگا تو اسوقت کان ناقصہ بغیر خبر کے رہ جائے گا جیسے کان سیری حتی ادخلہا میں جب کان کو ناقصہ کہیں گے تو حتی کے مابعد پر رفع پڑھنا ممتنع ہوگا کیونکہ حتی کا مابعد مرفوع ہونیکی صورت میں حتی ابتدائیہ ہوگا اور حتی کے مابعد کا ماقبل سے انقطاع ہوگا اس وقت کان ناقصہ بغیر خبر کے رہ جائیگا تو مجبوراً حتی کو جارہ کہیں گے اور اس وقت اسکے بعد اَنْ مقدر ہوگا اور جار مجرور مل کر کان کی خبر بن جائیں گے۔

قوله اَسِرْتَ حَتّٰی تَدْخُلَهَا الخ | صاحب کافیہ امتناع رفع کی دوسری مثال پیش کرتے ہیں اس میں رفع کے ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر حتی کو ابتدائیہ کہیں اور تدخل فعل مضارع کو مرفوع پڑھیں تو اسوقت حتی کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہوگا لیکن یہاں پر سبب ہونا متعذر ہے کیونکہ حتی کا ماقبل حرف استفہام کے داخل ہونے کی وجہ سے مشکوک فیہ ہے اور حتی کا مابعد یقینی وقوع کی خبر دیتا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سبب یعنی چلنا مشکوک فیہ ہو اور مسبب یعنی دخول یقینی ہو لہذا معلوم ہوا کہ حتی کا ماقبل مابعد کے لئے سبب نہیں اور جب سبب نہیں تو حتی کے مابعد پر رفع پڑھنا ممتنع ہوگا۔

قوله وَجَازَ فِی التَّامَّةِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کان تامہ ہو اس صورت میں حتی کے مابعد کو رفع دینا جائز ہوگا کیونکہ کان تامہ خبر کو نہیں چاہتا تو حتی کو حرف ابتدائیہ قرار دیں گے جیسے کان سیری حتی یدخلہا اور اسی طرح ایہم سار حتی یدخلہا اس مثال میں بھی حتی کے مابعد یعنی فعل مضارع پر رفع پڑھنا جائز ہے اس لئے کہ اس میں سبب یعنی چلنا متحقق ہے اور شک صرف تعین فاعل میں ہے۔

قوله وَلَامِ کَیْ الخ | اور لام کی کے بعد اَن مقدر ہوتا ہے اور لام کی سے مراد وہ لام ہے جو کی کے معنی میں ہو جیسے اسلمت لادخل الجنۃ یہاں لام کی کے معنی میں ہے کہ میں اسلام لایا تاکہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں اور لام جحد کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے اور لام جحد سے مراد لام تاکید ہے جو کان منفی کے بعد نفی کی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے وماکان اللہ لیعذبھم۔

قوله وَالْفَاءَ بِشَرْطَيْنِ الخ | اور فاء کے بعد بھی اَن مقدر ہوتا ہے جب کہ دو شرطیں پائی جائیں (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ رفع سے نص... کی طرف عدول سببیت کے معنی پر دلالت کرنے کی وجہ سے ہو (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ

اس فاء سے پہلے مذکورہ چھ چیزوں میں سے ایک چیز ہو امر ہو جیسے زرنی فاکرمک یا نہی ہو جیسے لا تشتمنی فاضربك یا استفہام ہو جیسے ھل عندکم ماء فاشربہ یا نفی ہو جیسے ما تاتینا فتحد ثنا یا تمنی ہو جیسے لیت لی مالا فانفقہ یا عرض ہو جیسے الا تنزل بنا فتصیب خیرا۔

قوله وَالْوَاوُ الخ واو کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے جب کہ اس میں دو شرطیں پائی جائیں (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ وہ واو مصاحبت اور معیت کے معنی میں ہو جیسے لا تاکل السمک و تشرب اللبن اور دوسری شرط یہ ہے کہ واو سے پہلے مذکورہ ان چیزوں امر نہی نفی استفہام تمنی اور عرض میں سے کوئی ہو۔

قوله اَوْ بِشَرْطِ الخ او کے بعد ان مقدر ہوتا ہے جب کہ او الٰی ان یا الآان کے معنی میں ہو جیسے لالزمنک او تعطینی حقی ای الی ان تعطینی حقی او الا ان تعطینی حقی۔

قوله وَالْعَاطِفَةُ الخ اسے مرفوع اور مجرور دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں اگر مرفوع پڑھیں تو اس کا عطف حروف ناصبہ بتقدیر ان میں سے پہلے حرف حتی اذا کان مستقبلا پر ہوگا اگر اسے مجرور پڑھیں تو اس کا عطف ان مقدرہ بعد حتی پر ہوگا تو مطلب ہوگا کہ فعل مضارع منصوب ہوتا ہے جب ان مقدر ہو حتی کے بعد یا حروف عاطفہ کے بعد تو حروف عاطفہ کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ معطوف علیہ اسم صریح ہو اس لئے اگر ان مقدر نہ مانیں تو فعل کا عطف اسم پر اور جملے کا عطف مفرد پر لازم آئے گا اور یہ باطل ہے۔

قوله وَيَجُوزُ اِظْهَارُ اَنْ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ان جگہوں کو بیان کرتے ہیں جہاں ان کا اظہار جائز ہے تو ان مصدریہ کا اظہار لام کی اور ان حروف عاطفہ کے ساتھ جائز ہے جو کہ مضارع کو اسم صریح پر عطف کرتے ہیں تو اَنْ کا اظہار واجب ہے لام کے ساتھ لائے نفی بھی ہو تا کہ دو لاموں کا اجتماع لازم نہ آئے جیسے لئلا یعلم اھل الکتاب۔

وَيَنجَزِمُ بِلَمْ وَلَمَّا وَلَامِ الْاَمْرِ وَلَافِي النَّهْيِ وَكَلِمِ الْمُجَازَاةِ وَهِيَ اِنْ وَمَهْمَا وَ
اِذَا مَا وَ اِذْ مَا وَحَيْثُمَا وَاَيْنَ وَمَتٰى وَمَا وَمَنْ وَاَيٌّ وَاَنّٰى وَاَمَّا مَعَ كَيْفَمَا وَاِذَا فَشَاذٌّ
وَبِاِنْ مُقَدَّرَةً فَلَمْ لِقَلْبِ الْمُضَارِعِ مَاضِيًا وَ نَفْيِهِ وَلَمَّا مِثْلُهَا وَتَخْتَصُّ
بِالْاِسْتِغْرَاقِ وَجَوَازِ حَذْفِ الْفِعْلِ وَلَامُ الْاَمْرِ الْمَطْلُوْبُ بِهَا الْفِعْلُ وَهِيَ
مَكْسُوْرَةٌ اَبَدًا وَلَا النَّهْيِ الْمَطْلُوْبُ بِهَا التَّرْكُ وَكَلِمُ الْمُجَازَاةِ تَدْخُلُ عَلَى
الْفِعْلَيْنِ لِسَبَبِيَّةِ الْاَوَّلِ وَمُسَبَّبِيَّةِ الثَّانِيْ وَيُسَمَّيَانِ شَرْطًا وَجَزَاءً فَاِنْ كَانَ
مُضَارِعَيْنِ اَوِ الْاَوَّلُ فَالْجَزْمُ وَ اِنْ كَانَ الثَّانِيْ فَالْوَجْهَانِ وَاِذَا كَانَ الْجَزَاءُ مَاضِيًا
بِغَيْرِ قَدْ لَفْظًا اَوْ مَعْنًى لَمْ يَجُزِ الْفَاءُ وَ اِنْ كَانَ مُضَارِعًا مُثْبَتًا اَوْ مَنْفِيًا بِلَا
فَالْوَجْهَانِ وَاِلَّا فَالْفَاءُ وَيَجِيْءُ اِذَا مَعَ الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ مَوْضِعَ الْفَاءِ وَاِنْ مُقَدَّرَةٌ
بَعْدَ الْاَمْرِ وَ النَّهْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَالتَّمَنِّيْ وَالْعَرْضِ اِذَا قُصِدَ السَّبَبِيَّةُ نَحْوُ
اَسْلِمْ تَدْخُلِ الْجَنَّةَ وَلَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ الْجَنَّةَ وَامْتَنَعَ لَا تَدْخُلِ النَّارَ خِلَافًا
لِلْكِسَائِيِّ لِاَنَّ التَّقْدِيْرَ اَنْ لَا تَكْفُرْ۔

ترجمه : اور (فعل مضارع) مجزوم ہوتا ہے لم اور لما اور لام امر اور لائے نہی اور کلم مجازات کے بعد اور وہ یہ ہیں
ان مہما اذا ما اذ ما حیثما این متی ما من ای انی اور بہر حال کیفما اور اذا کے ساتھ فعل مضارع کا مجزوم ہونا شاذ ہے اور ان مقدرہ
کی وجہ سے (فعل مضارع مجزوم ہوتا ہے) پس لم مضارع کو بدلنے کے لئے آتا ہے ماضی منفی کے معنی میں اور لما میں بھی
اسی کی مثل ہے اور (لما) خاص ہوتا ہے استغراق کے ساتھ اور (لما کے) فعل کو حذف کرنا جائز ہوتا ہے اور لام امر
مطلوب ہوتا ہے اس کے واسطے سے فعل اور لام امر ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور لائے نہی مطلوب ہوتا ہے اسکے ساتھ ترک
فعل اور کلم مجازاۃ (کلمات شرط اور جزاء) داخل ہوتے ہیں دو فعلوں پر بوجہ پہلے کے سبب ہونے کے اور دوسرے کے
مسبب ہونے کے ان کا نام شرط اور جزاء رکھا جاتا ہے اگر دونوں فعل مضارع ہوں یا پہلا (فعل مضارع) ہو پس جزم
(واجب) ہے اور اگر دوسرا (فعل مضارع) ہو پس دو وجہیں جائز ہیں اور جب جزاء ماضی ہو بغیر قد کے لفظا یا معنا تو فاء جائز

نہیں اور اگر مضارع مثبت ہو یا منفی ہو لا کے ساتھ پس دو صورتیں ہیں وگرنہ پس فاء واجب ہے اور آتا ہے اذا جملہ اسمیہ کے ساتھ فاء کی جگہ اور ان: مقدر ہوتا ہے امر اور نہی اور استفہام اور تمنی اور عرض کے بعد جب کہ مقصود سببیت ہو جیسے اسلم تدخل الجنۃ ولا تکفر تدخل الجنۃ اور ممتنع ہے لا تکفر تدخل النار یہ بات کسائی نحوی کے خلاف ہے اس لئے کہ تقدیری عبارت یوں تھی ان لا تکفر۔

تشریح: قوله وَيَنجَزِمُ بِلَمْ وَلَمَّا الخ | پہلے صاحب کافیہ نے فعل مضارع کے عوامل ناصبہ کو ذکر کیا اب وینجزم سے اسکے عوامل جازمہ بیان فرماتے ہیں کہ فعل مضارع لم کی وجہ سے مجزوم ہوتا ہے جیسے لم یصر اور لما کی وجہ سے جیسے لما ینصر لام امر کی وجہ سے جیسے لیصر اور لائے نہی کی وجہ سے لا یصر اور ان شرطیہ کی وجہ سے جیسے ان تنصر انصر اور اسمائے شرطیہ کی وجہ سے اور وہ یہ ہیں اِن جیسے ان تکرمنی اکرمک اور مہما جیسے مہما تذھب اذھب اور اذما جیسے اذما تسافر اسافر اور اذما جیسے اذما تضرب نی اضربك اور حیثما جیسے حیثما تقعد اقعد اور این جیسے این تذھب اذھب اور متی جیسے متی تخرج اخرج اور ما جیسے ما تشتر اشتر اور من جیسے من یکرمنی اکرمھم اور ای جیسے ایھم یضربنی اضربه اور انی جیسے انی تکتب اکتب۔

قوله وَاَمَّا مَعَ كَيْفَمَا وَاِذَا فَشَاذٌّ الخ | اور کیفما اور اذا کے ساتھ فعل مضارع کا مجزوم ہونا شاذ ہے کیونکہ ان کا فعل مضارع کو نصب دینا معنی ان شرطیہ کے متضمن ہونے کی وجہ سے ہے اور ان شرطیہ کا معنی کیفما اور اذا میں معدوم ہے کیونکہ کیفما عموم افعال پر دال ہے تو کیفما تمشی امش کا معنی ہوگا کہ جیسے تو چلے گا ویسے ہی میں بھی چلوں گا اور یہ بات متعذر ہے کہ دو شخصوں کے چلنے میں مساوات ہو تو جب مساوات نہ ہوئی تو معنی شرط بھی متعذر ہو گیا اور اذا اس لئے کہ وہ خصوص کے لئے ہوتا ہے اور شرط ابہام کے لئے تو دونوں میں مغایرت ہے۔

قوله بِاَنْ مُقَدَّرَةً الخ | اس کا عطف لم پر ہے تو مطلب یہ ہے کہ فعل مضارع مجزوم ہوتا ہے ان مقدرہ کی وجہ سے جس کا بیان عنقریب آئے گا۔

قوله فَلَمْ لِقَلْبِ الْمُضَارِعِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف جازمہ کی تفصیل بیان کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ کلمہ لم فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے اور اسی طرح لما بھی فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ لما میں استغراق کا معنی ہوتا ہے یعنی نفی وقت انتفاء سے لے کر

وقت تکلم تک تمام ازمنہ ماضیہ کو شامل ہوتی ہے لیکن بخلاف لم کے وہ صرف زمانہ ماضی میں نفی کیلئے آتا ہے اور اس میں استغراق کا معنی نہیں ہوتا اور لما کا استعمال اکثر اس فعل میں ہوتا ہے جسکے واقع ہونے کی امید ہو اسی بنا پر قرینہ کے پائے جانے کے وقت لما کے فعل کو حذف کرنا جائز ہے جیسے قارىت المدینة ولما ای ولم ادخلھا۔

وقوله لاَمُ الْاَمْرِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ لام امر کے معنی بیان کرتے ہیں کہ لام امر سے مقصود طلب فعل ہوتا ہے اور لام امر ہمیشہ مکسور ہوتا ہے جیسے لیضرب اور لائے نہی سے ترک فعل مطلوب ہوتا ہے جیسے لا تضرب

قوله وَكَلِمِ الْمُجَازَاةِ الخ اور کلمات شرط اور جزاء دو فعلوں پر داخل ہوتے ہیں پہلا فعل سبب ہوتا ہے اور دوسرا مسبب اور پہلے فعل کا نام شرط ہے اور دوسرے کو جزاء کہتے ہیں جیسے ان تکرم اکرم اس مثال میں پہلا فعل شرط اور دوسرا جزا ہے اور جب شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہوں یا شرط فعل مضارع ہو تو اس وقت مضارع پر جزم واجب ہے اور اگر جزاء فعل مضارع ہو اور شرط فعل ماضی ہو تو فعل مضارع میں دو وجہیں جائز ہیں (۱) جزم (۲) رفع، جزم تو اس لئے کہ حرف جازم اس پر داخل ہے اور فعل مضارع محل جزم ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اور رفع اس لئے کہ ماضی کے درمیان آنے کی وجہ سے حرف جزم کے ساتھ اس کا تعلق ضعیف ہو گیا۔

قوله وَاِذَا كَانَ الْجَزَاءُ مَاضِيًا الخ جب جزاء ماضی بغیر قد کے ہو چاہے ماضی لفظا ہو جیسے ان ضربت ضربت یا معنا جیسے ان ضربت لم اضرب اس صورت میں جزاء پر فاء لانا جائز نہیں۔

قوله وَاِنْ كَانَ مُضَارِعًا مُثْبَتًا الخ جب جزاء مضارع ہو چاہے مثبت ہو یا منفی لا کے ساتھ تو اس وقت جزاء میں فا کا لانا اور نہ لانا دونوں جائز ہیں لیکن جزاء جب ماضی مذکور یا فعل مضارع مذکور نہ ہو تو جزاء پر فاء کا لانا واجب ہے۔

قوله وَيَجِيءُ اِذَا مَعَ الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ الخ یہاں سے مصنفؒ بیان کرتے ہیں کہ کبھی جزاء پر اذا مفاجاتیہ بھی داخل کرنا جائز ہے بشرطیکہ جزاء جملہ اسمیہ ہو وان تصبھم سیئة بما قدمت ایدیھم اذا ھم یقنطون۔

قوله وَاِنْ مُقَدَّرَةً الخ یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ لفظ ان پانچ جگہوں میں مقدر ہوتا ہے امر، نہی استفہام، تمنی اور عرض کے بعد جب کہ مقصود امر وغیرہ سے یہ ہوتا ہے کہ یہ سبب ہوں جیسے اسلم تدخل الجنة یہاں اسلم امر ہے

اور اسلام لانا سبب ہے دخول جنت کے لئے تو یہاں اسلم کے بعد ان مقدر ہے جیسے لا تکفر لا تدخل الجنۃ یا نہی کے بعد ان شرطیہ مقدر ہو تقدیری عبارت اس طرح ہے لا تکفر ان لا تکفر تدخل الجنۃ ۔

قولہ وَامْتَنَعَ لَا تَكْفُرْ الخ یہ مثال ممتنع ہے کیونکہ لا تکفر صیغہ نہی فعل منفی کی تقدیر کا قرینہ ہے تو تقدیری عبارت یوں ہو گی لا تکفر ان لا تکفر تدخل النار اور اس معنی کا فساد ظاہر ہے کیونکہ عدم کفر دخول جنت کا سبب ہے دخول نار کا سبب نہیں ہے جمہور کے ہاں یہ مثال ممتنع ہے لیکن کسائی نحوی کے ہاں یہ مثال جائز ہے کسائی نحوی کے ہاں تقدیری عبارت اس طرح ہو گی لا تکفر ان تکفر تدخل النار کہ کفر مت کر اگر کفر کرے گا جہنم میں داخل ہو گا لیکن راجح مذہب جمہور کا ہے۔

اَلْاَمْرُ صِيغَةٌ يُطْلَبُ بِهَا الْفِعْلُ مِنَ الْفَاعِلِ الْمُخَاطَبِ بِحَذْفِ حَرْفِ الْمُضَارِعَةِ وَحُكْمُ آخِرِهِ حُكْمُ الْمَجْزُوْمِ فَاِنْ كَانَ بَعْدَهٗ سَاكِنٌ وَلَيْسَ بِرُبَاعِيٍّ زِدْتَ هَمْزَةَ وَصْلٍ مَضْمُوْمَةً اِنْ كَانَ بَعْدَهٗ ضَمَّةٌ وَمَكْسُوْرَةً فِيْمَا سِوَاهُ مِثْلُ اُقْتُلْ اِضْرِبْ وَاعْلَمْ وَاِنْ كَانَ رُبَاعِيًّا فَمَفْتُوْحَةٌ مَقْطُوْعَةٌ فِعْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ هُوَ مَا حُذِفَ فَاعِلُهٗ فَاِنْ كَانَ مَاضِيًا ضُمَّ اَوَّلُهٗ كُسِرَ مَا قَبْلَ آخِرِهِ وَيُضَمُّ الثَّالِثُ مَعَ هَمْزَةِ الْوَصْلِ وَالثَّانِيْ مَعَ التَّاءِ خَوْفَ اللَّبْسِ وَمُعْتَلُّ الْعَيْنِ الْاَفْصَحُ قِيْلَ وَبِيْعَ وَجَاءَ الْاِشْمَامُ وَالْوَاوُ وَمِثْلُهٗ بَابُ اُخْتِيْرَ وَانْقِيْدَ دُوْنَ اُسْتُخْيِرَ وَاُقِيْمَ وَاِنْ كَانَ مُضَارِعًا ضُمَّ اَوَّلُهٗ وَفُتِحَ مَا قَبْلَ آخِرِهِ وَمُعْتَلُّ الْعَيْنِ يَنْقَلِبُ فِيْهِ الْعَيْنُ اَلِفًا۔

ترجمہ: امر وہ صیغہ ہے جس سے فاعل مخاطب سے فعل طلب کیا جائے علامت مضارع کو حذف کرنے کے ساتھ اور اسکے آخر کا حکم مجزوم کے حکم کی طرح ہے (اگر اس علامت مضارع کو حذف کرنے) کے بعد والا حرف ساکن ہو اور وہ صیغہ رباعی نہ ہو تو ہمزہ وصلی مضموم زیادہ کر دیں اگر اس (ساکن) کے بعد والا حرف مضموم ہو اور ہمزہ

وصلی مکسور ہوگا اور اس کے ماسوا میں جیسے اقتل اضرب اعلم اگر مضارع رباعی ہو پس (ھمزہ) مفتوحہ قطعیہ ہوگا فعل مالم یسم فاعلہ وہ فعل ہے کہ حذف کیا گیا ہو اس کے فاعل کو اگر وہ ماضی ہے تو ضمہ دیا جائے اس کے اول کو اور آخر سے ماقبل کو کسرہ دیا جائے اور تیسرے حرف کو ضمہ دیا جائے جب کہ ہمزہ وصلی اسکے ساتھ مقترن ہو اور (جس ماضی کے شروع میں تاء ہو) تو دوسرے حرف کو ضمہ دیا جائے گا تاء کے ساتھ التباس کے خوف کی وجہ سے اور معتل العین صحیح لغت کے مطابق قیل اور بیع پڑھیں گے اور اشمام اور واو کے ساتھ بھی آیا ہے اور اس کی مثل ہے باب اختیر اور انقید نہ کہ اتخیر اور اقیم اور اگر مضارع ہو تو ضمہ دیا جائے گا اس کے اول کو اور فتحہ دیا جائے گا آخر سے ماقبل کو اور معتل عین میں بدل دیا جائے گا عین کلمہ کو الف کے ساتھ۔

تشریح: قوله اَلْاَمْرُ صِيْغَةٌ الخ | صاحب کافیہ جب مضارع سے فارغ ہوئے تو اب یہاں سے امر کی بحث کرتے ہیں امر اسے کہتے ہیں کہ جس میں مخاطب سے فعل کی طلب مقصود ہو جیسے اضرب تو مار اور انصر تو مدد کر اور امر حاضر بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ واحد مذکر حاضر سے علامت مضارع کو حذف کر کے آخری حرف کو جزم دے دو اور علامت مضارع حذف کرنے کے بعد اگر پہلا حرف ساکن ہو تو عین کلمہ کو دیکھا جائے گا اگر عین کلمہ مضموم ہو تو ہمزہ وصلی مضموم شروع میں لگا دیا جائے گا بشرطیکہ یہ فعل رباعی نہ ہو جیسے تقتل سے اقتل اور اگر علامت مضارع کو حذف کرنے کے بعد عین کلمہ مکسور ہو یا مفتوح ہو تو ہمزہ وصلی مکسور شروع میں لگایا جائیگا جیسے تَضرِبُ سے اِضْرِبْ اور تَعْلَمُ سے اِعْلَمْ اور اگر مضارع رباعی ہو تو اس کا ھمزہ مفتوح اور قطعی ہوگا جیسے تکرم سے اکرم صرفی ھمزہ قطعی اسے کہتے ہیں جو وسط کلام میں آنے سے نہ گرے اور وہ لکھنے میں بھی باقی رہے اور پڑھنے میں بھی اور ہمزہ وصلی اسے کہتے ہیں جو لکھنے میں میں تو باقی رہے لیکن پڑھنے میں وسط کلام سے گر جائے۔

قوله فِعْلُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ فعل مالم یسم فاعلہ کی تعریف کر رہے ہیں کہ وہ فعل ہے جسکے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو اور اس کا فاعل مذکور نہ ہو دوسرے لفظوں میں اسے فعل مجہول کہتے ہیں فعل مالم یسم فاعلہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر وہ فعل ماضی ہو جس کے فاعل کو حذف کر کے اس کی جگہ مفعول کو رکھا گیا ہو تو اسکے پہلے حرف کو ضمہ دے دو اور آخر سے ماقبل کو کسرہ دے دو اگر نہ ہو جیسے ضَرَبَ سے ضُرِبَ اور نَصَرَ سے نُصِرَ اگر ماضی کے شروع میں ہمزہ وصلی ہو تو پھر ھمزہ وصلی کو ضمہ دے دو اور ماضی کے تیسرے حرف کو بھی ضمہ دو

جیسے اِجْتَنَبَ سے اُجْتُنِبَ اور جس ماضی کے شروع میں تا ہو تو اسے مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ تاء اور دوسرے حرف کو ضمہ دے دو جیسے تَقَبَّلَ سے تُقُبِّلَ تاکہ باب تفعل کے مضارع کے ساتھ ملتبس نہ ہو۔

قوله وَمُعْتَلُّ الْعَيْنِ الخ | اور اگر ماضی کا عین کلمہ اجوف یائی یا واوی ہو تو فصیح لغت پر قیل اور بیع پڑھا جائے گا اور اسے اشمام اور واو کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں اشمام سے مراد قیل کے قاف کے کسرے کو ضمہ کی طرف مائل کر کے پڑھنا اور عین کلمہ کو جو یاء ہے تھوڑا سا واو کی طرف مائل کر کے پڑھنا تاکہ اشمام سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ اصل فاء کلمہ میں ضمہ ہے اور اس میں یاء کی بجائے واو کے ساتھ بھی آیا ہے جیسے قُولَ بُوعَ اور جس طرح ماضی ثلاثی مجرد میں تین وجوہ بیان ہوئیں ہیں اسی طرح باب افتعال اور باب انفعال کی ماضی مجہول میں بھی جب کہ معتل عین ہو تین طریقوں سے پڑھنا جائز ہے لیکن باب استفعال اور افعال کی ماضی میں جب معتل عین ہو تو یہ تین طریقے جاری نہ ہوں گے اس لئے کہ اصل کے اعتبار سے حرف علت کا ما قبل ساکن ہے لہذا یہ قیل اور بیع کی طرح نہیں۔

قوله وَاِنْ كَانَ مُضَارِعًا الخ | اگر فعل مالم یسم فاعلہ مضارع ہو تو اسکے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ علامت مضارع کو ضمہ دے دو اور آخر سے ما قبل کو فتحہ جیسے يَضْرِبُ سے يُضْرَبُ يَقْتُلُ سے يُقْتَلُ اگر وہ معتل عین ہے تو اس کے عین کلمہ کو علم الصرف کے قاعدہ سے الف سے بدلنا جائز ہے جیسے یقال اور یباع۔

اَلْمُتَعَدِّیْ وَغَيْرُ الْمُتَعَدِّیْ فَالْمُتَعَدِّیْ مَا يَتَوَقَّفُ فَهْمُهٗ عَلٰى مُتَعَلِّقٍ كَضَرَبَ وَغَيْرُ الْمُتَعَدِّیْ بِخِلَافِهٖ كَقَعَدَ وَ الْمُتَعَدِّیْ يَكُوْنُ اِلٰى وَاحِدٍ كَضَرَبَ وَاِلَى اثْنَيْنِ كَاَعْطٰى وَعَلِمَ وَاِلٰى ثَلَاثَةٍ كَاَعْلَمَ وَاَرٰى وَاَنْبَاَ وَنَبَّاَ وَاَخْبَرَ وَخَبَّرَ وَحَدَّثَ وَهٰذِهٖ مَفْعُوْلُهَا الْاَوَّلُ كَمَفْعُوْلِ اَعْطَيْتُ وَالثَّانِیْ وَالثَّالِثُ كَمَفْعُوْلَیْ عَلِمْتُ- اَفْعَالُ الْقُلُوْبِ ظَنَنْتُ وَحَسِبْتُ وَخِلْتُ وَزَعَمْتُ وَعَلِمْتُ وَرَاَيْتُ وَ وَجَدْتُّ تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ لِبَيَانِ مَاهِیَ عَنْهُ فَتَنْصِبُ الْجُزْئَيْنِ وَمِنْ خَصَائِصِهَا اَنَّهٗ اِذَا ذُكِرَ اَحَدُهُمَا ذُكِرَ الْاٰخَرُ بِخِلَافِ بَابِ اَعْطَيْتُ وَمِنْهَا جَوَازُ الْاِلْغَاءِ اِذَا تَوَسَّطَتْ اَوْ تَاَخَّرَتْ لِاسْتِقْلَالِ الْجُزْئَيْنِ كَلَامًا وَمِنْهَا اَنَّهَا تُعَلَّقُ قَبْلَ الْاِسْتِفْهَامِ وَالنَّفْیِ وَاللَّامِ مِثْلُ عَلِمْتُ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو وَمِنْهَا اَنَّهَا يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ فَاعِلُهَا وَمَفْعُوْلُهَا ضَمِيْرَيْنِ لِشَیْءٍ وَاحِدٍ مِثْلُ عَلِمْتُنِیْ مُنْطَلِقًا وَلِبَعْضِهَا مَعْنًى اٰخَرُ يَتَعَدّٰى بِهٖ اِلٰى وَاحِدٍ فَظَنَنْتُ بِمَعْنٰى اِتَّهَمْتُ وَعَلِمْتُ بِمَعْنٰى عَرَفْتُ وَرَاَيْتُ بِمَعْنٰى اَبْصَرْتُ وَوَجَدْتُّ بِمَعْنٰى اَصَبْتُ-

ترجمہ : فعل متعدی اور غیر متعدی فعل متعدی وہ ہے کہ موقوف ہو اسکا سمجھنا متعلق پر جیسے ضرب اور غیر متعدی وہ ہے جو اس کے خلاف ہے جیسے قعد اور کبھی متعدی ہوتا ہے ایک (مفعول) کی طرف جیسے ضرب اور دو کی طرف جیسے اعطی اور علم اور تین کی طرف جیسے اعلم اور اری اور انباء اور نَبَّأَ اور اخبر خَبَّرَ اور حَدَّثَ ان افعال کا مفعول اول باب اعطیت کے مفعول کی طرح ہے اور ان کا دوسرا اور تیسرا مفعول علمت کے دو مفعولوں کی طرح ہے، افعال قلوب ظننت اور حسبت اور خلت اور زعمت اور علمت اور رایت اور وجدت ہیں داخل ہوتے ہیں جملہ اسمیہ پر اس اعتقاد کو بیان کرنے کیلئے جس سے یہ جملہ صادر ہو رہا ہے پس یہ نصب دیتے ہیں دونوں جزؤں کو اور ان کے خصائص میں سے یہ ہے کہ جب ان میں ایک کو ذکر کیا جائے تو دوسرے کو بھی ذکر کیا جاتا ہے بخلاف باب اعطیت کے اور ان (خصائص) میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے عمل کو باطل کرنا جائز ہے جب افعال قلوب (دونوں مفعولوں کے) درمیان واقع ہویا (دو اسموں سے) مؤخر ہو دونوں جزء کلام بننے میں مستقل ہونے کی وجہ سے اور ان (خصائص) میں سے ایک یہ ہے کہ جب یہ استفہام اور نفی اور لام ابتداء سے پہلے واقع ہوں تو معلق ہو جاتے ہیں (ان کا عمل باطل ہو جاتا ہے) جیسے علمت ازید عندک ام عمرو اور ان (خصائص) میں سے ایک یہ ہے کہ جائز ہے یہ بات کہ ان کے فاعل اور مفعول دونوں ضمیریں ہوں ایک شی کی جیسے علمتنی مطلقا اور بعض افعال قلوب کے لئے دوسرے معانی بھی ہیں ان کی وجہ سے یہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں پس ظننت اتھمت کے معنی میں ہے اور علمت عرفت کے معنی میں ہے اور رایت ابصرت کے معنی میں ہے اور وجدت اصبت کے معنی میں ہے۔

تشریح :قوله اَلْمُتَعَدِّیْ وَغَیْرُ الْمُتَعَدِّیْ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ فعل کی دو قسمیں متعدی اور غیر متعدی کو بیان کر رہے ہیں فعل متعدی اسے کہتے ہیں جس کا سمجھنا متعلق یعنی مفعول پر موقوف ہو دوسرے لفظوں میں تعریف یہ ہے کہ متعدی وہ فعل ہے کہ فاعل کے بعد مفعول کا بھی تقاضا کرے جیسے ضرب زید عمروا اور غیر متعدی جس کا دوسرا نام فعل لازم ہے یہ صرف فاعل پر پورا ہو جاتا ہے اور مفعول کا تقاضا نہیں کرتا جیسے قعد زید جلس زید وغیرہ۔

قوله وَالْمُتَعَدِّیْ یَکُوْنُ اِلٰی وَاحِدٍ الخ | فعل کبھی متعدی بیک مفعول ہوتا ہے جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًوا اور کبھی متعدی بدو مفعول ہوتا ہے جیسے اعطیت زیدا درھما علمت عمروا امینا اور کبھی متعدی بسہ مفعول ہوتا ہے اور وہ

یہ ہیں اعلم اور اری اور انبا اور نبا اور اخبر اور خبّر اور حدث جیسے اعلمت زید ا عمر وافاضلا ارایت عمر اخالد انائما -

قولہ وَهٰذِهٖ مَفْعُوْلُهَا الْاَوَّلُ الخ | یہ افعال جو تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں ان کا پہلا مفعول باب اعطیت کے مفعول کی طرح ہے جسطرح اعطیت کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے اسی طرح ان افعال میں بھی جائز ہے کہ ان افعال کے مفعول اول کو حذف کرے اور دوسرے تیسرے مفعول پر اکتفا کرے بخلاف ان کے مفعول ثانی اور ثالث کے کہ یہ دونوں باب علمت کے دو مفعولوں کی طرح ہیں جس طرح علمت کے ایک مفعول پر اکتفاء کرنا اور دوسرے کو حذف کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح ان میں بھی جائز نہیں کہ ایک مفعول کو ذکر کر کے دوسرے کو حذف کر دیا جائے بلکہ دونوں کا ذکر کرنا واجب ہے -

قولہ اَفْعَالُ الْقُلُوْبِ الخ | افعال قلوب یہ ہیں ظننت حسبت اور خلت یہ تینوں ظن کے لیے آتے ہیں اور آخری تین یعنی علمت اور رایت اور وجدت یہ یقین کے لئے آتے ہیں اور زعمت یہ شک اور یقین دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں کہ یہ جملہ کس قبیل سے ہے آیا علم کے قبیل سے ہے یا ظن کے قبیل سے جیسے علمت زید اقائما اور ظننت زید انائما یہ دونوں مفعولوں کو نصب دیتے ہیں-

قولہ وَمِنْ خَصَائِصِهَا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ افعال قلوب کے چند خاصے بیان کرتے ہیں

خاصہ (۱) جب افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک مذکور ہوگا تو دوسرے کو بھی ذکر کرنا واجب ہے کیونکہ یہ دونوں بمنزلہ ایک مفعول بہ کے ہیں اگر ایک کو حذف کر کے دوسرے کو ذکر کریں تو کلمہ کے بعض اجزاء کا حذف لازم آئے گا بخلاف باب اعطیت کے کہ اسمیں دو مفولوں میں سے ایک پر اکتفا کرنا جائز ہے-

خاصہ (۲) جب یہ افعال دو مفعولوں کے درمیان میں ہوں جیسے زید ظننت قائم یا دو اسموں کے بعد ہوں جیسے زید قائم ظننت تو ان کے عمل کو باطل کرنا جائز ہے اس لئے کہ ان دونوں اسموں میں مبتدا اور خبر بننے کی صلاحیت موجود ہے اس لحاظ سے یہ مستقل کلام ہے اور افعال قلوب عمل میں ضعیف ہیں جب وہ دو مفعولوں کے درمیان میں ہوں یا دو مفعولوں سے مؤخر ہوں تو اپنے ضعف کی وجہ سے عمل نہیں کریں گے-

خاصہ (۳) جب افعال قلوب استفہام یا نفی یا لام ابتداء سے پہلے واقع ہوں تو ان کا عمل لفظا باطل ہو جاتا ہے

معنا باطل نہیں ہوتا جیسے علمت ازید عندک ام عمرو۔

خاصہ (۴) فاعل اور مفعول دونوں کی ضمیر متصل کا ایک ہی ذات کی طرف لوٹانا جائز ہے جیسے علمتنی مطلقا میں فاعل اور مفعول دونوں متکلم کی ضمیریں ہیں اور ایک ہی ذات یعنی متکلم کی طرف لوٹتی ہیں۔

قوله وَلِبَعْضِهَا مَعْنًا الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کررہے ہیں کہ افعال قلوب میں سے بعض کے دوسرے معنی بھی ہیں جن کی وجہ سے وہ متعدی بیک مفعول ہوتے ہیں جیسے ظننت اتھمت کے معنی میں ہے جیسے ظننت زیدا بمعنی اتھمتہ اور علمت عرفت کے معنی میں ہوتا ہے جیسے علمت زیدا بمعنی عرفتہ اور رایت البصرت کے معنی میں آتا ہے جیسے رایت زیدا بمعنی البصرتہ اور وجدت اصبت کے معنی میں ہوتا ہے جیسے وجدت زیدا بمعنی اصبتہ۔

اَلْاَفْعَالُ النَّاقِصَةُ مَا وُضِعَ لِتَقْرِيْرِ الْفَاعِلِ عَلٰى صِفَةٍ وَهِيَ كَانَ وَ صَارَ وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰى وَ اَضْحٰى وَظَلَّ وَ بَاتَ وَآضَ وَعَادَ وَغَدَا وَرَاحَ وَمَازَالَ وَمَا انْفَكَّ وَمَا فَتِئَ وَمَا بَرِحَ وَمَا دَامَ وَلَيْسَ وَقَدْ جَآءَ مَا جَاءَ تْ حَاجَتُكَ وَقَعَدَتْ كَاَنَّهَا حَرْبَةٌ تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ لِاِعْطَآءِ الْخَبَرِ حُكْمَ مَعْنَاهَا فَتَرْفَعُ الْاَوَّلَ وَتَنْصِبُ الثَّانِيَ مِثْلُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا فَكَانَ تَكُوْنُ نَاقِصَةً لِثُبُوْتِ خَبَرِهَا مَاضِيًا دَائِمًا اَوْ مُنْقَطِعًا وَبِمَعْنٰى صَارَ وَيَكُوْنُ فِيْهَا ضَمِيْرُ الشَّانِ وَتَكُوْنُ تَامَّةً بِمَعْنٰى ثَبَتَ وَزَائِدَةً وَصَارَ لِلْاِنْتِقَالِ وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰى وَاَضْحٰى لِاِقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِاَوْقَاتِهَا وَبِمَعْنٰى صَارَ وَتَكُوْنُ تَامَّةً وَظَلَّ وَبَاتَ لِاِقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِوَقْتَيْهِمَا وَبِمَعْنٰى صَارَ وَ مَازَالَ وَمَا بَرِحَ وَمَافَتِئَ وَمَا انْفَكَّ لِاِسْتِمْرَارِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا مُذْ قَبِلَهُ وَيَلْزَمُهَا النَّفْيُ وَمَا دَامَ لِتَوْقِيْتِ اَمْرٍ بِمُدَّةِ ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا وَمِنْ ثَمَّ احْتَاجَ اِلٰى كَلَامٍ لِاَنَّهُ ظَرْفٌ وَلَيْسَ لِنَفْيِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ حَالًا وَقِيْلَ مُطْلَقًا وَيَجُوْزُ تَقْدِيْمُ اَخْبَارِهَا كُلِّهَا عَلٰى اَسْمَآءِ هَا وَهِيَ فِيْ تَقْدِيْمِهَا عَلَيْهَا عَلٰى ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ قِسْمٌ يَجُوْزُ وَهُوَ مِنْ كَانَ اِلٰى رَاحَ وَقِسْمٌ لَا يَجُوْزُ وَهُوَ مَا فِيْ اَوَّلِهٖ مَا خِلَافًا لِابْنِ كَيْسَانَ فِيْ غَيْرِ مَا دَامَ وَقِسْمٌ مُخْتَلَفٌ فِيْهِ وَهُوَ لَيْسَ۔

ترجمہ: افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو وضع کئے گئے ہیں فاعل کو ثابت کرنے کے لئے کسی صفت پر اور وہ یہ ہیں کان اور صار اور اصبح اور امسی اور اضحیٰ اور ظل اور بات اور اض اور غدا اور راح اور مازال اور ما انفک اور مابرح اور مافتی اور مادام اور لیس اور تحقیق آیا ہے ماجاءت حاجتک میں کلمہ جاءت اور قعدت کانھا حربۃ میں قعدت ناقصہ ہے یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اپنے معنی کا حکم خبر کو دینے کے لئے آتے ہیں پس رفع دیتے ہیں پہلے جزء کو اور نصب دیتے ہیں دوسرے جزء کو جیسے کان زید قائما پس کان ناقصہ ہوتا ہے اپنی خبر کو ثابت کرنے کیلئے زمانہ ماضی میں دائمی طور پر یا (کان) منقطع ہوتا اور بمعنی صار ہوتا ہے اور اس میں ضمیر شان ہوتی ہے اور (کان) تامہ ہوتا ہے بمعنی ثبت کے اور زائدہ ہوتا ہے اور صار انتقال کے معنی میں ہوتا ہے اور اصبح اور امسی اور اضحیٰ یہ جملے کے مضمون کو ملانے کے لیے آتے ہیں اپنے اوقات کے ساتھ اور صار کے معنی میں ہوتے ہیں اور کبھی تامہ ہوتے ہیں اور ظل اور بات جملے کے مضمون کو ملانے کے لئے آتے ہیں اپنے اوقات کے ساتھ اور صار کے معنی میں ہوتے ہیں اور مازال اور مابرح اور مافتی اور ما انفک اپنی خبروں کو اپنے فاعل کے لئے استمرار کے ساتھ ثابت کرنے کے لئے آتے ہیں جب سے اس نے اسے قبول کیا اور ان کو نفی لازم ہے اور مادام ایک امر کی توقیت کے لیے آتا ہے اس مدت کے ساتھ جس میں اسکی خبر کا ثبوت اس کے فاعل کے لئے ہو اور اسی وجہ سے محتاج ہوتا ہے کلام کی طرف کیونکہ وہ ظرف ہے اور لیس جملہ کے مضمون کی نفی کیلئے آتا ہے زمانہ حال میں اور کہا گیا ہے مطلقا (مضمون جملہ کی نفی کے لئے آتا ہے) اور جائز ہے ان تمام کی خبروں کو مقدم کرنا ان کے اسموں پر افعال ناقصہ اپنی اخبار کی نفس افعال پر تقدیم میں تین قسموں پر ہیں ایک قسم جو جائز ہے اور وہ کان سے راح تک ہے اور ایک قسم جو جائز نہیں ہے وہ ایسے افعال ناقصہ ہیں جن کے شروع میں ما ہے یہ خلاف ہے ابن کیسان کے مادام کے علاوہ میں اور ایک وہ قسم جو مختلف فیہ ہے اور وہ لیس ہے۔

تشریح: اَلْاَفْعَالُ النَّاقِصَۃُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ افعال ناقصہ کو بیان کرتے ہیں افعال ناقصہ وہ ہیں جو فاعل کو کسی صفت پر ثابت کرنے کے لئے وضع کیے گئے ہیں جیسے اصبح زید غنیا انہیں ناقصہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ افعال صرف فاعل پر تام نہیں ہوتے ہیں بلکہ خبر کے بھی محتاج ہوتے ہیں افعال ناقصہ یہ ہیں کان 'صار' اصبح 'امسی' اضحیٰ 'ظل' بات' اض' عاد 'غدا' راح' مازال' ماانفک' مافتی' مابرح 'مادام 'لیس۔

قولہ وَقَدْ جَاءَ مَا جَاءَتْ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ افعال ناقصہ صرف یہی

نہیں جو مذکور ہیں بلکہ ان کے علاوہ اور بھی افعال ناقصہ آتے ہیں ماجاءت حاجتک میں جاءت فعل ناقص ہے کانت کے معنی میں ہے اور اس میں ضمیر اسکا اسم ہے اور حاجتک اس کی خبر ہے اور اسی طرح قعدت کانھا حربۃ میں قعدت فعل ناقص ہے یہ صارت کے معنی میں ہے اس میں ضمیر اس کا اسم اور کاف بمعنی مثل کے اس کی خبر ہے۔

قوله تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ الخ اور یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور یہ اپنے معنی کا حکم اور اثر خبر کو دینے کیلئے جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں جیسے کان زید قائما کان فعل ناقص ہے اور زید قائما جملہ اسمیہ پر داخل ہے اور یہ ثبوت کا حکم اور اثر اپنی خبر یعنی قیام کو دینے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

قوله فَكَانَ تَكُوْنُ نَاقِصَةً الخ یہاں سے صاحب کافیہ افعال ناقصہ میں سے ہر ایک کی تفصیل بیان کرتے ہیں کان کی تین قسمیں ہیں (۱) ناقصہ (۲) تامہ (۳) زائدہ کان ناقصہ اسے کہتے ہیں کہ صرف فاعل پر کلام تام نہیں ہوتا بلکہ خبر کا بھی محتاج ہوتا ہے پھر کان ناقصہ کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک وہ جو اپنی خبر کو اپنے اسم کے لئے زمانہ ماضی میں ثابت کرنے کیلئے آتا ہے اور وہ ثبوت معنی ماضی میں دائمی ہو جیسے وکان اللہ عزیزا حکیما (۲) یا منقطع ہو جو اپنی خبر کو اپنے اسم کے لئے زمانہ ماضی میں دائمی طور پر ثابت نہ کر رہا ہو جیسے کان زید قائما اور کبھی کان بمعنی صار کے ہوتا ہے اور اس میں ضمیر شان ہوتی ہے جیسے کان زید قائما (۲) کان کی دوسری قسم کان تامہ ہے اور یہ ثبت کے معنی میں ہوتا ہے اور اسے تامہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے اسم پر پورا ہو جاتا ہے خبر کا محتاج نہیں ہوتا جیسے کن فیکون۔
(۳) تیسری قسم کان زائدہ ہے اور کان زائدہ اس لئے کہتے ہیں کہ اگر اسے عبارت سے حذف کر دیا جائے تو معنی مقصود میں خرابی لازم نہ آئے جیسے قران مجید میں ہے کیف نکلم من کان فی المھد صبیا ای کیف نکلم من ھو فی المھد صبیا —

قوله صَارَ لِلْاِنْتِقَالِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ افعال ناقصہ میں سے صار کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ صار انتقال کیلئے آتا ہے خواہ ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف انتقال ہو جیسے صار زید عالما کہ زید جہا[illegible] کی صفت سے علم کی صفت کی طرف منتقل ہو گیا یا ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف منتقل ہو جیسے صار الطین خز[illegible] ہو گیا یہاں پر مٹی ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف منتقل ہو گئی۔

قولہ وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰی وَاَضْحٰی الخ یہاں سے صاحب کافیہ ان تینوں کی تفصیل بیان کرتے ہیں یہ تینوں اصبح اور امسی اور اضحیٰ جملہ کے مضمون کو اپنے اوقات کے ساتھ ملانے کیلئے آتے ہیں جیسے اصبح زید جالسا کہ زید صبح کے وقت بیٹھ گیا اور جیسے امسی بکر قائما کہ بکر شام کے وقت کھڑا ہو گیا اضحیٰ اشرف مصلیا کہ اشرف چاشت کیوقت نماز پڑھنے والا ہو گیا اور کبھی یہ تینوں صار کے معنی میں ہوتے ہیں اسوقت معنی میں اوقات کا لحاظ نہیں ہو تا جیسے اصبح خالد غنیا ای صار خالد غنیا اور کبھی یہ تینوں تامہ ہوتے ہیں اس وقت یہ خبر کے محتاج نہیں ہوتے جیسے اصبح عزیز کہ عزیز صبح کے وقت داخل ہوا۔

قولہ وَظَلَّ وَبَاتَ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ظل اور بات کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ یہ دونوں جملہ کے مضمون کو اپنے وقت کے ساتھ ملانے کے لیے آتے ہیں جیسے ظل بلال کاتبا کہ بلال تمام دن لکھنے والا رہا جیسے بات رمضان اکلا کہ رمضان تمام رات کھانیوالا رہا اور یہ دونوں فعل کبھی صار کے معنی میں ہوتے ہیں جیسے ظل راشد بصیرا ای صار راشد بصیرا کہ راشد دیکھنے والا ہو گیا بات عابد مجاہدا ای صار عابد مجاہدا یعنی عابد مجاہد ہو گیا۔

قولہ وَمَا زَالَ وَمَا بَرِحَ وَمَا فَتِئَ وَمَا انْفَکَّ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ان چاروں کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ مازال اور مابرح اور مافتی اور ماانفک یہ چاروں اپنی خبروں کو اپنے فاعل کے لئے استمرار کے ساتھ ثابت کرنے کے لیے آتے ہیں جب سے ان کے فاعلوں نے خبر کو قبول کیا ہے جیسے مازال بکر غنیا جب سے بکر نے مالداری کو قبول کیا اسوقت سے بکر میں مالداری کی صفت مستمر اور دائمی ہے ان افعال مذکورہ سے جب دوام اور استمرار کا معنی مقصود ہو تو نفی لازم ہے چاہے نفی لفظا ہو یا تقدیرا نفی لفظا کی مثال مازال اشرف عاقلا اور نفی تقدیرا کی مثال جیسے قران مجید میں ہے تااللہ تفتؤ تذکر یوسف اصل میں تھا لا تفتؤ تذکر یوسف۔

قولہ مَا دَامَ الخ یہاں سے صاحب کافیہ افعال ناقصہ میں سے مادام کی تفصیل بیان کرتے ہیں مادام کسی امر کی توقیت کو اس مدت کے ساتھ ثابت کرنے کیلئے آتا ہے جس میں اس کی خبر اس کے فاعل کے لئے ثابت ہو جیسے اجلس مادام خالد جالسا کہ اس وقت تک بیٹھ جب تک خالد بیٹھا ہے اس میں مخاطب کے بیٹھنے کی تعین اس مدت کے ساتھ ہے جو خالد کے بیٹھنے کی ہے جب یہ بات ثابت ہو گئی تو مادام توقیت مذکورہ کیلئے ہوتا ہے تو اس سے پہلے یہ ایک مستقل کلام کا محتاج ہو گا اس لیے کہ یہ ظرف ہے اور ظرف اپنے افادہ میں مستقل نہیں ہوتا جیسے اجلس مادام عزیز جالسا میں اجلس ایک مستقل کلام ہے جو مادام سے پہلے مذکور ہے۔

قولہ وَلَيْسَ لِنَفْيِ مَضْمُوْنِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ افعال ناقصہ میں سے لیس کی تفصیل بیان کرتے ہیں لیس زمانہ حال میں جملہ کے مضمون کی نفی کرنے کیلئے آتا ہے جیسے لیس بکر نائماکہ بکر زمانہ حال میں سونے والا نہیں بعض نحوی کہتے ہیں کہ لیس مطلقا مضمون جملہ کی نفی کے لئے آتا ہے چاہے وہ نفی زمانہ حال میں ہو یا استقبال میں ہو یا ماضی میں ہو۔

قولہ وَيَجُوْزُ تَقْدِيْمُ اَخْبَارِهَا الخ | ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ افعال ناقصہ کی خبروں کو ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز ہے کیونکہ منصوب کو مرفوع پر مقدم کرنا تمام افعال میں درست ہے افعال ناقصہ میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ ان کی خبروں کو نفس افعال پر مقدم کرنا جائز ہے اور وہ کان سے راح تک ہے جو گیارہ افعال ہیں اور بعض افعال ایسے ہیں کہ ان کی خبروں کو نفس افعال پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے وہ افعال یہ ہیں جن کے شروع میں ما ہو چاہے ما نافیہ ہو یا ما مصدریہ ہو افعال مذکورہ میں خبر کی تقدیم کا ناجائز ہونا یہ جمہور کا مذہب ہے لیکن ابن کیسان نحوی کے نزدیک مادام کے علاوہ جتنے افعال ہیں یعنی مازال مابرح مافتی ماانفک ان کی خبر کو مقدم کرنا جائز ہے اور لیس میں جمہور کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ لیس کی خبر کو اس پر مقدم کرنا جائز نہیں کیونکہ لیس نفی کے معنی میں ہے اور نفی صدارت کلام چاہتی ہے اور اگر لیس کی خبر مقدم کریں تو صدارت کلام فوت ہو جاتی ہے اور بعض نحوی کہتے ہیں کہ لیس کی خبر کا عمل نفی کی وجہ سے نہیں بلکہ فعلیت کی وجہ سے ہے تو جس طرح فعل میں منصوب کو مقدم کرنا جائز ہے اسی طرح یہاں پر بھی خبر کو مقدم کرنا جائز ہے واللہ اعلم۔

اَفْعَالُ الْمُقَارَبَةِ مَا وُضِعَ لِدُنُوِّ الْخَبَرِ رَجَآءً اَوْ حُصُوْلاً اَوْ اَخْذًا فِيْهِ فَالْاَوَّلُ عَسٰى وَهُوَ غَيْرُ مُتَصَرِّفٍ تَقُوْلُ عَسٰى زَيْدٌ اَنْ يَّخْرُجَ وَعَسٰى اَنْ يَّخْرُجَ زَيْدٌ وَقَدْ يُحْذَفُ اَنْ وَالثَّانِىْ كَادَ تَقُوْلُ كَادَ زَيْدٌ يَجِيْءُ وَقَدْ تَدْخُلُ اَنْ وَاِذَا دَخَلَ النَّفْيُ عَلٰى كَادَ فَهُوَ كَالْاَفْعَالِ عَلَى الْاَصَحِّ وَقِيْلَ يَكُوْنُ لِلْاِثْبَاتِ وَقِيْلَ يَكُوْنُ فِى الْمَاضِىْ لِلْاِثْبَاتِ وَفِى الْمُسْتَقْبِلِ كَالْاَفْعَالِ تَمَسُّكًا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ وَبِقَوْلِ ذِى الرُّمَّةِ شعرٌ اِذَا غَيَّرَ الْهَجْرُ الْمُحِبِّيْنَ لَمْ يَكَدْ ☆ رَسِيْسُ الْهَوٰى مِنْ حُبِّ مَيَّةَ يَبْرَحُ وَالثَّالِثُ طَفِقَ وَكَرَبَ وَجَعَلَ وَاَخَذَ وَهِىَ مِثْلُ كَادَ وَاَوْشَكَ مِثْلُ عَسٰى وَكَادَ فِى الْاِسْتِعْمَالِ۔

ترجمہ: افعال مقاربہ وہ (افعال) ہیں جو خبر کو (اپنے فاعل کے) قریب کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں اور یہ یا تو باعتبار امید کے ہوں یا باعتبار حصول کے یا باعتبار اس میں شروع ہونے کے ہوں پس پہلا عسی ہے اور وہ غیر متصرف ہے (اس سے ماضی کے سوا اور کوئی صیغہ نہیں آتا) جیسے تو کہے عسی زید ان یخرج اور عسی ان یخرج زید اور کبھی خبر سے اَنْ کو حذف کر دیا جاتا ہے اور دوسرا کاد ہے جیسے تو کہے کاد زید یجئ اور کبھی (کاد کی خبر پر) اَنْ مصدریہ داخل ہوتا ہے اور جب کاد پر نفی داخل ہو پس وہ دوسرے افعال کی طرح اصح مذہب کے مطابق (مضمون جملہ کی نفی کے لیے آتا ہے) اور کہا گیا ہے کہ ماضی میں اثبات کیلئے آتا ہے اور مستقبل میں افعال کی طرح دلیل پکڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے وما کادوا یفعلون اور دلیل پکڑتے ہیں ذی الرمۃ کے قول سے (شعر کا ترجمہ یوں ہے) جب جدائی عاشقوں کی محبت کو متغیر کر دے مَیَّۃَ کی ثابت شدہ محبت کا میرے دل سے زائل ہونا قریب نہیں اور تیسرا طفق اور کرب اور جعل اور اخذ ہیں اور یہ کاد کی طرح ہیں اوشک یہ عسی اور کاد کی طرح استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: قولہ اَفْعَالُ الْمُقَارَبَۃِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ افعال مقاربہ کی تفصیل بیان کرتے ہیں افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جو خبر کو اپنے فاعل کے قریب کرنے کے لئے آتے ہیں خبر کو قریب کرنا چاہے باعتبار امید کے ہو یا باعتبار حصول کے یا باعتبار اس میں شروع ہونے کے۔

قولہ فَالْاَوَّلُ عَسٰی الخ | یہاں سے صاحب کافیہ افعال مقاربہ میں سے پہلے فعل عسی کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ عسی باعتبار امید کے خبر کو فاعل کے نزدیک کرنے کے لئے آتا ہے اور کلمہ عسی غیر متصرف ہے اس سے ماضی کے سوا اور کوئی صیغہ نہیں آتا ہے عسی کا استعمال دو طرح ہے (۱) عسی کا فاعل اسم صریح ہو اور خبر فعل مضارع ان کے ساتھ ہو جیسے عسی زید ان یخرج (۲) عسی تامہ ہو اور فعل مضارع محل رفع میں عسی کا فاعل ہو اور زید یخرج کا فاعل ہو جیسے عسی ان یخرج زید پہلی صورت میں کبھی اَنْ مصدریہ کو فعل مضارع سے حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے عسی زید یخرج

قولہ وَالثَّانِیْ کَادَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ افعال مقاربہ میں سے دوسرے فعل کاد کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ کاد اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خبر کا حصول فاعل کے لئے یقینی ہے جیسے کاد انور یجئ کہ انور کی مجیئت یقیناً ہونے والی ہے اور کبھی کاد کی خبر پر اَنْ مصدریہ بھی داخل کر دیتے ہیں جیسے کاد بکر ان یجئ کاد کی خبر پر ان مصدریہ اسلئے داخل کرتے ہیں کہ کاد کی عسی کے ساتھ مشابہت ہے جیسے عسی کی خبر پر اَنْ مصدریہ آتا ہے اسی طرح کاد کی خبر پر بھی اَنْ

مصدریہ آتا ہے اور جب کاد اور اس کے مشتقات پر نفی داخل ہو تو دوسرے افعال کی طرح مضمون جملہ کی نفی کا فائدہ دیتے ہیں اصح مذہب کے مطابق بعض یہ کہتے ہیں کہ کاد پر نفی اثبات کے لئے ہوتی ہے بعض یوں کہتے ہیں کہ کاد پر نفی داخل ہو تو ماضی میں اثبات کے لئے ہوتی ہے اور مستقبل میں باقی افعال کی طرح نفی کے لئے آتی ہے دلیل پکڑتے ہیں اللہ تعالی کے اس قول سے فذبحوھا وما کادوا یفعلون دلیل یہ ہے کہ ماکادوا سے نفی مراد ہو تو تناقض لازم آئے گا یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ ذبح کرنے سے پہلے ذبح کرنے کے قریب نہ ہوں تو ذبح کردیں اور مضارع کی مثال ذی رمہ کا شعر ہے اس شعر میں محل استشہاد شاعر کا قول لم یکد ہے کاد پر نفی داخل ہے مستقبل میں یہ عام افعال کی طرح نفی کے لیے آتا ہے شعر یوں ہے -

اِذَا غَیَّرَ الْھَجْرُ الْمُحِبِّیْنَ لَمْ یَکَدْ رَسِیْسُ الْھَوٰی مِنْ حُبِّ مَیَّۃَ یَبْرَحُ

ترجمہ: جب جدائی دوستوں کی محبت کو متغیر کردے تب میہ کی راسخ شدہ محبت میرے دل سے زائل ہونے کے قریب نہیں

ترکیب: اذا غیرالھجر المحبین لم یکد رسیس الھوی من حب میة یبرح

اذا حرف شرط غَیَّرَ فعل ماضی از تفعیل الھجر فاعل المحبین مضاف الیہ مضاف محذوف محبة کا مضاف اور مضاف الیہ مل کر مفعول بہ غیر کا غَیَّرَ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شرط لم یکد فعل مضارع مجزوم بلم رسیس مضاف الھوی مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر اسم لم یکد کا من حرف جر حب مضاف میة مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور جار مجرور مل کر ظرف لغو متعلق مقدم یبرح کے یبرح فعل ہو ضمیر اس میں مستتر فاعل راجع بسوئے رسیس الھوی فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ہوئی لم یکد فعل مقارب کی فعل اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء شرط اور جزاء مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

قولہ اَلثَّالِثُ طَفِقَ وَکَرَبَ وَجَعَلَ وَاَخَذَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ افعال مقاربہ میں سے طفق اور کرب اور جعل اور اخذ کو بیان کرتے ہیں یہ استعمال میں کاد کی طرح ہیں جیسا کہ کاد کی خبر فعل مضارع اَنْ کے ساتھ ہوتی ہے یا بغیر اَنْ کے اسی طرح ان کی خبر بھی فعل مضارع ہوتی ہے اَنْ کے ساتھ یا بغیر اَنْ کے اور اوشک یہ عسی اور کاد کی طرح ہے استعمال میں کبھی اس کا استعمال عسی کی طرح ہوتا ہے خبر اَنْ کے ساتھ یا بغیر اَنْ کے

یا خبر اسم سے مأخر ہوتی ہے جیسے اوشک زید ان یخرج اور کبھی خبر مقدم ہوتی ہے جیسے اوشک ان یخرج زید اور کبھی اس کا استعمال کاد کی طرح بغیر ان کے ہوتا ہے جیسے اوشک زید یخرج واللہ اعلم۔

فِعْلُ التَّعَجُّبِ مَا وُضِعَ لِاِنْشَاءِ التَّعَجُّبِ وَلَهٗ صِيْغَتَانِ مَا اَفْعَلَهٗ وَاَفْعِلْ بِهٖ وَهُمَا غَيْرُ مُتَصَرِّفَيْنِ مِثْلُ مَا اَحْسَنَ زَيْدًا وَاَحْسِنْ بِزَيْدٍ وَلَا يُبْنَيَانِ اِلَّا مِمَّا يُبْنٰى مِنْهُ اَفْعَلُ التَّفْضِيْلِ وَيُتَوَصَّلُ فِي الْمُمْتَنِعِ بِمِثْلِ مَا اَشَدَّ اِسْتِخْرَاجَهٗ وَاَشْدِدْ بِاِسْتِخْرَاجِهٖ وَلَا يُتَصَرَّفُ فِيْهِمَا بِتَقْدِيْمٍ وَتَأْخِيْرٍ وَلَا فَصْلٍ وَاَجَازَ الْمَازِنِيُّ الْفَصْلَ بِالظُّرُوْفِ وَمَا ابْتِدَآءٌ نَكِرَةٌ عِنْدَ سِيْبَوَيْهِ وَمَا بَعْدَهَا الْخَبَرُ وَمَوْصُوْلَةٌ عِنْدَ الْاَخْفَشِ وَالْخَبَرُ مَحْذُوْفٌ وَبِهٖ فَاعِلٌ عِنْدَ سِيْبَوَيْهِ فَلَا ضَمِيْرَ فِيْ اَفْعَلْ وَمَفْعُوْلٌ عِنْدَ الْاَخْفَشِ وَالْبَاءُ لِلتَّعْدِيَةِ اَوْ زَائِدَةٌ فَفِيْهِ ضَمِيْرٌ۔

ترجمہ : فعل تعجب وہ ہے جو تعجب پیدا کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو اور اس کے دو صیغے ہیں ماافعلہ اور افعل بہ اور یہ دونوں غیر متصرف ہیں جیسے مااحسن زیدا واحسن بزید اور یہ نہیں بنائے جاتے ہیں مگر اس سے جس سے افعل التفضیل بنایا جاتا ہے اور پہنچا جاتا ہے ممتنع میں مااشد استخراجہ واشدد باستخراجہ کی مثل کے ساتھ اور نہیں تصرف ہوتا ان دونوں میں تقدیم اور تاخیر سے اور نہ فصل سے اور جائز قرار دیا ہے مازنی نے فصل کو ظرف کے ساتھ اور ما مبتدا نکرہ ہے سیبویہ کے نزدیک اور اس کا مابعد خبر ہے، اور ما موصولہ ہے اخفش کے نزدیک اور خبر محذوف ہے، اور بہ میں ہ ضمیر فاعل ہے سیبویہ کے نزدیک پس ضمیر فاعل نہیں ہوگی افعل میں، اور مفعول ہے اخفش کے نزدیک اور (بہ میں) با تعدیہ کیلئے ہے یا زائدہ ہے پس اس (احسن) میں ضمیر ہے۔

تشریح : قولہ فِعْلُ التَّعَجُّبِ الخ | فعل تعجب وہ ہے جو تعجب پیدا کرنے کے لئے ہو اور اسکے دو صیغے ہیں (۱) مَا اَفْعَلَهٗ جیسے مااحسن زیدا اس کی تقدیر یوں ہے ای شیٔ احسن زیدا (۲) دوسرا صیغہ اَفْعِلْ بِهٖ ہے جیسے احسن بزید اور یہ دونوں صیغے غیر متصرف ہیں ان کا نہ مضارع آتا ہے نہ مجہول۔

قولہ وَلَا یُبْنَیَانِ الخ | یعنی فعل تعجب کے صیغے اسی سے بنائے جاتے ہیں جس سے اسم تفضیل بنتا ہے جیسے اسم تفضیل اس ثلاثی سے بنتا ہے جو کہ لون اور عیوب سے خالی ہو تو اسی طرح فعل تعجب بھی اسی ثلاثی سے بنتا ہے جو لون اور عیب سے خالی ہو اور جس سے فعل تعجب بنانا ممتنع ہے اس سے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر استخراج غیر ثلاثی مجرد سے فعل تعجب بنانا چاہتے ہیں تو اسکے شروع میں اشد لگادیں جیسے ما اشد استخراجہ اسی طرح اشدد باستخراجہ اور فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں تقدیم اور تاخیر کا تصرف نہ ہوگا یہاں تک کہ جار مجرور اور مفعول بہ کو ان پر مقدم نہیں کیا جائے گا

قولہ وَلَا فَصْلٍ وَاَجَازَ الْمَازِنِیُّ الخ | اور فعل تعجب اور اسکے معمول کے درمیان فصل لانا جائز نہیں ہے لیکن امام مازنی کے ہاں فعل تعجب اور اسکے معمول کے درمیان ظرف کے ساتھ فصل لانا جائز ہے دلیل یہ دیتے ہیں کہ ظرف میں جو وسعت ہے غیر ظرف میں نہیں احسن زیدا کو ما احسن فی الدار زیدا کہنا درست ہے اور احسن بزید کو احسن الیوم بزید کہنا صحیح ہے لیکن جمہور کے نزدیک فصل لانا جائز نہیں کیونکہ تعجب کے دو صیغے انشاء تعجب کی وجہ سے امثال کے قائم مقام بن گئے ہیں لہذا امثال کی طرح ان میں بھی تصرف جائز نہیں ہوگا۔

قولہ وَمَا ابْتَدَأٌ نَکِرَةٌ الخ | ما احسن زیدا میں سیبویہ کے نزدیک ما مبتدا اور نکرہ بمعنی شئ کے اور اس کے مابعد خبر ہے اور اخفش کے نزدیک ما موصولہ ہے اور اس کا مابعد صلہ ہے اور موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا اور اس کی خبر شئ عظیم محذوف ہے تو سیبویہ کے نزدیک ما احسن زیدا کے معنی شئ احسن زیدا کے ہیں اور اخفش کے نزدیک الذی احسن شئ عظیم کے ہیں ایک اور مذہب فراء کا ہے جو صاحب کافیہ نے ذکر نہیں کیا ہے وہ یہ ہے کہ ما بمعنی ای شی مبتدا اور ما بعد خبر تو فراء کے نزدیک ما احسن زیدا ای شئ احسن زیدا کے معنی میں ہے۔

قولہ وَبِہٖ فَاعِلٌ الخ | یہاں سے فعل تعجب کے دوسرے صیغے کا بیان ہے احسن بہ میں سیبویہ کے نزدیک احسن اگرچہ امر کا صیغہ ہے لیکن احسن ماضی کے معنی میں ہے اور بہ میں باء زائدہ ہے اور ضمیر مجرور اسکا فاعل ہے اور اخفش کے نزدیک احسن امر کا صیغہ ہے اور بہ میں باء تعدیہ کیلئے یا زائدہ ہے تو اس وقت احسن میں ضمیر اس کا فاعل ہے اور بہ کی ہ ضمیر اسکا مفعول بہ ہے۔

اَفعَالُ الْمَدْحِ وَالذَّمِّ مَا وُضِعَ لِاِنْشَاءِ مَدْحٍ اَوْذَمٍّ فَمِنْهَا نِعْمَ وَبِئْسَ وَشَرْطُهُمَا اَنْ يَكُوْنَ الفَاعِلُ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ اَوْ مُضَافًا اِلَى الْمُعَرَّفِ بِهَا اَوْ مُضْمَرًا مُمَيَّزًا بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ اَوْ بِمَا مِثْلُ فَنِعِمَّا هِيَ وَبَعْدَذٰلِكَ الْمَخْصُوْصُ وَهُوَ مُبْتَدَاءٌ مَا قَبْلَهُ خَبَرُهُ اَوْ خَبَرُ مُبْتَدَاءٍ مَحْذُوْفٍ مِثْلُ نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ وَشَرْطُهُ مُطَابَقَةُ الْفَاعِلِ وَبِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا وَشِبْهُهُ مُتَاَوَّلٌ وَقَدْيُحْذَفُ الْمَخْصُوْصُ اِذَا عُلِمَ مِثْلُ نِعْمَ الْعَبْدُ وَفَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ وَسَاءَ مِثْلُ بِئْسَ وَمِنْهَا حَبَّذَا وَ فَاعِلُهُ ذَا وَلَا يَتَغَيَّرُ وَبَعْدَهُ الْمَخْصُوْصُ وَاِعْرَابُهُ كَاِعْرَابِ مَخْصُوْصِ نِعْمَ وَيَجُوْزُ اَنْ يَقَعَ قَبْلَ الْمَخْصُوْصِ وَبَعْدَهُ تَمْيِيْزٌ اَوْحَالٌ عَلٰى وَفْقِ مَخْصُوْصِهٖ۔

ترجمہ : افعال مدح وذم وہ ہیں جو مدح یا مذمت بیان کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں پس ان میں سے ایک نعم اور دوسرا بئس ہے ان دونوں کی شرط یہ ہے کہ (ان کا) فاعل معرف باللام ہو یا معرف باللام کی طرف مضاف ہو یا ایسی ضمیر (مستتر ہو) جسکی تمیز نکرہ منصوبہ ہو یا (تمیز) کلمہ ما کے ساتھ ہو جیسے فنعما ھی اور اسکے بعد مخصوص ہوتا ہے اور وہ (مخصوص) مبتدا ہو اور اس کا ماقبل اس کی خبر ہو یا یہ خبر ہو مبتدا محذوف کی جیسے نعم الرجل زید اور اس کی شرط (مخصوص بالمدح وبالذم کی) یہ ہے کہ وہ مطابق ہو فاعل کے اور بئس مثل القوم الذین کذبوا میں اور اسکے مشابہ متأول ہے اور کبھی حذف کیا جاتا ہے مخصوص کو جب (قرینہ) جانا جائے جیسے نعم العبد اور فنعم الماھدون اور ساء بھی بئس کی طرح ہے اور ان میں سے ایک حبذا ہے اور اس کا فاعل ذا ہے اور یہ بدلتا نہیں (یعنی ہمیشہ ایک حالت پر رہتا ہے) اور اس کے بعد مخصوص بالمدح ہے اور اس کا اعراب نعم کے مخصوص بالمدح کے اعراب کی طرح ہے اور جائز ہے مخصوص سے پہلے یا اس کے بعد تمیز یا حال کا واقع ہونا اپنے مخصوص کے مطابق -

تشریح :قولہ اَفْعَالُ الْمَدْحِ وَ الذَّمِّ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ افعال مدح و ذم کو بیان کررہے ہیں افعال مدح اور ذم وہ افعال ہیں جو مدح اور مذمت کے لئے وضع کئے گئے ہیں اور افعال مدح وذم چار ہیں

(۱) نعم (۲) بئس (۳) حبذا (۴) ساء ۔

قولہ فَمِنۡهَا نِعۡمَ وَبِئۡسَ الخ یہاں سے صاحب کافیہ نعم اور بئس کے بارے میں تفصیل بیان کرتے ہیں کہ ان دونوں کے فاعل کی شرط یہ ہے کہ ان دونوں کا فاعل معرف باللام ہو جیسے نعم الرجل زید یا معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے نعم صاحب الرجل یا ایسی ضمیر مستتر ہو جس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہو جیسے نعم رجلا زید یا جس کی تمیز کلمہ ما ہو جیسے قرآن مجید میں ہے فنعما ھی ای نعم شیٔ ھی۔

قولہ بَعۡدَ ذَالِکَ الۡمَخۡصُوۡصُ فعل مدح اور ذم کے فاعل کے بعد یا تو مخصوص بالمدح ہوگا جیسے نعم الرجل زید اس مثال میں الرجل نعم کا فاعل ہے اور زید مخصوص بالمدح ہے یا اس کے بعد مخصوص بالذم ہوگا جیسے بئس الرجل خالد اس مثال میں مخصوص بالذم خالد ہے اور ترکیب کے اعتبار سے مخصوص کی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ مخصوص بالمدح مبتدا ہو اور ما قبل جملہ خبر مقدم ہو اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ خبر جب جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف لوٹے اور یہاں خبر میں کوئی ضمیر نہیں جو مبتدا کی طرف لوٹے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عائد کے لئے صرف ضمیر کا ہونا ضروری نہیں بلکہ نعم الرجل میں الف لام عہدی یہ بھی عائد ہے دوسری ترکیب کی صورت یہ ہے کہ مخصوص بالمدح مبتداء محذوف کی خبر ہو اور نعم الرجل علیحدہ جملہ فعلیہ ہو تو عبارت یوں بن جائے گی نعم الرجل ھو زید۔

قولہ وَشَرۡطُهٗ مُطَابَقَةُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم کی شرط یہ ہے کہ اپنے فاعل کے ساتھ تذکیر اور تانیث اور تثنیہ اور جمع میں مطابق ہو جیسے نعم الرجل انور اور نعمت المراۃ زینب اور نعم الرجلان الزیدان نعم الرجال الزیدون۔

قولہ وَبِئۡسَ مَثَلُ الۡقَوۡمِ الخ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض: اعتراض یہ ہوتا ہے کہ آپ نے کہا مخصوص بالمدح و بالذم تذکیر و تانیث اور تثنیہ اور جمع میں فاعل کے مطابق ہوں گے ہم آپ کو ایک ایسی مثال دکھاتے ہیں کہ مخصوص بالمدح اپنے فاعل کے مطابق نہیں ہے جیسے بئس مثل القوم الذین کذبوا میں مثل القوم فاعل ہے اور مفرد ہے اور الذین کذبوا مخصوص بالذم ہے اور جمع ہے اس مثال میں مخصوص بالذم اپنے فاعل کے مطابق نہیں ہے۔

جواب : یہ ہے کہ اس آیت میں تاویل کی گئی ہے الذین کذبوا یہ مخصوص بالذم نہیں بلکہ اس سے پہلے مضاف مخصوص بالذم محذوف ہے تو یہ عبارت یوں بن جائے گی مثل القوم مثل الذین کذبوا پس اسوقت دونوں میں مطابقت پائی گئی اس لئے یہ دونوں مفرد ہیں یا یوں کہا جائے گا الذین کذبوا قوم کی صفت ہے مخصوص الذم مثلھم محذوف ہے تو عبارت یوں بن جائے گی مثل القوم المکذبین مثلھم تو مطابقت پائی گئی۔

قوله وَقَدْ يُحْذَفُ الْمَخْصُوصُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ کبھی قرینہ کے پائے جانے کے وقت مخصوص بالمدح کو حذف کر دیتے ہیں جیسے نعم العبد ای ایوب تو یہاں مخصوص بالمدح ایوب کو حذف کر دیا قرینہ یہ پایا جارہا ہے کہ یہ ایوب علیہ السلام کا قصہ ہے اور نعم الماہدون تو یہاں مخصوص باالمدح نحن محذوف ہے قرینہ یہ ہے کہ اس سے پہلے والارض فرشنٰھا ہے۔

قوله وَسَاءَ مِثْلُ بِئْسَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ افعال مدح اور ذم میں سے تیسرے فعل ساء کا بیان کرتے ہیں کہ ساء کا حکم بئس کے حکم کی طرح ہے تمام مذکورہ صورتوں میں جیسے ساء الرجل زید۔

قوله وَمِنْهَا حَبَّذَا الخ | یہ حب اور ذا سے مرکب ہے تو ترکیب میں حَبَّ فعل ہے اور ذا اس کا فاعل ہے اور یہ ہمیشہ ایک حالت پر رہتا ہے تثنیہ اور جمع اور مؤنث نہیں ہوتا جیسے حبذا زیدان حبذا زیدون حبذا ہند پھر اس کے بعد جو اسم ہوگا وہ مخصوص بالمدح ہوگا اور حبذا کے مخصوص بالمدح کا اعراب نعم کے مخصوص بالمدح کے اعراب کی طرح ہے اور جو چیزیں نعم کے مخصوص بالمدح میں مذکور ہوئیں وہی حبذا کے مخصوص بالمدح میں پائی جائیں گی۔

قوله وَيَجُوزُ اَنْ يَقَعَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ حبذا کے مخصوص بالمدح سے پہلے یا اس کے بعد تمیز یا حال واقع ہو تو اس کا تذکیر و تانیث افراد تثنیہ و جمع میں مخصوص بالمدح کے مطابق ہونا جائز ہے جیسے حبذا رجلا زید حبذا زید رجلا حبذا الرجلین الزیدان حبذا امراۃ ہند وغیرہ۔ تمت بحث الفعل بحمد اللہ تعالیٰ

محمد اصغر علی عفی عنہ
مدرس
جامعہ اسلامیہ عربیہ - غلام محمد آباد -
فیصل آباد

الحرف

اَلْحَرْفُ مَا دَلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ غَیْرِہٖ وَمِنْ ثَمَّ احْتَاجَ فِیْ جُزْئِیَّتِہٖ اِلٰی اِسْمٍ اَوْ فِعْلٍ حُرُوْفُ الْجَرِّ مَا وُضِعَ لِلْاِفْضَآءِ بِفِعْلٍ اَوْ مَعْنَاہُ اِلٰی مَا یَلِیْہِ وَھِیَ مِنْ وَاِلٰی وَحَتّٰی وَفِیْ وَ الْبَاءُ وَا للَّامُ وَرُبَّ وَوَاوُ ھَا وَ وَاوُ الْقَسَمِ وَبَاءُ ہٗ وَتَاءُ ہٗ وَعَنْ وَ عَلٰی وَالْکَافُ وَمُذْ وَمُنْذُ وَخَلَا وَعَدَا وَحَاشَا فَمِنْ لِلْاِبْتِدَآءِ وَالتَّبْیِیْنِ وَالتَّبْعِیْضِ وَزَائِدَۃٌ فِیْ غَیْرِ الْمُوْجِبِ خِلَافًا لِلْکُوْفِیِّیْنَ وَالْاَخْفَشِ وَقَدْ کَانَ مِنْ مَطَرٍ وَشِبْہُہٗ مُتَأَوَّلٌ وَاِلٰی لِلْاِنْتِہَآءِ وَبِمَعْنٰی مَعَ قَلِیْلًا وَحَتّٰی کَذٰلِکَ وَبِمَعْنٰی مَعَ کَثِیْرًا وَ یُخْتَصُّ بِالظَّاہِرِ خِلَافًا لِلْمُبَرِّدِ وَفِیْ لِلظَّرْفِیَّۃِ وَبِمَعْنٰی عَلٰی قَلِیْلًا وَالْبَاءُ لِلْاِلْصَاقِ وَ الْاِسْتِعَانَۃِ وَالْمُصَاحَبَۃِ وَالْمُقَابَلَۃِ وَالتَّعْدِیَۃِ وَالظَّرْفِیَّۃِ وَ زَائِدَۃٌ فِی الْخَبَرِ فِی الْاِسْتِفْہَامِ وَالنَّفْیِ قِیَاسًا وَفِیْ غَیْرِہٖ سِمَاعًا نَحْوُ بِحَسْبِکَ زَیْدٌ وَاَلْقٰی بِیَدِہٖ۔

ترجمہ: حرف وہ کلمہ ہے جو اس معنی پر دلالت کرے جو اس کے غیر میں ہے اسی وجہ سے کلام کے جزء ہونے میں یہ اسم یا فعل کی طرف محتاج ہے جر وہ ہے جو وضع کیا گیا ہو فعل یا معنی فعل کو پہنچانے کے لیے اس چیز تک جو اس کے متصل ہے اور حروف جارہ یہ ہیں من اور الی اور حتی اور فی اور باء اور لام اور رب اور اس (رب) کی واو اور واو قسم اور (قسم) کی باء اور اس (قسم) کی تاء اور عن اور علی اور کاف اور مذ اور منذ اور خلا اور عدا اور حاشا پس من ابتدا کے لئے آتا ہے اور تبیین کے لئے اور تبعیض کیلئے اور زائدہ ہوتا ہے کلام غیر موجب میں خلاف ہے کوفیوں اور اخفش کے اور (عربوں کا یہ قول) قد کان من مطر اور اس کے مشابہ میں تاویل کی گئی اور الی یہ انتہا کیلئے آتا ہے اور بمعنی مع کے بھی آتا

ہے لیکن قلیل ہے اور حتی بھی اسی طرح (الی کی طرح) ہے اور بمعنی مع کے آتا ہے کثیر الاستعمال میں وہ (حتی) خاص ہے ظاہر کے ساتھ خلاف ہے مبرد کے اور فی ظرفیت کے لئے آتا ہے اور بمعنی علی کے آتا ہے مگر یہ استعمال قلیل ہے اور باء الصاق کیلئے آتا ہے اور استعانت اور مصاحبت اور مقابلہ اور تعدیت اور ظرفیت کیلئے آتا ہے اور باء زائدہ ہوتی ہے اس خبر میں جو استفہام میں ہو اور اس نفی میں زائدہ ہوتی ہے (جو لیس کی خبر ہو) قیاسا اور اس کے غیر میں زائد ہوتی ہے سماعا جیسے بحسبک زید اور القی بیدہ۔

تشریح :قوله اَلْحَرْفُ مَا دَلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ غَيْرِهٖ الخ | جب صاحب کافیہ اسم کی تعریف اور اقسام سے فارغ ہوئے تو اب یہاں سے حرف کی تعریف کرتے ہیں حرف وہ کلمہ ہے جو اس معنی پر دلالت کرے جو اس کے غیر میں پائے جاتے ہیں اسی وجہ سے کلام کے جزء ہونے میں اسم اور فعل کا محتاج ہوتا ہے اور اسم اور فعل کے ملائے بغیر نہ محکوم علیہ بن سکتا ہے نہ محکوم بہٖ خلاصہ یہ ہے کہ حرف وہ ہے جو معنی مستقل پر دلالت نہ کرے اور اپنے معنی بتانے میں کسی کا محتاج ہو۔

قوله حُرُوْفُ الْجَرِّ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف جر کی تعریف کرتے ہیں کہ حرف جر وہ ہے جو فعل یا معنی فعل کو اس اسم تک پہنچانے کیلئے وضع کیا گیا ہو جو اس کیساتھ ملا ہوا ہے جیسے مررت بزید با حرف جر ہے اور یہ فعل کے معنی کو اسم تک پہنچانے کے لئے وضع کیا گیا ہے حروف جر یہ ہیں

با وتاو کاف ولام واو منذ ومذ خلا ☆ رب حاشا من عدا فی عن علی حتی الی

اس میں واو رب کے معنی میں بھی آتا ہے اور واو باء تاء قسم کے لئے آتے ہیں حروف جارہ کو حروف جارہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ جر دیتے ہیں اور بعض نے کہا جر کا معنی ہے کھینچنا کیونکہ حروف جارہ فعل یا معنی فعل کو اسم تک پہنچاتے ہیں اس لئے انکو حروف جارہ کہتے ہیں۔

قوله فَمِنْ لِلْاِبْتِدَآءِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف جارہ کو شمار کرنے کے بعد ان کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ حروف جارہ میں سے من کئی معنی کیلئے آتا ہے (۱) من ابتداء غایت کے لئے آتا ہے خواہ ابتداء مکانی ہو جیسے سرت من البصرۃ الی الکوفۃ خواہ ابتداء زمانی ہو جیسے صمت من یوم الجمعۃ (۲) کبھی یہ تبیین کیلئے آتا ہے جیسے فاجتنبوا الرجس من الاوثان تم بچو پلیدی سے جو بتوں کی ہے پہلے فرمایا تم گندگی سے بچو اور آگے فرمایا کہ وہ بتوں کی گندگی ہے۔

(۳) کبھی تبعیض اور بعضیت کیلئے آتا ہے جیسے اخذت من الدراہم میں نے بعض دراہم لئے (۴) کبھی من زائدہ ہوتا ہے جب کہ کلام غیر موجب میں واقع ہو زائدہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسے کلام سے حذف کردیں تو معنی مقصود میں خلل واقع نہ ہو جیسے ما جاءنی من احد لیکن اخفش اور نحات کوفہ یہ فرماتے ہیں کہ من زائدہ کلام غیر موجب میں خاص نہیں بلکہ کلام موجب میں بھی زائدہ ہوتا ہے اور اپنے دعوی پر ایک قول پیش کرتے ہیں جیسے قد کان من مطر یہاں پر من زائدہ ہے اور اصل میں قد کان مطر تھا جمہور علماء اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ مثال متأول ہے وہ اس طرح کہ قد کان من مطر میں من زائدہ نہیں بلکہ من تبعیضیہ ہے ای قد کان بعض مطر۔

قوله وَالِیٰ لِلْاِنْتِہَآءِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ الیٰ کے معانی بیان کرتے ہیں کہ (۱) الی غایت کی انتہا کے لئے آتا ہے، چاہے غایت زمانی ہو جیسے اَتِمُّو الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ چاہے مکانی ہو جیسے ذَهَبْتُ اِلَى الْمَدْرَسَةِ اور چاہے ان دونوں کے علاوہ ہو جیسے قَلْبِیْ اِلَیْکُمْ (۲) اور الی کبھی مع کے معنی میں بھی آتا ہے اور یہ قلیل الاستعمال ہے جیسے مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَى اللّٰهِ اَیْ مَعَ اللّٰهِ ـــ

قوله وَحَتّٰی کَذَالِکَ الخ یہاں سے صاحب کافیہ حَتّٰی کے معنی بیان کرتے ہیں حتی بھی الی کی طرح انتہاء غایت کے لئے آتا ہے، مگر فرق یہ ہے کہ حتی بمعنی مع کے کثرت سے استعمال ہوتا ہے جیسے اَکَلْتُ السَّمَكَ حَتّٰی رَاْسِهَا ای مع راسھا اور دوسرا فرق یہ ہے کہ حتی اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا اس لئے حتاہ اور حتاک نہیں کہا جائیگا بخلاف الی کے کہ وہ اسم ضمیر اور ظاہر دونوں پر داخل ہو جاتا ہے لیکن امام مبرد فرماتے ہیں حتی اسم ظاہر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ الی کی طرح ضمیر پر بھی داخل ہو جاتا ہے۔

قوله وَفِیْ لِلظَّرْفِیَّةِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ فی کا معنی بیان کرتے ہیں کہ فی ظرفیت کیلئے آتا ہے یعنی فی جس کلمہ پر داخل ہوتا ہے اسے کسی شی کا ظرف بنالیتا ہے حقیقۃ جیسے الماء فی الکوز اور مجازاً جیسے اَلنَّجَاةُ فِی الصِّدْقِ اور فی کبھی علی کے معنی میں بھی آتا ہے لیکن یہ قلیل الاستعمال ہے جیسے لَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ اَیْ عَلٰی جُذُوْعِ النَّخْلِ ـــ

قوله وَالْبَاءُ لِلْاِلْصَاقِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ باء کے معنی بیان کرتے ہیں (۱) باء الصاق کے لئے آتا ہے یعنی کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ ملانا خواہ اتصال حقیقۃ ہو جیسے بِهٖ دَاءٌ یا مجازاً ہو جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ (۲) باء کبھی

استعانت کے لئے آتا ہے جیسے کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ (۳) اورباء کبھی مصاحبت کے لئے آتا ہے جیسے اِشْتَرَیْتُ الْفَرَسَ بِسَرْجِهٖ اَیْ مَعَ سَرْجِهٖ (۴) اورباکبھی مقابلے کیلئے آتا ہے جیسے اَخَذْتُ هٰذَا الثَّوْبَ بِدِرْهَمٍ (۵) کبھی باء تعدیہ کیلئے آتا ہے یعنی لازم کو متعدی بنانے کے لئے جیسے ذَهَبْتُ بِزَیْدٍ اَیْ اَذْهَبْتُهٗ (۶) اورباء کبھی ظرفیت کے لئے آتا ہے جیسے صَلَّیْتُ بِالدُّکَانِ اَیْ فِی الدُّکَانِ (۷) اورباء کبھی اس خبر میں زائدہ ہوتا ہے جو استفہام میں ہوتی ہے جیسے هَلْ زَیْدٌ بِقَائِمٍ اوراس نفی میں باء زائدہ ہوتا ہے قیاساً جو لیس کی خبر میں ہو جیسے لَیْسَ زَیْدٌ بِقَائِمٍ (۸) اوراس مذکور کے علاوہ با کا زائد ہونا سماعاہے جیسے بِحَسْبِكَ زَیْدٌ اوراَلْقٰی بِیَدِهٖ ـ

وَاللَّامُ لِلْاِخْتِصَاصِ وَالتَّعْلِيْلِ وَبِمَعْنٰى عَنْ مَعَ الْقَوْلِ وَ زَائِدَةٌ وَبِمَعْنَى الْوَاوِ فِي الْقَسَمِ لِلتَّعَجُّبِ وَرُبَّ لِلتَّقْلِيْلِ وَلَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ مُخْتَصَّةٌ بِنَكِرَةٍ مَوْصُوْفَةٍ عَلَى الْاَصَحِّ وَفِعْلُهَا مَاضٍ مَحْذُوْفٌ غَالِبًا وَقَدْ تَدْخُلُ عَلٰى مُضْمَرٍ مُبْهَمٍ مُمَيَّزٍ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ وَ الضَّمِيْرُ مُفْرَدٌ مُذَكَّرٌ خِلَافًا لِلْكُوْفِيِّيْنَ فِي مُطَابَقَةِ التَّمْيِيْزِ وَتَلْحَقُهَا مَا فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمَلِ وَوَاوُهَا تَدْخُلُ عَلٰى نَكِرَةٍ مَوْصُوْفَةٍ وَاوُ الْقَسَمِ اِنَّمَا تَكُوْنُ عِنْدَ حَذْفِ الْفِعْلِ لِغَيْرِ السُّؤَالِ مُخْتَصَّةٌ بِالظَّاهِرِ وَالتَّاءُ مِثْلُهَا مُخْتَصَّةٌ بِاسْمِ اللّٰهِ وَالْبَاءُ اَعَمُّ مِنْهَا فِي الْجَمِيْعِ وَيُتَلَقَّى الْقَسَمُ بِاللَّامِ وَاِنَّ وَحَرْفِ النَّفْيِ وَقَدْ يُحْذَفُ جَوَابُهٗ اِذَا اعْتَرَضَ اَوْتَقَدَّمَهٗ مَايَدُلُّ عَلَيْهِ وَعَنْ لِلْمُجَاوَزَةِ وَعَلٰى لِلْاِسْتِعْلَاءِ وَقَدْ يَكُوْنَانِ اِسْمَيْنِ بِدُخُوْلِ مِنْ وَالْكَافُ لِلتَّشْبِيْهِ وَزَائِدَةٌ وَقَدْ تَكُوْنُ اِسْمًا وَتُخْتَصُّ بِالظَّاهِرِ وَمُذْ وَمُنْذُ لِلزَّمَانِ لِلْاِبْتِدَاءِ فِي الْمَاضِيْ وَالظَّرْفِيَّةِ فِي الْحَاضِرِ نَحْوُ مَا رَاَيْتُهٗ مُذْ شَهْرِنَا وَ مُنْذُ يَوْمِنَا وَحَاشَا وَعَدَا وَخَلَا لِلْاِسْتِثْنَاءِ ـ

ترجمہ: اور لام اختصاص اور علت کے لئے ہوتا ہے اور بمعنی عن کے بھی ہوتا ہے قول کے ساتھ 'اور زائدہ ہوتا ہے' اور بمعنی واو کے ہوتا ہے اس قسم میں جو تعجب کے لئے ہو' اور رُبَّ تقلیل کے لئے ہے اور اسکے لئے صدارت کلام ہے' اور یہ خاص ہے نکرہ موصوفہ کے ساتھ اصح مذہب پر' اور اسکا عامل فعل ماضی ہوتا ہے جو اکثر محذوف ہوتا ہے' اور کبھی (رب) ضمیر مبہم پر بھی داخل ہوتا ہے جس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہو اور ضمیر مفرد مذکر ہوتی ہے یہ کوفیوں کے خلاف ہے (ضمیر مذکور کا) تمیز کے مطابق ہونے میں' اور لاحق ہوتی ہے اس رب کے ساتھ ماکافہ پس (رب) داخل ہوتا ہے جملے پر اور اس (رب) کی واو داخل ہوتی ہے نکرہ موصوفہ پر اور واو قسم فعل (قسم) کے حذف کے وقت ہوتا ہے غیر سوال کے لئے 'خاص ہوتا ہے اسم ظاہر کے ساتھ اور تا بھی اسی کی مثل ہے صرف اللہ تعالیٰ کے اسم کے ساتھ خاص ہے اور باء اس سے عام ہے تمام صورتوں میں (جو ذکر کی گئی ہیں) اور داخل کیا جاتا ہے جواب قسم پر لام' اور ان' اور حرف نفی' اور کبھی حذف کر دیا جاتا ہے اس (قسم کے جواب) کو جب کہ درمیان میں ہو یا (جواب قسم) قسم سے مقدم ہو' جو دلالت کرے اس پر' اور عن مجاوزۃ کے لئے آتا ہے اور علی استعلاء کے لئے آتا ہے اور کبھی یہ دونوں (عن اور علی) اسم ہوتے ہیں من کے داخل ہونے کے ساتھ' اور کاف تشبیہ کیلئے آتا ہے اور زائد ہوتا ہے اور کبھی اسم ہوتا ہے اور خاص ہوتا ہے اسم ظاہر کے ساتھ اور مذ اور منذ یہ زمان کے لئے ہوتے ہیں اور ابتدا کیلئے ہوتے ہیں ماضی میں' اور ظرفیت کیلئے ہوتے ہیں زمانہ حاضر میں' جیسے مَا رَأَيْتُ مُذْ شَهْرِنَا مُنْذُ يَوْمِنَا وحَاشَا اور خَلَا اور عَدَا' استثناء کیلئے ہوتے ہیں۔

تشریح: قوله وَاللَّامُ لِلْاِخْتِصَاصِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف جارہ میں سے لام کے چند معنی بیان کرتے ہیں (۱) لام اختصاص کیلئے آتا ہے جیسے اَلْجُلُّ لِلْفَرَسِ کہ جل گھوڑے کے لئے خاص ہے (۲) کبھی لام علت بیان کرنے کیلئے آتا ہے' ضَرَبْتُ لِلتَّادِيْبِ (۳) اور کبھی لام بمعنی عن کے ہوتا ہے جب قول کے ساتھ ہو' جیسے قُلْتُ لِزَيْدٍ (۴) اور کبھی لام زائد ہوتا ہے' جیسے رَدِفَ لَكُمْ اَىْ رَدِفَ كُمْ (۵) اور کبھی لام بمعنی واو کے بھی ہوتا ہے اُس قسم میں جو تعجب کیلئے ہو لِلّٰهِ لَا يُؤَخَّرُ الْاَجَلُ ۔

قوله وَرُبَّ لِلتَّقْلِيْلِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف جارہ میں سے رب کو بیان کرتے ہیں اور رب تقلیل کے لئے آتا ہے اور صدر کلام میں آتا ہے اصح مذہب کے مطابق' اور یہ نکرہ موصوفہ کے ساتھ خاص ہے' اور بعض

یہ کہتے ہیں کہ نکرہ غیر موصوفہ پر بھی داخل ہو جاتا ہے لیکن یہ مذہب اصح نہیں اور رب جس فعل کے متعلق ہوتا ہے وہ فعل ماضی محذوف ہوتا ہے قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے اکثر استعمال میں، جیسے رُبَّ رَجُلٍ کَرِیْمٍ اَیْ لَقِیْتُہٗ ۔

قولہ وَقَدْ تَدْخُلُ عَلٰی مُضْمَرٍ الخ | اور رب کبھی ضمیر مبہم پر بھی داخل ہوتا ہے جس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہوتی ہے اور یہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے خواہ اس کی تمیز تثنیہ ہو یا جمع، جیسے رُبَّہٗ رَجُلَیْنِ رُبَّہٗ رِجَالاً رُبَّہٗ اِمْرَأۃً لیکن یہ بات کوفیوں کے خلاف ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ضمیر تمیز کے مطابق ہوگی تثنیہ اور جمع اور مونث میں جیسے رُبَّھُمَا رَجُلَیْنِ رُبَّھُمْ رِجَالاً رُبَّھَا اِمْرَأۃً ۔

قولہ فَتَلْحَقُھَا الخ | اور کبھی رب پر ما کافہ داخل ہوتا ہے اور رُب کو عمل کرنے سے روک دیتا ہے، اس صورت میں رب جملے پر داخل ہوگا جیسے ربما یود الذین کفروا یہاں رب پر ماکافہ داخل ہوگیا اور اسے عمل کرنے سے روک دیا۔

قولہ وَ وَاوُ ھَا تَدْخُلُ عَلٰی نَکِرَۃٍ الخ | اور کبھی واو رب نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے اس لئے رب کے معنی میں ہونے کی وجہ سے رب کے حکم میں ہو جاتا ہے لہذا رب کی طرح یہ بھی نکرہ موصوفہ پر بھی داخل ہوتا ہے اور اس کا متعلق فعل ماضی ہوتا ہے جو اکثر محذوف ہوتا ہے جیسے وَبَلْدَۃٍ لَیْسَ بِھَا اَنِیْسٌ یہاں پر وَبَلْدَۃٍ میں واو بمعنی رُبَّ ہے۔

قولہ وَ وَاوُ الْقَسَمِ الخ | حروف جارہ میں سے ایک واو قسمیہ ہے اسکے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور یہ سوال کے ساتھ نہیں لایا جاتا اور ہمیشہ اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے جیسے وَاللّٰہِ لَاَفْعَلَنَّ کَذَا۔

قولہ وَالتَّاءُ مِثْلُھَا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف جارہ میں سے تاء کو بیان فرماتے ہیں کہ واو قسم کی طرح تاء بھی قسم کے لئے آتا ہے اس میں فعل قسم محذوف ہوتا ہے اور تاء صرف لفظ اللہ کے اسم کے ساتھ خاص ہے کسی اور اسم ظاہر پر داخل نہیں ہوتی، جیسے تَاللّٰہِ لَاَفْعَلَنَّ کَذَا ۔

قولہ وَالْبَاءُ اَعَمُّ مِنْھَا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ باء کو بیان فرمارہے ہیں کہ باء قسم واو اور یاء تاء قسم سے عام ہے اسمیں فعل قسم مذکور بھی ہوتا ہے اور محذوف بھی، اور باء قسم سوال کے ساتھ بھی مذکور ہوتا ہے اور غیر

سوال کے بھی اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے اور اسم ضمیر پر بھی جیسے اُقْسِمُ بِاللّٰهِ اور بِرَبِّكَ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا۔

قولہ وَيُتَلَقَّى الْقَسَمُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ جواب قسم پر لام تاکید اور ان مکسورہ اور حرف نفی داخل کیا جاتا ہے' لام تاکید کی مثال جیسے وَاللّٰهِ لَزَيْدٌ قَائِمٌ اور ان مکسورہ کی مثال جیسے وَاللّٰهِ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ اور حرف نفی کی مثال چاہے حرف نفی ما ہو جیسے وَاللّٰهِ مَازَيْدٌ بِقَائِمٍ چاہے حرف نفی لا ہو جیسے وَ اللّٰهِ لَايَقُوْمُ زَيْدٌ

قولہ وَقَدْ يُحْذَفُ جَوَابُهٗ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ کبھی جواب قسم حذف کر دیا جاتا ہے لیکن اس صورت میں جب کہ قسم اس جملے کے درمیان میں ہو' یا اس جملے کے بعد ہو جو جواب قسم پر دلالت کرے اور جواب قسم مقدم ہو جیسے زَيْدٌ وَاللّٰهِ قَائِمٌ اور زَيْدٌ قَائِمٌ وَ اللّٰهِ۔

قولہ وَعَنْ لِلْمُجَاوَزَةِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ عن کے معانی بیان کرتے ہیں کہ عن مجاوزہ کیلئے آتا ہے یعنی یہ بتانے کیلئے کہ اسکا ما قبل اسکے مابعد سے تجاوز کر چکا ہے جیسے رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ۔

قولہ وَعَلٰى لِلْاِسْتِعْلَاءِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ علی کا معنی بیان فرماتے ہیں کہ علی استعلاء یعنی بلندی کیلئے آتا ہے' خواہ وہ استعلاء حقیقتاً ہو' جیسے سَيِّدٌ عَلَى السَّطْحِ یا مجازاً ہو جیسے علیہ دَيْنٌ' کبھی عن اور علی اسم ہوتے ہیں اسوقت اس پر من داخل ہو جاتا ہے' عن کی مثال جیسے جَلَسْتُ مِنْ عَنْ يَمِيْنِهٖ اور مِنْ عَلَيْهِ یعنی اس کے اوپر۔

قولہ وَالْكَافُ لِلتَّشْبِيْهِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ کاف کا معنی ذکر کر رہے ہیں کہ کاف کبھی تشبیہ کیلئے آتا ہے جیسے زَيْدٌ كَالْاَسَدِ اور کبھی کاف زائدہ ہوتا ہے جیسے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شیٔ اور کبھی کاف اسم ہوتا ہے جیسے يَضْحَكْنَ عَنْ كَالْبَرَدِ اور یہ کاف اسم ظاہر کے ساتھ مختص ہے اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا۔

قولہ مُذْ وَ مُنْذُ فِي الزَّمَانِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ حروف جارہ میں سے مذ اور منذ کو بیان کر رہے ہیں کہ مذ اور منذ زمان کیلئے آتے ہیں زمانہ ماضی میں ابتدائے مدت کے لئے آتے ہیں جیسے مَا رَاَيْتُهٗ مُذْ الشَّهْرِ الْمَاضِيْ اور زمانہ حاضر میں ظرفیت کیلئے آتے ہیں جیسے مَا رَاَيْتُ مُذْ شَهْرِنَا وَ مُنْذُ يَوْمِنَا۔

قولہ حَاشَا وَعَدَا وَخَلَا الخ یہاں سے صاحب کافیہ حروف جارہ میں سے آخری تین' حاشا اور عدا اور خلا کو بیان فرما رہے ہیں' یہ تینوں استثناء کے لئے استعمال ہوتے ہیں جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ حَاشَا زَيْدٍ جَاءَنِی الْقَوْمُ عَدَا زَيْدٍ وَجَاءَنِی الْقَوْمُ خَلَا زَيْدٍ۔

اَلْحُرُوْفُ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ وَهِيَ اِنَّ وَاَنَّ وَكَاَنَّ وَلٰكِنَّ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ وَلَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ سِوٰى اَنَّ فَهِيَ بِعَكْسِهَا وَ تَلْحَقُهَا مَا فَتُلْغٰى عَلَى الْاَفْصَحِ وَتَدْخُلُ حِيْنَئِذٍ عَلَى الْاَفْعَالِ فَاِنَّ لَا تُغَيِّرُ مَعْنَى الْجُمْلَةِ وَاَنَّ مَعَ جُمْلَتِهَا فِيْ حُكْمِ الْمُفْرَدِ وَمِنْ ثَمَّ وَجَبَ الْكَسْرُ فِيْ مَوْضِعِ الْجُمَلِ وَ الْفَتْحُ فِيْ مَوْضِعِ الْمُفْرَدِ فَكُسِرَتْ اِبْتِدَاءً وَ بَعْدَ الْقَوْلِ وَ الْمَوْصُوْلِ وَفُتِحَتْ فَاعِلَةً وَمَفْعُوْلَةً وَ مُبْتَدَأً وَمُضَافًا اِلَيْهَا وَقَالُوْا لَوْلَا اَنَّكَ لِاَنَّهٗ مُبْتَدَأٌ وَلَوْ اَنَّكَ لِاَنَّهٗ فَاعِلٌ وَ اِنْ جَازَ التَّقْدِيْرَانِ جَازَ الْاَمْرَانِ نَحْوُ مَنْ يُكْرِمُنِيْ فَاِنِّيْ اُكْرِمُهٗ وع اِذَا اَنَّهٗ عَبْدُ الْقَفَا وَاللَّهَازِمِ وَشِبْهِهٖ وَلِذٰلِكَ جَازَ الْعَطْفُ عَلٰى اِسْمِ الْمَكْسُوْرَةِ لَفْظًا اَوْحُكْمًا بِالرَّفْعِ دُوْنَ الْمَفْتُوْحَةِ وَيَشْتَرِطُ مُضِيُّ الْخَبَرِ لَفْظًا اَوْتَقْدِيْرًا خِلَافًا لِلْكُوْفِيِّيْنَ وَلَا اَثَرَ لِكَوْنِهٖ مَبْنِيًّا خِلَافًا لِلْمُبَرِّدِ وَالْكِسَائِيِّ فِيْ مِثْلِ اِنَّكَ وَزَيْدٌ ذَاهِبَانِ۔

ترجمہ: حروف مشبہ بالفعل یہ ہیں ان وان وکان و لکنّ ولیت ولعل ان کے لئے صدر کلام ہے سوائے اَنَّ کے یہ اِنَّ کے برعکس ہے اور لاحق ہوتا ان پر ماکافہ پس لغو کردیا جاتا ہے انکا عمل فصیح لغت کے مطابق 'اور داخل ہوجاتے ہیں اس وقت (یہ حروف) افعال پر پس اِنَّ (مکسورہ) جملے کے معنی کو بدلتا نہیں ہے اور اَنَّ مفتوحہ جملے کے ساتھ مفرد کے حکم میں ہوجاتا ہے اس وجہ سے واجب ہے اِنَّ مکسورہ جملے کی جگہ میں 'اور اَنَّ مفتوحہ مفرد کی جگہ میں 'پس اِنَّ کو کسرہ دیا جائے گا ابتدائے کلام میں 'اور قول کے بعد اور اسم موصول کے بعد 'اور فتحہ دیا جائیگا ان کو فاعل بننے کی صورت میں اور مفعول بننے کی صورت میں اور مبتدا اور مضاف الیہ ہونے کی صورت میں .(واجب ہے فتحہ لولا کے بعد) اور کہا انہوں نے لولا اَنَّكَ ان اس لئے کہ یہ مبتدا ہے اور کہا ہے لَوْ اَنَّكَ اس لئے کہ فاعل ہے اگر جائز ہوں دونوں تقدیریں (تقدیر مفرد اور تقدیر جملہ) تو جائز ہیں دونوں امر (اِنَّ کا فتحہ اور کسرہ) جیسے مَنْ يُكْرِمُنِيْ فَاِنِّيْ اُكْرِمُهٗ اور اِذَا اَنَّهٗ عَبْدُ الْقَفَا واللهَازِم اور اس کے مشابہ میں اسلئے جائز ہے عطف کرنا اِنَّ مکسورہ کے اسم پر لفظا (مکسور ہو) یا حکما (مکسور ہو) رفع

کے ساتھ نہ کہ ان مفتوحہ کے اسم پر اور شرط یہ ہے (ان مکسورہ کے محل اسم پر عطف کے جائز ہونے میں) کہ خبر پہلے گزر چکی ہو لفظاً یا تقدیراً یہ خلاف ہے کوفیوں کے اور کوئی اثر نہیں اِنَّ کے اسم کے مبنی ہونے کو یہ بات خلاف ہے مبرد اور کسائی کے اِنَّكَ وَزَيْدٌ ذَاهِبَانِ کی مثل میں۔

تشریح : قوله اَلْحُرُوْفُ الْمُشَبَّهَةُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ حروف مشبہ بالفعل کو بیان کرتے ہیں، اور وہ یہ ہیں اِنَّ اَنَّ کَاَنَّ لٰکِنَّ لَيْتَ اور لَعَلَّ ان کو حروف مشبہ بالفعل اسلئے کہتے ہیں کہ ان کی فعل کے ساتھ مشابہت ہے لفظی طور پر بھی اور معنوی طور پر بھی لفظی مشابہت یہ ہے کہ جیسے فعل ماضی مبنی بر فتحہ ہوتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی مبنی بر فتحہ ہوتے ہیں اور جس طرح فعل ثلاثی اور رباعی اور خماسی ہوتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی ثلاثی اور رباعی اور خماسی ہوتے ہیں اور معنوی مشابہت یہ ہے کہ ان میں فعل کا معنیٰ پایا جاتا ہے کہ اِنَّ اور اَنَّ حَقَّقْتُ کے معنیٰ میں ہے اور کَاَنَّ شَبَّهْتُ اور لٰکِنَّ اِسْتَدْرَكْتُ کے معنیٰ میں ہے اور لَيْتَ تَمَنَّيْتُ کے معنیٰ میں ہے اور لَعَلَّ تَرَجَّيْتُ کے معنیٰ میں ہے۔

قوله وَلَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ یہ حروف مشبہ بالفعل صدارت کلام کو چاہتے ہیں سوائے اَنَّ مفتوحہ کے کہ یہ ان کے برعکس وسط کلام میں آتا ہے اور اپنے اسم اور خبر سے مل کر بتاویل مفرد ہوتا ہے۔

قوله وَتَلْحَقُهَا مَا فَتُلْغٰى الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ جب حروف مشبہ بالفعل کے بعد ما کافہ آجاتا ہے تو ان کا عمل باطل ہو جاتا ہے جیسے اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اور ما کافہ کے داخل ہونے کے بعد یہ حروف فعل پر بھی داخل ہو سکتے ہیں جیسے قل اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ ۔

قوله فَاِنَّ لَا تُغَيِّرُ مَعْنٰى الخ یہاں سے صاحب کافیہ حروف مشبہ بالفعل کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ اِنَّ مکسورہ جملے کے معنیٰ میں کوئی تغیر پیدا نہیں کرتا بلکہ تاکید اور تحقیق کے معنیٰ کو زیادہ کرتا ہے، لیکن اَنَّ مفتوحہ جملے کے معنیٰ میں تغیر پیدا کر دیتا ہے کہ جملے کو مفرد کے حکم میں کر دیتا ہے اسی وجہ سے اِنَّ مکسورہ پڑھنا واجب ہے جملوں کی جگہوں میں اور اَنَّ مفتوحہ پڑھنا واجب ہے مفرد کی جگہ میں۔

قوله فَكُسِرَتْ اِبْتِدَاءً الخ یہاں سے صاحب کافیہ وہ جگہیں بیان کرتے ہیں جہاں اِنَّ پڑھا جائے گا۔

(۱) ابتدائے کلام میں اِنّ مکسورہ پڑھا جائیگا کیونکہ یہ جملے کا تقاضہ کرتا ہے جیسے اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ (۲) اور قول کے بعد اِنَّ مکسورہ پڑھا جائے گا جیسے قُلْتُ اِنَّهٗ قَائِمٌ کیونکہ قول کا مقولہ ہمیشہ جملہ ہوتا ہے (۳) اسم موصول کے بعد بھی اِنَّ مکسورہ پڑھا جاتا ہے کیونکہ موصول کے بعد اس کا صلہ ہوتا ہے اور وہ جملہ ہوتا ہے جیسے اَلَّذِیْ اِنَّكَ ضَرَبْتَهٗ فِی الدَّارِ۔

قوله وَفُتِحَتْ فَاعِلَةً الخ | یہاں سے صاحب کافیہ وہ جگہیں بیان کرتے ہیں جہاں اَنَّ مفتوحہ پڑھا جائیگا (۱) فاعل بننے کی حالت میں اَنَّ مفتوحہ پڑھا جائیگا جیسے بَلَغَنِیْ اَنَّكَ قَائِمٌ (۲) مفعول بننے کی حالت میں اَنَّ مفتوحہ پڑھا جائے گا جیسے عَرَفْتُ اَنَّكَ قَائِمٌ (۳) مبتدا ہونے کی صورت میں بھی اَنَّ مفتوحہ پڑھا جائے گا جیسے عِنْدِیْ اَنَّكَ قَائِمٌ (۴) اور مضاف الیہ بننے کی صورت میں بھی اَن مفتوحہ پڑھا جائے گا جیسے حصل عِلْمُ اَنَّكَ قَائِمٌ ان جگہوں میں اَنَّ اس لئے پڑھا جائے گا کہ یہ سارے مواضع مفرد کے ہیں۔

قوله وَ قَالُوْا لَوْلَا اَنَّكَ الخ | اور لولا کے بعد اَن مفتوحہ پڑھا جائے گا کیونکہ لولا کے بعد مبتدا ہوتا ہے اور مبتدا کا مفرد ہونا ضروری ہے جیسے لَوْلَا اَنَّ زَيْداً قَائِمٌ اور لَوْ کے بعد میں اَنَّ مفتوحہ پڑھا جائیگا کیونکہ یہ فاعل بن رہا ہے جیسے لَوْ اَنَّكَ قَائِمٌ۔

قوله وَ اِنْ جَازَ التَّقْدِيْرَ اِن الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی جگہ ایسی ہو کہ اس میں دونوں تقدیریں جائز ہوں یعنی مفرد اور جملہ دونوں ہو سکتے ہیں تو اسوقت اِنَّ مکسورہ اور اَن مفتوحہ دونوں پڑھنا جائز ہے جیسے مَنْ يُكْرِمُنِیْ فَاِنِّیْ اُكْرِمُهٗ میں اِنَّ مکسورہ اور اَنَّ مفتوحہ دونوں پڑھ سکتے ہیں اور اسی طرح اس شعر میں اِنَّ مکسورہ اور ان مفتوحہ دونوں طرح پڑھنا جائز ہے پورا شعر یوں ہے

كُنْتُ اَرٰی زَيْدًا كَمَا قِيْلَ سَيِّدًا   اِذَا اَنَّهٗ عَبْدُ الْقَفَا وَ اللَّهَازِمِ

کہ میں زید کو شہرت کی وجہ سے سردار خیال کرتا تھا مگر وہ تو گردن اور جبڑوں کا غلام ثابت ہوا یعنی زیادہ کھانے والا اور زیادہ سونے والا کم ہمت انسان نکلا محل استشهاد اَنَّهٗ ہے عبد القفا میں اِنَّ مکسورہ اور مفتوحہ دونوں طرح پڑھنا جائز ہے اور اس کے مشابہ سے مراد یہ ہے کہ اِنَّ اپنے اسم اور خبر کے ساتھ اذا مفاجاتیہ کے بعد واقع ہے تو اسوقت اِنَّ مکسورہ بھی پڑھ سکتے ہیں کیونکہ یہ جملہ اسمیہ ہے اور اَنَّ مفتوحہ کی صورت میں اسم اور خبر مفرد کی تاویل میں ہو جائینگی۔

قولہ وَلِذَالِکَ جَازَ الْعَطْفُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ بات معلوم ہو چکی کہ ان مکسورہ جملے کے معنی میں کچھ تغیر پیدا نہیں کرتا اسلئے جائز ہے اِنَّ کے اسم کے محل پر کسی اسم کا رفع کے ساتھ عطف کیا جائے کیونکہ اِنَّ کا اسم اصل میں مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے پھر اِنَّ عام ہے لفظا مکسور ہو جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ وَعَمْرٌو یا حکما مکسور ہو جیسے عَلِمْتُ اَنَّ زَیْدًا قَائِمٌ و عمروٌ اس مثال میں اَنَّ مفتوح ہے لیکن حکما مکسور ہے اس لئے کہ علم کے بعد اِنَّ اگرچہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر دو مفعولوں کے قائم مقام ہے لیکن جملہ کی تاویل میں ہے اس لیے حقیقت میں وہ مبتدا اور خبر ہے لہذا ان مکسورہ کے اسم پر رفع کے ساتھ جب کسی اسم کا عطف کریں تو اِنَّ کو معدوم فرض کر کے اس میں اِنَّ کے محل پر عطف جائز ہوگا بخلاف اَنَّ مفتوحہ کے کہ اس کے محل اسم پر رفع کیساتھ عطف جائز نہیں ہوگا کیونکہ اَنَّ مفتوحہ جملے کے معنی کو متغیر کر دیتا ہے اصل میں مفتوحہ کو معدوم فرض کر کے اسکے محل اسم پر عطف جائز نہ ہوگا۔

قولہ وَیُشْتَرَطُ مُضِیُّ الْخَبَرِ الخ | اِنَّ مکسورہ کے محل اسم پر عطف مذکور اسوقت جائز ہوگا جب معطوف سے پہلے اِنَّ کی خبر آچکی ہو لفظاً جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ وَعَمْرٌو یا تقدیراً جیسے اِنَّ زَیْدًا وَعَمْرٌو قَائِمٌ تقدیر اس کی یہ ہے ان زیدا قائم وعمرو قائم ۔

قولہ خِلَافًا لِلْکُوفِیِّیْنَ الخ | کوفی اس سے اختلاف کرتے ہیں کہ ان مکسورہ کے اسم پر عطف کرنا جائز ہے لیکن خبر کا پہلے لفظا یا تقدیرا ذکر ہونا ضروری نہیں ہے خواہ ذکر ہو یا نہ ہو

قولہ وَلَا اَثَرَ لِکَوْنِہٖ الخ | جمہور کے مذہب کے مطابق عطف مذکور کے جواز کے لئے شرط یہ ہے کہ معطوف سے پہلے خبر گزر چکی ہو خواہ ان کا اسم معرب ہو یا مبنی ہو عطف کرنا جائز ہے اِنَّ کے اسم کے مبنی ہونے میں کوئی دخل نہیں ہے بخلاف کسائی اور مبرد کے وہ کہتے ہیں کہ اِنَّ کا اسم جب مبنی ہوگا تو اس کے محل پر بغیر خبر کے گزرے ہوئے بھی عطف مذکور جائز ہوگا پس اِنَّکَ وَزَیْدٌ ذَاھِبَانِ ترکیب ان کے نزدیک جائز ہوگی اور جمہور کے نزدیک ناجائز ہوگی۔

وَلٰكِنَّ كَذَالِكَ وَلِذَالِكَ دَخَلَتِ اللَّامُ مَعَ الْمَكْسُورَةِ دُونَهَا عَلَى الْخَبَرِ اَوِالْاِسْمِ اِذَا فُصِلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا اَوْ عَلٰى مَا بَيْنَهُمَا وَفِي لٰكِنَّ ضَعِيفٌ وَتُخَفَّفُ الْمَكْسُورَةُ فَيَلْزَمُهَا اللَّامُ وَيَجُوزُ اِلْغَائُهَا وَيَجُوزُ دُخُولُهَا عَلٰى فِعْلٍ مِنْ اَفْعَالِ الْمُبْتَدَاءِ خِلَافًا لِلْكُوفِيِّينَ فِي التَّعْمِيمِ وَتُخَفَّفُ الْمَفْتُوحَةُ فَتَعْمَلُ فِي ضَمِيرِ شَانٍ مُقَدَّرٍ فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمَلِ مُطْلَقًا شَذَّ اِعْمَالُهَا فِي غَيْرِهٖ وَيَلْزَمُهَا مَعَ الْفِعْلِ السِّينُ اَوْ سَوْفَ اَوْ قَدْ اَوْ حَرْفُ النَّفْيِ وَكَاَنَّ لِلتَّشْبِيهِ وَتُخَفَّفُ فَتُلْغٰى عَلَى الْاَفْصَحِ وَلٰكِنَّ لِلْاِسْتِدْرَاكِ تَتَوَسَّطُ بَيْنَ كَلَامَيْنِ مُتَغَايِرَيْنِ مَعْنًى وَتُخَفَّفُ فَتُلْغٰى وَيَجُوزُ مَعَهَا الْوَاوُ وَلَيْتَ لِلتَّمَنِّي وَ اَجَازَ الْفَرَّاءُ لَيْتَ زَيْدًا قَائِمًا وَلَعَلَّ لِلتَّرَجِّي وَشَذَّ الْجَرُّ بِهَا۔

ترجمہ: لکن بھی اسی (اِنَّ مکسورہ) کی طرح ہے اور اُس لئے لام داخل ہوتا ہے اِنَّ مکسورہ کے ساتھ' اس (اَنَّ مفتوحہ) علاوہ خبر یا اسم پر جب کہ فاصلہ کیا گیا ہو اس (اسم) کے درمیان اور اس (اَنَّ) کے درمیان یا ان دونوں (اسم اور خبر) کے درمیان اور (لام کو داخل کرنا) لکن میں ضعیف ہے اور مخففہ کیا جاتا ہے اِنَّ مکسورہ کو' پس لازم ہے اسے لام' اور جائز ہے اس (ان مکسورہ) کو لغو کرنا' اور جائز ہے اس (اَنَّ) مکسورہ کو داخل کرنا مبتدا کے افعال میں سے کسی فعل پر خلاف ہے کوفیوں کے عموم میں' اور تخفیف کی جاسکتی ہے اَنَّ مفتوحہ میں' پس عمل کرے گا ضمیر شان مقدر میں' پس داخل ہوگا جملے پر مطلقا اور شاذ ہے اس کا عمل کرنا اس (ضمیر شان) کے علاوہ میں' اور لازم ہے اس (اِنَّ مفتوحہ مخففہ) کو فعل کے ساتھ سین یا سوف یا قد یا حرف نفی کا ہونا اور کَاَنَّ تشبیہ کے لئے آتا ہے اور کبھی مخففہ کردیا جاتا ہے پس اس کا عمل لغو ہو جائیگا صحیح استعمال پر' اور لکن استدراک کیلئے ایسے دو کلاموں کے درمیان میں آتا ہے جو معناً متغایر ہوں اور اس میں تخفیف کی جاتی ہے پس عمل لغو ہو جاتا ہے اور جائز ہے اسکے ساتھ واو' اور لیت تمنی کے لئے آتا ہے اور جائز رکھا ہے فراء نے لیت زیدا قائما' اور لعل ترجی کے لئے ہے اور شاذ ہے اسکی وجہ سے جر دینا۔

تشریح: قوله وَلٰكِنَّ كَذَالِكَ الخ | حروف مشبہ بالفعل میں سے ایک لکن ہے لکن بھی ان مکسورہ کی طرح ہے جس طرح اِنَّ مکسورہ کے محل اسم پر عطف مذکور جائز ہے اور اس کیلئے شرط یہ تھی کہ معطوف سے پہلے خبر گزر

چکی ہو اسی طرح لکن کے محل اسم پر عطف مذکور جائز ہے اور اس کیلئے یہی شرط ہے کہ خبر پہلے لفظاً یا تقدیراً گزر چکی ہو

قوله وَلِذٰلِکَ دَخَلَتِ اللَّامُ الخ جب یہ پہلی بات ثابت ہو چکی کہ اِنَّ جملہ کے معنی میں تغیر پیدا نہیں کرتا اس وجہ سے اس کی خبر پر لام تاکید داخل ہو جائے گا لیکن اَنَّ مفتوحہ کی خبر پر لام تاکید داخل نہیں ہوگا کیونکہ لام تاکید معنی جملے کی تاکید کے واسطے آتا ہے اور اَنَّ مفتوحہ جملے کو مفرد کی تاویل میں کر دیتا ہے لہذا اَنَّ مفتوحہ کی خبر پر لام تاکید داخل نہیں ہوگا اور لام تاکید اِنَّ مکسورہ کے اسم پر اس صورت میں بھی داخل ہوتا ہے جبکہ اسم اور اِنَّ مکسورہ کے درمیان فاصلہ واقع ہو اور اَنَّ مفتوحہ کے اسم پر داخل نہ ہوگا اور لام تاکید اس چیز پر بھی داخل ہوتا ہے جو اِنَّ (بالکسر) کے اسم اور خبر کے درمیان واقع ہو جیسے اِنَّ زیداً لغلامك ضارب--

قوله وَفِیْ لٰکِنَّ ضَعِیْفٌ الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ لکن کے اسم یا خبر پر لام تاکید کا داخل کرنا ضعیف ہے اس لئے کہ لکن کو لام تاکید کے ساتھ وہ مناسبت نہیں جو ان مکسورہ کو لام تاکید کے ساتھ ہے۔

قوله وَتُخَفَّفُ الْمَکْسُوْرَۃُ الخ اِنَّ مکسورہ میں تخفیف کر سکتے ہیں لیکن تخفیف کے بعد لام تاکید لازم ہے تاکہ اِنَّ مخففه اور اِنْ نافیہ میں فرق ہو جائے نیز اسوقت اس کے عامل کو باطل کرنا بھی جائز ہے اور یہ اِنَّ مخففه اس فعل پر داخل ہو سکتا ہے جو فعل افعال میں سے ہو جو مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں جیسے افعال ناقصہ اور افعال قلوب، کوفی یہ کہتے ہیں کہ اِنَّ مخففه کا ان تمام افعال پر داخل ہونا جائز ہے خواہ وہ مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہوں یا نہ-

قوله وَتُخَفَّفُ الْمَفْتُوْحَۃُ الخ اَنَّ مفتوحہ میں تخفیف کر سکتے ہیں لیکن اس کے بعد ان مفتوحہ ضمیر شان میں عمل کرے گا پس اَنَّ مفتوحہ کے بعد ضمیر شان مقدر مانیں گے پس یہ اَنَّ مفتوحہ مخففہ تمام جملوں پر داخل ہوتا ہے چاہے وہ اسمی ہوں یا فعلی اور اَنَّ مفتوحہ کا عمل تخفیف کے بعد ضمیر شان مقدر کے علاوہ میں شاذ ہے-

قوله وَیَلْزَمُهَا مَعَ الْفِعْلِ الخ اور اَنَّ مفتوحہ تخفیف کے بعد جب فعل پر داخل ہوگا تو اس وقت سین کا داخل کرنا لازمی ہوگا جیسے عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنَ مِنْکُمْ مَرْضٰی یا سوف کا داخل کرنا لازمی ہوگا جیسے شاعر کا قول ہے

واعلم فعلم المرء ینفعه ان سوف یاتی کل ما قدر

یا قد کا داخل کرنا لازمی ہے جیسے لِیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ یا حرف نفی کا داخل کرنا لازمی ہے جیسے

افلا یرون ان لا یرجع الیہم ۔

قولہ، وَكَاَنَّ لِلتَّشْبِيهِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف مشبہ بالفعل میں سے کانّ کو بیان کرتے ہیں کہ کان ایک شی کو دوسری شی کے ساتھ تشبیہ دینے کیلئے آتا ہے جیسے كَاَنَّ زَيْدًا اسد کبھی کان میں تخفیف کی جاتی ہے تو اسوقت فصیح استعمال پر اس کا عمل باطل ہو جاتا ہے۔

قولہ وَلٰكِنَّ لِلاِسْتِدْرَاكِ الخ | حروف مشبہ بالفعل میں سے لکنّ کو بیان کرتے ہیں کہ لٰکِنَّ استدراک کے لئے آتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ کلام سابق سے وھم کو دور کرنا اور لکن ان دو کلاموں کے درمیان میں آتا ہے جو معنی کے اعتبار سے آپس میں متغایر ہوں چاہے لفظ کے اعتبار سے متغایر ہوں یا نہ ہوں لفظ کے اعتبار سے متغایر ہوں جیسے جاء زید لکن عمرو ا لم یجیء یالفظ کے اعتبار سے متغایر نہ ہوں جیسے زید حاضر لکن عمرو غائب ان میں تغایر بالکل نہیں اور لکن میں جب تخفیف ہو جائے تو اس وقت اس کا عمل باطل ہو جاتا ہے کیونکہ تخفیف کے بعد اس کی مشابہت فعل کے ساتھ ضعیف ہو جاتی ہے اور لکن مشدد یا مخفف کے ساتھ واو کو ذکر کرنا جائز ہے جیسے ماجاءنی زید ولکن عمرو اجاءہ۔

قولہ وَلَيْتَ لِلتَّمَنِّي الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف مشبہ بالفعل میں سے لیت کو ذکر کرتے ہیں کہ لیت تمنی کے لئے آتا ہے جیسے لیت الشباب یعود لیکن امام فراء کے نزدیک لیت کے بعد دونوں اسموں کو نصب دینا جائز ہے کیونکہ لیت تمنی کے معنی میں ہے اور دونوں اسم مفعولیت کی بنا پر منصوب ہوں گے جیسے لیت زیدا قائما۔

قولہ وَلَعَلَّ لِلتَّرَجِّي الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف مشبہ بالفعل میں سے لعل کو بیان فرماتے ہیں کہ لعل ترجی کے لئے آتا ہے جیسے لعل زیدا حاضر اور لعل کی وجہ سے جر دینا شاذ ہے اور تمنی اور ترجی میں فرق یہ ہے کہ تمنی ہر شی کی ہو سکتی ہے چاہے ممکن ہو یا محال ہو اور ترجی اس چیز کی ہو سکتی ہے جس کا ہونا ممکن ہو لہذا لعل الشباب یعود نہیں کہہ سکتے کیونکہ جوانی کا لوٹنا ممکن نہیں لیکن لیت الشباب یعود کہہ سکتے ہیں کیونکہ تمنی ناممکن چیز کی بھی ہو سکتی ہے۔

اَلْحُرُوْفُ الْعَاطِفَةُ وَهِيَ الْوَاوُ وَالْفَاءُ وَثُمَّ وَحَتّٰى وَاَوْ وَاِمَّا وَاَمْ وَلَا وَبَلْ وَلٰكِنْ فَالْاَرْبَعَةُ الْاُوَلُ لِلْجَمْعِ فَالْوَاوُ لِلْجَمْعِ مُطْلَقًا لَا تَرْتِيْبَ فِيْهَا وَالْفَاءُ لِلتَّرْتِيْبِ وَثُمَّ مِثْلُهَا بِمُهْلَةٍ وَحَتّٰى مِثْلُهَا وَمَعْطُوْفُهَا جُزْءٌ مِنْ مَتْبُوْعِهٖ لِيُفِيْدَ قُوَّةً اَوْ ضُعْفًا وَاَوْ وَاِمَّا وَاَمْ لِاَحَدِ الْاَمْرَيْنِ مُبْهَمًا وَاَمِ الْمُتَّصِلَةُ لَازِمَةٌ لِهَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ يَلِيْهَا اَحَدُ الْمُسْتَوِيَيْنِ وَالْاٰخَرُ الْهَمْزَةُ بَعْدَ ثُبُوْتِ اَحَدِهِمَا لِطَلَبِ التَّعْيِيْنِ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجُزْ اَرَاَيْتَ زَيْدًا اَمْ عَمْرًوا وَمِنْ ثَمَّ كَانَ جَوَابُهَا بِالتَّعْيِيْنِ دُوْنَ نَعَمْ اَوْلَا وَالْمُنْقَطِعَةُ كَبَلْ وَالْهَمْزَةِ مِثْلُ اِنَّهَا لَاِبِلٌ اَمْ شَاةٌ وَاِمَّا قَبْلَ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ لَازِمَةٌ مَعَ اِمَّا جَائِزَةٌ مَعَ اَوْ وَلَا وَبَلْ وَلٰكِنْ لِاَحَدِهِمَا مُعَيَّنًا وَلٰكِنْ لَازِمَةٌ لِلنَّفْيِ -

ترجمہ: حروف عاطفہ اور وہ یہ ہیں، واو، فا، ثم، حتی، او، اما، ام، لا، بل، لکن پس پہلے چار جمع کیلئے آتے ہیں پس واو مطلق جمع کے لئے آتی ہے اسمیں کوئی ترتیب نہیں ہوتی اور فاء ترتیب کے لئے آتی ہے اور ثم بھی (فاء) کی مثل ہے لیکن مہلت کے ساتھ اور حتی اسی (ثم کی) مثل ہے اور اسکا معطوف اپنے متبوع کا جزء ہوتا ہے تاکہ فائدہ دے قوت کا یا ضعف کا اور او اما، ام دو مبہم امروں میں سے ایک کیلئے آتا ہے اور ام متصلہ لازم ہے ہمزہ استفہام کیلئے اور ملا ہوتا ہے اس (ام متصلہ) کے ساتھ دو مساوی امروں میں سے ایک امر اور دوسرے کا ہمزہ استفہام کے ساتھ (اتصال ہوتا ہے) بعد اس کے کہ ثبوت ہو ان میں سے ایک کی تعیین طلب کرنے کے لئے اسی وجہ سے جائز نہیں اَرَاَیْتَ زَیْدًا اَمْ عَمْرًوا اس (ام متصلہ) کا جواب ہوتا ہے تعیین کے ساتھ نہ کہ نَعَمْ کے ساتھ یا لا کے ساتھ اور منقطع معنی میں بل اور ہمزہ کے ہوتا ہے جیسے اِنَّھَا لَاِبِلٌ اَمْ شَاۃٌ اور اِمَّا معطوف علیہ سے پہلے لانا لازم ہے اِمَّا کے ساتھ، اور اما کا لانا جائز ہے او کے ساتھ اور لا اور بل اور لکن دو امروں میں سے ایک معین کیلئے آتا ہے اور لکن لازم ہے نفی کے لئے۔

تشریح :قوله اَلْحُرُوْفُ الْعَاطِفَةُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف عاطفہ کو بیان کرتے ہیں حروف عاطفہ دس ہیں (۱) واو (۲) فاء (۳) حتی (۴) ثم (۵) او (۶) اما (۷) ام (۸) بل (۹) لا (۱۰) لکن ان دس میں سے پہلے چار واو، فاء، ثم اور حتیٰ معطوف اور معطوف علیہ کو ایک حکم میں جمع کرنے کے لئے آتے ہیں جو حکم معطوف علیہ کا ہوتا ہے وہی معطوف کا ہوتا ہے۔

قوله فَالْوَاوُ لِلْجَمْعِ الخ | حروف عاطفہ میں واو کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ واو مطلقاً جمع کے لئے آتا ہے جیسے جاءنی زید و عمرو اس مثال میں واو نے معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مطلقاً جمع کا فائدہ دیا ہے اور یہ نہیں بتایا کہ دونوں اکٹھے آئے یا یکے بعد دیگرے مہلت کے ساتھ آئے یا بغیر مہلت کے لہذا واو ترتیب بتانے کیلئے نہیں ہوتی بخلاف فاء کے یہ ترتیب بتانے کیلئے ہوتی ہے بغیر مہلت کے جیسے جاءنی زید فعمرو میں فاء نے اس بات کا فائدہ دیا ہے کہ زید پہلے آیا اور اس کے بعد عمرو فوراً آیا بغیر مہلت کے اور ثم بھی فاء کی طرح ترتیب کیلئے آتا ہے لیکن مہلت کے ساتھ جیسے جاءنی زید ثم عمرو میں ثم نے ترتیب کا فائدہ دیا لیکن مہلت کے ساتھ کہ پہلے زید آیا پھر کچھ دیر کے بعد عمرو آیا۔

قوله وَحَتّٰی مِثْلُهَا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حتی کی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ حتی بھی ثم کی طرح ترتیب اور مہلت کیلئے آتا ہے لیکن تھوڑا سا فرق ہے کہ حتی میں مہلت کم اور ثم میں زیادہ ہوتی ہے دوسرا فرق یہ ہے کہ حتی میں معطوف اپنے متبوع کا جز ہوتا ہے چاہے وہ جزء ضعیف ہو جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ کہ سب حاجی آگئے حتی کہ پیدل لوگ بھی آگئے یا جزء قوی ہو جیسے مات الناس حتی الانبیاء کہ سب لوگ فوت ہوگئے حتی کہ انبیاء علیھم السلام بھی فوت ہوگئے۔

قوله اَوْ وَ اِمَّا وَاَمْ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ان حروف عاطفہ کو ذکر کرتے ہیں جو دو امروں میں سے کسی ایک امر مبہم کے لئے آتے ہیں اور وہ او اور اما اور ام ہیں، ام دو مبہم امروں سے ایک کیلئے ہوتا ہے ام کی دو قسمیں ہیں (۱) متصلہ (۲) منقطعہ ام متصلہ کو ہمزہ استفہام لازم ہے اور دو مساوی امروں میں سے یعنی معطوف اور معطوف علیہ میں سے ایک کا اتصال ام کے ساتھ اور دوسرے کا اتصال ہمزہ کے ساتھ ہوتا ہے اور ام کے ذریعے تعیین طلب کی جاتی ہے تو دو امروں میں سے ایک بغیر تعیین کے ثابت ہے جیسے ازید عندک ام عمرو اس مثال میں متکلم تعیین چاہتا ہے کہ تیرے پاس زید ہے یا عمرو۔

قوله وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجُزْ الخ جب یہ بات بیان ہو چکی کہ دو مساوی امروں میں سے ایک کا اتصال ام کے ساتھ ہوتا ہے اور دوسرے کا ہمزہ کے ساتھ تو یہ ترکیب ناجائز ہوگی آر أَيْتَ زيداً ام عمروا اس میں اگرچہ ایک حصہ ام کے ساتھ متصل ہے مگر دوسرا ہمزہ کے ساتھ متصل نہیں ہے بلکہ ہمزہ کیساتھ فعل متصل ہے اور جب یہ بات واضح ہوگئی کہ ہمزہ اور ام کے ذریعہ دو باتوں میں سے ایک بات کی تعیین مطلوب ہوتی ہے تو اب ام کا جواب تعیین کے ساتھ دیا جائے گا نعم یا لا کے ساتھ جائز نہیں -

قوله وَ الْمُنْقَطِعَةُ كَبَلْ وَالْهَمْزَةِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ام کی دوسری قسم ام منقطعہ کا بیان کرتے ہیں یہ ام معنی میں بل اور ہمزہ کے ہوتا ہے لہذا جس جگہ ام منقطعہ ہوگا تو وہاں پہلی کلام سے اعراض اور جو ام منقطعہ کے بعد کلام واقع ہو اس کے بارے میں استفہام واقع ہوگا جیسے ازید عندک ام عمرو اور ام منقطعہ کبھی واقع ہوتا ہے خبر کے بعد جیسے کسی نے دور سے ایک ریوڑ دیکھا تو کہا انہا لَابِلٌ پھر اس کو شک ہوا اور کہا اَمْ شَاةٌ -

قوله اِمَّا قَبْلَ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ جب کبھی ام پر بذریعہ اما عطف کریں تو معطوف علیہ سے پہلے ایک اور اما لگانا لازمی ہے بخلاف او کے کہ اس کے ذریعے سے جب کسی چیز کا کسی چیز پر عطف کرتے ہیں تو اس جگہ معطوف علیہ سے پہلے اما کا لانا جائز ہے ضروری نہیں -

قوله وَلَا وَبَلْ وَلٰكِنْ الخ جب انکے ذریعے عطف کیا جائے تو دو امروں میں سے ایک کی تعیین ہوتی ہے جیسے جاءنی زید لا عمرو اس لا نے معطوف سے حکم کی نفی کر کے معطوف علیہ کیلئے ثابت کیا بل کی مثال جیسے جاءنی زید بل عمرو لکن کی مثال جیسے ما قام زید لکن عمرو اور لکن کو نفی لازم ہے -

حُرُوْفُ التَّنْبِيْهِ اَلَا وَاَمَا وَهَا حُرُوْفُ النِّدَاءِ يَا اَعَمُّهَا وَاَيَا وَهَيَا لِلْبَعِيْدِ وَاَيْ، وَالْهَمْزَةُ لِلْقَرِيْبِ حُرُوْفُ الْاِيْجَابِ نَعَمْ بَلٰى وَاِيْ وَاَجَلْ وَجَيْرِ وَاِنَّ فَنَعَمْ مُقَرِّرَةٌ لِمَا سَبَقَهَا وَبَلٰى مُخْتَصَّةٌ بِاِيْجَابِ النَّفْيِ وَ اِيْ لِلْاِثْبَاتِ بَعْدَ الْاِسْتِفْهَامِ وَيَلْزَمُهَا الْقَسَمُ وَاَجَلْ وَجَيْرِ وَ اِنَّ تَصْدِيْقٌ لِلْمُخْبِرِ حُرُوْفُ الزِّيَادَةِ اِنْ وَاَنْ وَ مَا وَلَا وَمِنْ وَ الْبَاءُ وَاللَّامُ فَاِنْ مَعَ مَا النَّافِيَةِ وَقَلَّتْ مَعَ مَا الْمَصْدَرِيَّةِ وَلَمَّا وَاَنْ مَعَ لَمَّا وَ بَيْنَ لَوْ وَالْقَسَمِ وَقَلَّتْ مَعَ الْكَافِ وَمَا مَعَ اِذَا وَمَتٰى وَاَيِّ وَاَيْنَ وَاِنْ شَرْطًا وَبَعْضِ حُرُوْفِ الْجَرِّ وَقَلَّتْ مَعَ الْمُضَافِ وَلَا مَعَ الْوَاوِ بَعْدَ النَّفْيِ وَاَنِ الْمَصْدَرِيَّةِ وَقَلَّتْ قَبْلَ اُقْسِمُ وَشَذَّتْ مَعَ الْمُضَافِ وَمِنْ وَالْبَاءُ وَاللَّامُ تَقَدَّمَ ذِكْرُهَا -

ترجمہ: حروف تنبیہ یہ ہیں 'الا اور اما اور ھا' اور حروف ندائیہ ہیں یا عام ہے اور ایا اور ھیا بعید کے لئے ای اور ہمزہ قریب کے لئے 'حروف ایجاب یہ ہیں نعم اور بلی اور ای اور اجل اور جیر اور ان پس نعم مضمون سابق کی تقریر کیلئے آتا ہے اور بلی ایجاب نفی کے ساتھ خاص ہے اور ای اثبات کے لئے آتا ہے استفہام کے بعد 'اور قسم اسے لازم ہے' اور اجل اور جیر اور ان 'خبر دینے والے کی تصدیق کے لئے آتے ہیں، حروف زیادة یہ ہیں ان اور ان اور ما اور لا اور من اور باء اور لام پس ان ما نافیہ کے ساتھ زائد ہوتا ہے اکثر اور کم آتا ہے، (زائد ہو کر) ما مصدریہ کے ساتھ اور لما کے ساتھ اور ان (زائدہ ہوتا ہے) لما کے ساتھ اور لو اور قسم کے درمیان (اکثر زائد ہوتا ہے) قلت کے ساتھ زائد ہوتا ہے کاف کے ساتھ 'اور ما اذا متی' ای این 'ان کے ساتھ زائد ہوتا ہے جب کہ یہ شرطیہ ہو اور بعض حروف جر کے ساتھ بھی زائد ہوتا ہے اور مضاف کے ساتھ بھی زائد ہوتا ہے قلت کے ساتھ اور حرف لا واؤ کے ساتھ نفی کے بعد (زائد ہوتا ہے) اور ان مصدریہ کے بعد بھی زائد ہوتا ہے اور لفظ قسم سے پہلے بھی زائد ہوتا ہے اور قلت کے ساتھ 'اور شاذ ہے (لا کا زائد ہونا) مضاف کے ساتھ 'اور من اور باء اور لام زائد ہوتے ہیں ان کا ذکر گذر چکا ہے (حروف جر کی بحث میں)۔

تشریح: قولہ حُرُوْفُ التَّنْبِيهِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ حروف تنبیہ کو بیان کرتے ہیں تنبیہ کا لغوی معنی کسی کو آگاہ کرنا اور بیدار کرنا ہے اور حروف تنبیہ سے مراد وہ حروف ہیں جو جملہ اسمیہ یا فعلیہ کے شروع میں اس مقصد کیلئے لائے جاتے ہیں تاکہ سامع غفلت کو دور کردے 'اور کلام کی طرف متوجہ ہو جائے 'حروف تنبیہ تین ہیں (۱) الا (۲) اما (۳) ھا، الا کی مثال جیسے 'الا زید نائم' اور اما کی مثال جیسے اما ازاھد آکل 'اور ھا کی مثال ھا سید کاتب-

قولہ حُرُوْفُ النِّدَاءِ الخ حروف ندا پانچ ہیں ان میں سے یا عام ہے قریب اور بعید دونوں کے لیے آتا ہے اور ایا اور ھیا یہ بعید کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور ای اور ہمزہ قریب کے لئے استعمال ہوتے ہیں (یہ بحث پہلے گزر چکی ہے)

قولہ حُرُوْفُ الْاِيْجَابِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ حروف ایجاب کو بیان کرتے ہیں ایجاب کا معنی کسی چیز کو ثابت کرنا 'اور حروف ایجاب وہ ہیں جو کسی چیز کو ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں اور یہ چھ ہیں (۱) نعم (۲) بلی (۳) اِی (۴) اَجَل (۵) جَیرِ (۶) اِنَّ-

قولہ فَنَعَمْ مُقَرِّرَةٌ الخ یہاں سے صاحب کافیہ نعم کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ نعم کلام سابق کے

مضمون کی تقریر اور تحقیق کیلئے آتا ہے جیسے کوئی شخص کہے اقام زید اس کے جواب میں کہا جائے گا نعم ای نعم قام زید۔

قوله بَلٰى مُخْتَصَّةٌ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف ایجاب میں سے دوسرے حرف بلٰی کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ بلٰی ایجاب نفی کے ساتھ خاص ہے یہ کلام منفی کے جواب میں آتا ہے اور کلام منفی کی نفی کو توڑ کر مثبت بنانے کے لئے آتا ہے خواہ وہ نفی استفہام کیساتھ ہو جیسے الست بربکم اسکے جواب میں کہا جائے گا بلٰی ای انت ربنا خواہ وہ نفی بغیر استفہام کے ہو جیسے کسی نے کہا لم یرکب زید اسکے جواب میں کہا جائے گا بلٰی ای بلٰی رکب زید۔

قوله اِیْ لِلْاِثْبَاتِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف ایجاب میں تیسرے ای کو ذکر کرتے ہیں یہ استفہام کے بعد اثبات کے لئے آتا ہے اور قسم اسے لازم ہے جیسے کوئی کہے ھل رکب اشرف تو اسکے جواب میں کہا جائے ای واللہ۔

قوله اَجَلْ وَجَیْرِ وَاِنَّ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف ایجاب میں سے آخری تینوں کو بیان کرتے ہیں کہ یہ تینوں خبر دینے والے کی تصدیق کیلئے آتے ہیں خواہ وہ ثبت ہو یا منفی ان تینوں کے ساتھ قسم کا استعمال ضروری نہیں جیسے کسی نے کہا قد رکب عامر اسکے جواب میں کہا جائے اجل یا جیر یا ان کہ ہاں عامر سوار ہوا ہے۔

قوله حُرُوْفُ الزِّیَادَةِ الخ | اور ان کو حروف زیادہ اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے گرانے کیوجہ سے کلام کے اصلی معنی میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ہے اور زائد ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ ان کے لانے سے لفظی یا معنوی فائدے ہوتے ہیں مثلاً تحسین کلام کا حاصل ہونا اور وزن کا پایا جانا اور کلام میں تجع کا درست ہونا اور تاکید وغیرہ کا ہونا ان کے زائد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کبھی یہ زائدہ ہو کر بھی استعمال ہوتے ہیں یہ نہیں کہ ہمیشہ زائد ہوتے ہیں حرف زیادت سات ہیں (۱) اِن (۲) اَن (۳) مَا (۴) لا (۵) مِن (۶) لام (۷) باء۔

قوله فَاِنْ مَعَ مَا النَّافِیَةِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف زیادت کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ حروف زیادۃ میں سے اِن یہ ما نافیہ کے ساتھ اکثر زائد ہوتا ہے اور ما نافیہ کی تاکید کرتا ہے جیسے ما ان رایت بلالا اور قلت کے ساتھ ما مصدریہ اور لما کیساتھ بھی زائد آتا ہے ما مصدریہ کی مثال انتظر ما ان اجلس القاضی اور لما کی مثال جیسے لما ان قام زید قمت

قوله وَاَنْ مَعَ لَمَّا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف زیادہ میں سے ان کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ ان مفتوحہ لما کے ساتھ زائد ہوتا ہے جیسے فلما ان جاء البشیر اور لو اور قسم کے درمیان اکثر زائد ہوتا ہے

جیسے واللہ ان لو قمت قمت' اور ان کا کاف کے ساتھ زائد ہونا قلیل ہے۔

قوله وَمَا مَعَ اِذَا الخ یہاں سے صاحب کافیہ حروف زیادت میں سے ما کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ کلمہ ما اذا کے ساتھ زائد ہوتا جیسے اذا ما تخرج اخرج اور متی کے ساتھ زائد ہوتا ہے جیسے متی ماتذھب اذھب اور ایّ کے ساتھ بھی) زائد ہوتا ہے جیسے ایا ما تدعوا فله الاسماء الحسنى اور ما این کیساتھ زائد ہوتا ہے جیسے این ما تجلس اجلس اور ان کے ساتھ بھی زائد ہوتا ہے جیسے اما ترین من البشر احدا اور بعض حروف جر کے ساتھ بھی زائد ہوتا ہے جیسے فبما رحمۃ من اللہ اور مضاف کے ساتھ بھی زائد ہوتا ہے لیکن قلّت کے ساتھ جیسے لا سیما زید۔۔

قوله وَلَا مَعَ الْوَاوِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ حروف زیادۃ میں سے لا کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ کلمہ لا واو کے ساتھ نفی کے بعد زائد ہوتا ہے چاہے نفی لفظا ہو جیسے لم یقل زید ولا عمرو' چاہے نفی معنا ہو جیسے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین اور لا ان مصدریہ کے ساتھ بھی زائد ہوتا ہے جیسے مامنعک ان لا تسجد اذ امرتک' اور لفظ اقسم سے پہلے بھی زائد ہوتا ہے لیکن قلت کے ساتھ لا اقسم بھذا البلد اور مضاف کے ساتھ بھی لا زائد ہوتا ہے لیکن یہ شاذ ہے۔

قوله وَمِنْ وَ الْبَاء الخ حروف زیادت میں سے من اور با اور لام ہیں ان کا ذکر حروف جارہ میں تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے با زائدہ کی مثال لیس زید بقائم اور من زائدہ کی مثال جیسے ما جاءنی من احد اور لام زائدہ کی مثال ردف لکم۔

حَرْفَا التَّفْسِيْرِ اَیْ وَ اَنْ فَاَنْ مُخْتَصَّةٌ بِمَا فِیْ مَعْنَى الْقَوْلِ حُرُوْفُ الْمَصْدَرِ مَا وَاَنْ وَاَنَّ فَالْاَوَّلَانِ لِلْفِعْلِيَّةِ وَ اَنَّ لِلْاِسْمِيَّةِ حُرُوْفُ التَّحْضِيْضِ هَلَّا وَ اَلَّا وَلَوْلَا وَلَوْ مَا لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَيَلْزَمُهَا الْفِعْلُ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا حَرْفُ التَّوَقُّعِ قَدْ وَهِیَ فِی الْمُضَارِعِ لِلتَّقْلِيْلِ حَرْفَا الْاِسْتِفْهَامِ اَلْهَمْزَةُ وَهَلْ لَهُمَا صَدْرُ الْكَلَامِ تَقُوْلُ اَ زَيْدٌ قَائِمٌ وَاَقَامَ زَيْدٌ وَكَذٰلِكَ هَلْ وَ الْهَمْزَةُ اَعَمُّ تَصَرُّفًا تَقُوْلُ اَ زَيْدًا اَضَرَبْتَ وَ اَتَضْرِبُ زَيْدًا وَهُوَ اَخُوْكَ وَ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو اَ ثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ وَاَفَمَنْ كَانَ وَ اَوَمَنْ كَانَ۔

ترجمہ: تفسیر کے دو حرف ہیں ای اور ان اور ان یہ خاص ہے اسکے ساتھ جو قول کے معنی میں ہو اور حروف مصدریہ یہ ہیں ما اور ان اور ان پس پہلے دو جملہ فعلیہ کے لئے ہیں اور ان جملہ اسمیہ کے لئے ہے حروف تحضیض یہ ہیں ھلا' الا' لولا' لوما' ان کیلئے صدارت کلام ہے اور لازم ہے ان کو فعل لفظاً یا تقدیراً حرف توقع قد ہے اور یہ مضارع میں تقلیل کے لئے آتا ہے اور استفہام کے دو حرف ھمزہ اور ھل ہیں ان کے لئے صدر کلام ہے جیسے تو کہے ازید قائم اور اقام زید اور ایسے ہی ھل ہے اور ہمزہ عام ہے تصرف اور استعمال کے لحاظ سے جیسے تو کہے ازید اضربت اور اتضرب زیدا و ھو اخوک اور ازید عندک ام عمرو اور اثم اذا ما وقع اور افمن کان اور او من کان۔

تشریح: قوله حَرْفَا التَّفْسِيرِ الخ حروف تفسیر وہ ہیں جو کلام کے شروع میں آئیں جو کسی ابہام کو دور کریں یا کسی اجمال کی وضاحت کریں اور حروف تفسیر دو ہیں (۱) ای (۲) ان۔ ای ہر مبہم کی تفسیر کرتا ہے خواہ وہ مبہم مرکب ہو خواہ مفرد ہو اور ان ہمیشہ اس فعل کے مفعول کی تفسیر کرتا ہے جو قول کے معنی میں ہو پھر وہ مفعول ہو جیسے نادیناہ ان یا ابراھیم یہاں پر نادیناہ قلنالہ کے معنی میں ہے پھر اس کے بعد ان تفسیریہ لایا گیا ہے۔

قوله حُرُوفُ الْمَصْدَرِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ حروف مصدر کو بیان کرتے ہیں حروف مصدر تین ہیں ما اور ان اور ان ما اور ان فعل پر داخل ہوتے ہیں اور فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں ما مصدریہ کی مثال فضاقت علیہم الارض بما رحبت ای برحبها اور ان مصدریہ کی مثال جیسے اعجبتنی ان ضربتَ ای ضربك اور ان جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے اور اسے مصدر کی تاویل میں کر دیتا ہے جیسے بلغنی ان زیدا نائم ای نومه ۔

قوله حُرُوفُ التَّحْضِيضِ الخ حروف تحضیض چار ہیں (۱) ھلا (۲) الا (۳) لوما (۴) لولا ۔ ان کو حروف تحضیض اس لئے کہتے ہیں کہ مخاطب کو کسی چیز پر ملامت اور توبیخ کرنے کیلئے لائے جاتے ہیں یا آئندہ کسی بات کی ترغیب اور شوق دلانے کیلئے لائے جاتے ہیں یہ صدارت کلام کو چاہتے ہیں اور ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہیں چاہے فعل لفظاً ہو یا تقدیراً جب یہ فعل ماضی پر داخل ہوں تو گزشتہ فعل پر ندامت کا فائدہ دیتے ہیں جیسے ھَلاّ ضربت زیدا اور جب یہ فعل مضارع پر داخل ہوں تو اسوقت ابھارنے اور برانگیختہ کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے ھَلاّ تضرب زیداً۔

قوله حَرْفُ التَّوَقُّعِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ حرف توقع قد کو بیان کرتے ہیں جب یہ ماضی پر داخل ہوتا ہے تو تحقیق اور تقریب کے معنی کے ساتھ توقع کا فائدہ دیتا ہے جیسے قد رکب الامیر اور جب مضارع پر داخل

ہوتا ہے تو یہ تقلیل کا فائدہ دیتا ہے جیسے ان الکذوب قد یصدق۔

قوله حَرْفَا الِاسْتِفْهَامِ الخ استفہام کے دو حرف ہیں (۱) ہمزہ (۲) ھل ، یہ دونوں صدارت کلام چاہتے ہیں اور کبھی جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں جیسے ازید قائم اور اسی طرح کبھی جملہ فعلیہ پر داخل ہونے ہیں جیسے اقام زید اور ھل بھی اسی طرح ہے یعنی جملہ فعلیہ اور اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جیسے ھل زید قائم اور ھل قام زید۔

قوله وَالْهَمْزَةُ اَعَمُّ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ہمزہ اور ہل کے درمیان فرق بیان کرتے ہیں کہ ہمزہ عام ہے ھل سے جیسے ازید ضربت کہنا جائز ہے اور ھل زید اضربت کہنا جائز نہیں کیونکہ ھل فعل لفظی کا تقاضا کرتا ہے فعل مقدر پر داخل نہیں ہوتا ہے اسی طرح اتضرب زیدا وھو اخوک کہنا جائز ہے اور ھل تضرب زیدا وھو اخوک کہنا جائز نہیں کیونکہ اس کلام کا معنی استفہام انکاری ہے اور استفہام انکاری کیلئے ہمزہ ہوتا ہے ھل نہیں ہوتا اور اسی طرح ازید عندک ام عمرو کہنا جائز ہے اور ھل زید عندک ام عمرو کہنا جائز نہیں کیونکہ ام متصلہ ہمزہ کے مقابلے میں آتا ہے ھل کے مقابلے میں نہیں آتا۔

قوله اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ الخ اسی طرح حروف عاطفہ ثم اور فاء اور واو پر ہمزہ استفہام داخل کر کے یوں کہنا جائز ہے اثم اذا ما وقع اور افمن کان اور اومن کان لیکن ان حروف عاطفہ پر ھل کو داخل کر کے ھل ثم اذا ما وقع وغیرہ کہنا جائز نہیں کیونکہ ھل استفہام میں اصل نہیں لہذا ہمزہ کی طرح صدارت کلام کو نہیں چاہتا بلکہ حروف عاطفہ سے مؤخر ہوگا۔

حُرُوْفُ الشَّرْطِ اِنْ وَلَوْ وَاَمَّا لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ فَاِنْ لِلْاِسْتِقْبَالِ وَاِنْ دَخَلَ عَلَى الْمَاضِيْ وَلَوْ عَكْسُهُ وَتَلْزَمَانِ الْفِعْلَ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ لَوْ اَنَّكَ بِالْفَتْحِ لِاَنَّهُ فَاعِلٌ وَانْطَلَقْتَ بِالْفِعْلِ مَوْضِعُ مُنْطَلِقٍ لِيَكُوْنَ كَالْعِوَضِ فَاِنْ كَانَ جَامِدًا جَازَ لِتَعَذُّرِهٖ وَاِذَا تَقَدَّمَ الْقَسَمُ اَوَّلَ الْكَلَامِ عَلَى الشَّرْطِ لَزِمَهُ الْمَاضِيْ لَفْظًا اَوْ مَعْنًى فَيُطَابِقُ وَكَانَ الْجَوَابُ لِلْقَسَمِ لَفْظًا مِثْلُ وَاللّٰهِ اِنْ اَتَيْتَنِيْ اَوْ لَمْ تَأْتِنِيْ لَاَكْرَمْتُكَ وَاِنْ تَوَسَّطَ بِتَقْدِيْمِ الشَّرْطِ اَوْ غَيْرِهٖ جَازَ اَنْ يُعْتَبَرَ وَاَنْ يُلْغٰى كَقَوْلِكَ اَنَا وَاللّٰهِ اِنْ تَأْتِنِيْ اٰتِكَ وَاِنْ اَتَيْتَنِيْ وَاللّٰهِ لَاٰتِيَنَّكَ وَتَقْدِيْرُ الْقَسَمِ كَاللَّفْظِ مِثْلُ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ وَاَمَّا لِلتَّفْصِيْلِ وَالْتُزِمَ حَذْفُ فِعْلِهَا وَعُوِّضَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ فَائِهَا جُزْءٌ مِمَّا فِيْ حَيِّزِهَا مُطْلَقًا وَقِيْلَ هُوَ مَعْمُوْلُ الْمَحْذُوْفِ مُطْلَقًا مِثْلُ اَمَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ وَقِيْلَ اِنْ كَانَ جَائِزَ التَّقْدِيْمِ فَمِنَ الْاَوَّلِ وَاِلَّا فَمِنَ الثَّانِيْ

ترجمہ : حروف شرطیہ ہیں ان اور لو اور اما اور ان کیلئے صدارت کلام ہے پس ان استقبال کیلئے ہے اگر چہ ماضی پر داخل ہو اور لو اسکے برعکس ہے اور یہ دونوں لازم ہیں فعل کو لفظا یا تقدیرا اسی وجہ سے کہا گیا ہے لو انک ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ کیونکہ یہ فاعل ہے اور انطلقت فعل کیساتھ مطلق کی جگہ تاکہ یہ فعل ہو جائے عوض کیطرح پس اگر جامد ہے تو جائز ہے جامد کو خبر بنانا بوجہ اس کے متعذر رہونے کے (مشتق کو خبر لانا) یا جب مقدم ہو قسم اول کلام میں شرط پر تو اس (شرط) کو لازم ہے ماضی لانا لفظا یا معنا پس وہ (قسم) کے مطابق ہوگا اور وہ جواب ہوگا قسم کے لئے لفظا جیسے واللہ ان اتیتنی او لم تاتنی لاکرمنک اگر وہ (قسم) درمیان میں ہو شرط یا غیر شرط کے مقدم ہونے کے سبب تو اس وقت جائز ہے (قسم یا شرط کا) اعتبار کیا جائے اور جائز ہے لغو قرار دیا جائے جیسے تیرا قول انا واللہ ان تاتنی اتک وان اتینی واللہ لاتینک اور قسم کے مقدر ہونے کا حکم ملفوظ کی طرح ہے جیسے لئن اخرجوا لا یخرجون وان اطعتموھم اور اما تفصیل کیلئے آتا ہے اور التزام کیا گیا ہے اسکے فعل کے حذف کرنے کا اور عوض میں لایا گیا ہے اس (اما) اور اس کی فاء کے درمیان وہ جزء جو اسکی حیز میں (فاء کے تحت) ہو مطلقا اور کہا گیا ہے وہ معمول ہو فعل محذوف کا مطلقا جیسے اما یوم الجمعہ فزید مطلق اور کہا گیا ہے اگر تقدیم جائز ہو تو وہ قسم اول سے ہے اور اگر تقدیم جائز نہ ہو تو قسم ثانی سے ہے۔

تشریح : قولہ حُرُوْفُ الشَّرْطِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف شرط کو بیان کرتے ہیں حروف شرط تین ہیں (۱) ان (۲) لو (۳) اما یہ تینوں صدارت کلام کو چاہتے ہیں اور حروف شرط میں سے ان مستقبل کیلئے آتا ہے اگر چہ ماضی پر داخل ہو جیسے ان تکرمنی اکرمک۔

قولہ وَلَوْ عَكْسُهُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف شرط میں سے لو کو بیان کرتے ہیں کہ حرف لو ان شرطیہ کا عکس ہے یعنی لو ماضی کے لئے آتا ہے اگر مستقبل پر داخل ہو تو اسے ماضی کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے لو یطیعکم فی کثیر من الامر۔

قولہ وَتَلْزَمَانِ الْفِعْلَ الخ | ان اور لو فعل کو لازم ہیں چاہے فعل لفظا ہو جیسے ان تکرمنی اور لو طلعت الشمس چاہے فعل تقدیرا ہو جیسے ان احد من المشرکین استجارک اصل میں یوں تھا ان استجارک احد من المشرکین۔

قولہ وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ الخ | جب یہ بات واضح ہو چکی کہ ان اور لو کو فعل لازم ہے چاہے فعل لفظا ہو چاہے

تقدیرا چنانچہ لوانک جیسی ترکیب میں ان کو ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ پڑھا جائیگا نہ کہ کسرہ کے ساتھ کیونکہ اَنَّ اپنے مابعد جملے سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر فعل مقدر کا فاعل ہے ای لو ثبت انک اور مذکورہ بالا وجہ کی بنا پر جس جگہ لو کے بعد ان مفتوحہ آئے تو ان کی خبر اسم فاعل کے بجائے فعل لاتے ہیں تاکہ یہ فعل مذکور اس فعل کے عوض میں ہو جائے جو لو کے بعد مقدر ہو پس لوانک انطلقت کہتے ہیں لوانک مطلق نہیں کہتے لیکن جب اس کی خبر اسم جامد ہو تو مشتق کو خبر لانا متعذر ہے تو جامد ہی کو خبر لاتے ہیں جیسے ولو انما فی الارض من شجرۃ اقلام اس مثال میں اقلام اسم جامد ہے اور ان کی خبر ہے۔

قولہ وَاِذَا تَقَدَّمَ الْقَسَمُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابتدائے کلام میں قسم ہو جو شرط سے مقدم ہو تو شرط کو ماضی لانا لازمی ہے چاہے ماضی لفظا ہو یا معنا چونکہ حرف شرط نے جواب قسم میں عمل نہیں کیا لہذا شرط کو بھی فعل ماضی لائیں گے تاکہ اس میں بھی حرف شرط عمل نہ کرے اور وہ جواب جو قسم اور شرط کے بعد واقع ہے وہ لفظوں میں قسم کا جواب ہے شرط اور قسم دونوں کا جواب نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا کہ جواب شرط ہونے کے اعتبار سے وہ مجزوم ہو اور قسم ہونے کے اعتبار سے وہ غیر مجزوم ہو اور ایک شیٔ کا مجزوم اور غیر مجزوم ہونا باطل ہے جیسے واللہ ان اتیتنی لاکرمتک یہ ماضی لفظا کی مثال ہے اور واللہ ان لم تاتنی لاکرمتک یہ ماضی معنا کی مثال ہے۔

قولہ وَاِنْ تَوَسَّطَ الخ اگر قسم ابتدائے کلام میں نہ ہو بلکہ قسم درمیان میں ہو شرط یا غیر شرط کے مقدم ہونے کی وجہ سے تو اسوقت دونوں امر جائز ہیں ایک یہ ہے کہ شرط کا اعتبار کیا جائے اور جواب کو جزاء کہا جائے اور دوسرا یہ کہ شرط کو لغو کیا جائے اور قسم کا اعتبار کیا جائے اور جواب کو جواب قسم کہا جائے جیسے انا واللہ ان تاتینی اتك یہ مثال ہے قسم پر غیر شرط کے مقدم ہونے کی یہ مثال شرط کا اعتبار کرنے کی صورت میں ہے اور ان اتیتنی واللہ لاتینک اب اس میں قسم کا اعتبار کیا گیا ہے۔

قولہ وَتَقْدِيْرُ الْقَسَمِ الخ اور جب شروع کلام میں قسم مقدر ہو تو اس کا حکم ملفوظ کی طرح ہوگا اور شرط فعل ماضی ہو گی جیسے لئن اخرجوا لایخرجون اس مثال میں قسم مقدر ہے تقدیری عبارت یوں ہے واللہ لئن اخرجوا لایخرجون اس مثال میں لایخرجون جواب قسم ہے جواب شرط نہیں اگر جواب شرط ہوتا تو نون حذف ہو جاتا اور اسی طرح اللہ تعالی کا قول ہے ان اطعتموھم انکم لمشرکون اس میں جواب قسم مذکور ہے اور قسم محذوف ہے اصل عبارت یوں ہے واللہ ان اطعتموھم۔

قوله وَاَمَّا لِلتَّفۡصِیۡلِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ حروف شرط میں سے اما کو بیان کرتے ہیں کہ اما مجمل شئ کی تفصیل کیلئے آتا ہے چاہے وہ مجمل لفظا ہو یا تقدیرا اور کثرت استعمال کی وجہ سے اما کے فعل شرط کو حذف کردیا جاتا ہے اور اما اور فا جزائیہ کے درمیان اس چیز کو لاتے ہیں جو فاء کے تحت میں ہے تاکہ فعل شرط کے حذف ہونے کے بعد علامت اور علامت جزاء کا اجتماع لازم نہ آئے اور بعض کہتے ہیں کہ جو جزء فاء اور اما کے درمیان لایا جاتا ہے وہ فعل محذوف کا معمول ہوتا ہے مطلقاً جیسے اما یوم الجمعہ فزید مطلق اما شرطیہ کی بناء پر۔

قوله اما یوم الجمعۃ الخ دراصل اسمیں دو مذہب ہیں، پہلا مذہب یہ ہے کہ اما یوم جمعۃ اصل میں مہما یکن من الشئ فزید منطلق یوم الجمعۃ تھا یکن من الشئ شرط کو حذف کرکے اما کو مہما کے قائم مقام کیا گیا اور جزاء کے معمول یعنی یوم الجمعۃ کو اما اور فاء کے درمیان محذوف کے عوض میں لائے تو مہما یکن من الشئ فزید منطلق یوم الجمعۃ، اما یوم الجمعۃ فزید منطلق بن گیا، (۲) دوسرا مذہب یہ ہے کہ مہما یکن والی مثال میں یوم الجمعۃ معمول ہے فعل شرط کا جب فعل شرط کو حذف کیا تو مہما یکن من الشئ فزید منطلق یوم الجمعۃ اما یوم الجمعۃ فزید منطلق بن گیا، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ جزء مذکور کو اگر مقدم کرنا جائز ہو تو مذہب اول ہے اگر مقدم کرنا جائز نہ ہو تو مذہب ثانی ہے۔

> حَرۡفُ الرَّدۡعِ کَلَّا قَدۡ جَاءَ بِمَعۡنٰی حَقًّا تَاءُ التَّانِیۡثِ السَّاکِنَۃِ تَلۡحَقُ الۡمَاضِیَ لِتَانِیۡثِ الۡمُسۡنَدِ اِلَیۡہِ فَاِنۡ کَانَ ظَاھِرًا غَیۡرَ حَقِیۡقِیٍّ فَمُخَیَّرٌ وَاَمَّا اِلۡحَاقُ عَلَامَۃِ التَّثۡنِیَۃِ وَالۡجَمۡعَیۡنِ فَضَعِیۡفٌ اَلتَّنۡوِیۡنُ نُوۡنٌ سَاکِنَۃٌ تَتۡبَعُ حَرَکَۃَ الۡاٰخِرِ لَا لِتَاکِیۡدِ الۡفِعۡلِ وَھُوَ لِلتَّمَکُّنِ وَالتَّنۡکِیۡرِ وَالۡعِوَضِ وَ الۡمُقَابَلَۃِ وَالتَّرَنُّمِ وَیُحۡذَفُ مِنَ الۡعَلَمِ مَوۡصُوۡفًا بِابۡنٍ مُضَافًا اِلٰی عَلَمٍ اٰخَرَ۔

ترجمه: حرف ردع کلا ہے اور کبھی حقا کے معنی میں آتا ہے تائے تانیث ساکنہ لاحق ہوتی ہے ماضی کے آخر میں مسند الیہ کے مؤنث ہونے کی وجہ سے پس اگر وہ اسم ظاہر غیر حقیقی ہو تو اس وقت اختیار ہوگا (علامت تانیث لائیں یا نہ لائیں) بہر حال علامت تثنیہ اور دونوں (مذکر اور مؤنث) کی علامت کا لاحق کرنا (مسند الیہ کی حالت پر تنبیہ کرنے کیلئے) ضعیف ہے تنوین نون ساکنہ ہوتی ہے جو کلمے کے آخر حرکت کے تابع ہوتی ہے نہ کہ تاکید فعل کیلئے اور وہ تنوین تمکن اور تنکیر اور عوض اور مقابلہ اور ترنم ہے اور حذف کیا جاتا ہے تنوین کو اس علم سے جو لفظ ابن کے ساتھ موصوف

ہو جو دوسرے علم کی طرف مضاف ہو۔

تشریح :قولہ حَرْفُ الرَّدْعِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حرف ردع کو بیان کرتے ہیں کہ حرف ردع کلا ہے اور اکثر انکار اور منع کرنے کیلئے آتا ہے جیسے کوئی کہے کفر زید تو اسے جواب میں کہا جائے گا کلا ہرگز نہیں اور کلا کبھی حقا کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے کلا سوف تعلمون ۔

قولہ تَاءُ التَّانِيْثِ السَّاكِنَةِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ تائے تانیث ساکنہ کو ماضی کے آخر میں لاحق کرتے ہیں تاکہ وہ مسند الیہ کے مؤنث ہونے پر دلالت کرے جیسے ضربت ہند اگر فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو مؤنث غیر حقیقی ہو تو اس وقت اختیار ہے چاہے فعل میں مؤنث کی علامت لائیں یا نہ لائیں جیسے طلعت الشمس اور طلع الشمس اور فعل کے ساتھ تثنیہ اور جمع کی علامت لگانا مسند الیہ کی حالت بتانے کے لئے ضعیف ہے جبکہ مسند الیہ اسم ظاہر ہو جیسے ضربا الرجلان اور ضربوا الرجال کیونکہ فعل کا فاعل جب ظاہر ہوتا ہے تو فعل مفرد لایا جاتا ہے۔

قولہ اَلتَّنْوِيْنُ نُوْنٌ سَاكِنَةٌ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ تنوین کو بیان کر رہے ہیں کہ تنوین اس نون ساکنہ کو کہتے ہیں جو کلمہ کی آخری حرکت کے تابع ہو اور تاکید فعل کے لئے نہ ہو تنوین کی پانچ قسمیں ہیں (۱) تمکن (۲) تنکیر (۳) عوض (۴) مقابلہ (۵) ترنم۔

تنوین تمکن : تنوین تمکن اسے کہتے ہیں کہ اسم معرب کے آخر میں ہوتی ہے اور اس اسم کے منصرف ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسے جاء زید۔

تنوین تنکیر : تنوین تنکیر اسے کہتے ہیں جو اسم نکرہ کے ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسے صہٍ اور افٍ۔

تنوین عوض : تنوین عوض اس تنوین کو کہتے ہیں جو مضاف الیہ کے عوض لائی جاتی ہے جیسے یومئذ اصل میں تھا یوم اذ کان کذا مضاف الیہ کو حذف کر کے اس کے بدلے میں تنوین لائی گئی۔

تنوین مقابلہ تنوین مقابلہ اسے کہتے ہیں جو جمع مؤنث سالم میں جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلے میں آتی ہے جیسے مسلمات مومنات وغیرہ۔

تنوین ترنم : تنوین ترنم اسے کہتے ہیں جو آواز کو خوب صورت کرنے کیلئے اشعار کے آخر میں لائی جاتی ہے جیسے

اَقِلِّی اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ وَقُولِی اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

عتابن اور اصابن میں تنوین ترنم ہے۔

قولہ وَيُحْذَفُ مِنَ الْعَلَمِ الخ کبھی تنوین اس علم سے حذف کی جاتی ہے جو علم لفظ ابن کے ساتھ موصوف ہو اور ابن دوسرے علم کی طرف مضاف ہو جیسے قال زید بن عمرو۔

نُوْنُ التَّاكِيْدِ خَفِيْفَةٌ سَاكِنَةٌ وَمُشَدَّدَةٌ مَفْتُوْحَةٌ مَعَ غَيْرِ الْأَلِفِ تَخْتَصُّ بِالْفِعْلِ الْمُسْتَقْبَلِ فِي الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَالتَّمَنِّي وَالْعَرْضِ وَالْقَسَمِ وَقَلَّتْ فِي النَّفْيِ وَلَزِمَتْ فِي مُثْبَتِ الْقَسَمِ وَكَثُرَتْ فِي مِثْلِ اِمَّا تَفْعَلَنَّ وَمَا قَبْلَهَا مَعَ ضَمِيْرِ الْمُذَكَّرِيْنَ مَضْمُوْمٌ وَمَعَ الْمُخَاطَبَةِ مَكْسُوْرَةٌ وَفِيْمَا عَدَا ذٰلِكَ مَفْتُوْحٌ وَتَقُوْلُ فِي التَّثْنِيَةِ وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ اِضْرِبَانِّ وَاِضْرِبْنَانِّ وَلَا تَدْخُلُهُمَا الْخَفِيْفَةُ خِلَافًا لِيُوْنُسَ وَهُمَا فِي غَيْرِهِمَا مَعَ الضَّمِيْرِ الْبَارِزِ كَالْمُنْفَصِلِ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ فَكَالْمُتَّصِلِ وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ هَلْ تَرَيِنَّ وَتَرَوُنَّ وَتَرَيْنَّ وَاغْزُوُنَّ وَاغْزِنَّ وَاغْزِنَّ وَالْمُخَفَّفَةُ تُحْذَفُ لِلسَّاكِنِ وَفِي الْوَقْفِ فَتُرَدُّ مَا حُذِفَ وَالْمَفْتُوْحُ مَا قَبْلَهَا تُقْلَبُ اَلِفًا فَقَطْ تَمَّ بِالْخَيْرِ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ: نون تاکید خفیفہ ہمیشہ ساکنہ ہوتی ہے اور نون مشددہ مفتوحہ ہوتی ہے (تثنیہ کا) الف کے علاوہ کے ساتھ اور خاص ہوتی ہے فعل مستقبل کے ساتھ امر اور نہی اور استفہام اور تمنی اور عرض اور قسم میں اور نون تاکید کم استعمال ہوتی ہے نفی میں اور نون تاکید کا ہونا لازم ہے جواب قسم مثبت میں اور نون تاکید کثرت سے آتی ہے اما تفعلن کی مثل میں اور اس (نون تاکید) کے ماقبل کا حال دونوں جمع مذکر کی ضمیر کے ساتھ مضموم ہوتا ہے اور واحد مؤنث حاضر کیساتھ مکسور ہوتا ہے اور ان کے علاوہ میں مفتوح ہوتا ہے اور تثنیہ وجمع مؤنث میں تو یوں کہے گا اضربان و اضربنان اور نہیں داخل ہوتی ان دونوں پر نون خفیفہ یہ بات خلاف ہے یونس نحوی کے اور یہ دونوں (نون ثقیلہ اور نون خفیفہ)

دونوں (تثنیہ اور جمع مؤنث) کے علاوہ میں ضمیر بارز کے ساتھ منفصل کی طرح ہوتے ہیں اگر وہ (ضمیر بارز) نہ ہو تو متصل کی طرح ہوتے ہیں اسی وجہ سے کہا گیا ہے ھل ترین اور ترون اور ترین اور اغزون اور اغزن اور اغزن اور نون خفیفہ حذف ہو جائے گا التقائے ساکنین کی وجہ سے اور وقف کی حالت میں واپس آجائے گا جو حرف حذف کر دیا گیا اور نون خفیفہ کا ما قبل مفتوح ہو تو الف سے بدل جائے گا (وقف کی حالت میں)۔

تشریح: قولہ نُوْنُ التَّاکِیْدِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ نون تاکید کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ نون تاکید دو قسم پر ہے (۱) نون خفیفہ (۲) نون مشددہ۔ نون خفیفہ ساکنہ ہوتی ہے اور نون مشددہ جس کا دوسرا نام ثقیلہ ہے یہ مفتوح ہوتی ہے بشرطیکہ نون ثقیلہ کے ساتھ الف نہ ہو۔

قولہ تَخْتَصُّ بِالْفِعْلِ الخ | اور نون ثقیلہ اور خفیفہ فعل کو مستقبل کے معنی میں خاص کر دیتا ہے اور نون ثقیلہ امر میں داخل ہوتا ہے جیسے اُقتلَنَّ اور نہی میں بھی داخل ہوتا ہے جیسے لَا تَقتلُنَّ اور استفہام میں آتا ہے جیسے ھل یقتلَنَّ اور تمنی میں آتا ہے جیسے لیتک تنصرنَّ اور عرض میں آتا ہے جیسے الاتنزلنَّ بنا اور قسم میں آتا ہے جیسے واللہ لاضربنَّ اور ان مذکورہ چیزوں میں طلب پائی جاتی ہے اور نون تاکید اس طلب کی تاکید کے لئے آتی ہے۔

قولہ وَقَلَّتْ فِی النَّفْیِ الخ | نون تاکید کا نفی میں استعمال ہونا قلیل ہے اور جواب قسم جب مثبت ہو تو نون تاکید کا لانا لازمی ہے جیسے واللہ لأکلنَّ اور نون تاکید کثرت کے ساتھ آتا ہے اس فعل شرط میں جس کے حرف شرط پر اما تاکید کے لئے زیادہ کیا گیا ہو جیسے اما تفعلنَّ اما اصل میں ان ما تھا ان شرطیہ کے ساتھ ما زیادہ کیا گیا ہے۔

قولہ وَمَا قَبْلَهَا مَعَ ضَمِیْرِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ نون تاکید کے ما قبل کا حال بیان کرتے ہیں کہ جمع مذکر میں نونِ ثقیلہ کا ما قبل مضموم ہوتا ہے جیسے لیضربُنَّ لتضربُنَّ اور واحد مؤنث حاضر میں نون ثقیلہ کا ما قبل مکسور ہوتا ہے جیسے لتضربِنَّ وغیرہ اور جمع مذکر اور واحد مؤنث حاضر کے علاوہ میں نون تاکید کا ما قبل مفتوح ہوتا ہے۔

قولہ تَقُوْلُ فِی التَّثْنِیَةِ الخ | اور تثنیہ میں اضربانِّ کہیں گے یعنی الف تثنیہ کو ثابت رکھیں گے اور جمع مؤنث میں اضربنانِّ کہیں گے اور نون ثقیلہ اور نون جمع مونث کے درمیان الف فاصل لائیں گے تاکہ تین نون جمع نہ ہو جائیں۔

قوله وَلَا تَدْخُلُهُمَا الْخَفِيْفَةُ الخ تثنیہ اور جمع مؤنث میں نون خفیفہ نہیں آئے گا کیونکہ اگر نون خفیفہ کو حرکت دیں گے تو نون خفیفہ باقی نہیں رہے گا اور اگر نون خفیفہ کو ساکن باقی رکھا جائے تو اجتماع ساکنین علی غیر حدہ لازم آئے گا اور یہ ممنوع ہے لیکن یونس نحوی جمہور سے اختلاف کرتے ہیں لہذا ان کے نزدیک تثنیہ اور جمع مؤنث میں نون خفیفہ آئیگا اور کیونکہ ان کے نزدیک اجتماع ساکنین علی غیر حدہ جائز ہے۔

قوله وَهُمَا فِيْ غَيْرِهِمَا الخ یہاں سے صاحب کافیہ ان فعلوں کو ذکر کرتے ہیں جن کے آخر میں حرف علت ہے کہ نون تاکید کے آنے سے ان کا کیا حکم ہے تو صاحب کافیہ نے تثنیہ اور جمع مؤنث معتل کا حکم بیان نہیں کیا اور یوں کہا وھما فی غیر ہما مع الضمیر البارز اور بیان اس لئے نہیں کیا کہ تثنیہ اور جمع مؤنث معتل کا حال وہی ہے جو صحیح میں بیان ہوا اس لئے اسے بیان نہیں کیا لہذا نون ثقیلہ اور خفیفہ تثنیہ اور جمع مؤنث معتل کے علاوہ میں جب انکے ساتھ جمع مذکر کی ضمیر بارز واو ہو یا واحد مؤنث حاضر کی ضمیر یاء متصل ہو تو ان کا حکم منفصل کی طرح ہے یعنی جس طرح معتل کے آخر میں کلمہ منفصل لاحق ہوتے وقت واو اور یاء محذوف ہو جاتی ہے اور ان پر ضمہ اور کسرہ آجاتا ہے اسطرح نون تاکید کے ملاتے وقت واو اور یاء گر جائیگی اور ان پر ضمہ یا کسرہ آئے گا۔

قوله فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ الخ اگر اسمیں ضمیر بارز نہ ہو بلکہ مستتر ہو اس وقت نون تاکید کلمہ متصل کی طرح ہوگا جس طرح معتل کے آخر میں الف تثنیہ کے لاحق ہونے کی وجہ سے واو اور یاء کو فتح دیتے ہیں جیسے اُغْزُوَا اور اِرْمِيَا اسی طرح نون تاکید کے لاحق ہونے کے بعد واو اور یائے محذوفہ کو واپس لائیں گے اور فتحہ دیں گے جیسے اُغْزُوَنَّ اور اِرْمِيَنَّ ۔

قوله وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ الخ یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ نون تاکید معتل کے آخر میں ضمیر بارز کے ساتھ منفصل کی طرح ہے اور غیر ضمیر بارز کیساتھ کلمہ متصلہ کی طرح ہے تو اس وجہ سے هل ترَیَنَّ اور ترَوُنَّ اور ترِیِنَّ اور اغزُوَنَّ اور اغزُنَّ اور اغزِنَّ کہا جائے گا۔

قوله وَالْمُخَفَّفَةُ تُحْذَفُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ نون خفیفہ کے بعد جب ساکن آجائے تو نون خفیفہ التقائے ساکنین کی وجہ سے گر جائے گا جیسے اضربَنْ کے بعد لفظ القوم ذکر کیا تو یہاں التقائے ساکنین کیوجہ سے نون خفیفہ گر جائے گا اور اضرب القوم رہ جائے گا ۔

قولہ وَفِي الْوَقْفِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ نون خفیفہ وقف کی حالت میں بھی گر جاتا ہے اور وہ حرف جو نون خفیفہ کے ملنے کی وجہ سے گر گیا تھا وقف کی حالت میں واپس آجاتا ہے جیسے اضربُنْ میں واو نون خفیفہ کی وجہ سے گر گئی تھی جب وقف کریں گے تو یہ واپس آجائے گی تو اضرِبُوا کہیں گے۔

قولہ اَلْمَفْتُوحُ مَا قَبْلَهَا الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ نون خفیفہ کا ما قبل جب مفتوح ہوگا تو وہ وقف کی حالت میں الف سے بدل جائے گا اس لئے کہ اسے تنوین کے ساتھ مشابہت ہے تو جس طرح تنوین کا ما قبل جب مفتوح ہو تو وقف کی حالت میں الف سے بدل جاتا ہے اسی طرح نون خفیفہ کا ما قبل بھی جب مفتوح ہو تو وہ وقف کی حالت میں الف سے بدل جائیگا جیسے اضرِبَنْ سے وقف کی حالت میں اِضرِبَا کہیں گے فقط۔ تمت بالخیر

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلاً وَآخِرًا وَ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا بِحُرْمَةِ نَبِيِّکَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اَصْحَابِهٖ وَسَلَّمْ اٰمِيْن ثُمَّ اٰمِيْن۔

محمد اصغر علی فاضل دار العلوم فیصل آباد، فاضل عربی

مدرس جامعہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد

۲۲ شوال ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۰ فروری 1998ء بروز جمعۃ المبارک بوقت ۲۵ : ۱۲

باسمہ تعالیٰ

مؤلف کی دیگر تالیفات

(۱) تهذیب الکافیه اردوشرح کافیه

صفحات ۳۳۶ جسمیں (۱) اعراب عبارت (۲) سادہ ترجمہ اور عام فہم (۳) نحو کے مسائل تجزیہ عبارت کے عنوان سے مشکل مقامات کا حل تشریح کے عنوان سے اور اعتراضات وجوابات مع فوائد بیان کئے گئے ہیں۔

(۲) ضیاء النحو اردوشرح هدایة النحو

صفحات ۳۳۲ جس میں (۱) اعراب عبارت، (۲) سادہ ترجمہ اور عام فہم بیان کیا گیا ہے، (۳) نحو کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے، (۴) تشریح کے عنوان سے کتاب کا مکمل حل اور اعتراض و جوابات مع فوائد بیان کیئے گئے ہیں، (۵) اشعار کی تشریح محل استشہاد اور ترکیب پیش کی گئی ہے۔

(۳) الوضاحة الکاملة اردوشرح العقیدة الطحاویة

جس میں درج ذیل خصوصیت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

(۱) اعراب عبارت، (۲) سادہ ترجمہ اور عام فہم انداز میں، (۳) مقصودِ مصنف تجزیہ عبارت کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے، (۴) تشریح عبارت کے تحت عقائد اہل سنت والجماعت کا اثبات اور مذاہبِ باطلہ کے دلائل اور انکی تردید اور فوائدِ نافعہ بیان کئے گئے ہیں۔

(۴) تهذیب البلاغه اردوشرح دروس البلاغه

جسمیں (۱) اعراب عبارت، (۲) سادہ ترجمہ اور عام فہم بیان کیا گیا ہے، (۳) علم معانی کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے، (۴) تشریح عبارت کے تحت کتاب کا مکمل حل اور فوائد نافعہ بیان کئے گئے ہیں، (۵) اشعار کی تشریح، مطلب اور محل استشہاد پیش کیا گیا ہے، (۶) ضمیمہ کے تحت پانچ سالہ وفاق المدارس العربیہ کے سوالیہ پرچوں کو حل کیا گیا ہے۔

(۵) اجود الحواشی اردو شرح اصول الشاشی

صفحات ۷۶۴ جو چند خصوصیات پر مشتمل ہے (۱) اعراب عبارت (۲) ترجمہ سادہ عام فہم (۳) اصول فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے (۴) تشریح کے تحت کتاب کا مکمل حل اور ائمہ کرامؒ کے اختلافی مسائل مع ادلہ، احناف کی طرف سے ائمہ کرامؒ کے دلائل کے جوابات بیان کئے گئے ہیں (۵) فوائد نافعہ اور اعتراض و جوابات بیان کئے گئے ہیں

(۶) آدابِ والدین اور تربیتِ اولاد

جس میں والدین کے آداب، خدمت کرنے پر دنیا و آخرت میں انعامات، نافرمانی کرنے پر دنیا و آخرت کے نقصانات اور اولاد کی دینی تربیت کرنے پر انعامات اور اولاد کی تربیت کرنے کے طریقے پر مشتمل آیات قرآنی واحادیث نبویؐ اور صحابہ کرامؓ اور اولیاء اللہؒ کے ایمان افروز واقعات کا دلکش مجموعہ،

جس کا مطالعہ مسلمانوں کے دلوں میں والدین کی خدمت اور اولاد کی دینی تربیت کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

(۷) محسن انسانیت کے چالیس معجزات مع کنز الحسنات

آپ ﷺ کے چالیس معجزات کا تذکرہ جو احادیث کی معتبر کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں، جن کے مطالعہ سے آنحضرت ﷺ کی بے پناہ محبت اور عظمت اور آپ ﷺ کی صداقت کا یقین قلب میں جاگزین ہوتا ہے

کنز الحسنات

کے عنوان سے مختلف مواقع اور احوال کی دعائیں جو آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں، جن کا معمول بنانا دنیا اور آخرت کی سعادتیں حاصل کرنے کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔

(۸) کنز الحسنات کیلنڈر کی شکل میں بھی دستیاب ہیں جو مفت حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

انتباہ